آتش

ایم اے راحت

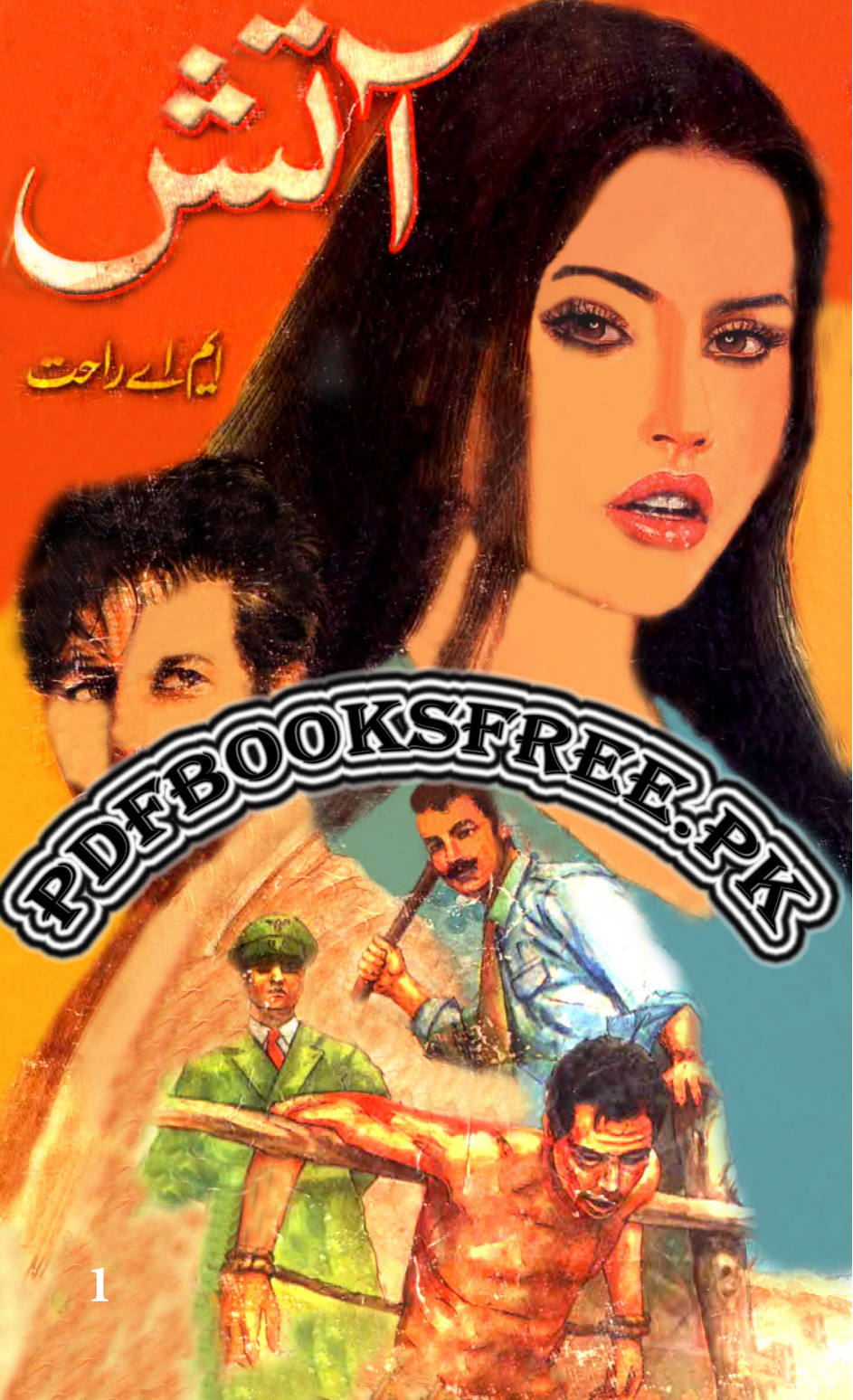

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے لوٹا رہا ہوں میں

شاعر نے تو یہ شعر نہ جانے کب اور کیوں کہا تھا، مگر یہ اس کہانی کے مرکزی کردار پر بالکل صادق آتا ہے، جو ''آتش'' کے نام سے پیش کی جا رہی ہے۔

یہ اُس شوریدہ سر نوجوان کی کہانی ہے جسے اپنے خاندان کی تباہی وراثت میں ملی تھی۔ یہ قصور اُس کے بڑوں کا تھا جنہوں نے اپنی عیش و عشرت کی خاطر آنے والی نسل کی امانت کی حفاظت کی بجائے اسے دونوں ہاتھوں سے لٹایا تھا۔ ''کین'' فیملی کے اس نوجوان نے اپنے خاندان کی جاہ و دولت اور کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جرائم کی راہ اختیار کی۔ اور پھر وہ کوئی عام مجرم نہیں رہا.....

''سیکرٹ پیلس'' نامی زیر زمین ایک ایسے ادارے سے جرائم کی خصوصی تربیت حاصل کی جو ساری دنیا میں اپنے معیار اور لاثانی کارکردگی کا واحد ادارہ تھا۔ اگرچہ ''ڈن کین'' نامی یہ نوجوان خود بھی حسن کا رسیا تھا۔ مگر اعتدال پسند تھا۔ پھر اُس نے ''سیکرٹ پیلس'' سے نکلتے ہی ہر طرف تہلکہ مچا دیا۔ یہ وہ تاریخی دور تھا جب ہٹلر کے دنیا پر حکومت کرنے کے خواب نے پوری دنیا کو جنگ میں جھونک دیا تھا۔ ''ڈن کین'' نے اپنے ایک حمایتی ملک کی طرف سے اس جنگ میں جو کارنامے سرانجام دیئے اور نازی فوجوں کے قید و بند کے مضبوط نظام کی دھجیاں اُڑاتا ہوا، سمندر اور پہاڑی سلسلوں کو چیرتا ہوا جس طرح واپس پہنچا، یہ سب رونگٹے کھڑے کر دینے والا ایک سنسنی خیز سلسلہ ہے جو مدتوں ذہنوں پر اپنا تسلط قائم رکھے گا۔

یہ مقبول سلسلہ ''نئے اُفق'' میں ''درندہ'' کے نام سے قسط وار شائع ہو کر تہلکہ مچا چکا ہے۔ ادارہ حسب روایت اس مقبول داستان کو ایک نئی آب و تاب کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ ''درندہ'' نام کا ایک ناول ادارے سے پہلے بھی شائع ہو چکا ہے، اس لئے اس کا نام ''آتش'' رکھنا پڑا۔ اُمید ہے کہ یہ نام یقیناً آپ کو بھی پسند آئے گا۔ یقین واثق ہے کہ حسب سابق ایم اے راحت کی یہ تحریر بھی آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔

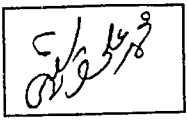

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندگی کی کہانی تو اس وقت سے شروع ہو جاتی ہے جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ ابتدائی حالات، شعور نہ ہونے کی وجہ سے ذہن سے اوجھل ہوتے ہیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے قابل ذکر واقعات کسی نہ کسی طور معلوم ہو جاتے ہیں۔ سنی سنائی باتوں کو زندگی کی کہانی میں شامل کرنا میرے خیال میں نا مناسب ہے، خصوصاً اس وقت، جب انسان کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ آج اپنا محاسب وہ خود ہے۔ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور نہ کوئی اُس کی بات پر گرفت کرنے والا ہے۔ اس وقت دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اپنی زندگی کے کسی پہلو کو خود سے پوشیدہ نہ رکھا جائے۔ بھلا خود کو خود سے چھپانے میں کیا مزہ؟ اور یہ دَور ہر صاحب شعور پر آتا ہے۔ ہاں! وہ جو سوچ سے نابلد ہوتے ہیں، جو کسی کے بارے میں نہیں سوچتے، وہ اپنے بارے میں بھی نہیں سوچتے۔ اُن کے ذہن کی رسائی صرف اُن چیزوں تک ہوتی ہے، جو اُن کے سامنے آتی رہتی ہیں یا جن سے اُن کا کوئی خاص تعلق ہوتا ہے۔ وہ سطحی طور پر اُن کے بارے میں سوچتے ہیں، سطحی انداز میں عمل کرتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں۔ گویا اُن کی نگاہوں میں دنیا کی ہر چیز بے مقصد ہوتی ہے، وقتی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی، جس کے بارے میں اُنہیں علم ہوتا ہے کہ ایک دن اپنی مرضی کے خلاف فنا ہو جائیں گے۔ بلکہ بعض لوگ تو زندگی کے اس اختتام سے جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر ہر شے کو وقتی سمجھنے لگتے ہیں اور اس سے عدم دلچسپی اُن کی فطرت کا ایک غیر محسوس جزو بن جاتی ہے۔

میں، ڈن کین اپنی زندگی کے ان واقعات کو اس لئے قلمبند کر رہا ہوں کہ اَب، جب میں زندگی کے اس دور میں داخل ہو چکا ہوں، جہاں دل کی دھڑکنیں گراموفون کے اُس ریکارڈ کے دُھن میں تبدیل ہو جاتی ہیں جو چابی ختم ہو جانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ گھومتا ہے، اپنا جائزہ تو لوں۔ جائزے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ میں پیرس کے ایک خوبصورت علاقے میں رہتا ہوں۔ اچھا مکان ہے جس کے باہر کے مناظر مجھے بہت پسند ہیں۔ میرے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب کے سب شادی شدہ بلکہ بچے شدہ ہیں۔ یعنی میں نانا بھی ہوں اور دادا

بھی۔ اور میری زندگی کا مشغلہ صرف یہ ہے کہ مختصر کھاؤں، مختصر سوؤں، چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچوں کے ساتھ کھیل کر اپنا اور اُن کا دِل بہلاؤں، یا پھر اُن کے ساتھ کہیں سیر کو نکل جاؤں۔ گویا ماحول میں ایک ٹھہراؤ ہے۔ کوئی جدوجہد نہیں ہے اور میں نے بھی محسوس کر لیا ہے کہ اَب اعضاء میں جدوجہد کی قوت نہیں رہی ہے۔ گویا میں نے اعضاء سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ سو اِن فرصت کے لمحات میں ماضی پر ایک نگاہ کیوں نہ ڈال لوں؟ ہر انسان کا ماضی اُس کے بوڑھے بدن کی کمزور شریانوں میں خون کی روانی میں تیزی کا سبب بن سکتا ہے۔ یعنی وہ جو جدوجہد کے قابل نہ رہا ہو، ماضی کی یادوں کا سہارا لے کر حال میں خوشی محسوس کرتا ہے اور خوشی کا حصول جہاں سے بھی ہو سکے، اسے گنوانا نہیں چاہئے۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ جائزے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے، ممکن ہے آپ اس سے متفق نہ ہوں کہ اگر ہم اپنی سوچ کو صرف اپنے تصورات کے میدان میں دوڑاتے رہیں تو واقعات کوئی مربوط حیثیت نہیں اختیار کر پاتے۔ کبھی کوئی خیال ذہن پر حملہ آور ہوتا ہے اور کبھی کوئی سبقت وہ خیال لے جاتا ہے جو ہمارا پسندیدہ ہو۔ اور وہ خیالات، پسندیدہ خیالات کے بوجھ تلے دبتے چلے جاتے ہیں جن میں ہماری پسند شامل نہ ہو۔ جبکہ ان کی حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ اور جب انسان خود اپنا محاسب ہے تو اُسے اپنے ماضی کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنا چاہئے۔ اس کا بہتر طریقہ میرے خیال میں یہی ہے کہ زندگی کی کتاب کا پہلا ورق اُلٹا جائے اور اُس وقت تک دوسرے ورق پر نگاہ نہ ڈالی جائے جب تک اس پہلے ورق کا ایک ایک لفظ نہ دیکھ لیا جائے۔ یہ خیال اس تحریک کا محرک بنا ہے۔ خوبی یہ ہے کہ میں نے اپنی داستان کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ میں نے ہر اُس لمحے کو تحریر کیا ہے جو میری زندگی میں شامل ہے۔

مجھے اندازہ ہے کہ یہ تحریر میری رسوائی کا سبب بھی ہے۔ اور مجھ سے محبت کرنے والے، مجھ سے عقیدت رکھنے والے جب میرے مکمل کردار سے آشنا ہوں گے تو اُن کے جذبات، اُن کے احساسات کو ٹھیس پہنچے گی۔ لیکن بات وہی آ جاتی ہے کہ اگر انسان خود اپنا احتساب کرے تو خود کو خود سے کس طرح چھپائے؟ اگر وہ کچھ لوگوں کے سامنے اپنی شخصیت کی برتری قائم رکھنا چاہے تو پھر ضمیر کو کس طرح مطمئن کرے؟ چنانچہ اس حساب سے یہ تحریر میرے ضمیر کے لئے ہے اور میں نے اپنی ذات سے سارے نقاب اُٹھا کر اپنے ضمیر کو زندہ رکھا ہے۔

کہانی یوں شروع ہوتی ہے کہ فن لینڈ کا ایک نیک نام خاندان اچانک برے حالات کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شکار ہو گیا۔ یہ خاندان، خاصی اچھی شہرت رکھتا تھا۔ اُمراء میں اُسے ایک مقام حاصل تھا۔ اُس کی بڑی ساکھ تھی اور اس ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے اس خاندان کے بزرگوں نے کافی جدوجہد کی تھی۔ خاندانی دولت اور روایات کا تحفظ کیا تھا۔ اور پھر معمول کے مطابق اولاد در اولاد منتقل ہونے والی عزت، دولت اور شہرت دو بھائیوں میں منتقل ہو گئی۔ ان میں ایک کا نام پام کین اور دوسرے کا جان کین تھا۔ لیکن کین خاندان کی بدبختی تھی کہ یہ دونوں نوجوان بزرگ، عمر کے اس حصے میں تھے جہاں بزرگی کا احساس ہوتا ہے اور نہ خاندانی روایات برقرار رکھنے کا۔ اور پھر جب برتری اور دولت اچانک ہاتھ آ جائے تو عمر کا تجربہ تو سہارا دے سکتا ہے، جوانی کا طوفان نہیں۔ گو بڑے بھائی جان کین کی شادی خاندان کی ایک لڑکی سے ہو چکی تھی اور اُس نے مستقبل کا کین، خاندان کا بزرگ، یعنی میں، بھی پیدا کر لیا تھا۔ لیکن جدید سوچ کے حامل نوجوانوں کو خاندان کی دولت کے سہارے کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ شہر کی فاحشائیں تو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتی ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے دونوں بھائیوں پر حسن و جمال کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر حملہ کر دیا اور یوں اُن سے آ چمٹیں جیسے تازہ کھلے ہوئے پھول پر شہد جمع کرنے والی مکھیاں..... پھول آزاد تھے۔ مکھیوں کو پورا پورا موقع ملا اور اُنہوں نے کین خاندان کا سارا رَس چوس لیا۔ کچھ عرصہ ساکھ نے ساتھ دیا۔ لیکن خالی ساکھ کہاں تک ساتھ دے سکتی ہے؟ صرف بارہ سالوں میں یہ خاندان مکمل طور پر کھوکھلا ہو گیا اور اچانک اُس پر برے وقت کی آمد کا اعلان کر دیا گیا۔ برے وقت کا اعلان دوسروں کے لئے صرف ایک خبر ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ اس کا شکار ہوتے ہیں، اُن کی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں آتی ہیں۔ میں اُن تبدیلیوں کا چشم دید گواہ ہوں۔ عمر کی تیرھویں سیڑھی پر تھا۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں بیدار ہو گئی تھیں۔ گو اُن میں ابھی پختگی کا تصور نہیں تھا لیکن سوچ سمجھ لینا ہی کافی ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا اندازہ تو کر ہی سکتا تھا کہ اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں سے تربیت حاصل کرنے کی بجائے اَب ایک معمولی سے سکول میں جانا پڑتا ہے۔ اعلیٰ ترین کوٹھی سے منتقل ہو کر اَب ایک چھوٹے سے مکان میں گزارا کرنا پڑتا ہے۔ رولز رائس کار میں سفر کرنے کی بجائے اَب بائیسکل کے ذریعے سکول جانا پڑتا ہے۔ حسین ترین لباس چھوڑ کر اَب معمولی کپڑے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ پسندیدہ ترین خوراک کی بجائے اَب معمولی کھانے پر گزارا کرنا ہوتا ہے۔ ان ساری باتوں کا میرے ذہن پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ ماضی کے نقوش، ذہن پر منجمد تھے۔ اسلاف کی داستانیں اجنبی سی لگتی تھیں۔ اور میں سوچتا تھا کہ کیوں،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسا کیوں ہے؟''

تجربے کے چند مزید سالوں نے اس کا جواب بھی دے دیا۔ پندرہ سال کی عمر میں پتہ چل گیا کہ اس کے ذمہ دار کین خاندان کے موجودہ بزرگ ہیں جو اَب غمزدہ زندگی گزار رہے ہیں۔ اُنہوں نے کین خاندان سے سب کچھ چھین لیا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے ہیں۔ خاندان کے نالاں لوگوں نے میرے جذبات کو ہوا دے کر دل کا بخار نکالا۔ اُنہوں نے مجھے بتایا کہ خاندان کی بے پناہ دولت ان لوگوں کے لئے تو نہیں تھی جنہوں نے اُسے ضائع کر دیا۔ وہ تو صرف اُس کے امین تھے اور اُن پر ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ اُسے میرے سپرد کر دیں اور میں اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اُسے بڑھاؤں اور معمول کے مطابق اپنی آئندہ نسل کے سپرد کر دُوں۔ لیکن ان بزرگوں نے تو آئندہ نسلوں کو ہی برباد کر دیا تھا۔ میرے باپ اور چچا تھے۔ اس لئے یہ جرات تو نہیں کر سکا تھا کہ اُن سے جواب طلب کروں۔ ہاں! دوسرے طریقوں سے اپنے غصے کا اظہار ضرور کر سکتا تھا۔ سائیکل کھینچنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ عام انسانوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے، وہ مجھے گوارا نہیں تھا۔ جس طرح زندگی گزارنی پڑ رہی تھی، اس کا ایک لمحہ بھی مجھے پسند نہیں تھا۔ جو کچھ وہ ضائع کر چکے تھے، اُسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔ پھر میں کیوں اپنی زندگی کو اُن کے بنائے ہوئے اصولوں پر چلاؤں؟ میں کیوں اس خاندان کی روایتی دُم پکڑے رہوں۔ مجھے نئے سرے سے زندگی کا تعین کرنا ہے۔ مجھے اپنے لئے نئے میدان بنانے ہیں۔ بزرگوں کو سخت سست کہہ کر دل کا بخار نکالنے کی جرات نہیں رکھتا تھا۔ ذہن پر بغاوت بلکہ ایک طرح سے جھنجھلاہٹ طاری تھی۔ چنانچہ ناپختہ ذہن نے جو فیصلہ کیا، اس میں جھنجھلاہٹ مکمل طور سے شامل تھی۔ میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ اَب اس خاندان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ میں جوان ہو گیا تو کوئی یہ سوچ کر مجھے سہارا نہیں دے گا کہ میں مشہور زمانہ کین خاندان کا فرد ہوں اور جب میری عملی زندگی کا دور شروع ہو گا تو میں ایک تعلیم یافتہ نوکر ہوں گا۔ لوگ قطعی نہیں سوچیں گے کہ اس سے قبل وہ اس خاندان کے نوکر تھے۔ چنانچہ میں غلامی کی زندگی کیوں قبول کروں؟ میں بے صلاحیت تو نہیں ہوں۔ اگر کین خاندان کا وقار برقرار رہنے دیا جاتا تو میں اپنی صلاحیتوں سے اس میں چار چاند لگا سکتا تھا۔ لیکن اَب میں اپنی صلاحیتوں کو اپنے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ سکول چھوڑ دیا اور اَب میری نشست فن لینڈ کے جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ ہونے لگی۔

میری عمر اَب سترہ سال تھی۔ لیکن واقعات اور کچلے ہوئے ماحول نے مجھے اپنی عمر سے دس سال آگے کا تجربہ بخش دیا تھا۔ ابتداء معمولی قسم کے جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ کی تھی۔ لیکن خداداد پھرتی اور چالاکی سے بہت جلد اِن میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ وہ لوگ جو سوچتے تھے، میں کر ڈالتا تھا۔ تجربات نے اُنہیں بزدلی بخشی تھی۔ ناتجربہ کاری نے مجھے نڈر بنا دیا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک معقول حیثیت حاصل کر لی۔ میرا ذہن خاص لائنوں پر کام کر رہا تھا۔ میری جدوجہد کی اطلاع، میرے بزرگوں کو بھی مل گئی۔ لہٰذا ایک دن مجھے اُن کی عدالت میں طلب کر لیا گیا۔ والد صاحب بھی تھے، چچا جان بھی تھے، میری والدہ اور دوسرے لوگ بھی۔ اور پھر دفتر باز پرس کھل گیا۔ میرے بارے میں اُن افواہوں کا تذکرہ کیا گیا جو اُن تک پہنچی تھیں۔ مجھ سے سوال کیا گیا کہ ان میں کیا حقیقت ہے؟ لیکن میرا جواب بہت سخت تھا.....

''مجھے خوشی ہے کہ میرے بارے میں صرف وہ باتیں لوگوں کے سامنے آئی ہیں جنہیں میں نے چھپانا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے جن باتوں کو چھپانے کی کوشش کی ہے، وہ آج تک محفوظ ہیں۔'' تو قابل احترام بزرگو.....! کیا آپ حضرات کو اس بات کا احساس ہے کہ اَب ہماری عزت اور ہماری حیثیت کیا رہ گئی ہے؟'' میرے لہجے اور میرے سوال پر بے چینی سے پہلو بدلے گئے تھے۔

''ہمارا دور خراب ہو گیا، ہمارے مالی حالات تباہ ہو گئے۔ لیکن بہرحال! لوگ آج بھی ہمیں کین فیملی کے افراد کی حیثیت سے جانتے ہیں جو ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھی۔'' میرے چچا جان نے کہا اور میں نے بڑے پیار سے اُن کی طرف دیکھا۔ پھر بڑے پیار ہی سے کہا۔

''میرے پیارے چچا جان! کیا لوگ کین فیملی کی تباہی کے اسباب نہیں جانتے ہوں گے؟ کیا اُن کے ذہن میں یہ سوال نہیں اُبھرتا ہو گا کہ کین فیملی پر یہ وقت کیوں آ پڑا؟ رہی میری بات تو آپ یقین کریں! ان لوگوں کو میرے بارے میں نہایت مختصر معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اصل باتیں تو آج تک پوشیدہ ہیں اور مجھے یقین ہے، پوشیدہ ہی رہیں گی۔ کیونکہ میں نہایت احتیاط سے جرائم کرتا ہوں۔ مجرمانہ زندگی اختیار کر کے میں اپنے طور پر وہ حیثیت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، جو میرے تصورات میں تھی۔ مجھے اپنے خاندان کے قصے معلوم ہیں۔ مجھے علم ہے کہ ہماری زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟ میری زندگی اس سے مختلف ہے۔ آخر کیوں؟ شاید آپ لوگوں کی وجہ سے۔ بہرحال! آپ کو خوشی ہونی چاہئے کہ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جدوجہد کر کے وہی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جو آپ گنوا چکے ہیں۔ حالانکہ میں آپ سے اس کا حساب طلب کر سکتا ہوں۔''

والد، چچا، ماں اور دوسرے اقارب کو میں نے خلوصِ دل سے اس لئے معاف کر دیا کہ میری اِن چبھتی ہوئی باتوں نے اُن کے ہونٹ سی دیئے تھے۔ شاید اُنہیں میری اِس گرفت کا شبہ بھی نہیں ہو گا۔ وہ تو بزرگوں کی حیثیت سے بیٹھے تھے اور مجھے سرزنش کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اچانک اُنہیں احساس ہوا تھا کہ وہ سب میرے مجرم ہیں۔ بلاشبہ کین فیملی کی باگ ڈور اَب میرے ہاتھ ہی آئی تھی۔ یوں سمجھا جائے کہ جو خوبصورت زندگی، میرے اہل خاندان گزار چکے تھے، وہ اَب میرا حصہ تھی اور ان لوگوں نے میرا حصہ غصب کر لیا تھا۔ شاید اُنہوں نے ذہن سے یہ بات فراموش کر دی تھی اور مجھے باز پرس کے لئے طلب کر لیا تھا۔ لیکن میرے الفاظ نے اُن کو ہلا دیا۔ کیا مجال جو کسی نے اس کے بعد ایک لفظ بھی کہا ہو۔

''کیا میں جاؤں؟'' میں نے بڑی محبت سے پوچھا۔

جھکی ہوئی نگاہیں اور بند ہونٹوں نے کچھ نہ کہا۔ میں خاموشی سے اُن کے درمیان سے اُٹھ آیا۔ لیکن اَب میں نے کچھ اور باتیں سوچیں۔ جو مجرمانہ زندگی میں نے اختیار کی تھی، وہ کوئی نمایاں حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ تھوڑے سے مالی فائدے ضرور حاصل ہونے لگے تھے۔ لیکن یہ میرے شایانِ شان نہیں تھے۔ جو چھوٹے موٹے جرائم میں کرتا تھا، وہ میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ اس زندگی میں بھی کاملیت حاصل کروں۔ چنانچہ میں ان تمام طریقوں سے آشنا ہونے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اس سلسلے میں لٹریچر بھی پڑھتا تھا اور جدید معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ پھر مجھے ایک ایسے ادارے کا پتہ چلا جو جرائم کی تربیت دیتا تھا۔ یہ ادارہ لندن میں تھا۔ چنانچہ میں نے لندن جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اجازت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اُن لوگوں کے پاس اَب دُعاؤں کے الفاظ بھی باقی نہ رہے تھے۔ وہ اُنہیں بھی گنوا چکے تھے۔

چنانچہ میں ضروری تیاریوں کے ساتھ لندن چل پڑا۔ اپنا رازداں میں خود تھا۔ اور یہ اصول میری زندگی کا بہترین اصول رہا ہے۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اپنے معاملات، اپنی ذات تک محدود رکھوں اور بعض اُلجھنوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ اصول اچھا ہی ثابت ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ یوں خود اعتمادی بڑھتی ہے اور اس کے علاوہ کارکردگی کا حوصلہ بھی۔ کیونکہ یہ احساس رہتا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے، تنہا ہی کرنا ہے۔ غلط کیا تو نقصان ہو گا۔

ممکن ہے، آپ مجھ سے متفق نہ ہوں۔ لیکن ظاہر ہے، اپنے اپنے نظریات ہوتے ہیں۔

لندن کی تیز زندگی میں، میں نے چند شب و روز خاموشی سے گزارے، بالکل سکون سے اور اپنی جگہ محدود رہ کر سوچتے ہوئے۔ البتہ یہاں کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا تھا۔ لندن کے متعلق سارا لٹریچر میں نے فراہم کر لیا تھا اور یوں نقشوں کی مدد سے پورے لندن سے واقف ہو گیا تھا۔ میں نے یہاں کے ایک ایک گلی کوچے، ذرائع آمد و رفت اور علاقائی خصوصیت ذہن نشین کر لی تھی۔ اَب اس ادارے تک پہنچنا تھا، جس کے لئے میں نے یہ سفر کیا تھا۔ ظاہر ہے، یہ اِدارہ منظر عام پر نہیں تھا اور اُسے تلاش کرنا بھی آسان نہیں تھا۔ میں کسی احمقانہ کوشش کا قائل نہیں ہوں۔ ہمیشہ وہ قدم اُٹھاؤ، جس میں کامیابی کی سو فیصدی اُمید نہ سہی، اسّی فیصد ضرور ہو۔ چنانچہ ایک مخصوص وقت گزارنے کے بعد میں نے لندن کی سڑکوں پر آوارہ گردی شروع کر دی۔ مجھے ایک مخصوص شخصیت کی تلاش تھی۔

رات کی تاریکی اور لندن کی کہر آلود راتیں، جرائم کی پرورش کے لئے ماں کی آغوش کی مانند ہوتی ہیں۔ ایسی راتوں میں لندن پولیس کی مصروفیات خاصی اہم ہوتی ہیں۔ لیکن جرائم کرنے والے، پولیس کی کارکردگی پر ہمیشہ گہری نگاہ رکھتے ہیں اور اُن کی مصروفیات کو مدنظر رکھ کر ہی عمل کرتے ہیں۔ میں نے یہاں کے سارے ضروری کاغذات حاصل کر لئے تھے اور اپنی پوزیشن مستحکم کر لی تھی۔ اس لئے کئی بار پولیس نے مجھے چیک کیا لیکن میرے اُوپر کوئی شبہ نہیں کر سکی اور میں اپنے کام میں مصروف رہا۔ بس! راتوں کو مختلف سڑکوں، علاقوں میں آوارہ گردی ہوتی تھی اور دن بھر اپنے ہوٹل میں پڑا رہتا تھا۔

تقریباً ایک ماہ خاموشی سے گزر گیا۔ اگر کسی نے میرے اُوپر نگاہ بھی رکھی ہو گی تو مطمئن ہو گیا ہو گا۔ اُس نے سوچا ہو گا کہ یا تو میں کوئی خبطی انسان ہوں یا پھر کوئی کلاسیکل عاشق جو خاموش اور سنسان راتوں کا شیدائی ہے۔

پھر ایک دن وہ ہو گیا، جس کا میں خواہش مند تھا۔ پولیس گاڑیوں کے سائرن بج رہے تھے اور بریکوں کی تیز چرچراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر وہ تیز روشنیاں ایک موڑ کی دیوار پر پڑیں اور اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ سنائی دیا۔ کار، ڈرائیور کے قابو سے باہر ہو گئی تھی اور ایک دیوار سے ٹکرا گئی تھی۔ کار کا ہارن دبا رہ گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس وقت ایک لمحے کی تاخیر نہ صرف میرے لئے بلکہ اُس شخص کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی، جو اُس کار میں پھنسا رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں بلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی سی پھرتی سے لپکا اور کار کا دروازہ کھول دیا۔ پھر میں نے سیاہ سوٹ میں ملبوس اُس شخص کو باہر کھینچ لیا، جس کے دوسرے ہاتھ میں سیاہ رنگ ہی کا ایک بریف کیس دبا ہوا تھا۔ میں اُسے لئے ہوئے اُس گلی کی طرف لپکا جو میرے بائیں سمت تھی اور گلی میں گھستا چلا گیا۔ اُس شخص کو میں بری طرح سے گھسیٹ رہا تھا۔ پولیس کی گاڑیوں کے سائرن اَب گلی کے سامنے سنائی دے رہے تھے۔

یقیناً پولیس والے پہلے اس گاڑی کی تلاشی لیں گے اور پھر وہ گلی کی طرف دوڑیں گے۔ اس لئے کسی منزل کی تلاش ضروری ہے۔ میرے ساتھ دوڑنے والے شخص کے منہ سے ایک دو بار کراہ نکل گئی تھی جس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ زخمی ہے۔ پھر گلی میں مجھے ایک زینہ نظر آیا اور میں اُسے زینے کی طرف گھسیٹنے لگا۔

''اوہ..... اُدھر نہیں۔ ہم پھنس جائیں گے.....'' اُس شخص کی بھاری آواز پہلی بار سنائی دی۔

''آ جاؤ! پولیس، کار کے کھلے دروازے کو دیکھ کر اسی طرف آئے گی۔'' میں نے اُسے بدستور کھینچتے ہوئے کہا اور وہ تیزی سے میرے ساتھ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ ایک بار..... دوسری بار..... اور پھر تیسری بار۔ تب قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کسی نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن دروازہ کھولنے والے کو ایک خوفناک گھونسے کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے لمحے میں نے بے اندازہ لگائے بغیر کہ اُس کی کیفیت کیا ہے، اُس کی گردن پکڑ لی اور سر کے مخصوص حصے میں گھونسے کی ایک اور ضرب نے دروازہ کھولنے والے کے حواس چھین لئے۔

میں نے اپنے ساتھی کو اندر گھسیٹ کر دروازہ بند کر لیا۔ اور پھر میں نے اُس سے پوچھا۔

''پستول ہے تمہارے پاس؟''

''نہیں۔'' اُس نے جواب دیا۔ اُس کے انداز میں کسی قدر ہچکچاہٹ تھی۔

''خیر، کوئی بات نہیں ہے۔ آؤ!'' میں نے کہا اور وہ تیزی سے میرے ساتھ اندر چل پڑا۔ صرف دو کمروں کا فلیٹ تھا۔ فلیٹ کا دوسرا حصہ شاید کسی اور کے پاس تھا اور اُس کا راستہ دروازہ بلڈنگ کی دوسری سمت تھا۔ دونوں کمرے خالی تھے۔ گویا یہاں اُس شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ یہ بات ہم لوگوں کے حق میں جاتی تھی۔ میرا ساتھی بھی میرے ساتھ تھا۔ ہم اندرونی کمرے میں پہنچ گئے۔

''تم زخمی ہو؟'' میں نے اُس سے پوچھا۔ نیم تاریکی کی وجہ سے میں اُس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکا تھا۔

''اوہ..... معمولی سی چوٹ لگ گئی ہے۔ کوئی سنجیدہ بات نہیں ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''تمہارا کیا خیال ہے..... کیا پولیس اس طرف کا رُخ کرے گی؟''

''گلی میں داخل ہوئی تو اس بات کا امکان ہے۔ کیونکہ زینہ کھلا ہوا ہے۔'' اُس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں نے پھرتی سے اپنا کوٹ اور جوتے اُتارے، پھر کمرے سے باہر آ گیا۔ سب سے پہلے میں نے دروازے کے قریب پڑے ہوئے شخص کو اُٹھایا اور کندھے پر لاد کر کچن میں داخل ہو گیا جو مناسب حد تک کشادہ تھا۔ بے ہوش شخص کو کچن میں ڈال کر میں نے کچن کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر واپس اُس شخص کے پاس آ گیا۔ وہ ایک کرسی پر خاموش بیٹھا ہوا تھا اور بریف کیس اَب بھی اُس کے پاس بڑی احتیاط سے رکھا ہوا تھا۔

ہمارا اندازہ درست ہی نکلا۔ چند ہی منٹ کے بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی اور ظاہر ہے، یہ پولیس والوں کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا؟ میں نے بال بکھرائے، آنکھیں زور زور سے ملیں اور شکل بگاڑ لی۔ میرا اجنبی ساتھی مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا تھا۔ ''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں..... میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ تاہم ہوشیار ضرور رہو۔'' میں نے کہا۔

دستک دو تین بار ہوئی تھی۔ اور میں نے دروازہ کھولا، پھر دیوار میں لگا سوئچ آن کر دیا اور زور سے چیخا۔ ''ارے کون ہے؟ کیوں دروازہ توڑے دے رہے ہو؟ آ گیا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ کھولا اور برا سا منہ بنا کر بولا۔ ''کون ہے..... کیا بات ہے؟''

''پولیس۔'' جواب ملا۔

''کیوں..... پولیس کیوں آئی ہے؟ قتل کیا ہے میں نے، چوری کی ہے، کیا بات ہے؟''

''معاف کیجئے گا مسٹر! ہم ایک شخص کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔'' ایک پولیس مین نے کہا۔

''کیا وہ میں ہوں؟'' میں جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''کیا پولیس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ سوتے ہوئے لوگوں کو جگا دے؟ نہ جانے کس طرح نیند آئی تھی۔ کیا تمہیں معلوم ہے، میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے خوابی کا مریض ہوں؟''

''ہم معذرت خواہ ہیں۔ لیکن آپ ہمارے فرائض کو ذہن میں لا کر ہمیں معاف کر دیں۔'' پولیس والے نے کہا اور پھر وہ پلٹ کر نیچے اُتر گئے۔ میں نے خاصی آواز سے دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور پھر روشنی گل کر کے کمرے میں واپس آ گیا۔

''اَب اگر تم اجازت دو تو میں روشنی کر دُوں؟'' میں نے پوچھا۔

''چند منٹ صبر کرو۔ اُنہیں دُور چلے جانے دو۔'' اُس نے جواب دیا۔ لیکن اُس کی آواز میں کمزوری میں نے صاف محسوس کی تھی۔

''وہ اَب واپس نہیں آئیں گے۔ کیونکہ میں بے خوابی کا مریض ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں سن چکا ہوں۔ بلا شبہ تم ایک شاندار آدمی ہو۔'' میرے ساتھی نے جواب دیا اور میں نے اندازہ لگا کر کمرے کی تیز روشنی کا سوئچ آن کر دیا۔ روشنی ہونے کے بعد میری نگاہ پہلے جس چیز پر پڑی وہ پستول کی نال تھی اور پستول اُس کے ہاتھ میں تھا۔ میں اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بریف کیس، اُس کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ اُدھیڑ عمر کا شخص تھا۔ چہرے سے جرائم پیشہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ خاصا پر وقار چہرہ تھا اور فوری طور پر اُس کے بارے میں کوئی بری رائے قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔ پھر اُس کے ہونٹوں سے ایک انتہائی سرد آواز اُبھری۔

''تم نے میری جو مدد کی ہے، اس کا شکریہ۔ لیکن اَب تم اپنے بارے میں بتا دو۔ تم کون ہو؟ اور کہاں سے میرے تعاقب میں ہو؟''

میں نے پُرسکون نگاہوں سے اُس کی شکل دیکھی۔ میں خود بھی ایک کرسی کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ ایک لمحے میں، میں نے فیصلہ کر لیا اور پھر میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔

''تم نے کہا تھا، تمہارے پاس پستول نہیں ہے۔'' میں آہستہ سے بولا۔

''ہاں..... کہا تھا۔ لیکن اُس وقت صورت حال ایسی تھی کہ میں تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتا سکتا تھا۔ اور پھر میں پولیس کے مقابلے میں پستول استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے بعد اس سے چھٹکارا ممکن نہیں تھا۔ پھر پستول تمہارے ہاتھ میں دے کر میں خود کو بے بس نہیں کرنا چاہتا تھا۔''

''لیکن میں تو تمہارا مددگار تھا۔'' میں نے بدستور اُسی انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن میں ابھی تک تمہاری نیت سے واقف نہیں ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔ ''مجھے بتاؤ، تم کہاں سے میرا تعاقب کر رہے تھے؟ اور.....'' لیکن میں نے اُس کا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔ جس کرسی کے قریب میں کھڑا تھا، وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اُس پر جا پڑی اور اس کے بعد فوراً پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور وہ اپنی کرسی سے نیچے گر پڑا تھا۔ دوسرے لمحے اُس کا پستول میرے قبضے میں آ گیا اور میں اُس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔ اُس نے اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن کوشش کے باوجود اُس کی کراہیں نہ رُک سکیں۔ اُٹھنے کی کوشش میں ناکام ہو کر اُس نے تھوڑے فاصلے پر پڑے ہوئے بریف کیس کو دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور بریف کیس اُٹھا لیا۔ اور پھر اُس کے بالکل سامنے پہنچ کر میں نے پستول کا چیمبر کھول کر اُس کی گولیاں نکال لیں۔ پھر پستول، بریف کیس پر رکھ کر اُس کے سامنے کر دیا۔ اُس نے کسی قدر اُلجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھا تھا۔

''تم نے شاید دوسرا جھوٹ بھی بولا تھا کہ تم زخمی نہیں ہو۔ کیا میں تمہیں سہارا دُوں؟ مجھے بتاؤ! تمہارے جسم پر کہاں چوٹ ہے؟'' میں نے پوچھا۔

اُس نے ایک طویل سانس لی۔ پھر بولا۔ ''میرا خیال ہے، میرا بایاں ہاتھ، بازو کے پاس سے ٹوٹ گیا ہے۔''

میں آگے بڑھا اور اُسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ ''یہاں زیادہ دیر رُکنا مناسب نہیں ہے۔ حالانکہ پولیس یہیں قرب و جوار میں چکرا رہی ہو گی۔ لیکن کچن میں قید شخص، ہوش میں بھی آ سکتا ہے۔''

''یوں کرو، تم اسے وہیں باندھ کر ڈال دو اور اس کے منہ پر پٹی کس دو۔ ابھی یہاں سے نکلنا ٹھیک نہ ہو گا۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ ہمارے پاس سواری کا بندوبست بھی نہیں ہے۔'' اُس نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا اور پھر میں اُس کمرے سے نکل آیا۔ دوسرے کمرے میں سے میں نے ایسی چیزیں تلاش کیں جن سے اُس شخص کو باندھا اور اُس کا منہ بند کیا جا سکتا تھا۔ پھر نہ صرف میں نے یہ دونوں کام کر دیئے، بلکہ کچن میں کافی کا سامان موجود پا کر کافی کا پانی بھی رکھ دیا۔ اس کے بعد میں اسی دوسرے کمرے سے کچھ ضروری چیزیں لے کر واپس اُس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ آہٹ سن کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کے قریب پہنچ کر میں نے اُس کا کوٹ اُتارا اور پھر اُس کے ٹوٹے ہوئے بازو کو دیکھا۔ اس وقت میں اس کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتا تھا کہ اُس کے بازو کو کس کر اس طرح گردن میں ڈال دُوں کہ وہ نیچے نہ رہے۔ چنانچہ پہلے تو میں نے اُس پر خوب کپڑا لپیٹا۔ اور پھر ایک چادر پھاڑ کر اُس کی پٹی بنائی اور اس میں گرہ لگا کر بازو کو گردن میں ڈال دیا۔ پھر میں نے اُسے سہارا دے کر مسہری پر بٹھا دیا۔ اُس کی آنکھیں سپاٹ تھیں اور وہ میری حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے بریف کیس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اس بریف کیس میں تقریباً آٹھ لاکھ پونڈ کے نوٹ ہیں۔ اور بلا مبالغہ اتنی ہی مالیت کے ہیرے ہیں۔ یہ میں نے ایک بینک سے اُڑائے ہیں۔''

''خوب..... اچھی رقم ہے۔ لیکن میں اسے تمہاری امانت سمجھتا ہوں۔ ازراہِ شرافت نہیں، بلکہ تم سے میرا ایک عظیم مفاد وابستہ ہے۔''

''مفاد.....؟'' اُس نے حیرانی سے میری طرف دیکھا۔

''ہاں.....'' میں نے جواب دیا۔

''تو کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

''نہیں۔''

''پھر تم مجھے اپنے لئے مفید کیوں سمجھتے ہو؟''

''میرا اندازہ ہے۔ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں، تمہاری منزل تک پہنچا سکتا ہوں۔ معاوضہ کچھ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پستول سے نکالی ہوئی گولیاں بھی واپس کر دُوں گا۔''

''برے آدمی ہو، تب بھی اچھے ہو۔ قدرتی بات ہے کہ اس وقت تم میرے اُوپر حاوی ہو۔ جو سلوک چاہو، کر سکتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود تم شرافت سے کام لے رہے ہو۔ بہرحال! میں اگر تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں تو ضرور آؤں گا۔ بتاؤ! کیا چاہتے ہو؟ اور ہاں..... یہ بات بتاؤ! کہ کیا تم میرا تعاقب کر رہے تھے؟''

''بڑا احمقانہ سوال ہے۔ تمہارا تعاقب پولیس کر رہی تھی، میں نہیں۔ اور پھر ظاہر ہے، اگر میں تمہارے پیچھے ہوتا تو پولیس کی نگاہوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔''

''تو پھر بروقت مجھ تک کیسے پہنچ گئے؟''

''محض اتفاق ہے۔ میں اُس وقت تم سے زیادہ دُور نہیں تھا، جب تمہاری گاڑی حادثہ کا شکار ہوئی۔''

''اوہ..... ایسی صورت میں تمہاری وہ بات، بے اثر ہو جاتی ہے۔ یعنی مجھ سے مفاد کی بات۔''

''تمہیں کسی مناسب جگہ پہنچا دُوں، اس کے بعد اس بارے میں بھی بتا دُوں گا۔ اور ایک منٹ رُک جاؤ۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔'' میں اُس کے جواب کا انتظار کئے بغیر باہر آیا، اور پھر دو کپ کافی بنا کر لے گیا۔ ایک کپ میں نے اُس کے ہاتھ میں تھما دیا اور دوسرا خود لے کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہر لحاظ سے مناسب آدمی ہو۔ خاص طور سے تمہارے اعصاب بے حد مضبوط ہیں۔ لیکن مالک مکان کہاں ہے؟ کیا تم نے اُس کا مناسب بندوبست کر لیا ہے؟''

''نہایت مناسب.....!'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک..... اپنا نام نہیں بتاؤ گے؟ ویسے میرا نام کلارک ہے۔ کلارک ہم۔''

''مجھے ڈن کے نام سے پکار سکتے ہو۔''

''مقامی نہیں معلوم ہوتے۔ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے۔''

''فن لینڈ کا باشندہ ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''خوب..... میرا بھی یہی اندازہ تھا۔'' اُس نے کہا اور اس کے بعد کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ بہت دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر اُس نے کافی ختم کر کے کپ رکھ دیا۔ بازو کی تکلیف، اُس کے چہرے سے عیاں تھی۔ لیکن وہ برداشت کر رہا تھا۔ اس کے بعد کافی دیر تک گفتگو نہیں ہوئی۔ پھر اُس نے کہا۔ ''یہاں، اس فلیٹ میں ٹیلی فون موجود نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تم باہر نکل کر کوئی ٹیلی فون تلاش کر سکو تو میں تمہیں ایک نمبر دے دُوں۔ اس نمبر پر رِنگ کر کے تم کسی قریبی جگہ گاڑی منگوا سکتے ہو۔''

''نمبر دو.....!'' میں نے کہا اور اس نے مجھے ایک نمبر دے دیا اور کہا۔

''کوئی لڑکی بولے گی۔ اُس کا نام ماریا ہے۔ اُس سے کہنا، کلارک پریشانی میں مبتلا ہے۔ گاڑی لے کر پہنچ جائے اور انتظار کرے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا اور کھڑا ہو گیا۔

''اور سنو! نہایت ہوشیاری سے جانا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ یہ خیال ذہن میں نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لانا کہ اس طرح تمہیں بھیج کر میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں اور ناشکرا نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے مسٹر کلارک! میں اعتبار کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ میں نہایت احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ٹیلی فون بوتھ زیادہ دُور نہیں تھا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ پولیس بھی زیادہ دُور نہیں ہوگی۔ اس لئے اس کی نگاہوں سے خود کو چھپانا بھی تھا۔ میں نہایت احتیاط کے ساتھ ٹیلی فون بوتھ پر پہنچا اور پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ذہن میں ایک بار خیال ضرور آیا تھا کہ کہیں کلارک نکل جانے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن ابھی تو سارے کام صرف اُمید پر چل رہے تھے۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ میرے لئے کام کا آدمی ہی ثابت ہو۔ ممکن تھا کہ وہ بے مصرف شخص نکلے۔ اگر وہ بھاگ بھی جاتا تو کوئی بہت بڑا نقصان نہیں ہوسکتا تھا۔ دوسری طرف سے نمبر مل گیا۔ بولنے والی ماریا ہی تھی۔ میں نے اُسے مسٹر کلارک کا پیغام دیا۔ عورت کی آواز سے پریشانی جھلکنے لگی۔

''آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟''

''کلارک کا ایک دوست ہوں۔ لیکن براہِ کرم! آپ سوالات میں وقت ضائع نہ کریں اور بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ جائیں۔ آپ نہایت خاموشی سے وہاں ہمارا انتظار کریں گی۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں واپس چل پڑا۔ اور واپسی میں میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ چنانچہ میں نے ایک خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا اور چاروں طرف دیکھنے کے بعد تباہ شدہ کار کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ پولیس کے سپاہی، کار کے پاس موجود نہیں ہیں۔ اگرچہ مشکل کام تھا، لیکن میں نے نہایت ہوشیاری اور مہارت سے کار کی نمبر پلیٹ اُتار لی اور پھر میں خیریت کے ساتھ واپس فلیٹ پر پہنچ گیا۔ فلیٹ میں داخل ہو کر میں تیر کی طرح کمرے میں پہنچا اور کلارک کو اُسی طرح موجود دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی تھی۔ کلارک نے تکلیف کی وجہ سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ میرے قدموں کی چاپ پر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

''کام ہوگیا.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں!'' میں نے جواب دیا اور کلارک میرے ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا۔

''یہ کیا ہے؟''

''اوہ.....! میں نے سوچا کہ تمہاری کار کی نمبر پلیٹ اُتار لوں۔'' میں نے کہا اور نمبر

پلیٹ اُس کے سامنے کر دی۔ کلارک کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی اور پھر اُس نے ممنونیت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم بعد میں بے شک مجھ سے کوئی مطالبہ کرو، لیکن یقین کرو! تمہاری کارکردگی اور ہمدردی کا میں بے حد ممنون ہوں۔ کار کی نمبر پلیٹ جعلی تھی اور اِس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ دراصل! یہ پروگرام پہلے سے طے شدہ تھا۔ یہ ایک غیر متوقع بات ہوگئی، جس کی وجہ سے مجھے یہ پریشانی اُٹھانی پڑی۔ مجھے بینک کی عمارت میں ہونے والی اُس میٹنگ کے بارے میں معلوم نہیں تھا جو تیسری منزل پر ہو رہی تھی۔ میں نے نہایت ہوشیاری سے کام کیا تھا۔ لیکن تھوڑی سی چوک ہوگئی۔'' وہ مسکرا دیا، پھر بولا۔ ''ماریا نے کتنی دیر میں پہنچنے کا وعدہ کیا ہے؟''

''میں نے اُسے جلد از جلد پہنچنے کی ہدایت کر دی ہے۔''

''پھر کیا خیال ہے، چلیں؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں..... چلو! میں نے جواب دیا۔ اور پھر اُسے اُس کا کوٹ پہنایا۔ حلیہ درست کیا اور پھر اُسے سہارا دے کر نکال لایا۔ فلیٹ سے باہر نکلنے سے پہلے میں نے اُس سے پستول طلب کیا اور گولیاں اُس میں ڈال دیں۔ پھر پستول میں نے اُس کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن کلارک نے میرا شانہ تھپتھپایا اور مسکرا کر بولا۔

''اسے تم ہی استعمال کر سکتے ہو میرے دوست۔ براہِ کرم! اسے بھی سنبھال لو۔ میری حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔'' اُس نے بریف کیس میری طرف بڑھا دیا اور میں نے گہری سانس لے کر پستول اور بریف کیس اُس سے لے لیا۔ پھر انتہائی احتیاط سے ہم دونوں باہر نکل آئے۔ دُور پولیس والوں کے جوتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ظاہر ہے، اُنہیں یقین تھا کہ مجرم یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ممکن ہے، اُنہوں نے مزید پولیس طلب کر لی ہو تاکہ اس پورے علاقے کا محاصرہ کرلیا جائے۔ دن کی روشنی میں مجرم کی گرفتاری میں آسانی ہوگی۔

تقدیر اور تدبیر ہمیں، ہماری مطلوبہ جگہ لے آئی اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دُور سے ایک کار کی روشنیاں نظر آئیں۔ کار قریب پہنچی تو کلارک نے پُرمسرت آواز میں کہا۔ ''ماریا ہی ہے۔'' کار قریب پہنچ گئی اور جونہی وہ رُکی، میں نے دوڑ کر اُس کا عقبی دروازہ کھول دیا۔ کلارک جلدی سے اندر داخل ہوگیا تھا اور اُس کے ساتھ ہی میں بھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''واپس چلو ماریا!'' کلارک نے کہا اور لڑکی نے یوٹرن لے کر کار پوری رفتار سے آگے بڑھا دی۔ وہ عقب نما آئینے کا رُخ بدل کر ہمیں دیکھ رہی تھی۔ اُس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

''تم ٹھیک تو ہو کلارک؟''

''ہاں ڈارلنگ..... ٹھیک ہوں۔ لیکن تم رفتار اور بڑھاؤ۔ پولیس یہاں موجود ہے۔ ممکن ہے، کار دیکھ لی گئی ہو اور وہ تعاقب کرنے کی کوشش کرے۔''

''اوہ.....!'' لڑکی کے منہ سے نکلا اور اُس نے رفتار بڑھا دی۔ لڑکی بھی تربیت یافتہ معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے کار کو مختلف سڑکوں پر موڑنا شروع کر دیا تاکہ تعاقب کا اندازہ ہو سکے۔ پوری طرح اندازہ کرنے کے بعد بالآخر ایک سڑک پر اُس نے رفتار سست کر دی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے ایک منزلہ بنگلے کے سامنے رُک گئی تھی۔ دو بار ہار دینے پر پھاٹک کھل گیا اور لڑکی کار اندر لے گئی۔ ''پھاٹک بند کر دو۔'' اُس نے شاید پھاٹک کھولنے والے سے کہا تھا۔ اور پھر پورچ میں کار روک کر وہ جلدی سے نیچے اُتر آئی۔ ''میرا خیال ہے، تم زخمی ہو کلارک!''

''ہاں..... تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ لیکن خطرناک زخمی نہیں۔'' کلارک نے جواب دیا اور میں نے اور لڑکی نے سہارا دے کر اُسے نیچے اُتارا۔ پھر ہم دونوں اُسے اندر لے گئے۔ لڑکی اُسے بیڈ رُوم تک لے گئی تھی۔ ساتھ ہی وہ کلارک کے بدن کو بھی ٹٹولتی جا رہی تھی۔ اس بات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اُس سے خاص دِلی اُنسیت رکھتی ہے۔

''چوٹ صرف ہاتھ میں ہے کلارک؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں..... شاید بازو ٹوٹ گیا ہے۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ..... تم فکر مت کرو ڈارلنگ! میں ابھی بینڈ یج کرتی ہوں۔'' ماریا دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی اور کلارک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ماریا ایک عمدہ ڈاکٹر بھی ہے۔'' اُس نے مجھے بتایا اور میں نے احمقوں کی طرح گردن ہلا دی۔ ظاہر ہے، میں کیا بولتا؟ لڑکی نے بدحواسی میں میرا تعارف بھی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک بکس اُٹھائے اندر آ گئی۔ اس کے بعد اُس نے ایک الماری سے برانڈی نکالی اور اُس کا ایک بڑا پیگ بنا کر کلارک کو دیا۔

''تھینک یو ڈیئر!'' کلارک نے برانڈی، حلق میں اُنڈیل لی۔ لڑکی اس دوران اُس کا

بازو کھول رہی تھی۔ اور پھر اُس نے اُس کے بازو پر کئی لوشن لگائے۔ کلارک نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ بہرحال! لڑکی نے بینڈ یج کر دی اور پھر دو انجکشن بھی کلارک کو دیئے۔

''اگر تم ضرورت محسوس کر رہے ہو تو ابھی ڈاکٹر سے رابطہ قائم کریں؟'' ماریا نے پوچھا۔

''تم میرے دوست کے سامنے مجھے کمزور فطرت ثابت کرنا چاہتی ہو؟'' کلارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ..... نہیں۔ بس! میں پریشان ہوں۔'' لڑکی نے کہا۔

''تم نے میرے دوست کا تعارف بھی نہیں حاصل کیا۔''

''ہاں..... مجھے اس حماقت کا احساس ہے۔ لیکن میں بے قصور ہوں جناب۔ براہِ کرم! آپ خیال نہ کریں۔ میرا نام ماریا ہے۔ غالباً مجھے ٹیلی فون آپ نے ہی کیا تھا۔'' اُس نے مجھ سے کہا۔

''جی..... میں نے ہی کیا تھا۔''

''کلارک! میں نے تمہارے دوست کو پہلے نہیں دیکھا۔ ان کا تعارف کراؤ۔''

''نام اِن کا، ڈن ہے۔ فن لینڈ کے باشندے ہیں۔ بس! اس سے زیادہ میں نہیں بتا سکتا۔'' کلارک نے کہا۔

''اوہ..... لیکن کیوں؟ میرا خیال ہے، یہ تعارف نامکمل ہے۔ معاف کیجئے گا! آپ کیا پینا پسند کریں گے؟''

''شکریہ! اس وقت کچھ نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں؟''

''ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے کافی پی ہے۔ شراب کے لئے اوقات کا پابند ہوں۔''

''اوہ..... لیکن یہ تعارف اتنا نامکمل کیوں ہے کلارک؟ اور کیا میں نے غلط کہا؟ کیا میں انہیں پہلے بھی دیکھ چکی ہوں.....؟ میرا خیال ہے نہیں۔''

''میں نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ اور اس سے زیادہ تعارف اِس لئے نہیں کرایا جا سکتا کہ میں خود نہیں جانتا۔''

''انوکھی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ہی بتا دیں جناب! کیا آپ حال ہی میں فن لینڈ سے آئے ہیں؟'' اُس نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں.....! یہاں تک تو درست ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کلارک سے آپ کی دوستی کتنی پرانی ہے؟''

''ایک گھنٹہ دس منٹ پرانی۔'' میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے جواب دیا اور لڑکی پریشانی سے ہم دونوں کی شکل دیکھنے لگی۔

''بس بھئی بس.....! میں اپنی ماریا کو اس سے زیادہ پریشان نہیں کر سکتا۔ دراصل ماریا! آج میں نے پروگرام نمبر تیئیس کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ صورتِ حال بگڑ گئی اور پولیس میرے پیچھے لگ گئی۔ ایک جگہ کار بے قابو ہو گئی اور میں پکڑا جاتا اگر یہ مدد نہ کرتے۔'' کلارک نے اُسے تفصیل سنا دی۔ اس نے میرے مفاد کے بارے میں بھی بتا دیا۔ ماریا تعجب سے سن رہی تھی۔ کلارک کے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک خاموش رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

''مجھے تعجب ہے کلارک! مسٹر ڈن نے عجیب و غریب کردار کا ثبوت دیا ہے۔ میرے خیال میں یہ بہ آسانی تم پر قابو پا سکتے تھے۔ اور جو کچھ تمہارے بریف کیس میں موجود ہے، میرا خیال ہے وہ سارے مفادات سے زیادہ قیمتی ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں تجسس نہیں ہے کہ آخر مسٹر ڈن تم سے کیا چاہتے ہیں؟''

''زبردست..... لیکن میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے میں ان کے دل کا حال معلوم کر سکوں۔'' کلارک نے بے بسی سے کہا۔

''خاتون ماریا کا مکمل تعارف نہیں حاصل ہو سکا مسٹر کلارک.....!'' میں نے کہا۔

''میری منگیتر، میری محبوبہ اور بہت جلد ہو جانے والی بیوی۔ اور اَب، جب آپ سے تعارف ہی اِن حالات میں ہوا ہے تو یہ بات چھپانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میری ہم پیشہ بھی۔ لیکن میرے شدید اصرار پر ماریا نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ میں اِسے کسی اُلجھن میں نہیں دیکھنا چاہتا۔''

''اوہ.....! میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ شامل ہیں۔''

''شکریہ ڈن! لیکن کیا تم ہماری اُلجھن دُور نہیں کرو گے؟''

''میرا خیال ہے، حالات پرسکون ہیں۔ چنانچہ اَب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں ہمہ تن گوش ہو گئے۔

''مسٹر کلارک! میرا تعلق فن لینڈ کی ایک معزز فیملی سے ہے۔ میں اس کے بارے میں تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ بہرحال! یوں سمجھیں کہ یہ فیملی اپنی اقدار کھو بیٹھی اور قلاش ہو گئی۔ میں

نے اپنے بزرگوں سے انتقام لینے کی غرض سے غلط راستے اپنائے اور کئی چھوٹے چھوٹے جرائم کئے۔ اس کے بعد میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ یہاں میں ایک خاص مقصد لے کر آیا ہوں۔ زیادہ دن نہیں گزرے، ایک ہوٹل میں قیام ہے۔ میں یہاں جرائم کی سائنٹفک تربیت دینا چاہتا ہوں۔ اور مجھے کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو میری رہنمائی کر سکے۔ راتوں کو میں ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ بلاشبہ! جرائم کی تربیت لینے کے بعد میں بھی یہی سب کچھ کروں گا۔ لیکن اس طرح نہیں۔ میں اپنے فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے دولت، کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔''

کلارک، تعجب سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ماریا کی بھی یہی کیفیت تھی۔ پھر کلارک نے گہری سانس لی اور بولا۔ ''میں تمہیں ایک ناتجربہ کار شخص نہیں کہوں گا ڈن! کیونکہ جس انداز میں تم نے میرے اُوپر قابو پا لیا تھا اور پھر بقیہ کام تم نے جس مہارت سے کئے تھے، وہ تمہیں ایک ذہین ترین انسان ثابت کرتے ہیں۔ رہی دولت کی بات تو میرے خیال میں جرائم کی طرف راغب کوئی شخص اتنی بڑی دولت سے اس قدر بے نیازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ مظاہرہ ثابت کرتا ہے کہ تمہارا تعلق کسی معمولی گھرانے سے نہیں ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ عمل کی دنیا میں تم ایک بلند انسان ثابت ہو گے۔''

''کیا تمہارے ذریعے میرا کام بن سکتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہم برے لوگ کسی کے بارے میں بہت اچھے انداز سے نہیں سوچتے ڈن! لیکن اگر تم یقین کر سکتے ہو تو کر لو۔ اگر تم میرے اُوپر یہ احسان نہ بھی کرتے اور کسی دوسرے ذریعے سے مجھ تک پہنچتے، تب بھی میں تمہاری پوری پوری مدد کرتا۔ میرا خیال ہے تمہاری پہلی ہی کوشش کامیاب رہی ہے۔ میں تمہیں ایک ایسے ادارے تک پہنچا سکتا ہوں، جو جرائم کی تربیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اُس کے تربیت دیتے ہوئے لوگوں نے دنیا بھر میں دھوم مچا رکھی ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے مالک اپنے خفیہ شعبوں کے لوگوں کو بھی اس ادارے میں داخل کرانے کے خواہش مند ہیں۔ ایسے کئی افراد یہاں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔''

میں خوش ہو گیا۔ یہی تو سوچا تھا میں نے۔ ماریا، بار بار میری شکل دیکھنے لگتی تھی۔

''تمہارے بازو کی تکلیف کی کیا کیفیت ہے کلارک؟'' اُس نے پوچھا۔

''تمہارے دیئے ہوئے انجکشنوں نے بہت سکون دیا ہے ماریا۔ شکریہ! لیکن میرا خیال ہے، اَب تم مسٹر ڈن کے آرام کا بندوبست کرو۔ اور مسٹر ڈن! اتنا تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گے کہ اَب آپ یہاں سے کہیں نہیں جا سکتے۔''

''میں نہیں سمجھا.....'' میں نے تعجب سے کہا۔

''برے لوگ، اچھے دوست بھی بن جاتے ہیں۔ بہت مختصر وقت میں ہم ذہنی طور پر قریب آ گئے ہیں۔ کیوں ماریا؟ کیا ہماری موجودگی میں مسٹر ڈن کسی ہوٹل میں قیام کریں گے؟'' کلارک نے پوچھا۔

''ناممکن۔'' ماریا نے جواب دیا۔

''اوہ..... مسٹر کلارک! یہ بہت زیادہ ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے، اتنی تکلیف آپ لوگوں کو دینا مناسب نہیں۔ ہوٹل میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اور پھر میرے پاس اچھی خاصی رقم بھی موجود ہے۔ اگر ختم ہو جائے گی تو کم از کم اپنے گزارے کے لئے رقم حاصل کر لینا میرے لئے زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔ تاہم اس پیشکش پر میں، آپ دونوں کا ممنون ہوں۔''

''تمہیں ہوٹل میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لیکن ہمیں، تمہارے ہوٹل میں رہنے سے تکلیف ہو گی۔ میری بات مان لو، ڈن! بس..... میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کے لئے اپنے دل میں اتنا خلوص محسوس کیا ہے۔ بہرحال! مسٹر کلارک نے میری ایک نہ چلنے دی۔

☆.....☆.....☆

کلارک کا مکان بھی کافی خوبصورت تھا۔ لندن جیسے شہر میں وہ عمدہ زندگی گزار رہا تھا۔ کئی ملازم تھے۔ جن میں اُس کا پرسنل سیکرٹری بھی تھا۔ کلارک نے سب سے پہلے پرسنل سیکرٹری کو حکم دیا کہ ڈاکٹر کو طلب کیا جائے۔ اور پھر دوسرے ملازموں کو بلا کر میرے لئے ایک کمرہ درست کرنے کی ہدایت کر دی۔ کلارک کو میں نے اپنے قول میں مخلص پایا تھا۔ اس لئے اَب اُس کے ساتھ قیام میں زیادہ ردّ و قد مناسب نہیں تھی۔ میں نے اُس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کی۔ اور پھر سچی بات یہ تھی کہ میں بھی اس عمدہ سہارے کو غنیمت سمجھتا تھا۔ مالی مشکل کوئی نہیں تھی۔ لیکن کسی ایسے شخص کا ساتھ جو میرا ہم پیشہ بھی ہو، مجھے بہت پسند تھا۔ کم از کم اس عظیم شہر میں، میں اجنبیت اور تنہائی نہیں محسوس کرتا۔

''یہ مکان، تمہارے لئے اپنے مکان کی مانند ہے۔ بلاشبہ تم ماریا کے ساتھ رہ سکتے تھے۔ لیکن وہاں شاید تم کھل نہ پاتے۔ اور سنو! تمہیں یہاں اپنی دوستوں کو لانے کی اجازت ہے۔ کیونکہ عورت کے بغیر زندگی کا تصور زیادہ دلکش نہیں ہوتا۔''

''اوہ..... کلارک، میرے دوست! شاید تمہیں حیرانی ہو۔ شاید تمہیں یقین نہ آئے۔ عورت اس حیثیت سے میری زندگی میں کبھی نہیں آئی اور نہ ہی میں نے عورت کو اپنی ضرورت سمجھا۔''

''کیا واقعی.....؟'' کلارک نے شدید حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''جھوٹ میں شاذ ہی بولتا ہوں۔''

''لیکن کیوں..... آخر کیوں.....؟'' کلارک نے بدستور متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''اس میں کسی حد تک نفسیاتی وجوہ بھی شامل ہیں۔''

''مثال کے طور پر.....؟''

''مختصراً بتا چکا ہوں کہ میرا خاندان اپنی حیثیت کھو بیٹھا ہے۔ اس میں اس خاندان کے کچھ لوگوں کی عورت پرستی کو بھی دخل ہے اور اس خاندان کی تباہی کا براہِ راست شکار میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں۔''

''اوہ..... انوکھی بات ہے۔ لیکن معاف کرنا، اس میں عورت کا قصور نہیں ہے۔ عورت بذات خود یہ حیثیت نہیں رکھتی کہ کسی کو تباہ کر دے۔ ہاں! عقل کی شمولیت ہر معاملے میں ضروری ہے۔ بہرحال! اگر تم عورت سے دُور ہو تو بری بات بھی نہیں ہے۔ ہاں! ذہنی تھکن دُور کرنے میں یہ سب سے عمدہ معاون ہوتی ہے۔ اور اگر ذہن سے ہم آہنگ بھی ہو تو ایک اچھی ساتھی، مخلص اور چاہنے والی دوست بھی۔ اگر یہ ساری باتیں اس میں مل جائیں تو پھر اُسے بیوی بھی بنایا جا سکتا ہے۔'' کلارک نے کہا۔

''میں تمہارے تجربات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کروں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویسے مجھے حیرت ضرور ہوئی ہے۔ بہرحال! اپنے بارے مین تمہیں چند باتیں اور بتاؤں گا۔ یہاں میں ایک نیک نام انسان کی حیثیت سے رہتا ہوں۔ لندن کی ایک بارونق شاہراہ پر میرا ایک جنرل سٹور ہے۔ میری مصنوعی حیثیت یہ ہے۔''

''اوہ..... عمدہ طریقہ کار ہے۔'' میں نے دلچسپی سے کہا۔

پھر ڈاکٹر آ گیا اور کلارک نے اُسے غسل خانے میں پھسل جانے کی کہانی سنائی۔ ہڈی واقعی ٹوٹ گئی تھی۔ ڈاکٹر نے پلاسٹر چڑھا دیا۔

کلارک کے بارے میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عمدہ انسان ہے۔ فراخ دل، فراخ ذہن اور دوست نواز انسان۔ اپنی فطرت سے میں اچھا انسان کبھی نہیں رہا۔ میرے سوچنے کا انداز ذرا سا مختلف ہے جس کا اظہار میری آئندہ زندگی کی داستان سے ہو گا۔ لیکن ابتدائی دور میں کم از کم اتنی انسانیت ضرور تھی کہ کسی بے غرض انسان سے متاثر ہو جاتا تھا۔ لیکن یہ ابتدائی دور کی بات ہے، جبکہ میرے ذہن کی اس انداز میں تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ کلارک نے کئی بار کہا کہ اگر میں چاہوں تو وہ میرے کام کے لئے چل سکتا ہے۔ لیکن میں نے اُسے جواب دیا کہ وہ پوری طرح صحت یاب ہو جائے، کام اس کے بعد ہو جائے گا۔ بہرحال! جرائم کی بنیادی باتیں اپنے تجربے کے مطابق مجھے کلارک نے بتائیں۔

فن لینڈ کے معمولی قسم کے جرائم پیشہ لوگوں میں، میں نے ایک ممتاز حیثیت ضرور حاصل کر لی تھی۔ لیکن کلارک اپنی محدود فیلڈ میں کافی ذہین انسان تھا۔ اور درحقیقت میں اُس سے بہت کچھ سیکھ رہا تھا۔ پھر وہ تندرست ہو گیا۔ جس دن اُس کے ہاتھ کا پلاسٹر کھلا اور اُس نے

اُسے ہلا جلا کر دیکھا اور اُسے ٹھیک پایا تو پہلی بات اُس نے جو کہی، وہ یہ تھی۔

''ہم کل چل رہے ہیں۔''

''کہاں مسٹر کلارک؟'' میں نے پوچھا۔

''نزدیک کے ایک قصبے تک۔ وہاں میرا دوست گرین رہتا ہے جسے میں بلیک کہتا ہوں۔ کیونکہ وہ نیگرو ہے۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ..... کوئی کام ہے؟''

''ہاں..... بے حد ضروری۔''

''مجھے بھی چلنا ہو گا؟''

''یقیناً.....'' کلارک نے جواب دیا اور دوسرے دن ہم لندن کے نواحی قصبے کی طرف چل پڑے۔ ماریا، ڈرائیونگ کر رہی تھی اور کلارک کے صحت یاب ہو جانے پر بہت خوش تھی۔ راستے میں اُس نے انکشاف کیا کہ بہت جلد اُن کے کلب کا افتتاح ہو جائے گا۔''

''کلب؟'' میں نے مداخلت کی۔

''ہاں مسٹر ڈن! کلب کا نام ماریا ہے۔ دراصل یہ ماریا کی دیرینہ خواہش تھی کہ وہ ایک کلب قائم کرے۔ اسّی فیصد کام مکمل ہو چکا تھا۔ باقی بیس فیصد کے لئے فنڈ کی کمی پڑ گئی تھی جو اِس وقت پوری ہو گئی۔'' کلارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اس طرح تمہارے اس احسان کی زد میں ماریا بھی آتی ہے۔''

''مسٹر ڈن نے تو میرے اُوپر سب سے بڑا احسان تمہاری زندگی بچا کر کیا ہے۔ مسٹر ڈن! دولت جمع کرنے کا شوق کسے نہیں ہوتا؟ میں بھی لندن کی ایک ممتاز شخصیت بننا چاہتی ہوں۔ لیکن کلارک نے میرے راستے بند کر دیئے۔ اس نے مجھے جدوجہد سے روک دیا۔ آپ جانتے ہیں کیوں؟''

''آپ بتائیں مس ماریا!'' میں نے کہا۔

''صرف اس لئے کہ میں کسی اُلجھن میں نہ پھنس جاؤں۔ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ صرف کلارک اپنی محنت میں کامل ہے؟ میرے اُوپر بھی تو اس کی ذمہ داری آتی ہے۔ میں کلارک کو جرائم کی زندگی میں نہیں رہنے دینا چاہتی۔ ہم ایک مناسب حیثیت حاصل کرنے کے بعد یہ زندگی چھوڑ دیں گے اور پھر ایک پرسکون زندگی گزاریں گے جو خدشات سے پاک ہو گی۔''

''اوہ، ماریا.....! تم ڈن کے سامنے یہ بات کہہ رہی ہو، جو اِس زندگی میں قدم رکھ رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ جس نے ابھی اپنے کام کی ابتداء بھی نہیں کی ہے۔'' کلارک نے کہا۔

''کیوں..... اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہم نے بھی اپنے سنہرے مستقبل کا آغاز کام سے کیا ہے۔ اور میری دُعا ہے کہ نوجوان ڈن کو بھی زندگی کا ہمدرد اور محبت کرنے والا ساتھی مل جائے اور وہ بھی انہیں یہی مشورہ دے کہ کوئی منزل پانے کے بعد سکون کی زندگی اپنالیا جائے۔'' ماریا نے خلوص سے کہا۔

''کیوں بھئی ڈن! کیا خیال ہے؟''

''میرے ذہن میں تو ابھی ایسی کوئی خواہش نہیں اُبھرتی۔ ہاں! ماریا کے لہجے کے خلوص کو ضرور محسوس کر رہا ہوں۔ یہ الفاظ یاد رہیں نہ رہیں لیکن یہ خلوص ضرور یاد رہے گا اور زندگی میں اگر ایسی کوئی منزل سامنے آئی تو شاید اسی خلوص کے تصور سے یہ الفاظ بھی یاد آجائیں گے۔ اور بعض اوقات یادیں بھی منزل بن جاتی ہیں۔''

''خوب..... لیکن ڈن! تمہارے ذہن میں مستقبل کا کوئی پروگرام تو ضرور ہوگا۔'' کلارک نے پوچھا۔

''یقیناً..... ہر تحریک کسی پروگرام کے تحت عمل میں آتی ہے۔''

''بتانا پسند کرو گے؟''

''بات زیادہ دانشمندانہ نہیں ہے۔ کیونکہ قبل از وقت ہے۔ بس! تھوڑا سا اندازہ دیا لو کلارک! کہ میرا یہ رُخ ایک جھنجھلاہٹ اور ایک انتقامی جذبے کے تحت ہے۔ میں نفسیاتی گرہیں تلاش نہیں کر سکا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے، میں جرائم کی زندگی میں بھی مقام حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مقام کے حصول کی طلب شاید اُس جھنجھلاہٹ نے پیدا کی جو میرے اہل خاندان کی بداعمالیوں کی وجہ سے پیدا ہوئی، اور وہ اچھی حیثیت مجھے نہ جو ورثے میں منتقل ہوتی آ رہی تھی۔ اور جرائم کی زندگی کا انتخاب، انتقام کا نتیجہ ہے۔ اگر صرف دولت کی ہوتی تو چھوٹے چھوٹے جرائم کر کے بھی اکٹھی کی جا سکتی تھی۔ لیکن یہ نہیں چاہتا۔ بس! جرائم کی دنیا میں نام پیدا کرنا چاہتا ہوں۔''

''اور میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ مستقبل ایک خطرناک مجرم کا منتظر ہے۔'' کلارک نے کہا۔ ماریا نہ جانے کیوں خاموش ہوگئی تھی۔

قصبہ زیادہ دُور نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سرسبز لہلہاتے کھیتوں کے درمیان پہنچے جس کے دوسری جانب قصبے کی چھوٹی چھوٹی مخصوص طرز کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔

پیلے اور گہرے نیلے پتھروں سے رنگی ہوئی ایک عمارت کے سامنے ماریا نے کار روک دی۔ عمارت کے رنگ نہایت بے ہودہ تھے۔ نہ جانے اس میں رہنے والا کون احمق تھا؟ ماریا نے کار اس طرح پارک کی تھی جیسے یہاں خاصی دیر رُکنے کا پروگرام ہو۔ کلارک، مکان کے دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اُس نے کال بیل پر اُنگلی رکھ دی۔ اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور چند ساعت کے بعد کسی نے دروازہ کھول دیا۔ ایک لمبا تڑنگا نیگرو تھا جو چست پتلون پہنے ہوئے تھا۔ سر، شیشے کی طرح چمک رہا تھا اور اُوپری بدن پر کوئی لباس نہیں تھا۔ اُس پر بال ہی بال نظر آ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں یہ تصور ذہن میں اُبھرتا تھا جیسے سر کے سارے بال اُتار کر بدن پر چپکا لئے گئے ہوں۔ اُس نے خونخوار نگاہوں سے کلارک کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے اُس کا گھونسا، کلارک کی طرف بڑھا جسے کلارک نے نہایت پھرتی سے کلائی پر روکا اور پھر جھکائی دے کر فوراً ہی نیگرو پر حملہ کر دیا۔ اُس کا گھونسا، نیگرو کی گردن کے ایک حصے پر پڑا اور نیگرو دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''ہیلو مسٹر بلیک!'' کلارک مسخرے پن سے مسکرایا۔

''گرین۔'' وہ غرایا۔

''ہرگز نہیں۔ اگر تم خود پر بالکل لائٹ گرین پینٹ بھی کرالو، تب بھی ڈارک گرین نظر آؤ گے۔ تم چاہو تو میں اخلاقاً تمہیں ڈارک گرین کہہ سکتا ہوں۔'' کلارک نے کہا۔

''کمینے ہو۔ اندر آ جاؤ۔'' نیگرو برا سا منہ بنا کر بولا اور مُڑ گیا۔ پھر ایک دم پلٹا۔ ''مس ماریا! آپ اِسے ابھی تک ٹھیک نہیں کر سکیں؟''

''تم کتنے دن سے کوشش کر رہے ہو؟'' ماریا ہنس پڑی۔

''جس روز ایک پڑ گیا، ناک آؤٹ ہو جائے گا۔'' نیگرو نے دانت پیستے ہوئے کہا اور میں اس عجیب و غریب دوستی پر غور کرنے لگا۔ ہم چاروں ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ نیگرو نے ہمیں بیٹھنے کے لئے کرسیاں پیش کی تھیں۔

''اور سناؤ..... کیسے ہو کالے؟'' کلارک نے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں..... اتنے دن بعد کیوں آئے، کہاں تھے؟''

''بستر پر۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ، کیوں.....؟'' نیگرو چونک پڑا۔

''ایک ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔'' کلارک نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اوہ، کون سا..... کیسے؟'' نیگرو کے انداز میں اضطراب تھا۔

''وہی..... جس پر تمہارا گھونسا روکا تھا۔''

''اوہ تھینکس گاڈ..... اَب تو فٹ ہے؟''

''ہاں..... اَب ٹھیک ہے۔''

''مگر ٹوٹ کیسے گیا تھا؟''

''بس! ورزش کرتے ہوئے۔'' کلارک نے ہنس کر کہا اور نیگرو، ناک سے شوں شوں کرنے لگا۔ پھر اُس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

''یہ کون ہے؟''

''ڈن..... تمہارا مہمان۔'' کلارک نے جواب دیا اور نیگرو اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ نے بڑے تپاک سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ میں نے بھی اسی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔ تب گ نے پوچھا۔

''کیا پیو گے تم لوگ؟ میں تمہیں آبی کیڑوں کا تازہ سوپ بھی پیش کر سکتا ہوں اور ب کی میٹھی شراب بھی۔''

''اُلٹی سیدھی چیزیں کھانے پینے کا شوق مسٹر بلیک کے پاس آ کر با آسانی پورا ہ ہے۔ اس کے کچن میں تمہیں وہ کچھ نظر آئے گا، جس کا تصور بھی مشکل ہے۔'' کلارک نے اور گرین، آنکھیں بھینچ کر ہنسنے لگا۔ پھر وہ اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ تب کلارک کہنے لگا۔

''اخروٹ کی طرح اُوپر سے سخت اور اندر سے آلو کی طرح نرم۔ ایسے لوگوں کے خلوص شک کفر ہے۔ زندگی میں کبھی دوستوں کی تلاش ہو ڈن! تو ایسے ہی لوگوں کو تلاش کرنا۔ ملائی بن کر ملیں، مخلص نہیں ہوتے۔ اُن میں پھسلن ہوتی ہے۔'' میں نے اُس کی بات۔ اتفاق کیا تھا۔ گرین واپس آ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں دو پلیٹیں اور چند گ تھے۔ گلاس میں بھدے رنگ کا مشروب تھا اور پلیٹوں میں کوئی سرخ سرخ شے۔ اُس۔ چمچے اور پلیٹیں ہمارے سامنے رکھ دیں۔

''یہ کیا ہے؟''

''خاموشی سے کھا لو اور بتاؤ! کیسی ہے؟'' گرین غرایا۔

''ہوں.....'' کلارک نے ابتداء کی۔ پھر اُس نے ماریا کو اور مجھے بھی اشارہ کیا۔ جیلی یہ شے مزیدار تھی اور میٹھی شراب کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چیز

کے انڈوں سے تیار کی گئی تھی۔ اس کے بعد کلارک، مطلب پر آ گیا۔

''گرین ڈارلنگ! میں تمہارے پاس ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔'' اُس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''مکاری کی تو یہ ساری پلیٹیں اور گلاس تمہارے سر پر توڑ دُوں گا۔ کام بتاؤ!'' گرین بھڑک اُٹھا۔

''تو اے سیاہ رُو! میرا دوست ڈن، میرے لئے نہایت معزز ہے اور میں خود کو اس کے لئے آمادہ پاتا ہوں کہ اس کی خاطر ہر کام کیا جائے۔ اور اس کی اطلاع تجھے بھی دے رہا ہوں۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ تیرے پاس سیکرٹ پیلس کا کوئی نہ کوئی فارم ضرور ہو گا۔''

''اوہ.....! تو کیا مسٹر ڈن، سیکرٹ پیلس میں داخلے کے خواہش مند ہیں؟'' گرین سنجیدہ ہو گیا۔

''اور میں اسی لئے انہیں تمہارے پاس لایا ہوں۔''

''اِن کا تعلق کہاں سے ہے؟''

''فن لینڈ کی ایک معزز فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''مقصد؟''

''پیشہ.....'' کلارک نے جواب دیا۔

''کسی ملک کے تحت، کیا حکومت فن لینڈ اِن کی کفالت کرے گی؟''

''نہیں..... حکومت برطانیہ۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' گرین چونک پڑا۔

''مطلب یہ کہ اپنی کفالت یہ خود کریں گے، اور اسی شہر میں رہ کر۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ.....!'' گرین، گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ''اس ادارے کے کچھ قوانین ہیں مسٹر ڈن! جن کی پابندی بہرحال! کرنا ہوتی ہے۔ تین سال کا کورس ہوتا ہے۔ چھ مراحل ہوتے ہیں۔ تین سال کے بعد آپ کو آزادی مل سکتی ہے۔ اس سے قبل صرف موت ہی آپ کو اس ادارے سے علیحدہ کر سکتی ہے۔ اور ایسی کوئی کوشش بھی موت کے مترادف ہوتی ہے۔ ادارے کے لوگ ایسے شخص کو تلاش کر کے قتل کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے امتحانات بھی سخت ہوتے ہیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں اپنی طلب میں مخلص ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مکمل جواب ہے۔ میرا تعلق بھی اُس کے منتظمین ہی میں سے ہے۔ ہم سب کے لئے داخلے کا کوٹہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ میرے کوٹے کے آخری فرد ہوں گے۔ میں فارم لے آیا ہوں۔ براہِ کرم! آپ پچیس ہزار پونڈ کی رقم نکال لیں۔'' گرین اُٹھ گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ ظاہر ہے، اتنی رقم تو میں لے کر بھی نہیں آیا تھا اور نہ ہی یہ میرے تصور میں تھا۔ لیکن مار نے اپنا بیگ کھول کر اُس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور اُن میں سے پورے پچیس ہزار پونڈ گن دیئے۔

''اوہ..... مسٹر کلارک!'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''دوستوں میں قرض کی روایت پرانی ہے۔ اس لئے تم خاموش رہو گے۔'' کلارک نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بہرحال! میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کلارک کو یہ رقم واپس کر دُوں گا۔ گرین، فارم لے آیا۔ اُس نے فارم بھرنے کے بعد مجھے پچیس ہزار پونڈ کی رسید دی تھی۔ گارنٹی خود اُس نے اور کلارک نے دی تھی۔ یوں میں اُس ادارے کا رُکن بن گیا۔ پھر کلارک اور ماریا نے مجھے مبارکباد دی۔

''مناسب وقت پر آپ کو سیکرٹ پیلس میں طلب کر لیا جائے گا مسٹر ڈن! اس دوران ضروری کارروائیاں ہوں گی۔'' گرین نے کہا۔

''چنانچہ اَب اجازت دو۔'' کلارک نے کہا اور گرین نے گردن ہلا دی۔ ہم تینوں اُس سے رُخصت ہو کر واپس چل پڑے۔ یہ کام جتنی آسانی سے ہو گیا تھا، مجھے اس کی اُمید نہیں تھی۔ تاہم میں خوش تھا۔ کلارک اور ماریا بھی اتنے ہی خوش نظر آ رہے تھے۔ میں نے کلارک کو پچیس ہزار پونڈ ادا کر دیئے تھے۔ تاہم میں نے وعدہ کر لیا تھا کہ مزید رقم کی ضرورت پڑی تو میں تکلف نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے سوچنا شروع کر دیا تھا، ممکن ہے سیکرٹ پیلس کی ضروریات توقع سے زیادہ ہوں۔ اس کے لئے دوسروں کا محتاج رہنا مناسب نہیں۔ تاش کا کھیل میں نے اپنے وطن میں سیکھا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ لندن میں شارپنگ کا معیار کیا ہے؟ لیکن اس وقت ابتدائی شریفانہ کام یہی تھا کہ جوئے میں کچھ رقم جیتنے کی کوشش کروں تاکہ پریشانی نہ ہو۔ اگر کامیاب نہ ہوا تو پھر کوئی دوسری کوشش کروں گا جو میں ابھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے ماریا اور کلارک کو اپنے پروگرام سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ لیکن جس دن یہ خیال

ذہن میں آیا، اُسی شام کسی مناسب کلب کو تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جتنی رقم موجود تھی، سب جیبوں میں ٹھونس لی اور رات کو کسینو میں چلا گیا۔ اچھا کھیل ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک جائزہ لیتا رہا اور پھر ایک میز پر ڈٹ گیا۔ کھیل شروع ہوا اور میں نے تین ہاتھ ڈھیلے چھوڑے۔ چوتھے ہاتھ میں جتنا ہارا تھا، اُسے دُگنا کر کے کھینچ لیا۔ پھر دو ہاتھ چھوڑے۔ میرے مقابل شریف لوگ تھے۔ نہ تو شک کر سکے اور نہ خود کو بچا سکے۔ فن لینڈ کا فن کام آ گیا تھا۔ خاصی بڑی رقم جیت لی۔ جسے جیبوں میں رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ لیکن جب کوپن کیش کرائے تو مبارکباد کے ساتھ مجھے ایک خوبصورت بیگ بھی پیش کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اصول کے مطابق پندرہ فیصد کمیشن بھی جیتی ہوئی رقم سے کاٹ لیا گیا تھا۔ وہ بھی خاصی معقول رقم بنی تھی۔ اتنی جتنی میں یہاں لے کر بھی نہیں داخل ہوا تھا۔

بیگ لے کر میں خوشی خوشی باہر چل پڑا۔ باہر آ کر ٹیکسی روکی اور اُسے کلارک کے گھر کا پتہ بتا دیا۔ موڈ بے حد خوشگوار تھا۔ لیکن اس وقت خراب ہو گیا جب ڈرائیور نے ایک سنسان سڑک پر اُسے روک لیا اور تین آدمی ٹیکسی کے دونوں طرف آ کر کھڑے ہو گئے۔ پستول کی نال میری پیشانی سے آ ٹکی تھی.....

''براہِ کرم! نیچے تشریف لے آیئے۔ بیگ، ٹیکسی میں ہی رہنے دیں۔ نوازش ہو گی۔ ہاں، ہاں..... کوئی حرکت نہ کریں۔ خواہ مخواہ زحمت ہو گی۔'' تیز نگاہ شخص نے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا تھا۔ ظاہر ہے، وہ بھی اُنہی کا گرگا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ ذہن، برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ مجھے پستول سے کور کرنے والے کا ہاتھ کلائی تک اندر تھا۔ میں نے دروازہ کھولنے والے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انداز نیچے اُترنے کا سا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے شیشہ گھمانے والے ہینڈل کو پکڑا اور اُسے پوری قوت سے گھما دیا۔ شیشہ اتنی برق رفتاری سے چڑھا تھا کہ پستول والا سوچ بھی نہیں سکا۔ میں نے پیچھے ہو کر خود کو پستول کی زد سے بچا لیا تھا۔ اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ لیکن پستول اَب میرے ہاتھ میں تھا۔ اور پھر میں نے پوری قوت سے دروازے کو دھکا دیا اور باہر نکل آیا۔ میں نے اندھا دُھند اُن تینوں پر فائرنگ کر دی۔ پستول میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ ڈز، ڈز کی آوازیں پیدا ہوئیں اور میں نے اُن میں سے ایک کو اُچھل کر گرتے ہوئے دیکھا۔ ڈرائیور اور دوسرا آدمی اُچھل کر بھاگے تھے۔ میں نے دو فائر اُن پر بھی جھونک دیئے۔ لیکن وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس شخص کے گولی لگی تھی، وہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ۔ نے پاؤں سے اُسے سیدھا کیا۔ اُس کے سینے سے خون اُبل رہا تھا۔ بری حالت اُس شخص کی تھی جو ابھی تک کار کے شیشے میں پھنسا ہوا تھا۔ اُس کی پوزیشن ایسی تھی کہ مُڑ کر دوسرا ہاتھ بھی نہیں استعمال کر سکتا تھا۔

میں نے اُس کے کوٹ کا، کالر پکڑ کر اُسے سیدھا کیا اور اُس نے تکلیف سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ ''پلیز ..... میرے کوٹ کی جیب سے سے وائٹ کارڈ نکال لو۔ میں سیکرٹ پیلس کا آدمی ہوں۔''

''کیا بکواس ہے.....؟'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''گریچر پلیز! کھڑے ہو جاؤ۔ میں سخت تکلیف میں ہوں۔'' اُس نے کراہتے ہوئے کہا اور وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا جس کے سینے سے خون اُبل رہا تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھا۔ اُس کے انداز سے کسی تکلیف کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ حالانکہ اُس کے سینے سے خون ابھی تک بہہ رہا تھا۔

''مسٹر ڈن! براہِ کرم! اجازت دیں۔ میں فرائڈ کو نکال دُوں۔'' اُس نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا ہوں۔'' میں نے کہا۔ لیکن میں پوری طرح اُن سے ہوشیار تھا۔

''مسٹر ڈن! صرف اتنا جان لیں کہ ہم سیکرٹ پیلس کے نمائندے ہیں، جس کے آپ سٹوڈنٹ بن گئے ہیں۔ یہ آپ کا امتحان تھا۔ براہِ کرم! چند ساعت کسی کارروائی سے پرہیز کریں۔'' اُس نے آگے بڑھ کر کار کا شیشہ کھول دیا اور دوسرا آدمی نیچے گر پڑا۔

''شاید میری کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور پھر وہ دونوں بھی واپس آ گئے جو بھاگ گئے تھے۔ میں نے اَب ایسی پوزیشن لے لی تھی کہ سب کو کور رکھوں۔

''اوہ..... مسٹر ڈن! پستول خالی ہے۔ اور میرے سینے سے بہنے والا خون مصنوعی ہے۔ ورنہ آپ خود دیکھ لیں۔ حوالے کے لئے مسٹر گرین کا نام کافی ہونا چاہئے۔ اَب آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ دیکھئے نا! ہم آپ کا نام بھی جانتے ہیں۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ہم آپ کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ براہِ کرم! تھوڑا سا رِسک لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ درحقیقت تھوڑا سا رِسک لے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لی اور پستول اُن کی طرف اُچھال دیا جسے اُن میں سے ایک

نے لپک لیا تھا۔

''کیا آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے مسٹر ڈن؟'' ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

''کہاں.....؟'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''ونز! تم مسٹر ڈن کو ان کے مکان پر چھوڑ آؤ۔ میں شدت سے تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ ہم اپنی کار میں چلیں گے۔ مسٹر ڈن سے کل بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔''

''او کے.....!'' ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور میں اطمینان سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ خطرہ مول لے ہی لیا تھا۔ اَب کسے پرواہ ہوتی؟ ونز نے ٹیکسی دوبارہ سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اَب وہ خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

''تمہارا نام ونز ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں جناب!''

''مگر ونز ڈیئر! بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''بات کچھ بھی نہیں تھی مسٹر ڈن! آپ نے ادارے میں شمولیت کا فارم بھرا تھا۔ ادارے کے اصول کے تحت ایک انسٹرکٹر اپنے تین ماتحتوں کے ساتھ طالب علم کی صلاحیتوں کا جائزہ لیتا ہے۔ یہ ان میں سے ایک تھا۔ ہم اس وقت سے آپ کے تعاقب میں تھے جب آپ گھر سے نکلے تھے۔ ہمیں علم ہے کہ آپ نے ایک بڑی رقم جیتی ہے۔''

''اوہ.....تو یہ امتحان تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''جی.....!'' ونز نے جواب دیا۔

''تو اُس شریف انسان کی تو کلائی ٹوٹ گئی۔''

''کسی انسٹرکٹر کے ساتھ یہ پہلا واقعہ ہے۔ لیکن ایسی حیرت انگیز اور فوری مزاحمت اس سے قبل نہیں کی گئی۔ ہمارے ہاں کچھ اصول ہوتے ہیں۔ آپ نے پہل کر کے سچویشن پر کنٹرول حاصل کر لیا تھا اس کے بعد کام ختم ہو گیا تھا۔ اگر آپ باہر نکلتے تو ہم آپ کو مارتے اور پھر آپ کی مزاحمت کا جائزہ لیتے۔ لیکن پہلا اصول یہی تھا کہ سٹوڈنٹ کو سچویشن پر قابو نہ پانے دیا جائے۔''

''اوہ.....!'' میں نے گہری سانس لی۔ پھر ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے کلارک کے مکان پر چھوڑ دیا۔ کلارک موجود نہیں تھا۔ شاید اپنی محبوبہ کے ساتھ کہیں رنگ رلیاں منانے چلا گیا تھا۔ بہرحال! یہ گھر اَب میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ لباس تبدیل کر کے آرام کرنے لیٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ رقم کا بیگ میرے پاس موجود تھا۔

دوسری صبح نہ جانے کیوں دیر سے آنکھ کھلی۔ بہرحال! خوب دن چڑھ آیا تھا۔ مجھے جاگتا محسوس کر کے ایک ملازم اندر داخل ہو گیا۔ سلام کرنے کے بعد اُس نے بتایا کہ ناشتے کی میز پر میرا انتظار ہو رہا ہے۔ مسٹر کلارک نے کہا تھا کہ جونہی آپ جاگیں، آپ کو پیغام دے دیا جائے۔

''اوہ..... تم نے مجھے جگا کیوں نہیں لیا؟'' میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''اس کے لئے منع کر دیا گیا تھا جناب!'' ملازم نے جواب دیا اور میں باتھ رُوم کی طرف مُڑ گیا۔ تیاری میں، میں نے چند منٹ سے زیادہ کا وقفہ نہیں لیا تھا۔ اور پھر میں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں کلارک کے ساتھ ماریا اور گنجا، گرین بھی موجود تھا۔

''ہیلو مسٹر گرین! آپ اتنی جلد..... خوشی ہوئی۔'' میں نے اُس سے مصافحہ کیا۔ پھر کلارک اور ماریا سے ہاتھ ملایا اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ کلارک بہت خوش ہے۔ ماریا اور گرین بھی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

''رات کو حالانکہ تم، ہم سے پہلے واپس آ گئے تھے۔ میں اور ماریا تقریباً پونے تین بجے واپس آئے تو تمہیں گہری نیند سوتے پایا تھا۔ پھر آج خلافِ معمول جاگنے میں اتنی دیر کیسے ہو گئی؟''

''بس! نہ جانے کیوں؟ حالانکہ رات کو آرام سے سویا۔ بہرحال! معذرت خواہ ہوں۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو! ناشتہ شروع کرو۔ ویسے میرا ہاضمہ خراب ہے۔ اس لئے اپنی خوشی کو دبا نہیں سکتا۔ کیا فائدہ کہ آدمی دل میں کوئی بات رکھ کر ناشتہ کرے۔ چنانچہ کا لے! مجھے اجازت دو۔'' کلارک نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے۔ لیکن صرف تم بولو گے۔ ناشتے سے پہلے مجھ سے کوئی سوال مت کرنا۔'' گرین نے ناشتے پر ٹوٹتے ہوئے کہا اور ماریا ہنسنے لگی۔ میں نے بھی ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے تھے۔

''کوئی خاص بات ہے کلارک؟'' میں نے پوچھا۔

''خاص بات ہی نہیں ہے۔ سیکرٹ پیلس کے ایک اہم رُکن کا ہاتھ توڑ آئے ہو اور کوئی خاص بات ہی نہیں ہے؟'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ.....! تو اُن لوگوں نے ٹھیک ہی کہا تھا۔'' میں نے سکون سے کہا۔

''ہاں.....!'' گرین کی پھٹی پھٹی آواز منہ سے نکل پڑی۔ ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے اچانک اُس کا پیٹ دبا دیا ہو اور آواز نکل پڑی ہو۔

''مسٹر بلیک ہی اطلاع لے کر آئے ہیں۔'' کلارک نے بھی ناشتہ شروع کر دیا۔ اور پھر ناشتے کے بعد کافی پیتے ہوئے اس موضوع پر باقاعدہ گفتگو ہونے لگی۔ اَب گرین نے بھی اس گفتگو میں پوری پوری دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ یوں لگا، جیسے اَب تک وہ موجود ہی نہ ہو۔ اُس نے کھڑے ہو کر بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا تھا اور پھر سفید سفید دانت نکالتے ہوئے بولا۔

''ادارے کے ریکارڈ میں ایک اضافہ ہوا ہے۔ انسٹرکٹر بہت سے مراحل سے گزرتا ہے، تب اُسے یہ پوسٹ دی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے فریڈ، معمولی آدمی نہیں تھا۔ یوں سمجھو! یہ ہزار آنکھوں کے مالک کہلاتے ہیں۔ لیکن..... ارے! تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ یہ آئیڈیا پہلے سے تمہارے ذہن میں تھا یا فوری طور پر عمل ہوا تھا؟''

''ہاتھ کے سلسلے میں؟''

''ہاں.....!''

''نہیں..... پہلے سے کوئی خیال نہیں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''غیر معمولی..... اور اس کا صلہ بھی غیر معمولی ہی ہے۔ خود فریڈ نے تمہارے بارے میں جو رپورٹ لکھوائی ہے، وہ بہت شاندار ہے اور یہ فریڈ کی خوبی ہے۔ درحقیقت انصاف کا یہی تقاضہ ہے۔ بات یوں ہے مسٹر ڈن! کہ ادارہ اپنے سٹوڈنٹ کو مکمل طور پر داخلہ دینے سے قبل اُس کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے امتحان لیتا ہے۔ پھر اُس کے لئے گریڈ مقرر کرتا ہے۔ اس امتحان کے دو مرحلے ہوتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں کامیابی پر سفید کارڈ ملتا ہے اور دوسرے مرحلے میں گرین کارڈ۔ ہوتا یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں اگر سٹوڈنٹ کسی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کرتا تو اُسے سیکرٹ برانچ میں بھیجا جاتا ہے۔ وہاں اُسے تربیت دی جاتی ہے اُس وقت تک اُسے اس امتحان سے روشناس نہیں کرایا جاتا۔ اس سلسلے میں بھی سائنٹفک انداز میں کام کیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ انسٹرکٹر کسی ایسے شخص کے انداز میں ملتا ہے جو خواہ مخواہ دشمنی مول لینے والوں میں سے ہو۔ وہ ایک طرح کی دشمنی کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ اور پھر بار بار دشمن کے رُوپ میں ملتا ہے۔ اس وقت تک جب تک اُسے کوئی نمایاں کام نہ دکھایا جائے۔ اسی طرح دوسرے مرحلے کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن جانتے ہو، فریڈ نے تمہارے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وائٹ اور گرین کارڈ دونوں بیک وقت دینے کی سفارش کی ہے۔ اُس نے دوسرے لوگوں کو چیلنج کر دیا ہے کہ اگر کسی کو اُس کی سفارش پر اعتراض ہو تو وہ اپنی کوشش بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی نے یہ چیلنج منظور کر لیا تو پھر تمہیں جو مقابلہ کرنا پڑے گا، وہ سیکرٹ پیلس میں ہو گا۔ اور تم اس سے واقف ہو۔''

''ونڈرفل..... بے حد شاندار..... ذرا پوری کہانی تو سناؤ بلیک!'' کلارک نے کہا۔

''بکواس بند کرو.....'' گرین دھاڑا۔

''ڈیئر گرین! پلیز.....'' کلارک نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

''ہاں.....! اَب ٹھیک ہے۔ داستان مختصر ہے۔ فریڈ نے بتایا کہ وہ چاروں بوکھلا گئے تھے۔ اگر اتفاق سے مسٹر ڈن کے پاس اپنا پستول ہوتا تو اُن چاروں کی زندگی گئی تھی۔ کیا تم اُنہیں قتل کر دیئے ڈن؟''

''ضروری نہیں تھا۔ میں اُنہیں ڈاکو قسم کا انسان سمجھا تھا۔ قتل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اگر مزاحمت سخت ہو تو قتل کا امکان بڑھ جاتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہرحال! تمہیں براہِ راست سیکرٹ پیلس جانا ہے۔''

''مجھے خوشی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تمہارے دونوں کارڈ ہیں۔ یوں سمجھو! تم نے ایک لمبی چھلانگ لگائی ہے اور وقت کا طویل فاصلہ طے کر لیا ہے۔'' گرین نے کہا اور پھر اُس نے دو کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیئے۔

میں نے شکریہ ادا کر کے کارڈ لے لئے تھے۔ پھر گرین نے مجھے سیکرٹ پیلس کے خصوصی آداب بتائے۔ اَب دوسرے دن سے میں اپنی تربیت گاہ میں جا سکتا تھا۔ میں نے سارے آداب ذہن نشین کر لئے تھے۔ پھر گرین کے جانے کے بعد میں نے بریف کیس، کلارک کے سامنے رکھ دیا اور کلارک اُسے دیکھ کر چونک پڑا۔

''یہ تو..... یہ تو..... اوہ! تو کیا تم نے رات جوا کھیلا تھا؟''

''ہاں..... اور میرا خیال ہے کلارک ڈیئر! تم اس پر اعتراض نہیں کرو گے۔ میں تمہارے زیرِ کفالت ہوں اور میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو کسی طور خطرناک اور قبل از وقت ہو۔ ظاہر ہے، جس ادارے کی داخلہ فیس اتنی زبردست ہو، اُس کے اخراجات کتنے وسیع ہوں گے؟''

''ماریا! بیگ رکھ لو۔ جانتی ہو یہ بیگ کتنی رقم پر ملتا ہے؟'' کلارک نے کہا۔

''جانتی ہوں۔'' ماریا نے جواب دیا اور پھر بولی۔ ''ڈن! کیا تم شارپنگ کر لیتے ہو؟''

''ہاں..... اس حد تک کہ اپنا کام چلا سکوں۔''

''افسوس..... تم سے دیر سے ملاقات ہوئی، اس وقت جب میں یہ کام چھوڑ چکی ہوں۔ ورنہ شارپنگ سیکھنے کا مجھے بہت شوق تھا۔ بہرحال! پھر بھی تفریحاً تم سے شارپنگ ضرور سیکھوں گی۔''

''ضرور مس ماریا!'' میں نے جواب دیا۔ کلارک اور ماریا میرے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ اور پھر اُنہوں نے اپنے طور پر کچھ تیاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سیکرٹ پیلس لے جانے کے لئے گرین، بذاتِ خود میرے پاس آیا تھا اور اس وقت کلارک نے نئی اسپورٹس کار کی چابی میرے حوالے کی تھی جو اُس نے میرے استعمال کے لئے خریدی تھی۔ بلاشبہ! یہ شخص بے حد مخلص تھا اور آخر تک مخلص رہا۔

سیکرٹ پیلس کی تفصیلات طویل ہیں۔ وہ ایک ایسی عمارت میں قائم تھا جو شاید پہلی جنگ عظیم میں کسی خاص مقصد کے لئے تیار ہوئی تھی۔ اور اَب عوامی استعمال میں تھی۔ پرانے طرز کی وسیع و عریض عمارت اپنے اندر ہزاروں راز ہائے سربستہ رکھتی تھی۔ اس میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سی پراسرار کیفیت کا احساس ہوتا تھا۔ ایک کمرے میں پہنچ کر مجھے نقاب دے دیا گیا اور پھر عمارت کے خاص لوگوں کے سامنے مجھے پیش کر دیا گیا۔ نقاب دیتے وقت گرین نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں ہمیشہ سیاہ نقاب استعمال کیا جاتا ہے۔ لوگ عموماً ایک دوسرے کی صورت سے نا آشنا تھے۔ یہاں وہ اُن کے لباس کے نمبر سے اُنہیں پہچان سکتے تھے۔ خاص لوگوں کے تاریک کمرے میں مجھے پیش کر دیا گیا جہاں گرین میرے ساتھ نہیں تھا۔

''مسٹر ڈن کین.....!'' ایک شخص کی بھاری آواز اُبھری اور میں نے دانت بھینچ لئے۔ لندن میں پہلی بار مجھے پورے نام سے پکارا گیا تھا۔ یہ ادارے کی کارکردگی کا پہلا ثبوت تھا۔

''آپ اپنے بچپن سے آج تک کی تفصیلات ہم سے پوچھ سکتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ آپ کا تعلق کین فیملی سے ہے۔ آپ کے والد اور چچا نے اس خاندان کی وقعت کھو دی اور قلاش ہو گئے۔ آپ نے ایک مخصوص وقت تک تعلیم حاصل کی اور پھر جرائم کی زندگی اپنا لی۔ لندن آئے ہوئے آپ کو بہت مختصر وقت گزرا ہے۔ براہِ کرم! ان معلومات میں جہاں جھول ہو،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ ہمیں آگاہ کریں۔'' بولنے والا خاموش ہوگیا۔

میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ جہاں میں اُن لوگوں کی شاندار معلومات پر متحیر تھا جو اتنے مختصر وقفے میں مہیا کر لی گئی تھیں، وہاں میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ یہ بہتر نہیں ہوا۔ میں خود کو ایک مخصوص وقت تک پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

''مسٹر ڈن......! براہِ کرم! جواب دیں۔''

''معلومات درست ہیں۔ لیکن میرے لئے یہ بات ناپسندیدہ ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بارے میں کسی کو معلوم ہو۔''

''اِس ادارے کی نازک حیثیت کا آپ کو احساس ہوگا۔ ہم، لوگوں کے بارے میں پوری معلومات ریکارڈ رکھتے ہیں اور اس طرح اس ادارے کے راز آپ کے سینے میں اس کی امانت رہیں گے۔ اس طرح اِدارہ آپ کی زندگی کے کسی حصے میں آپ کے کسی راز کو افشا نہیں کرے گا۔ یہ ہمارا اصول ہے۔ آپ کی اصل حیثیت سے صرف پانچ افراد واقف ہوں گے۔ چھٹا زندگی بھر نہیں۔'' جواب ملا۔

''تب ٹھیک ہے۔'' میں نے سکون کی سانس لی۔

''ہم کوشش کرتے ہیں مسٹر ڈن! کہ ہمارے سٹوڈنٹ، ہم سے محبت کریں اور ہمارے بارے میں کوئی غلط نظریہ قائم نہ کریں۔ ہم ان سے اسی جذبے کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اِس ادارے کے راز، آپ کے ساتھ قبر میں جانے چاہئیں۔ اس عمارت کے باہر جانے کے بعد اس کی حفاظت کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں، ایسا ہی ہوگا۔''

''دوسری صورت میں اِدارہ آپ کا دشمن بن جائے گا۔ اِس بات کو مدنظر رکھیں۔''

''ادارے کو مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ادارے کو کبھی مجھ سے شکایت نہ ہوئی۔ زندگی بڑی باغ و بہار تھی۔ سیکرٹ پیلس کے اصول مجھے بے حد پسند تھے۔ اس میں بے شمار لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ سب ایک دوسرے کی صورت سے نا آشنا...... سب ایک ہی لباس میں ملبوس...... لڑکیوں کا اندازہ صرف اُن کے جسموں کے نقوش یا اُن کی آواز سے لگایا جا سکتا تھا۔ کسی کو کسی سے عشق کی اجازت نہیں تھی۔ اگر کہیں ایسا شبہ پایا جاتا تو دونوں کو لڑا دیا جاتا تھا۔ اور جب تک اُن میں سے کوئی دو تین ماہ کے لئے ناکارہ نہ ہو جائے، دوسرے کو اجازت نہیں تھی کہ اُسے چھوڑ دے۔ سب ایک دوسرے کے

ام سے نا واقف تھے۔ نہ کسی کو بتانے کی اِجازت تھی۔ ہاں! البتہ وہ نمبروں سے ایک دوسرے کو شناخت کر لیتے تھے۔ تربیت کی ابتداء تھیوری سے کی گئی تھی۔ جرائم کی اقسام، اُن کے نفسیاتی نقائص، اُن کی تحریک، اُن کے لئے موزوں شخص کی خصوصیات اور پھر اُن میں سے ایک ایک سبق کا عملی تجربہ، اُنہیں خوش اسلوبی سے کرنے کا انداز، تجوریاں توڑنا، نقب لگانا، دشمن کو زیر کرنا، لوگوں کی نفسیات، بینک توڑنے کے سائنٹفک طریقے اور اُن کے لئے موزوں اوقات۔ اس کے بعد جسمانی ورزش، دشمن کو زیر کرنے کے قدیم اصول، جاپانی، چینی، برمی فنونِ حرب وضرب، جوڈو، جیو جسٹو کراٹے، نن چقو، یب کیڈو، شمشیر زنی، خنجر زنی، دنیا کی بے شمار زبانوں کی تعلیم، دنیا کے لوگوں کے رہن سہن اور اُن کا طرزِ زندگی، ہوائی جہاز اُڑانے کی تربیت، ہیلی کاپٹر اُڑانے کی تربیت...... غرض کیا نہ تھا جو اُن تین سالوں میں میرے سینے میں نہ اُتار دیا گیا تھا۔ ہر سٹوڈنٹ یہاں کے آداب کا پابند تھا۔ شاذ و نادر ہی کوئی معتوب ہوتا تھا اور میں اُن خوش نصیبوں میں سے تھا، جن سے کبھی کوئی لغزش نہیں ہوئی تھی۔

اس دوران ادارے کے تربیتی کورس کے علاوہ کوئی جرم کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ دورانِ تعلیم مجھے تقریباً تیس انسانوں کو قتل کرنا پڑا تھا۔ اور اَب انسانی زندگی کی کوئی وقعت نہیں تھی میری نگاہ میں۔ اپنے انتہائی مہنگے تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے لئے میں صرف تاش کا سہارا لے رہا تھا۔ بے چارہ کلارک اَب ایک شریف انسان تھا۔ ماریا اُس کی بیوی تھی اور اُس کے بچے کا نام مارک تھا۔ ماریا کلب البتہ خوب چمک اُٹھا تھا اور اُن شریف لوگوں نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ یعنی میں اُنہی کے ساتھ رہتا تھا اور وہ ہر طرح میرا خیال رکھتے تھے۔ شاید پوری دنیا میں صرف یہ دو انسان تھے جن سے میں بحیثیت انسان مطمئن تھا۔ ورنہ نہ جانے میری فطرت میں نفرت کا ایک پہلو کیوں پیدا ہو گیا تھا؟ میں لوگوں کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا۔ ادارے کی جانب سے اگر کسی مہم کے احکامات ملتے اور کسی کی زندگی چھیننے کے لئے کہا جاتا تو میں بڑی طمانیت محسوس کرتا تھا اور اُس شخص سے مجھے بے پناہ نفرت ہو جاتی جسے قتل کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ پھر اُس وقت تک میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا جب تک اپنا کام پورا نہ کرلوں۔ یہ ادارہ سیاسی قتل بھی کراتا تھا۔ عموماً اُن لوگوں کی شامت آتی تھی جو اِدارے سے باغی ہو جاتے تھے اور یا تو درمیان میں اُسے چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش کرتے تھے یا کوئی اور اختلاف ہو جاتا تھا، ایسے لوگوں کو قتل کرا دیا جاتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسی ہی ایک مہم کے دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا تھا۔ غالباً یہ ایک پیشہ ورانہ قتل ہو
این ہوپ ایک مشہور صنعت کار تھا۔ بے پناہ دولت مند..... خود اُس کا اپنا ایک جزیرہ تھا
وہاں ایک طرح سے اُس نے اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ گو اُس کا رابطہ حکومت سے تھا
بظاہر وہ حکومت کے قوانین کا احترام کرتا تھا۔ لیکن اپنے جزیرے پر اُس نے حکومت
سارے قوانین بھلا دیئے تھے۔ وہاں اُس نے اپنے محافظ مقرر کئے تھے جو جدید تر
ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ حکومت کے اہم ترین عہدیداروں سے اُس کی ملی بھگت تھی اور
بھی اُس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے شدید ترین مخالفین کو
پکڑوا کر جزیرے پر لے جاتا تھا اور پھر یا تو وہ زندگی بھر کے لئے اُس سے مخالفت چھوڑ لیا
دیتے تھے یا پھر اُنہیں جزیرے سے واپسی ہی نصیب نہیں ہوتی تھی۔

اور یہ اُس کی بدنصیبی ہی تھی کہ اُس کے کسی مخالف نے سیکرٹ پیلس کی خدمات حاصل
لی تھیں۔ چنانچہ اُس کے قتل کے لئے میرا انتخاب کیا گیا اور حسبِ معمول مجھے آپریشن
میں طلب کرلیا گیا۔ این ہوپ کے بارے میں پوری تفصیلات بتائی گئیں۔ نقشے اور تصویر
کی مدد سے این ہوپ کے جزیرے کی تفصیل سمجھائی گئی اور میرے ساتھ ایک معاون مقرر
دیا گیا۔ معاون کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ کون ہے۔ ہم دونوں کو میک اَپ میں
تک جانا تھا۔ اس لئے اصلی شکل ایک دوسرے کے سامنے آنے کا سوال ہی نہیں پیدا
تھا۔ طے یہ کیا گیا کہ ایک طیارہ، پیراشوٹ سے ہمیں وہاں اُتار دے گا اور اس کے بعد ہم
اپنا کام کرنا ہے۔

تیاریوں کے بعد ایک رات ایک خصوصی طیارہ ہمیں لے کر چل پڑا۔ ہمیں اُتارنے
جگہ کا تعین کرلیا گیا تھا۔ یہ کام اُن لوگوں کا تھا۔ پیراشوٹ سے چھلانگ لگانے کی مشق
نے خوب کر لی تھی۔ لیکن میرا طویل القامت ساتھی شاید میری طرح ماہر نہیں تھا۔ جزیرہ چو
اتنا طویل و عریض نہیں تھا کہ ہم زیادہ بلندی سے کودتے۔ بلندی سے کودنے میں خو
کنٹرول کرنے کا خاصا وقت مل جاتا ہے اور زیادہ اطمینان سے نیچے اُترا جا سکتا ہے کیو
نیچے کے پھیلاؤ کا اطمینان ہوتا ہے۔ لیکن چھوٹی جگہ کے لئے مہارت کی ضرورت ہوتی
بہرصورت! ہم جزیرے پر کودے۔ لیکن میرا ساتھی خود کو کنٹرول نہیں کر سکا اور کسی قدر
ڈھب انداز میں زمین پر آیا۔ اُس کی بائیں ٹانگ میں شدید چوٹ آ گئی۔ سر سے بھی خو
بہنے لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں اپنا پیراشوٹ کھول کر اُس کی طرف دوڑا۔ مجھے اُس

گرنے سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ صورت حال اچھی نہیں رہی ہے۔ پھر میں نے اُسے بے
ہوش پایا تو کسی قدر اُلجھن کا شکار ہو گیا۔

ہمیں یہاں کام کے لئے چار دن دیئے گئے تھے۔ چوتھے دن کی آخری رات کو ہمیں
واپس لینے والوں کو آنا تھا۔ پورے پروگرام میں میرے ساتھی کا بھی اہم کام تھا۔ لیکن اچانک
صورتِ حال بگڑ گئی تھی۔ بہرحال! پریشانی نے آج تک کوئی کام نہیں بنایا۔ اس لئے بہت جلد
میں نے اپنے ذہن سے اُلجھنیں جھٹک دیں اور اس نئی صورت حال کے لئے خود کو تیار کر
لیا۔ سب سے پہلے میں نے ایک بلند جگہ پہنچ کر قرب و جوار کی صورت حال دیکھی۔ یہ
جزیرے کا مشرقی کنارہ تھا اور یہاں اُونچی نیچی پہاڑیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ دُور تک چلا
گیا تھا۔ ممکن ہے، اِن تمام پہاڑیوں میں جزیرے کے محافظ موجود ہوں۔ گو بظاہر اُن کا کوئی
نشان نہیں ملتا تھا۔ باقی حالات پرسکون تھے۔ یعنی قرب و جوار میں اور کوئی تحریک نہیں تھی
جس سے کوئی اُلجھن پیدا ہو۔

اتنا تو میں سمجھ گیا تھا کہ میرا ساتھی اَب کسی کام کے قابل نہیں رہ گیا ہے۔ چنانچہ اَب وہ
میرے لئے ایک بوجھ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بہرحال! اس بوجھ کو بھی مجھے ہی سنبھالنا تھا۔
ظاہر ہے میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کام شروع کر دیا۔ پہلے تو میں نے اُس
کے بدن سے پیراشوٹ کھولا اور دونوں پیراشوٹ سنبھال کر ایک جگہ رکھ دیئے۔ اس کے بعد
''ضروریات کا تھیلا'' بھی اُس کے سینے سے علیحدہ کر دیا۔ جس میں واقعی ضروریات کا سامان
موجود تھا۔ اُس کا وزن کافی تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر میں نے کسی ایسی جگہ کی تلاش کا
فیصلہ کیا، جہاں اُس کی آرام گاہ بنائی جا سکے اور اس کے لئے اُن پہاڑیوں کا رُخ کرنا ہی
مناسب تھا۔

بعض اوقات تقدیر ہمیں ایسی سہولتیں مہیا کر دیتی ہے کہ یقین نہیں آتا۔ مجھے بھی اس
وقت کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ پہاڑیوں کے قریب پہنچ کر اندازہ ہوا کہ سب کی سب کھوکھلی
ہیں۔ لاتعداد غار بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جیسے دہانوں والے، اندر سے خوب کشادہ اور
صاف ستھرے..... چنانچہ میں نے ایک غار کا انتخاب کرلیا اور تھوڑی دیر کے بعد میرا ساتھی
غار میں منتقل ہو گیا۔ ربڑ کے پتلے سے گدے اور تکیے میں ہوا بھر کر میں نے اُسے اُس پر لٹا
دیا اور پھر گیس لیمپ روشن کر کے ایسے رُخ پر رکھ دیا کہ اُس کی روشنی، غار کے دہانے کی
طرف نہ جا سکے۔ اس کے بعد میں اُس کے زخموں کو دیکھنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے فرسٹ ایڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بکس ہم دونوں کے سامان میں موجود تھے۔ اُس کے پاؤں کی ہڈی اُتر آئی تھی جسے میں
فٹ کیا تو تکلیف سے اُسے ہوش آ گیا اور وہ کراہنے لگا۔ لیکن میں اپنے کام میں مشغول
اور میں نے اُس کا پاؤں کس دیا۔ سر کا زخم بھی کافی تھا۔ لیکن اُس کی بینڈ یج کے لئے
اَپ اُتارنا ضروری تھا۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر اُس کا میک
اُتارنے لگا۔ لیکن میرے ساتھی کے حواس بیدار تھے۔ اُس نے مجھے روک دیا اور پر
لہجے میں بولا۔

''مسٹر..... مسٹر..... یہ مناسب نہیں ہے۔''

''لیکن تمہارے زخم کی بینڈ یج ضروری ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''ذاتی طور پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ ادارے کے اصول کے خلاف
گا؟''

''ہم ادارے کو اس سے لاعلم نہیں رکھیں گے۔ صورت حال واضح ہونے کے
ہمارے اُوپر کوئی جرم، قائم نہیں ہوتا۔ تم فکر مت کرو۔ میں جوابدہی کرلوں گا۔ میری نیت
ادارے سے کسی قسم کی بد دیانتی نہیں ہے بلکہ ایک مجبوری کے تحت ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔''
نے جواب دیا اور اُس کے چہرے سے میک اَپ صاف کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد
اُس کے زخم کو صاف کر کے پٹی باندھ چکا تھا۔

''شکریہ دوست.....'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تیکھے خدوخال کا نوجوان تھا
سفید نسل سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ لیکن اُس کی زبان خاصی سخت تھی جس سے اُس کی نوعیت
اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

''شکریئے کی کوئی بات نہیں ہے..... ظاہر ہے، تم میرے ساتھی ہو۔''

''تم مجھے اپنا اصل چہرہ نہیں دکھاؤ گے؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہ مناسب نہ ہو گا۔ تمہاری طرح مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کیا اِ
ضروری نہ قرار دیا جائے گا؟'' میں نے حلیمی سے جواب دیا۔

''اوہ..... ہاں! یہ درست ہے۔''

''بہرحال! اَب تم کیا محسوس کر رہے ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔ میں اَب تمہارے کس کام آ سکوں گا؟''

''تمہارا پاؤں اس قابل نہیں ہے۔''

''ہاں..... میں کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔''

''بہرحال! اس کے باوجود ہمیں کام کر کے واپس چلنا ہو گا۔''

''تنہا.....؟''

''ہاں.....!'' میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''لیکن یہ قابل اعتراض بات نہ ہو۔'' اُس نے تشویش سے کہا۔

''بات، مقصد پورا ہونے کی ہے۔ ہم یہاں خاموش بیٹھ کر واپسی کا انتظار نہیں کر سکتے۔
ادارے کا مقصد پورا ہونا چاہئے۔ یوں بھی ہمیں اُنگلی پکڑ کر نہیں چلنا چاہئے۔ کیونکہ بہرحال!
عملی زندگی میں بھی آنا ہے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔ لیکن تم تنہا کسی مصیبت میں بھی گرفتار ہو سکتے ہو۔''

''خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔''

''پروگرام کیا رہے گا؟''

''لوڈڈ پستول تمہارے پاس رہے گا اور تم اِس غار میں وقت گزارو گے۔ کھانے پینے کی
چیزیں بھی موجود ہیں۔ اس لئے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اس دوران میں اپنا کام کرنے
کی کوشش کروں گا۔''

''جیسا تم مناسب سمجھو.....'' اُس نے جواب دیا۔ اُس کی آنکھوں سے پریشانی جھانک
رہی تھی۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مسٹر.....''

''ڈورکن.....'' اُس نے بے اختیار کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُسے بھی
اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ وہ بھی مسکرانے لگا۔ ''اَب اس میں اتنا حرج بھی نہیں
ہے۔ آخر ہمیں عملی دنیا میں بھی آنا ہے۔ اور پھر ادارے کا اس میں کوئی نقصان بھی نہیں
ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ویسے تم برٹش نہیں معلوم ہوتے۔''

''میں برٹش نہیں ہوں۔''

''میں جرمن باشندہ ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''بس..... بس..... کافی ہے میرے دوست! ہمیں حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

''سوری.....'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''یہ پیرا شوٹ، تمہارے کام آئیں گے۔ لیکن میری درخواست ہے کہ اس غار سے دُ جانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر خود کو بہتر بھی محسوس کرو، تب بھی یہیں رہنا تا کہ مجھے تمہیں تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔''

''بہتر.....'' اُس نے جواب دیا اور میں غار سے باہر نکل آیا۔ رات کا وقت تھا اور یہاں بے شمار غار موجود تھے۔ یہ غار میرے ذہن سے نکل بھی سکتا تھا اس لئے کچھ پتھر جمع کر کے میں نے ایک مخصوص نشان بنا لیا اور پھر وہاں سے چل پڑا۔

جزیرے کے مکانات کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں جن سے آبادی کی سمت کا تعین کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں چلتا رہا۔ راستے میں میرا ذہن اپنے کام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ فضا میں اُترنے کا لباس میں نے بدل لیا تھا۔ تھیلے کی ضروری چیزوں کو بھی میں نے جیبوں میں منتقل کر لیا تھا۔ بات اَب این ہوپ کی تلاش اور اُس تک رسائی کی تھی۔ ظاہر ہے اُس کے جزیرے پر کسی اجنبی کی موجودگی آسانی سے ظاہر ہو سکتی تھی۔ اس لئے راتوں رات اپنے پوشیدہ ہونے کا بھی بندوبست کرنا تھا۔ ذرا سا غلط انتخاب، کام بگاڑ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں بستی میں داخل ہو گیا۔ میری انتہائی کوشش یہ تھی کہ میں بستی والوں کی نگاہوں سے محفوظ رہوں۔ جزیرے کا پورا نقشہ مجھے ذہن نشین کرا دیا گیا تھا۔ اس لئے این ہوپ کی قیام گاہ تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یوں بھی اتنا خوب صورت محل کسی اور کا نہیں ہو سکتا تھا۔ دُور ہی سے پتہ چلتا تھا کہ این ہوپ کی حیثیت کیا ہے.....

☆.....☆.....☆

این ہوپ کی قیام گاہ کے چاروں طرف خوب صورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ اُن کی ترتیب خاص تھی اور پھر اُن سے کافی فاصلے پر بستی کے دوسرے مکانات پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے ایک مکان کے سائے میں رُک کر جائزہ لیا اور پھر ایک دوسرے مکان کا انتخاب کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اُس مکان میں داخل ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا اور ظاہر ہے یہ میرے لئے مشکل کام نہیں تھا۔ میں مکان میں داخل ہو گیا۔ چار کمروں کا ایک خوب صورت مکان تھا۔ قیمتی فرنیچر سے آراستہ..... میں دبے پاؤں، مکینوں کو تلاش کرنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا، پورے مکان میں صرف ایک کمرہ روشن تھا۔ شیشوں سے جھانکنے پر محسوس ہوا کہ خواب گاہ ہے اور اس خواب گاہ میں صرف ایک بستر تھا جس پر کوئی سو رہا تھا۔

تقدیر ساتھ دے رہی تھی۔ اگر زیادہ لوگ ہوتے تو مشکل پیش آ سکتی تھی۔ خواب گاہ کے دروازے پر کھڑے کھڑے میں نے ذہن میں ایک پروگرام مرتب کر لیا اور پھر میں نے خواب گاہ کے دروازے کو دھکیل کر دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ تب میں نے پستول چیک کیا اور دروازے پر دستک دی..... تیسری دستک پر بستر پر سونے والا جاگ گیا اور میری آنکھوں میں تمسخر کے آثار اُبھر آئے..... وہ لڑکی تھی اور بے لباس تھی۔ ظاہر ہے، گھر میں تنہا تھی اس لئے لباس کوئی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن تیز روشنی جلانے سے قبل اُس نے ایک گاؤن، بدن پر ڈال لیا تھا اور پھر اُس نے مدھم بلب بجھا کر تیز روشنی کر دی اور دروازے پر پہنچ گئی۔ مجھے دیکھ کر اُس نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ وہ آہستہ سے بولی۔

''لباس بدل لوں..... کیا تم انتظار کرو گے؟'' اُس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

''میں سمجھا نہیں مس.....'' میں نے تعجب سے کہا۔

''کیا نہیں سمجھے؟'' لڑکی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اُس کے انداز میں ناگواری تھی۔ عجیب سے خدوخال کی پرکشش لڑکی تھی۔ قد، کسی قدر چھوٹا تھا لیکن بدن میں لوچ محسوس ہوتا تھا۔ رنگ سے کسی ایشیائی ملک کی معلوم ہوتی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''جو آپ کہہ رہی ہیں۔ میں کیوں انتظار کروں اور آپ لباس کیوں تبدیل کریں؟''

''باس نے طلب نہیں کیا؟'' وہ کسی قدر تعجب سے بولی۔

''جی نہیں.....'' میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

''تو پھر تم کیوں آئے ہو؟''

''کیا آپ یہ سارے سوالات ایک دم کر لیں گی، اور اسی جگہ دروازے پر کھڑے ہو کر؟''

''تم کون ہو.....اور.....اور.....'' اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میں اندر آنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور کسی قدر پس و پیش کے بعد وہ کچھ سوچ کر پیچھے ہٹ گئی۔

میں اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میں دروازہ بند کرتے ہوئے اُس کی طرف مُڑا۔ اُس کی آنکھوں میں خوف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ البتہ وہ متحیر ضرور تھی۔

''اَب بتاؤ..... نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ تم جزیرے میں اجنبی ہو۔''

''تمہارا خیال درست ہے۔'' میں ایک صوفے میں دھنس گیا۔

''کہاں سے آئے..... کیسے آ گئے؟'' وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

''کہانی مختصر ہے۔ لیکن تم پریشان کیوں ہو گئیں؟'' میں نے سکون سے کہا۔

''اوہ..... اس کا مطلب ہے تم کچھ نہیں جانتے۔ یہاں کے باشندے بھی نہیں معلوم ہوتے۔ کسی کی نگاہ تو نہیں پڑی تم پر؟'' اُس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

''نہیں..... کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن تم.....؟''

''تمہیں معلوم ہے، یہ جزیرہ کس کا ہے؟''

''نہیں.....!''

''این ہوپ کا۔ اور این ہوپ کا انسانوں کی کسی نسل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ جانے کیوں اُسے شکل اور عقل انسانوں جیسی مل گئی ہے۔ نہ جانے کیوں.....؟''

''کیا وہ بہت خطرناک ہے؟''

''خطرناک.....؟'' لڑکی نے نفرت سے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔ چھوٹی سی ناک تھی۔ اُس کا یہ انداز بھی دلکش تھا۔ ''تم کسی مُردہ خور گدھ کو خطرناک کہہ سکتے ہو۔ بے شک وہ مُردے کھاتا ہے۔ بس..... نہ جانے کیوں وہ کسی ویرانے میں، سڑی ہوئی لاشوں کے

درمیان کھڑا، گدھ معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس کی خصلت..... بس! وہ تمہیں جزیرے پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ بیرونی لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔ یہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ عجیب انسان ہے۔ میں تمہیں اُس کے بارے میں کیا، کیا بتاؤں؟''

''میرے یہاں آنے سے ناخوش ہو مس.....؟''

''یہ جان کر نہیں کہ تمہارا تعلق یہاں سے نہیں ہے۔''

''کیا تم جزیرے کے لوگوں سے نفرت کرتی ہو؟''

''ہاں..... سب کے سب اُس کے غلام، اُس کی بیہودہ باتوں پر ہنسنے والے، اُس کی غلیظ ترین حرکتوں پر داد برسانے والے۔ اُن کی اپنی کوئی شخصیت نہیں ہے۔ وہ سب انسان سے زیادہ مشین معلوم ہوتے ہیں۔ اور جس کی کوئی شخصیت نہ ہو کیا اُس سے خوش بھی ہوا جا سکتا ہے؟''

''اَب تو میں یہاں آ ہی گیا ہوں۔ کیا تم مجھے اپنا مہمان بنانا پسند کرو گی؟ میں حالات کا شکار ہوں۔ دو تین دن گزار کر واپس چلا جاؤں گا۔ کیا تم یہ بات پسند کرو گی؟''

لڑکی چند ساعت سوچتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہم دونوں کو خطرہ ہے۔ مجھے تو اپنی زندگی اور موت سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن تم ہی مارے جاؤ گے۔ جزیرے پر تمہاری زندگی خطرے میں ہے، اس وقت تک جب تک تم کسی طرح یہاں سے نکل نہ جاؤ۔ ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ لیکن سخت ہوشیار رہنا ہو گا۔ یہاں کسی بھی وقت، کوئی بھی آ سکتا ہے، مجھے طلب کرنے۔ خواہ دن ہو یا رات..... بہرحال! تم بھی خیال رکھنا۔ مجھے اعتراض نہیں ہے تمہیں مہمان بنانے پر۔''

''بہت بہت شکریہ مس..... کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟''

''سویا..... برمیز ہوں۔ تعلیم حاصل کرنے آئی تھی، اغواء کر لیا گیا۔ چھ سال سے یہاں ہوں اور نکلنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے سفارت خانے نے اَب میری فائل بھی بند کر دی ہو گی اور میرے گھر والے صبر کر چکے ہوں گے۔'' اُس کا لہجہ جذبات سے عاری تھا۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ ''چند ساعت انتظار کرو۔ میں ابھی آئی۔ اور سنو..... کیا تم دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے؟''

''نہیں..... کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''یونہی پوچھا تھا۔ دروازہ کھلا رہتا ہے۔ نہ جانے کب اُس پر خناس سوار ہو جائے۔ نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانے کون یاد آ جائے۔'' اُس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی اور
اُسے دیکھنے لگا۔

''کیا تم نے دروازہ بند کر دیا؟''

''نہیں..... میں دُور تک دیکھ آئی ہوں۔ اور ایک گملا دروازے کے نزدیک اس طر
رکھ دیا ہے کہ اگر کوئی دروازہ کھولنے کی کوشش کرے تو گملا گر پڑے۔ اس طرح ہمیں آ
والے کے بارے میں پتہ چل جائے گا۔''

''اوہ.....!'' میں نے ممنون انداز میں اُسے دیکھا۔ ''تمہیں میرے لئے کافی تکلیف
اُٹھانی پڑ رہی ہے۔ میرا خیال ہے تم سونے کے لئے لیٹ چکی تھیں۔ اس طرح میں
تمہاری نیند بھی خراب کی۔''

''اَب رسمی گفتگو مت کرو۔ مجھے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی ہے۔ ساری رسموں سے
نفرت ہو گئی ہے۔''

''دیکھو سویا! تم نے مجھے پناہ دے دی ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ نا واقفیت کی
پر میں یہاں مارا جاتا۔ تمہارے اس احسان اور اخلاق سے میں ناجائز فائدہ نہیں اُٹھا
چاہتا۔ اگر تمہیں نیند آ رہی ہے تو سونے کے لئے کوئی مختصر سی جگہ مجھے بتا کر سو جاؤ۔''

''کیا نام ہے تمہارا؟'' اُس نے خفیف سی مسکراہٹ سے پوچھا۔

''بریگیزم..... پام بریگیزم۔'' میں نے ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر جواب دیا۔

''تمہارے بارے میں جانے بغیر بھلا نیند آ سکتی ہے بریگیز! تم خود سوچو، ساری رات
جاگتی اور تمہارے بارے میں سوچتی رہوں گی۔'' وہ کسی قدر بے تکلفی سے بولی۔

''اوہ..... میں پوری رات تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے تیار ہوں۔''

''اتنی بے درد نہیں ہوں میں۔ جوتے اُتار دو، آرام کرو۔ چلو..... پہلے ٹھیک ہو جاؤ۔ اِ
کے بعد باتیں کریں گے۔'' اُس نے جھک کر میرے جوتے اُتارنے کی کوشش کی۔ لیکن
نے اُسے یہ تکلیف نہیں دی۔ اور پھر میں نے احتیاط سے اپنا لباس اُتارا۔ میرے کوٹ
بہت کچھ تھا۔ میں نے اُس سے ایسی کوئی جگہ پوچھی، جہاں یہ سب کچھ رکھ سکوں۔''

''میں نہیں چاہتا کہ اتفاق سے کوئی آ جائے تو تمہیں میرا لباس اور جوتے چھپانے
لئے بھاگ دوڑ کرنا پڑے۔ اس لئے اِن چیزوں کا پہلے ہی بندوبست کر دو۔''

''ہاں..... ٹھیک ہے۔ تم اُس الماری کے خفیہ خانے میں اپنا لباس وغیرہ رکھ دو۔ آؤ! میں

اُسے کھول دُوں۔'' برمی لڑکی نے کہا اور میں نے اُس کے کہنے پر عمل کیا۔ اس طرح میرا
خطرناک کوٹ، الماری میں منتقل ہو گیا۔ اَب میں صرف بنیان اور پتلون میں تھا۔ میں ایک
کرسی کی طرف بڑھا تو اُس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''تکلف نہ کرو بریگیز! اس کرسی پر تم رات
نہیں گزار سکتے۔ اس کے علاوہ میں صاحب اختیار نہ سہی، لیکن مہمان کے ساتھ یہ سلوک تو
نہیں کیا جا سکتا۔'' وہ مجھے مسہری تک لے گئی اور پھر آہستہ سے مجھے اُس پر دھکا دے دیا۔

ایک لمحے کے لئے میرا ذہن چکرایا تھا۔ آثار کچھ اچھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ لڑکی جوان
تھی، پرکشش تھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اُسے ناپسند کرتی تھی، جس کے تصرف
میں تھی۔ اور اُس کی ناپسندیدگی جس حد تک بڑھی ہوئی تھی، اُس کا اندازہ مجھے ہو چکا تھا۔
ایسی حالت میں وہ میرے ذریعے اُس ناپسندیدہ شخص سے پورا پورا انتقام لے گی۔ لیکن
ذریعہ.....

آج تک کی زندگی میں تو عورت کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ حسن و جمال
مجھے متاثر نہ کرتے تھے، بھرپور جوانیاں میرے ذہن پر اثر انداز نہ ہوتی ہوں۔ لیکن میں نے
خود کو اُن کے طلسم میں پھنسانے کی کوشش کبھی نہیں کی تھی اور اس کی وجہ میرے ذہن پر چھایا
ہوا ہلکا سا خوف تھا۔ میں سوچتا تھا کہ حسن و عشق کے چکر میں پڑ کر میں اپنی منزل نہ کھو
بیٹھوں۔ زندگی کو طویل سمجھا جاتا ہے۔ کم از کم زندہ انسان اس کے اختتام کا کوئی تعین نہیں کر
پاتا۔ اس لئے منزل پانے کے بعد اگر زندگی کا رُخ اس طرف موڑ دیا جاتا تو کوئی حرج نہیں
تھا۔ لیکن اس سے پہلے.....

لڑکی کے بستر پر لیٹتے ہوئے خیالات کا ایک ریلا یوں آیا اور گزر گیا۔ تب میں نے سوچا
کہ عملی زندگی میں آنے کے بعد بہت سے مراحل غیر متوقع ہوتے ہیں۔ انہیں اگر وقت کی
ضرورت قرار دے دیا جائے، تب کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں آنے کے بعد میرا ساتھی زخمی
ہو گیا۔ ظاہر ہے، یہ بات خلاف توقع تھی۔ یہ لڑکی بھی خلاف توقع ہے۔ لیکن اس ذریعے
سے میرا کام نہایت آسان ہو گیا تھا۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ ذریعے، ضروری ہوتے ہیں۔ میں
اس کے انتقام کا ذریعہ ہوں اور وہ میری کامیابی کا۔

میں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور لڑکی بھی میرے پاس ہی آ گھسی..... البتہ اُس نے پہلے
جیسی پوزیشن میں آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یعنی وہ گاؤن پہنے ہوئے تھی جو اُس نے میری
آمد پر پہنا تھا۔ اُس نے مسہری کا ایک تکیہ اپنی پشت کے نیچے رکھا اور نیم دراز ہو گئی۔ کسی

عورت کا لمس میری زندگی میں اجنبی تھا۔ اُس کی حرارت مجھے لذت انگیز لگ رہی تھی اور
غیر معمولی حد تک خاموش ہو گیا تھا۔ تب اُس کی آواز اُبھری۔

''اگر تمہیں نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ۔'' میں نے اس آواز کے تاثر کو جانچنے کی کوشش
لیکن اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تب میں نے سوچا کہ مجھے عورت کے جذبا
جانچنے کی کوئی تربیت نہیں دی گئی۔ اور میرا ذاتی تجربہ بھی کچھ نہیں ہے۔ سوائے سنی
باتوں کے۔''

''غالباً تم سو گئے؟'' وہ بولی۔

''نہیں سویا..... نیند کہاں آئے گی؟''

''تو پھر خاموش کیوں ہو؟''

''بس..... ایسے ہی کچھ خیالات ذہن میں آ گئے تھے۔

''میری خواہش نہیں پوری کرو گے.....؟'' وہ آہستہ سے بولی اور ایک گرم لہر میر
ذہن سے گزر گئی۔ چند ساعت میں خاموش رہا۔ درحقیقت زندگی میں پہلی بار خود کو اُلو
کر رہا تھا۔ مغربی ملک کے اور میری عمر کے نوجوان کو کسی عورت کی خواہش سے اس حد
بے خبر نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ عورت کی ایسے وقت کی خواہش پ
کرنے کا پہلا مرحلہ کیا ہوتا ہے؟ بہرحال! میں اُسے بد دِل نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ مد
معاون تھی۔ چنانچہ میں نے اُس کی طرف چہرہ کر لیا۔ اور پھر آہستہ سے بولا۔

''کیا چاہتی ہو.....؟'' اپنی آواز مجھے کسی گدھے کی آواز محسوس ہوئی تھی۔

''مجھے اپنے بارے میں بتاؤ.....!'' اُس نے کہا اور ایک بار پھر ذہن کو شدید جھٹکا لا
گویا میں نے اُس کی خواہش کو غلط سمجھا تھا۔ لیکن کسی حد تک سنبھل گیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا
اَب، جب تک وہ خود کوئی ایسا عمل نہیں کرے گی، میں ان لائنوں پر نہیں سوچوں گا۔

''بس..... مختصر کہانی ہے سویا! ایک اچھے خاندان کا آدمی ہوں۔ لیکن غلط دوستوں
رفاقت نے برے راستوں پر لگا دیا۔ لاکھوں کمائے اور گنوا دیئے۔ پھر ایک ایسے گروہ
چکر میں پھنس گیا جو ہر قسم کی مجرمانہ کارروائیاں کرتا تھا۔ اس کا مقروض ہو گیا اور گروہ
مجھے بھی جرائم کی راہ پر لگانا چاہا۔ دل نے قبول نہ کیا تو سزا کے طور پر سمندر میں پھینک
گیا۔ یہ اتفاق تھا کہ خشکی زیادہ دُور نہیں تھی۔ چنانچہ اس جزیرے پر پہنچ گیا۔'' میں نے
البدیہہ یہ کہانی سنا دی اور وہ خاموش ہو گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''افسوس..... انسان کس قدر بے حقیقت ہے۔ اتنی کمزور شے پر زندگی کی کتنی بڑی ذمہ
داری لاد دی گئی ہے۔ انسان اس بوجھ کو کیسے اُٹھا سکتا ہے؟ کیا ہوتا ہے، کیا بن جاتا ہے۔
اس کے بس میں کچھ بھی تو نہیں ہے۔'' سویا کی آواز میں بے چارگی تھی۔ میری کہانی نے نہ
جانے کس انداز میں اُسے متاثر کیا تھا۔

''ہاں سویا..... یہ حقیقت ہے۔''

''اَب کیا کرو گے؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہی سوچ رہا ہوں۔'' میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کاش تمہاری زندگی، تمہیں کسی اور مقام پر لے جاتی۔ سمندر نے تمہاری موت کا ذمہ
دار بننا پسند نہیں کیا۔ لیکن تمہیں ایک اور خوفناک دلدل میں لا پھینکا۔ زندگی ایسے ہی مذاق
کرتی ہے۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

''سویا..... میں خطرات سے نہیں ڈرتا۔ تم دیکھ لینا، اگر تم نے میری صرف اعانت کر دی
کہ مجھے چند روز یہاں چھپا لیا تو میں یہاں سے نکلنے کا ضرور بندوبست کر لوں گا۔''

''کاش..... تم کامیاب ہو جاؤ۔ رہی میری بات، تو میں زندگی کی قیمت پر بھی تمہاری
زندگی بچانے کے لئے تیار ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ سویا.....!'' میں نے جواب دیا اور سویا کی نظریں چھت پر جا ٹکیں۔ وہ
کسی غیر مرئی دھبے کو دیکھ رہی تھی۔ اس دوران مجھے اُس کے چہرے کا جائزہ لینے کا پورا پورا
موقع مل گیا۔ میں نے اُس کا چہرہ ایسے جذبات سے عاری پایا جن کا میں نے تصور کیا تھا۔
تب میں نے اپنی حماقت پر خود کو دل ہی دل میں برا بھلا کہا۔ اور پھر میں نے اُسے مخاطب
کیا۔ ''تم کیا سوچنے لگیں سویا؟''

''میں تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ میری دلی خواہش ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو
جائے، تمہیں یہاں سے زندہ ہی جانا چاہئے۔''

''تم پریشان نہ ہونا۔ البتہ اگر تم پسند کرو تو این ہوپ کے بارے میں بتاؤ۔''

''آہ..... یہ نام بھی ذہن میں کانٹا بن کر چبھتا ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں، وہ مُردہ خور
گدھ کی مانند ہے۔ اپنی زندگی میں کامیاب ترین لیکن ناکام انسان۔''

''انوکھی بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آئی۔'' میں نے کہا اور وہ آہستہ سے ہنس دی۔

''ہاں..... انوکھی بات ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کیا وہ عیاش انسان ہے؟ تمہیں اغواء کرانے کی وجہ.....؟''

''وہ بھی انوکھی ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اُسے لڑکیاں پالنے کا شوق ہے۔''

''اوہ.....!''

''ان پنجروں میں تمہیں بھانت بھانت کی لڑکیاں ملیں گی۔ افریقی، مصری، جاپانی، چینی اور یورپ کے بے شمار ممالک کی لڑکیاں..... اُس نے ہر ورائٹی جمع کی ہے۔'' سویا نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

''اور یہ سب کی سب غیر قانونی طریقے سے یہاں لائی گئی ہیں؟''

''قانون..... ہونہہ.....'' اُس نے طنز سے کہا۔ ''قانون کیا ہے؟ یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میرے خیال میں قانون صرف چند لوگوں کے تحفظ کا نام ہے۔ چند لوگوں کو ایذا پہنچانے کے لئے اس کی تشکیل ہوئی ہے اور بس..... اس جزیرے پر قانون آتا ہے، این ہوپ کی زیر میزبانی ضیافت اُڑاتا ہے، عیاشی کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔''

''اوہ..... ظاہر ہے، این ہوپ کے اثر و رسوخ ہوں گے۔'' میں نے گردن ہلائی۔

''اس جیسے تمام لوگوں کے ہوتے ہیں۔'' اُس نے نفرت سے کہا۔

''یہ تمام لڑکیاں، این ہوپ سے تمہاری طرح ہی بیزار ہوں گی؟''

''صبر کر چکی ہیں سب کی سب میری طرح۔''

''تمہارا مصرف اس کے سوا کچھ نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے، تم نے کہا تھا نا کہ وہ جس وقت چاہے، تمہیں طلب کر سکتا ہے۔''

''ہاں..... جب بھی اُس پر دیوانگی کا حملہ ہو جائے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ وہ ایک کامیاب ترین لیکن ناکام انسان ہے۔''

''یہ دوسری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''اُس نے چند لڑکیوں کی زندگی چھینی ہے۔ قدرت نے اُس سے اُس کی خوشیاں چھین لی ہیں۔ جانتے ہو، وہ اپنی عیش گاہ میں کیا کرتا ہے؟ وہ لباس سے عاری لڑکیوں کو ہال میں دوڑنے اور عجیب و غریب حرکات کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود پھوٹ پھوٹ کر روتا رہتا ہے۔ اپنے بدن کو نوچ نوچ کر لہولہان کر لیتا ہے یا پھر بڑے بڑے سرکاری افسران کو مدعو کرتا

ہے۔ اُنہیں یہ لڑکیاں پیش کرتا ہے اور خود چھپ چھپ کر اُنہیں دیکھتا رہتا ہے۔''

''اوہ.....!'' میں نے شدت حیرت سے گردن ہلائی اور سویا ہنس پڑی۔

''بڑی بے بسی طاری ہوتی ہے اُس پر۔ اتنا بزدل ہے کہ آج تک کسی لڑکی سے تیز لہجے میں گفتگو نہیں کی۔ ہاں..... اگر کوئی اُس سے بغاوت کرے یا اُس کی توہین کرے تو اُسے خاموشی سے مروا دیتا ہے۔''

این ہوپ کی یہ خصوصیات سن کر میں حیران رہ گیا تھا۔ بڑی عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ لیکن افسوس..... اُس شخص کے قریب رہ کر اُسے دیکھنے کا موقع نہیں تھا۔ مجھے اپنا کام کرنا تھا اور اس کے لئے میدان تیار کرنا تھا۔ سویا میرے اُوپر کسی خاص حیثیت سے اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ لیکن تھوڑی سی ہمدردی اُس سے ضرور ہو گئی تھی اور میں اُس کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ گو، اپنے اُوپر عائد شدہ پابندیوں کا احساس بھی تھا۔ لیکن بہرحال! میں ادارے کے مفادات کا پابند تھا۔ اُس کا غلام تو نہیں تھا۔ لڑکی نے میری اعانت کی تھی۔ اگر میں اُس کے ساتھ بہتر سلوک کروں گا تو یہ کوئی بری بات تو نہیں ہو گی۔

''بس ڈیئر..... اَب سو جاؤ! رات ابھی تھوڑی ہی باقی رہ گئی ہے۔ دیکھو، تقدیر تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ میں بھی سو رہی ہوں۔'' اُس نے کروٹ بدل لی اور میں نہ جانے کیا سوچتا سوچتا سو گیا۔

دوسرے دن آنکھ کھلی تو سویا میرے پاس موجود نہیں تھی۔ البتہ کچن سے کچھ خوشبوئیں اُٹھ رہی تھیں۔ یوں بھی دن کے دس بجے تھے۔ میں اُٹھ گیا۔ ظاہر ہے، رات کو دو تین بجے سویا تھا اس لئے دیر سے آنکھ کھلی تھی۔ میں نے بستر پر لیٹے لیٹے کمرے کا جائزہ لیا۔ باتھ رُوم موجود تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باتھ رُوم سے نکل آیا۔ پوری طرح سے چاق و چوبند ہو گیا تھا۔ سویا شاید دیکھ گئی تھی کہ میں جاگ گیا ہوں۔ چنانچہ وہ ناشتہ لے کر ہی آئی تھی۔ دن کی روشنی میں وہ اور پیاری لگ رہی تھی۔ درحقیقت وہ اپنے خدوخال میں منفرد تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی۔

''ناشتہ.....!'' اُس نے کہا اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔

''میری وجہ سے.....'' میں نے کہنا چاہا تو اُس نے درمیان میں میری بات کاٹ دی۔

''بس، بس..... اِن باتوں میں الفاظ مت ضائع کرو۔ مجھے بڑا عجیب لگ رہا ہے۔ نہ جانے کیوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے میں زندہ ہو گئی ہوں۔ کسی کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ

میرے ذہن میں کبھی کا سرد ہو گیا تھا۔ تم نے اسے نئی زندگی بخش دی ہے۔ یہ خوشی جتنی کے لئے بھی ملی ہے، اسے برقرار رہنے دو۔''

''اوہ، سویا! تم عظیم ہو۔''

''ہاں، ہاں..... مجھے اپنی عظمت کا پورا پورا احساس ہے۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے لیکن اُس کی مسکراہٹ میں بلا کی تلخی تھی۔ میں ناشتہ کرتے کرتے رُک گیا۔ پھر میں نے کی طرف دیکھا۔

''ایک بات کہوں سویا! برا تو نہیں مانو گی؟''

''نہیں مانوں گی، وعدہ..... ناشتہ کرو۔'' اُس نے میرے لئے ٹوسٹ بناتے ہوئے

''اس دنیا میں انسانوں کی سینکڑوں شکلیں موجود ہیں۔ بیشتر گھناؤنی ہیں۔ اُنہیں دی کے بعد دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے۔ لیکن بہرحال! چند لوگ تو ایسے ضرور ہوں گے جن لاکھوں برائیوں کے ساتھ کم از کم ایک اچھائی ضرور ہو گی۔''

''کیوں نہیں؟ میں دنیا سے اتنی بد دِل تو نہیں ہوں۔'' سویا نے کہا۔

''میں اپنی وکالت کر رہا ہوں سویا! میں زندگی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ تم نے دل سے میری مدد کی۔ کیا میں اتنا ناسپاس ہوں کہ اس بات کا احساس نہیں کروں گا؟''

''اوہ بریگیز! اس بات کو بھول جاؤ۔ اس کا اتنا احساس مت کرو۔ میں بے بس ہو اپنے لئے کچھ نہیں کر سکی تو دوسرے کے لئے کیا کر لوں گی؟'' اُس نے اُداسی سے کہا۔

''تم نے کبھی اس سے چھٹکارہ پانے کے بارے میں سوچا؟''

''درجنوں بار۔ اور پھر میں نے ہی نہیں سوچا، درجنوں نے سوچا۔ لیکن اُس کے شیطان کی رُوح حلول کر گئی ہے۔ وہ ہزار آنکھیں رکھتا ہے۔ چند غیور لڑکیوں نے اُس کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جانتے ہو اُن کا کیا حشر ہوا؟ اُن کی ٹانگیں، گردن تک چ گئیں اور اُنہیں سرِعام لٹکا دیا گیا۔''

''تم بھی اُس سے اتنی ہی نفرت کرتی ہو گی۔ کیا تم نے اُسے قتل کرنے کے بارے سوچا؟''

''دوسروں کا حشر دیکھ کر تائب ہو گئی۔'' وہ مسکرا دی۔

''گویا تمہارے دل میں یہ خیال آیا تھا۔''

''اتنی بے حس تو نہیں ہوں میں۔ میری خواہش ہے کہ اپنے دانتوں سے اُس کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُدھیڑ دُوں۔ کچا چبا جاؤں اُسے.....'' اُس کی آنکھوں میں نفرت اُبھر آئی۔

''ہوں.....'' میں نے کافی پیتے ہوئے کہا۔ ''ویسے تو تم اس وقت زیادہ خوف زدہ نہیں ہو۔ کیا دن میں کوئی ادھر نہیں آتا؟''

''نہیں..... یہ بات نہیں ہے۔ اُس پر جنون کسی وقت بھی سوار ہو جاتا ہے۔ دن رات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن وہ صبح ہی صبح چلا جاتا ہے۔''

''کہاں.....؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''غالباً شہر۔ اکثر جاتا رہتا ہے۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہے.....؟''

''میں نے اُسے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔''

''اوہ..... کیا تم باہر گئی تھیں؟''

''نہیں..... اُسے یہاں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔''

''کس جگہ سے.....؟'' میں نے بے اختیار پوچھا۔

''کچن کی کھڑکی سے۔ آؤ! تمہیں دکھاؤں۔'' سویا نے کہا اور میں کافی کے بڑے بڑے گھونٹ لینے کے بعد اُٹھ گیا۔ تب میں نے کچن کی کھڑکی سے این ہوپ کے مکان کی طرف دیکھا۔ بڑا دروازہ صاف نظر آ رہا تھا۔ ''ہیلی کاپٹر سامنے ہی اُترتا ہے اور پھر وہ اپنی مخصوص چال سے اندر چلا جاتا ہے۔''

میرے بدن میں مسرت کی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ اتنی عمدہ جگہ مل جائے گی، میرے گمان میں بھی نہیں تھا۔ درحقیقت! تقدیر میرا پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔ یہاں سے تو میں اپنا کام بخوبی کر سکتا تھا۔ میں دیر تک کھڑکی سے اُس جگہ کو دیکھتا رہا۔ ابھی میں نے سویا پر اپنے ارادے کا اظہار مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لڑکی تھی۔ ممکن ہے، برداشت نہ کر پاتی۔ پھر میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس پلٹ پڑا۔

''وہ شہر عموماً جاتا رہتا ہے؟''

''ہاں.....''

''واپس کتنے عرصے کے بعد آتا ہے؟''

''رات کو عموماً واپس آ جاتا ہے۔ یا پھر کوئی خاص ہی مسئلہ ہو تو شہر میں رُک جاتا ہے۔ ورنہ عموماً وہ رات، جزیرے پر ہی گزارتا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اصول پرست انسان ہے؟''

''ہاں..... اپنے معمولات میں تبدیلی نہیں کرتا۔''

''کیا معمولات ہیں اُس کے؟''

''کوئی خاص نہیں۔ نہ جانے کیا کرتا رہتا ہے۔ لیکن صبح سات بجے اور شام کو سات بجے یہاں چہل قدمی ضرور کرتا ہے۔ شاید ہی کبھی اُس کے معمولات میں فرق آیا ہو۔''

ایک بار پھر میرے ذہن میں سنسناہٹ اُبھر آئی۔ یہ ایک اور عمدہ بات تھی۔ بہرحال میں پرسکون ہو گیا اور واپس کمرے میں آ گیا۔

اُس کی غیر موجودگی میں تو کوئی ادھر نہیں آتا؟''

''کبھی نہیں۔ کم از کم شام کو اُس کے واپس آنے تک اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔'' نے جواب دیا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر مجھے دیکھنے لگی۔ تب میں نے اُسے بغور دیکھتے ہو پوچھا۔

''سویا! اگر تمہیں کبھی یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے تو کیا کرو گی؟''

میرے سوال پر وہ خاموش ہو گئی۔ اور پھر کافی دیر تک چپ رہنے کے بعد بولی۔ ''پہلے ایسے خواب دیکھتی تھی۔ اَب نہیں۔''

''تمہارے والدین، تمہیں بھولے تو نہ ہوں گے۔''

''معلوم نہیں۔ لیکن اَب میں اُن کے ذہنوں میں ایک مرحوم یاد سے زیادہ نہ ہوں گی۔'' اُس نے سسکی سی لی اور پھر گردن جھٹک کر بولی۔ ''ایسے سوالات مت کرو بریگیز! جو ذہن زخمی کر دیں۔ ہمیں ابھی بہت کچھ سوچنا ہے۔ کاش! وہ آج رات واپس نہ آئے۔ اُس کے چلے جانے کے بعد اُس کے غلام زیادہ چاق و چوبند نہیں رہتے۔ ممکن ہے، تمہیں نکلنے کا موقع مل جائے۔''

''کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گی؟''

''میں.....؟'' اُس نے عجیب حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں سویا..... اگر میں یہاں سے نکل سکا تو تمہیں ضرور ساتھ لے جاؤں گا۔ اور پھر میں حرج ہی کیا ہے؟ زندگی کی جدوجہد، جہاں میں اپنے لئے کروں گا، وہاں تمہارے بھی۔ میری دلی خواہش ہے کہ تمہیں اس کے چنگل سے آزاد کرا کے تمہیں اپنوں تک دُوں۔'' میں نے کہا اور سویا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اور پھر وہ دونوں ہاتھوں سے منہ

کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''میں نہیں جا سکتی..... مجھے یقین ہے، میں کبھی یہاں سے نہیں جا سکتی۔ میری تقدیر کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ نہیں..... نہیں! مجھے اپنے ساتھ شامل مت کرو۔ ورنہ میری نحوست کا سایہ تمہیں بھی برباد کر دے گا۔'' وہ روتی رہی اور میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے قریب پہنچ گیا۔ میرا ہاتھ اُس کے سر پر تھا اور وہ بچوں کی طرح بلک رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ روتی رہی۔ پھر اچانک بولی۔ ''سمجھے..... میرا نام، اپنے نام کے ساتھ شامل نہ کرو۔''

''اچھا، اچھا..... ٹھیک ہے۔ چپ ہو جاؤ..... خاموش ہو جاؤ سویا! ورنہ میں بھی اُداس ہو جاؤں گا۔'' وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گئی۔ چند منٹ ناک سے شوں شوں کرتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔

''ارے..... کافی وقت ہو گیا۔ مجھے کھانا بھی تیار کرنا ہے۔''

''اپنا کھانا خود تیار کرتی ہو؟''

''ہاں..... یہ سانس بہت سے جھگڑوں کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن آج میں دل سے کھانا پکاؤں گی۔ تمہاری آمد سے مجھے بہت خوشی ملی ہے۔ میں اس لمحاتی خوشی کو زندگی کے آخری سانسوں تک نہیں بھلاؤں گی بتاؤ! تم کھانے میں کیا پسند کرو گے؟ ہر قسم کی خوراک کے ڈبے موجود ہیں۔ بتاؤ.....''

میں اُس کی ذہنی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہا تھا اس لئے میں نے اُسے چند چیزیں بتائیں اور پھر خود بھی اُس کے ساتھ کچن میں چلا آیا۔ میں اُس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اُس کے چہرے سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔ میں اُس کے ساتھ کام بھی کر رہا تھا۔ وہ کئی بار کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میرا اپنا کام بھی جاری تھا۔ میں کھڑکی سے باہر کا جائزہ بھی لے رہا تھا اور میں نے اُسے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔

دوپہر کا کھانا ہم نے کافی دیر سے کھایا۔ سویا، بار بار خیالات میں ڈوب جاتی تھی۔

''اپنے پسندیدہ لوگوں کے ساتھ وقت گزارنا بھی کتنا حسین ہوتا ہے.....'' اُس نے کہا۔

رات کو ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں دوڑ کر کچن میں پہنچ گئے۔ یہاں سے میں نے پہلی بار ایرن ہوپ کو دیکھا۔ وہ درمیانے بدن کا مجہول سا انسان تھا۔ قیمتی سوٹ میں ملبوس، لیکن لوگ جس طرح اُس کی راہ میں بچھ رہے تھے، اس سے اُس کی حیثیت کا احساس ہو رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سویا میری آنکھوں کی خوف ناک چمک نہیں دیکھ سکی۔ لیکن وہ پھر مرجھا گئی تھی۔ رات دونوں نے پہلے کے سے انداز میں گزاری۔ وہ آج زیادہ بے تکلف تھی۔ لیکن رات کے کسی حصے میں، میں نے اُس کے اندر عورت کی تحریک نہ پائی۔ خود میرے جذبات نے بھی کوئی خاص طلب نہیں کی تھی۔ ہاں! تھوڑا سا عجیب ضرور لگا تھا۔ لیکن پھر مظلوم سویا کی حقیقت میرے ذہن میں اُبھر آئی تھی۔ میں اُس کی خوشیوں کے خواب نہیں توڑ سکا تھا۔ کئی بار میرے ذہن میں اپنے جرمن ساتھی کا خیال بھی آیا تھا۔ نہ جانے بے چارہ کس حال میں ہوگا۔ لیکن میں تو ایک مخصوص وقت تک اُس کے لئے کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

اس رات بھی سویا کو نہیں طلب کیا گیا۔ البتہ میں علی الصبح اُٹھ گیا۔ سویا کو میرے جاگنے کا احساس بھی نہ ہوا۔ میں کچن میں آ گیا تھا۔ ابھی سوا چھ بجے تھے۔ پون گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ میری خواہش تھی کہ سویا نہ جاگے۔ ٹھیک سات بجے میں نے این ہوپ کو دیکھا۔ دن کی روشنی میں، میں نے اُس کا بخوبی جائزہ لیا۔ اس وقت بھی دو باڈی گارڈ اُس کے ساتھ تھے اور ادب سے اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ این ہوپ جتنی دُور تک گیا، نظر آتا رہا۔ صورتِ حال میرے لئے پوری طرح سازگار تھی۔ میرے پاس جو کچھ موجود تھا، وہ نہایت کارآمد تھا اور مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔

پھر اُس شام سات بجے بھی میں نے این ہوپ کی مشغولیات کا جائزہ لیا۔ اُس کے مکان کے گرد زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی تھی اور صرف دو آدمی ہی اُس کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس واقعے کے بعد وہ کہیں باہر بھی نہ گیا۔ بہرحال! جوں جوں وقت قریب آتا جا رہا تھا، میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ بالآخر کام کا دن آ پہنچا..... سویا حسب معمول خوش تھی۔ لیکن اُس نے میرے اندر تبدیلی محسوس کر لی اور پوچھ بیٹھی۔ اس وقت ہم، شام کی چائے پی رہے تھے۔ ''کیا بات ہے بریگیز! آج تم خاموش خاموش سے ہو۔''

''ہاں سویا..... آج میں اُداس ہوں۔''

''تم خود سوچو سویا! جس طرح ہم وقت گزار رہے ہیں، اس میں کیا پائیداری ہے؟ کبھی بھی خطرے میں ہو اور میں بھی۔ اتفاق ہے کہ ابھی تک تمہیں طلب نہیں کیا گیا۔ لیکن کسی وقت کوئی آ سکتا ہے۔ کیا یہ سب کچھ پریشانی کے لئے کافی نہیں ہے؟ اگر مجھے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کی آزادی حاصل ہوئی تو تم جیسی دوست کے ساتھ پوری عمر بھی گزاری جا سکتی ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو بریگیز!'' سویا نے بھی اُداس ہو کر کہا۔

''اس لئے سویا! میں کچھ کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا.....؟'' وہ شاید میرے لہجے پر چونک پڑی۔

''کوئی بھی ایسا کام جو فیصلہ کن ہو۔''

''تمہارے ذہن میں کیا ہے بریگیز.....؟''

''میں اسے ممکن بناؤں گا سویا!''

''نہیں بریگیز..... نہیں! یہ مشکل ہے..... یہ ناممکن ہے۔''

''تم میرا ساتھ دو گی سویا!''

''میں تم پر زندگی نچھاور کر سکتی ہوں بریگیز! لیکن میں..... میں تمہیں کسی حادثے کا شکار نہیں ہونے دُوں گی۔''

''میرے بارے میں اگر تمہیں یہ معلوم ہو کہ میں کسی قدر اجنبی ہوں، وہ نہیں ہوں جو میں نے تم سے کہا تھا تو تمہارے احساسات کیا ہوں گے.....؟'' میں نے ایک خطرناک سوال کیا۔

''میں نہیں سمجھی؟'' سویا نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''میری شخصیت تمہیں تھوڑی سی اُلجھی ہوئی نظر آئے گی سویا! یوں سمجھو، میرے بھی کچھ دشمن ہیں جو بہرحال! میری تلاش میں ہوں گے۔ میرے دشمنوں نے میری زندگی لینے کی کوشش ضرور کی تھی۔ لیکن وہ مجھ سے پورے طور واقف نہیں تھے۔''

''میں اَب بھی کچھ نہیں سمجھی بریگیز!'' سویا نے کہا۔

''بس..... میری ایک درخواست ہے سویا! میں جس وقت تک کامیاب ہو کر اپنی منزل پر پہنچ جاؤں، تم مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔ میں ہر قیمت پر این ہوپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ.....! لیکن کس طرح؟''

''تم ایک خاموش تماشائی کی حیثیت اختیار کرو۔ آؤ..... اندر چلیں۔'' میں نے کہا اور پریشان سویا میرے ساتھ اندر آ گئی۔ تب میں نے الماری کھول کر اُس میں سے اپنا کوٹ نکال لیا اور پہلی بار سویا نے یہ عجیب وغریب وٹ دیکھا جس میں پلاسٹک کا استر لگا ہوا تھا۔ اس استر میں نہ جانے کیا کیا تھا۔ میں نے ایک پتلی لیکن لمبی نال نکالی۔ کنڈوں کے دو چھوٹے پیس نکالے اور اُنہیں فٹ کرنے لگا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو استر میں جگہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جگہ لگے ہوئے تھے، ایک دوسرے سے جڑتے گئے۔ اور پھر ایک عجیب وغریب سا
لمبی رائفل تیار ہوگئی۔ آخر میں، میں نے اُس میں سائیلنسر کی نال فٹ کی اور پھر
کارتوس نکال کر اُس کے چیمبر میں ڈالنے لگا۔ سویا، سکتے کے عالم میں بیٹھی یہ سب
رہی تھی۔

اپنے کام سے فارغ ہو کر میں مسکرایا۔ ''یہاں سے کچھ لینا چاہتی ہو سویا؟'' میں
پوچھا۔

''میں..... میں سمجھی نہیں۔'' وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

''ٹھیک ساڑھے سات بجے ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔'' میں نے اپنی پتلون
اندرُونی حصے سے ایک شاندار آٹو میٹک ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ سویا کی آواز ہی
تھی۔ ''اسے استعمال کر سکتی ہو.....؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں.....'' وہ مشینی انداز میں بولی۔

''خیر..... کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے کوٹ پہن کر ریوالور جیب میں ڈالتے ہو
اور پھر جوتے پہننے لگا۔ ''سویا! اس قدر متحیر نہ ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میری
تھوڑی سی بدل جائے گی۔ لیکن میں تمہارا دوست ہوں اور تمہیں یہاں سے نکال لے
گا۔ تم میرے اُوپر کوئی شک نہ کرنا سویا! خود پر بھروسہ رکھو۔''

سویا نے اَب بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر میں نے خود ہی اُسے تیار کر لیا۔ تیا
تھا؟ میں نے اپنی پسند سے اُسے ایک چست لباس پہنا دیا اور جوتے وغیرہ پہنا کرا
ساتھ کچن میں لے آیا۔ اَب شاید سویا، میری کچن سے دلچسپی کا مقصد بھی سمجھ گئی ہوگی
نے رائفل، کھڑکی میں فٹ کر لی اور گھڑی دیکھنے لگا۔ سویا بے جان سی ہو رہی تھی۔

''مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے سویا! اگر تم اتنی بد حال ہوگئیں تو مجھے میرے
دشواری ہوگی۔'' میں نے اُسے خود سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

''بریگیز..... بریگیز! میں..... میں.....''

''کیا تمہیں میرے اُوپر بھروسہ نہیں رہا؟''

''یہ بات نہیں ہے بریگیز!''

''پھر کیا بات ہے سویا؟''

''مجھے اپنی تقدیر پر بھروسہ نہیں رہا۔ کیا میں واقعی یہاں سے نکل سکوں گی؟ کیا

ہے؟''

''میں سانس لیتا ہوا زندہ انسان ہوں سویا! اور کمزور بھی نہیں ہوں۔ ہم زندگی کی بھرپور
کوشش کریں گے۔ اس نفرت انگیز انسان کی قید سے رہائی کی بھرپور کوشش ہر قیمت پر کرنی
چاہئے۔ زندگی رہے یا نہ رہے۔''

''آہ.....! تم ٹھیک کہتے ہو بریگیز! مجھے ایسے ہی کسی سہارے کی ضرورت تھی۔ ہاں.....
ٹھیک ہی تو ہے۔ پھر یہ کوشش کیوں نہ کی جائے؟ اَب میں تنہا تو نہیں ہوں۔''

''ہم دونوں زندگی اور موت کے ساتھی ہیں سویا! یہاں سے جائیں گے تو ساتھ ہی جائیں
گے۔ لاؤ..... ہاتھ ملا کر عہد کرو۔'' میں نے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور سویا کے ہونٹوں پر پھیکی سی
مسکراہٹ آ گئی۔ اُس نے اپنا ہاتھ، میرے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

ٹھیک سات بجے این ہوپ، دروازے سے نمودار ہوا۔ میں نے سویا کو خود سے الگ کر
دیا تھا اور اَب میری پوری توجہ اپنے نشانے پر تھی۔ میرے اندر کا مضبوط انسان مطمئن تھا اور
میری آنکھوں میں فطری درندگی اُبھر آئی تھی۔ میں خونخوار نگاہوں سے این ہوپ کو دیکھ رہا تھا
جو ایک خوب صورت چھڑی ٹیک ٹیک کر چل رہا تھا۔ میری اُنگلی، رائفل کی لبلبی پر سخت ہوتی
جا رہی تھی۔ اور پھر میں نے لبلبی دبا دی..... ہلکی سی آواز ہوئی اور این ہوپ کئی فٹ اُچھل
پڑا۔ وہ گرا تو میں نے دوسرا فائر کیا اور پھر تیسرا..... تینوں کامیاب نشانے لگانے کے بعد میں
نے اُس کے متحیر نگہبانوں کو نشانہ بنایا جو پہلے این ہوپ کی طرف جھکے تھے اور پھر پستول نکال
کر چاروں طرف دیکھنے لگے تھے۔ لیکن اَب وہ بھی اُس سے چند گز کے فاصلے پر زمین پر
تڑپ رہے تھے۔ یہ منظر، سویا نے بھی دیکھ لیا تھا۔ دوسرے لمحے اُس نے اُچھل کر میری
گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اُس کا بدن بری طرح کانپ رہا تھا۔ اُس نے میرے
چہرے کے کئی بوسے لے لئے۔ نہ جانے وہ اپنے جذبات کا اظہار کن الفاظ میں کرنا چاہتی
تھی؟ لیکن اُس کی قوتِ گویائی سلب ہوگئی تھی۔

''سویا.....! حواس پر قابو رکھو۔ اس وقت یہ نہایت ضروری ہے۔'' میں نے کہا اور پھر
میں نے اپنی رائفل کچن میں چھپا دی۔ اَب مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر میں سویا کا
ہاتھ پکڑے ہوئے دروازے تک آ گیا۔ سویا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس طرح باہر
آنے کی جرات کروں گا۔ لیکن میرا ذہن اس وقت پوری طرح قابو میں تھا۔ کوئی انتشار نہیں
تھا۔ میں اُسے لئے ہوئے ایک طرف چل پڑا۔ اِکا دُکا لوگ نظر آ رہے تھے۔ ابھی تک کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی نگاہ این ہوپ پر نہیں پڑی تھی۔ باڈی گارڈز کو قتل کر کے میں نے عقلمندی کی تھی۔ ورنہ اَب تک ہنگامہ ہو گیا ہوتا۔ سویا بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ کی گرفت سے میں اُس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ لیکن بہرحال! میں نے اپنی چال پر قابو پایا تھا۔

اور پھر ہم نے عقب میں شور سنا۔ ہم خاصی دُور نکل آئے تھے۔ سویا کے حلق سے عجیب آواز نکلی۔ ''پتہ..... پتہ چل گیا! آہ..... پتہ.....''

''کوئی بات نہیں ہے سویا! تم بے فکر رہو۔'' میں نے سکون سے کہا۔ پستول ہاتھ میں لے لیا اور رفتار تیز کر دی۔ دفعتہً سامنے سے دو آدمی دوڑتے نظر آئے۔ وہ ہماری طرف آ رہے تھے۔ میں نے بھی سویا کو گھسیٹ کر اُنہی کی جانب دوڑنا شروع کر دیا۔

''کیا ہوا..... کیا ہوا..... یہ کیسا شور ہے؟'' اُنہوں نے بے اختیار پوچھا۔

''باس کو..... باس کو کسی نے گولی ماردی۔'' میں نے سراسیمہ لہجے میں کہا۔

''ارے.....'' وہ دونوں بیک وقت بولے اور تیزی سے اُس طرف دوڑنے لگے جہاں سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کامیاب کوشش تھی۔ میں نے راستے میں دو تین کو اور اطلاع دی اور کافی دُور نکل آیا۔ سویا کی کیفیت اَب اس قدر خراب نہیں تھی۔ البتہ دوڑتے رہنے سے وہ ہانپنے لگی تھی۔

بالآخر ہم پہاڑیوں تک پہنچ گئے اور میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس نشان کو تلاش کرنے لگا جو میں نے غار کے سامنے بنایا تھا۔ خاصی مشکل پیش آئی تھی۔ لیکن بالآخر میں نے اُسے تلاش کر ہی لیا۔ اور پھر میں سویا کا ہاتھ پکڑ کر غار کی طرف دوڑنے لگا۔ پھر ہم دونوں غار میں داخل ہو گئے۔ میں نے بے اختیار چاروں طرف نگاہیں دوڑائی تھیں۔ غار کے ایک کونے میں مجھے میرا ساتھی نظر آ گیا۔ اُس نے پستول کا رُخ ہم دونوں کی طرف کیا ہوا تھا۔

''اوہ..... میں ہوں دوست! کامیابی کی خوشخبری، مبارکباد.....'' میں نے کہا اور ساتھی آگے بڑھ آیا۔ اُس نے حیرت سے سویا کو دیکھا تھا۔

''یہ..... یہ کون ہے؟''

''میری دوست..... میری ہمدرد۔ جس کی مدد سے میں نے مشکلات پر قابو پایا ہے۔'' میں نے جواب دیا اور میرا ساتھی خاموش ہو گیا۔ اُس کے بعد اُس نے کوئی سوال ہی نہیں کیا اور میں نے سویا سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ سویا کی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ ''تمہاری

کیفیت ہے؟'' میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

''زیادہ اچھی نہیں۔ لگتا ہے، ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں شدید بخار میں مبتلا رہا ہوں۔ لیکن بہرحال! اتنا کمزور بھی نہیں ہوں۔'' وہ مسکرا دیا۔

''انتظار کر رہے ہو گے.....''

''پاگل پن کی حد تک..... مانو یا نہ مانو، یہ وقت نہایت سخت گزرا ہے۔ انسانی ذہن، نہ جانے کیا ہے؟''

''مجھے یقین ہے.....'' میں نے کہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر گھڑی دیکھنے لگا۔ وقت کی رفتار بے حد سست تھی۔ بہت ہی آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں جیسے رُک گئی تھیں۔ مجھے اندیشہ تھا کہ بڑے پیمانے پر قاتل کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ فوری طور پر لوگوں کا ذہن اِس طرف منتقل نہیں ہو گا۔ لیکن ممکن ہے، کچھ لوگ ادھر نکل ہی آئیں۔ بس..... اَب آخری کام رہ گیا تھا۔

ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے میں نے اپنے سامان سے مخصوص فریکوئنسی کا ٹرانسمیٹر نکال لیا اور پھر ایک ٹارچ لے کر باہر نکل آیا۔ سویا، سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آواز بلند تھی۔ میں نے جرمن زبان میں اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ لڑکی سے گفتگو نہ کرے اور باہر نکل گیا۔ میری نگاہیں، آسمان میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

پھر سمندر پر بہت دُور ایک دھبہ نظر آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ ''ہیلو..... ہیلو..... ہیلو..... راؤنڈ ونگ..... ہیلو.....'' میں خود ہی بولا۔

''یس..... پوزیشن؟'' جواب ملا۔

''بالکل ٹھیک..... لیکن جلدی کرو..... بہت جلد پہنچ جاؤ۔''

''کیا آپ تیار ہیں؟''

''ہاں.....!''

''براہِ کرم! سگنل نمبر ایک دیں۔'' ہیلی کاپٹر پائلٹ نے کہا اور میں نے ٹارچ کا ایک نمبر کا بٹن دبا دیا۔ سبز رنگ کی گاڑھی روشنی کی ایک لکیر آسمان کی طرف بلند ہو گئی اور تین بار سگنل دینے کے بعد میں نے بٹن آف کر دیا۔ بے آواز ہیلی کاپٹر، پہاڑی پر پہنچ گیا۔ میں نے اس کے لئے جگہ کا انتخاب کر لیا تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سگنل نمبر دو دیا اور پھر تین..... ہیلی کاپٹر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیچے اُتر آیا تھا۔ تب میں واپس غار میں گیا اور اپنے ساتھی کو سہارا دے کر باہر لے آیا۔ سویا نے میرا بازو تھام رکھا تھا۔ پائلٹ، لڑکی کو دیکھ کر کسی قدر اُلجھ گیا تھا۔ لیکن میں نے فرنچ زبان میں اُس سے کہا کہ وہ پرسکون رہے۔ ایسی ہی صورتِ حال ہے۔

''لیکن آپ لوگوں کو کہاں اُتارا جائے گا؟'' پائلٹ نے پوچھا۔

''اسپاٹ پر..... میں گفتگو کرلوں گا۔'' تب ہم ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گئے۔ اور پھر اسی وقت تقریباً بارہ بجے مجھے باسز کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ رپورٹ دینی تھی۔ میں نے بلا کم و کاست پوری رپورٹ دے دی اور چند ساعت کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ اور پھر باس نمبر پانچ کی آواز اُبھری۔

''ٹیک ہے مسٹر ڈن.....! آپ کی کارکردگی کو عمدہ تسلیم کیا گیا ہے۔ لڑکی آپ وہاں سے نکال لائے ہیں، اس بات کو برا نہیں تسلیم کیا گیا۔ لیکن اَب آپ کو ایک کام اور کرنا ہے۔''

''جی فرمایئے.....'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

''آپ، اپنے دوست کلارک کے ساتھ رہتے ہیں؟''

''جی ہاں.....''

''لڑکی کو آپ اس کے لئے تیار کر سکتے ہیں کہ وہ آپ کی مرضی کے مطابق عمل کرے؟''

''میرا خیال ہے جناب! وہ عمل کرے گی۔''

''اور آپ کا دوست کلارک، آپ سے تعاون کرے گا؟''

''ہاں..... مجھے یقین ہے۔''

''تب لڑکی سے کہو کہ وہ تمہارے بارے میں دوسروں کو صرف اتنا بتائے کہ تم ایک جواری تھے اور تم نے اُس کی مدد کے احسان کے طور پر اُسے بھی وہاں سے نکال لیا۔ تمہارے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔ تم نے اُسے چھوڑ دیا تھا اور وہ خود کلارک کے ہاتھ لگ گئی۔ کلارک کو چاہئے کہ اُسے آج ہی رات بری سفارت خانے پہنچا دے۔''

''بہت بہتر..... میں حکم کی تعمیل کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور مجھے شاندار کارکردگی کی مبارکباد دے کر رُخصت کر دیا گیا۔

سویا کو لے کر میں کلارک کے مکان کی طرف چل پڑا۔ کار میں سویا خاموش تھی۔ اُس کی کیفیت عجیب تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑی۔

''تم خوش نہیں ہو سویا؟'' میں نے کہا۔

''تم..... تم میری کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے بریکینز! میں نے اتنا طویل عرصہ اُن لوگوں میں گزارا ہے کہ..... کہ مجھے اپنی آزادی پر یقین نہیں ہے۔''

''تمہیں یقین کر لینا چاہئے سویا.....!''

''لیکن بریکینز! تم کون ہو..... درحقیقت تم کون ہو؟''

''ایک بات جو میں نے تمہیں بتائی تھی سویا، وہ بالکل درست تھی۔ ایک اچھا انسان، جو برے راستوں پر لایا گیا۔ جزیرے پر بھی میں اس طرح پہنچا۔ بعد میں مجھے معلوا ہوا کہ این ہوپ میرا دشمن ہے۔ وہی شخص، جس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ اور میں نے اُس سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ وہاں جزیرے پر بھی میں اتنا بے بس نہیں تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا اور بالآخر این ہوپ کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ لیکن سویا! تم یہ اعتراف تو کرو گی کہ تمہارے اچھے سلوک کے جواب میں، میں نے تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کیا۔''

''یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو بریکینز؟''

''اس لئے کہ میں تم سے کچھ اور چاہتا ہوں۔''

''کیا..... کہو!''

''سویا! این ہوپ کو قتل کرنے کے بعد کام ختم نہیں ہو جاتا۔ اُس کے ساتھی میری بو سونگھ لیں گے اور مجھے اُن سے بچنا پڑے گا۔ ابھی میری زندگی کی طویل مہم باقی ہے۔ چنانچہ اپنے ایک دوست کے ساتھ میں تمہیں آج ہی رات تمہارے سفارت خانے بھجوا دُوں گا۔ تم دوسروں کو میرے بارے میں صرف اتنا بتاؤ گی کہ میں ایک پراسرار شخص تھا۔ اس سے زیادہ تم کچھ نہیں جانتیں۔ میں تمہیں ایک دوست کے پاس لے جا رہا ہوں۔ اُس کے بارے میں بھی تم یہ کہو گی کہ جب تمہیں یہاں چھوڑا گیا تو پہلا شخص وہی ملا تھا اور تمہاری کہانی سن کر سیدھا تمہیں، تمہارے سفارت خانے لے گیا۔''

''تو..... تو اس کے بعد تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے؟''

''ہاں سویا..... لیکن ہم اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے کو اپنے دلوں میں زندہ رکھیں گے۔'' میں نے جواب دیا اور سویا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''میری تقدیر میں ایسے ہی حادثات لکھے ہوئے ہیں۔ میں یہ کیوں سوچ رہی تھی کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساری خوشیاں بیک وقت مجھے مل جائیں گی۔ میں، تم سے جدا ہو کر خوش نہیں رہوں گی بر یکن اگر ہو سکے تو مجھے تلاش کر کے مجھ سے ضرور ملنا۔'' سویا نے کہا۔

''میں کوشش کروں گا سویا! لیکن ان حالات سے نمٹنے کے بعد۔''

''میں انتظار کروں گی۔'' سویا نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔

''کلارک، میرا دوست، ہر وقت خلوصِ دل سے میرا استقبال کرنے کے لئے تیار رہ تھا۔ خواہ کوئی بھی وقت ہو۔ دونوں میاں بیوی سکون کی نیند سو رہے تھے لیکن میرے پہنچنے دونوں جاگ گئے۔ میں نے سویا کو ڈرائنگ رُوم میں بٹھا دیا تھا اور اس وقت تک اُن دونو کو اُس کے سامنے نہیں لایا جب تک اُنہیں تفصیل نہ سمجھا دی۔ لیکن اتنی تفصیل جتنی ممکن تھی۔

''لیکن وہ ہے کون...... کیا تمہاری محبوبہ؟'' ماریا نے پوچھا۔

''نہیں مسز کلارک! میرا خیال ہے، میں کسی کو اس نام سے نہیں پکار سکوں گا۔ آیئے!''

ڈرائنگ رُوم میں لا کر میں نے اُن لوگوں کا تعارف کرایا۔ ماریا نے سویا کی خاطر مدارت کی تھی۔ کلارک بے چارہ فوراً میری ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور پھر وہ سویا کو لے کر رُخصت ہو گیا۔ سویا نے آخری بار میرے رُخسار کا بوسہ لیا تھا۔ اُن دونوں کے چلے جانے کے بعد ماریا نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

''تو وہ تمہاری محبوبہ نہیں تھی؟''

''نہیں ماریا...... یقین کرو۔''

''لیکن تم اُس کے محبوب ضرور تھے۔''

''کیا مطلب......؟''

''عورت کا درد، عورت ہی جان سکتی ہے۔'' ماریا نے کہا۔

''میری زندگی، بارُود کا ڈھیر ہے ماریا! میں ان نزاکتوں میں نہیں اُلجھ سکتا۔'' میں نے ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر کہا۔

''تمہاری دوست، تمہاری ہمدرد ہونے کی حیثیت سے ایک مشورہ ضرور دُوں گی۔''

''ضرور دو......!''

''کیا تم کلارک کی زندگی کو پسند نہیں کرتے؟''

''بے حد پسند کرتا ہوں۔''

''میرے خیال میں وہ اپنی زندگی کا، کامیاب ترین انسان ہے۔ یقین کرو! ہم نہایت

سکون زندگی گزار رہے ہیں۔ زندگی میں جدوجہد بے شک زندگی کی نمائندگی کرتی ہے۔ لیکن ہر جدوجہد کی ایک منزل ضرور ہوتی ہے۔ خود کو گم کردہ منزل رکھو گے تو کبھی سکون نہ حاصل ہو گا۔ بے شک جدوجہد کرو۔ لیکن منزل کو نگاہ میں ضرور رکھنا۔ زندگی کے ہر مسافر کی کوئی نہ کوئی منزل ضرور ہوتی ہے۔ منزل پر جا کر سکون کے وہ سانس مہیا ہوتے ہیں جنہیں جدوجہد کا حاصل کہا جا سکتا ہے۔''

''ہاں ماریا......! تمہارا خیال درست ہے۔''

''اپنے تصورات کی بلندیاں پا لو تو منزل ضرور تلاش کرنا۔''

''یقیناً کروں گا۔ لیکن اگر تم جیسی کوئی لڑکی زندگی میں آئی تو۔''

''مجھے یقین ہے، تم محروم نہ رہو گے۔'' ماریا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

سویا کی کہانی ختم ہو گئی تھی۔ کلارک نے اُسے اُس کے سفارت خانے کے حوالے کر دیا تھا اور اس کے بعد اس سلسلہ میں ایسی کوئی بات نہ اُٹھی۔ ہاں! انگلینڈ کے اخبارات میں این ہوپ کے بارے میں بے شمار خبریں آتی رہی تھیں۔ تمام ممالک کی اغواء شدہ لڑکیاں برآمد ہو گئی تھیں اور حکومت برطانیہ اپنی لاپرواہی کے سلسلے میں خاصی بدنام ہوئی تھی۔ لیکن ان ساری باتوں سے نہ تو مجھے سروکار تھا اور نہ سیکرٹ پیلس کے منتظمین کو۔ وہ تو اپنا کام کر کے خاموش ہو گئے تھے۔

بالآخر میری تربیت کے تین سال مکمل ہو گئے۔ سیکرٹ پیلس کی طرف سے مجھے تربیت مکمل ہونے کی مبارکباد دی گئی اور اس کے ساتھ ہی آخری ہدایات بھی...... جن میں کہا گیا تھا کہ ادارہ میری طرف سے مطمئن ہے۔ لیکن اس کے باوجود مجھے ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ کسی طور اس ادارے کے بارے میں میری زبان سے ایک لفظ نہ نکلے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے پیشکش کی گئی کہ اگر میں چاہوں تو کسی بھی ملک میں مجھے کوئی عمدہ حیثیت دلائی جا سکتی ہے۔ لیکن میں نے کہا کہ میں اپنے طور پر زندگی گزاروں گا۔

میرے دوست کلارک اور ماریا نے میرا کورس مکمل ہو جانے کا جشن منایا تھا جس میں ہم تینوں کے سوا اور کوئی شریک نہیں تھا۔

''اب تمہارے کیا ارادے ہیں ڈن؟'' کلارک نے پوچھا۔

''میں اس بار دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گیا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں جلد ہی اپنے وطن واپس جاؤں گا اور پہلی واردات میں فن لینڈ میں ہی کروں گا۔''

''اوہ..... وہ واردات کیا ہو گی؟''

''نہیں کہہ سکتا کلارک! لیکن میری خواہش ہے کہ میں، کین فیملی کا وقار بحال کر دوں۔ اُن لوگوں کو اُن کے مقام پر واپس لے آؤں۔ خود اَب میں ان لوگوں سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گا۔ اپنی دنیا، میں الگ بنانے کا تہیہ کر چکا ہوں۔''

''تو تم یہاں سے چلے جاؤ گے؟'' کلارک نے افسردگی سے کہا۔

''ہاں کلارک..... تمہاری دُعاؤں اور اجازت کا خواہشمند ہوں۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔'' کلارک اور ماریا افسردہ ہو گئے تھے۔ لیکن بہرحال! یہ میرے مستقبل کا معاملہ تھا۔ وہ اس کی راہ میں نہیں آنا چاہتے تھے۔ میں نے کلارک کو اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا تھا۔ اَب یہ ضروری نہیں تھا کہ میں باقاعدہ اُس سے رُخصت ہوتا۔ چند روز وہاں رہ کر میں نے کچھ ضروری انتظامات کئے اور ایک رات خاموشی سے انگلینڈ چھوڑ دیا۔

☆.....☆.....☆

ذہن میں ابھی تک کوئی خاص خیال نہیں تھا۔ بس خیالات، بگولوں کی مانند اُٹھ رہے تھے۔ سب کی شکلیں مختلف تھیں، انداز ایک تھا۔ فن لینڈ جانے کی خواہش اَب بیٹھے بیٹھے درد کی ایک لہر کی مانند دل میں اُٹھتی اور بدن میں دیر تک اینٹھن بنی رہتی۔ میں سوچتا، فن لینڈ یونہی خالی ہاتھ ہلاتے چلے جانا ساری جدوجہد کی توہین تھی۔ طویل کاوشوں کا مذاق تھا۔ جہاں سے کچھ بننے کا تصور لے کر نکلا تھا اور اپنی کوششوں میں کامیاب رہا تھا، وہاں پہلے جیسے ڈن کی حیثیت سے چلنے جانا کہاں کی دانشمندی تھی؟

لیکن فیصلوں کے لئے ماحول کی تبدیلی درکار تھی اور ماحول بدلنے کے لئے لندن چھوڑا تھا۔ فرانس کی جانب جانے کی خواہش میں کسی فیصلے کا دخل نہیں تھا۔ کیونکہ فیصلوں کی تلاش ہی تو اَب آئندہ زندگی کا مقصد تھی۔ بس! پہلا نام فرانس ہی کا ذہن میں آیا تھا اور یہ سب سے قریب، سب سے آسان تھا۔ اس لئے پیرس کا رُخ کیا۔ اور سفر کے لئے تھوی سی جدت کی تھی۔ وکٹوریہ سٹیشن پر پیرس جانے والی گاڑی تیار کھڑی تھی۔ میں نے ٹکٹ خرید لیا اور ٹرین میں سوار ہو گیا۔ گارڈ نے میرا ٹکٹ چیک کیا تھا۔

''یہ گاڑی ڈوور کی بندرگاہ کس وقت پہنچے گی؟'' میں نے یونہی گارڈ سے پوچھا۔

''ٹھیک ڈیڑھ بجے جناب.....!'' اُس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ گارڈ میرا ٹکٹ واپس کر کے چلا گیا تھا۔

پورے کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ صرف تین افراد تھے۔ میں نے گہری نگاہ سے اُن میں سے کسی کو نہ دیکھا۔ انگلینڈ کے لوگ ضرورت سے زیادہ با اخلاق ہوتے ہیں۔ بس! ایک نگاہ ڈال کر دلچسپی کا اظہار کرو، پوری زندگی کا شجرہ معلوم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر خاص طور سے ایسے ماحول میں جبکہ اُنہیں چند گھنٹے ساتھ گزارنے ہوں۔

چنانچہ اُن لوگوں سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ چہرے پر ازلی نحوست طاری کر لی جائے۔ اگر کوئی گفتگو کرنے کی کوشش کرے تو ایسے خشک لہجے میں جواب دیا جائے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسا ٹیڑھا سا جواب دیا جائے کہ اُسے دوبارہ کچھ پوچھنے کی جرات نہ ہو۔ اور میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ میں نے اُن لوگوں کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا اور اُن کے حلیوں سے ناواقف تھا۔ ریلوے سٹیشن سے میں نے ایک رسالہ خرید لیا تھا اور گاڑی میں اپنی آرام سیٹ پر بیٹھتے ہی میں نے رسالہ کھول کر چہرے کے سامنے کر لیا تھا۔ حالانکہ دل ایک پڑھنے کو نہیں چاہ رہا تھا لیکن تھوڑی سی بداخلاقی ضروری تھی۔

گاڑی روانہ ہونے میں صرف تین منٹ تھے جب اُس کمپارٹمنٹ میں دو اور مسافروں کا اضافہ ہوا۔ دوسرے لوگوں کو تو میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا بھی نہیں تھا۔ لیکن نئے آنے والوں کچھ ایسے ہنگامہ خیز تھے کہ نگاہ خود بخود اُن کی طرف اُٹھ گئی تھی۔

تقریباً ساٹھ سال کی عمر کا ایک سرخ و سفید بوڑھا تھا۔ جس نے انتہائی نفیس سوٹ پہنا ہوا تھا۔ چہرے پر بھوری داڑھی تھی اور بال بڑی ترتیب سے سجے ہوئے تھے۔ جسم موٹا تھا لیکن اُسے سہارا دینے والا جاذب نگاہ تھا۔ سیاہ لمبے کوٹ اور بھوری چمڑے کی پتلون پر ملبوس انتہائی پرکشش خدوخال کی مالک لڑکی، جس کے بال گہرے سیاہ تھے، اُسے سنبھالے ہوئے تھی۔

اُس نے کمپارٹمنٹ میں قدم رکھا اور بڑی بے ڈھنگی آواز میں بولا۔ ''ہائے سویتا! تم کو کون سے قبرستان میں لے آئی ہو..... آہ! یہاں تو موت کا سناٹا ہے۔ میوزیشن..... میوزیشن کہاں مر گئے؟''

''آنے..... آنے والے ہیں جناب!'' لڑکی نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا اور بدحواس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

''ابھی تک کیوں نہیں آئے؟ تمہیں معلوم ہے، میوزک کے بغیر میں خود کو نپولین سمجھتا ہوں۔ اَب میں کیا کروں، ٹوئسٹ؟ خیر.....'' اُس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر پیروں کی ٹھوکر دیتے ہوئے تھرکنا شروع کر دیا۔ موٹا جسم تھلتھلا رہا تھا اور وہ بری طرح لڑکھڑا رہا تھا۔ اَب گرا۔

''مسٹر گرائن..... مسٹر گرائن..... براہِ کرم! میوزیشن کا انتظار کریں۔ بس! آنے والے ہوں گے۔''

''انتظار..... آہ! انتظار..... جولانی کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ آتی ہے، جاتی ہے۔ یوں..... یوں..... یوں.....'' اُس نے چٹکی بجانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اُس

ساتھ ہی وہ جھونک میں ایک طرف لڑھکنے لگا لیکن لڑکی نے اُسے تھام لیا تھا۔ وہ غیر معمولی تندرست نظر آتی تھی ورنہ اتنے وزنی آدمی کو سنبھالنا خاصا مشکل کام تھا۔

''مسٹر گرائن! پلیز..... بیٹھ جایئے..... بیٹھ جایئے.....'' وہ تقریباً اُسے گھسیٹتی ہوئی سیٹ تک لائی اور پھر اُس کے شانوں پر دباؤ ڈال کر اُسے بٹھا لیا۔

''لیکن یہاں خاموشی طاری ہے۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو؟''

''ابھی تھوڑی دیر بعد ہنگامہ برپا ہو گا۔ اس وقت آپ خوش ہو جائیں گے۔'' لڑکی نے کہا۔

''یہ آپ نے درست کہا ہے خاتون! اگر اِن صاحب نے ایسی ہی فضول باتیں جاری رکھیں تو یہاں ضرور ہنگامہ ہو گا۔ ممکن ہے، میں انہیں اُٹھا کر چلتی ٹرین سے باہر پھینک دُوں۔ کیا یہ نشے میں ہیں؟'' پہلے سے کمپارٹمنٹ میں موجود ایک شخص نے بھاری آواز میں کہا اور لڑکی نے چونک کر اُسے دیکھا۔ میری نگاہیں بھی اُس طرف اُٹھ گئی تھیں۔ چوڑے شانوں اور چوڑے جبڑوں والا ایک دراز قد نوجوان تھا جو اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

''اوہ، جناب..... میں معاف چاہتی ہوں۔ یہ سب اتفاقیہ ہے۔ مسٹر گرائن کا پہلے سے سفر کا اِرادہ نہیں تھا۔ وہ پیتے رہے۔ اور پھر ہم نے اچانک سفر شروع کر دیا۔ لیکن آپ بے فکر رہیں۔ میں انہیں سلانے کی کوشش کروں گی۔'' لڑکی نے عاجزی سے کہا۔

''یہی مناسب ہے۔ اگر آپ اس میں ناکام رہیں تو مجھے بتا دیں۔ میں انہیں ہمیشہ کے لئے سلا دُوں گا۔'' نوجوان نے کہا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی اور مسٹر گرائن اَب اُلّو کی طرح چونک کر آنکھیں پھاڑ رہے تھے۔

نوجوان کی بدتمیزی پر مجھے بھی غصہ آیا تھا۔ لیکن بہرحال! میں نے مداخلت نہیں کی تھی اور رسالہ پھر چہرے کے سامنے کر لیا۔

پھر ٹرین چل پڑی اور مسٹر گرین اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ''ارے..... ارے سویتا..... سویتا ڈارلنگ! شش..... شاید کوئی زیر زمین تجربہ ہوا ہے۔ دیکھو! زمین ہل رہی ہے۔ آہ..... میری ڈریلا کہاں ہے؟ وہ خوف سے مر جائے گی؟ آہ..... زمین کو روکو..... زمین کو روکو..... زمین کو روکو.....'' وہ خلا میں ہاتھ مارنے لگا۔

''میری مانو لڑکی، میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔'' نوجوان دانت پیستا ہوا بولا۔

''کک..... کیسی مدد جناب؟'' لڑکی نروس نظر آ رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اگر تمہارا ساتھی جاگتا رہا تو ہماری نیند حرام ہو جائے گی۔ اور ہم اپنا سفر بے آرام کرنا چاہتے۔ میرا ایک گھونسا انہیں گہری نیند سلا دے گا۔'' نوجوان نے کہا۔

''اوہ، جناب..... براہِ کرم! ناراض نہ ہوں۔ مجھے دھمکیاں نہ دیں۔ اتفاق سے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ یوں بھی مسٹر گرائن ایک معزز ہیں۔ آپ کو اتنی سنگدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ میں ایک بار پھر آپ سے شرمندہ ہوں۔'' لڑکی نے کہا۔

''اور پورے سفر کے دوران شرمندہ ہوتی رہیں گی۔'' وہ طنزیہ انداز میں بولا اور لڑکی خود کو نہ روک سکا۔ لڑکی مشکل میں تھی اور کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ شاید اس نوجوان کی جسارت سے خوف زدہ۔ اس لئے وہ شیر ہو رہا تھا۔

میں نے رسالہ رکھ دیا۔ ''میرا خیال ہے مسٹر..... آپ واقعی سنگدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اِس بے چاری کا کیا قصور ہے؟ صبر سے کام لیں۔ ہم لوگ بھی موجود ہیں۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا۔

نوجوان میری طرف پلٹ پڑا۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

''خوبصورت لڑکی کے مددگار! جو ہمدردی، جس مقصد کے تحت تمہارے ذہن میں جاگی وہ اسی مقصد کے تحت میرے ذہن میں بھی جاگ سکتی ہے۔ اور چونکہ پہل میں نے کی اس لئے خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔'' اُس نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پھر میں آہستہ اُس نوجوان کے قریب پہنچ گیا۔ دوسرے لوگ سمٹنے لگے تھے۔

''دیکھئے جناب! چلتی ٹرین میں جھگڑا نہ کریں۔'' اُن میں سے ایک بولا۔ لیکن میں نے اُن کی طرف توجہ نہ دی۔

''تم سونا چاہتے ہو.....؟'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''اپنی جگہ واپس جاؤ۔'' نوجوان بھی کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھوں کی اُنگلیاں اکڑی ہوئی تھیں۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مارشل آرٹس سے واقف ہے اور کچھ کرنا چاہتا ہے۔

''تم سونا چاہتے ہو.....؟'' میں نے پھر پوچھا۔

''نہیں..... اَب تو جاگنا چاہتا ہوں، اِن محترمہ کے لئے۔''

''یہ تمہارے لئے بہتر نہ ہو گا۔'' میں نے کہا اور دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ نوجوان کا پینترہ بدلا اور لڑکی کے منہ سے سریلی چیخ نکل گئی۔

لیکن نوجوان ''ہاکا'' کے پرپیچ فن سے واقف نہیں تھا۔ اُس نے اُنگلیاں اکڑا کر ہاتھ گھمایا۔ لیکن اس سے پہلے میں نے اپنا ہاتھ اُس کے کان کے عقب والی رگ پر جما دیا اور سلانے کے لئے اس سے بہتر طریقہ کوئی نہیں ہوتا۔ فوراً نیند آ جاتی ہے۔ پہلے نوجوان کا ایک ہاتھ گھوما اور پھر دوسرا۔ اور پھر وہ خود گھومنے لگا۔ دو تین چکر لئے اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے جھک کر اُسے اُٹھایا اور نہایت احتیاط سے سیٹ پر لٹا دیا۔

''اگر یہ تمہارا ساتھی ہے تو اسے اطمینان سے سونے دو۔'' میں نے دوسرے لوگوں سے کہا۔

''نہیں جناب..... یہ ہمارا ساتھی نہیں ہے۔'' دونوں نے بیک وقت کہا۔ اَب وہ مجھ سے خوف زدہ تھے۔ میں واپس پلٹا اور اپنی جگہ جا بیٹھا۔ میں نے پھر رسالہ اُٹھا لیا تھا۔

کمپارٹمنٹ میں اَب گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ لڑکی بمشکل تمام مسٹر گرائن کو واپس اپنی سیٹ پر بٹھانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ ویسے دوسرے لوگوں کے لئے یہ حیرت انگیز بات تھی۔ نوجوان خاصا قوی ہیکل تھا۔ ہوش و حواس میں تھا۔ اُس کا اِس طرح پلک جھپکتے زیر ہو جانا یقیناً اُن کے لئے عجیب بات ہو گی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے چور نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

بہرحال! شکر تھا کہ اس کے بعد مسٹر گرائن کو بھی قرار آ گیا۔ اُنہوں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا تھا اور لڑکی نے اُن کے جسم پر نرم کمبل ڈال دیا۔ خود وہ اُن سے چند فٹ کے فاصلے پر بیٹھ گئی۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

ٹرین کا سفر جاری تھا۔ وہ برق رفتاری سے اپنی پٹڑیوں پر دوڑ رہی تھی۔ کھڑکی کے گہرے شیشوں کے دوسری جانب سناٹا بھاگ رہا تھا۔ کہر ملی رات، سائیں سائیں کر رہی تھی۔ میں نے ایک نگاہ باہر ڈالی۔ لڑکی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لئے میں نے اُس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ چند ساعت میں دوڑتے ہوئے خاموش سناٹے کو گھورتا رہا۔ اور پھر رُخ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں کمپارٹمنٹ کے ماحول سے خود کو بے نیاز کرنے میں کوشاں تھا تاکہ خیالات کو یکجا کر لوں اور پھر اپنے بارے میں سوچوں۔ جیسا کہ گارڈ نے بتایا تھا کہ ڈوور کی بندرگاہ تک پہنچتے پہنچتے ڈیڑھ بج جائے گا۔ اَب نیند آئے یا نہ آئے، لیکن جاگنے کے لئے بھی خالی الذہن تو نہیں رہا جا سکتا تھا۔

ہلکی سی خوشبو کا احساس ہوا۔ نہ جانے کہاں سے آئی تھی؟ میری پسندیدہ خوشبو تھی۔ لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے بارے میں میرے ذہن میں زیادہ تجسّس نہ بیدار ہوا۔ ہاں! نرم سی آواز نے چونکا دیا۔ ''آپ سو رہے ہیں جناب؟''

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کمپارٹمنٹ کی واحد حسینہ میرے سامنے کی سیٹ پر آ تھی۔ اتنی خاموشی سے کہ مجھے اُس کے لباس کی سرسراہٹ بھی نہیں محسوس ہوئی تھی۔

''نہیں خاتون..... یونہی آنکھیں بند کر لی تھیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مسٹر گرائن گہری نیند سو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے، اَب وہ مشکل سے جاگیں میرے ذہن میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کا احساس مچل رہا تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔ وہ کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگوں کو نظر انداز کر کے مسلسل آپ بدتمیزی کر رہا تھا۔ میں نے اُسے احساس دلایا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔''

''آپ نے میری مدد کی ہے۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں۔''

''آپ شکریہ ادا کرنے پر مصر ہیں تو ٹھیک ہے۔'' میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

''اگر آپ سونا چاہ رہے ہوں تو میں آپ کو پریشان نہ کروں.....'' اُس نے پرا انداز میں کہا اور میں نے اُسے بغور دیکھا۔

''آپ کیا چاہتی ہیں خاتون؟''

''اوہ..... دیکھئے! آپ یقین کیجئے۔ میں صرف آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ آپ کی اس مدد پر خاموش رہ جانا بھی بد اخلاقی تھی۔ لیکن میں دبے پاؤں آپ کے نز آئی تھی۔ تاکہ اگر آپ سو رہے ہوں تو آپ کی نیند خراب نہ کروں۔''

''اور اَب آپ شکریہ ادا کر کے واپس جانا چاہتی ہیں۔ کیا آپ کو بھی نیند آ رہی ہے؟''

''نہیں..... نہ مجھے نیند آ رہی ہے اور نہ ہی میں سوؤں گی۔ ٹرین میں سونے والوں لئے میرا ایک نظریہ ہے۔''

''کیا؟'' میں نے کسی قدر دلچسپی کا اظہار کیا۔

''سفر طویل ہو تو بیزاری طاری ہو جاتی ہے۔ اور پھر نیند کی ضرورت بھی پوری ہونا امر ہے۔ لیکن مختصر! سفر میں سونے والے میری نگاہ میں مردم بیزار اور کاہل ہوتے ہیں کسی منزل کے لئے کیا جاتا ہے اور منزل جو مختصر فاصلے پر ہو، سو کر تلاش نہیں کی جاتی کے لئے لگن اور جستجو ہونی چاہئے۔ ہمارا سفر صرف چند گھنٹوں کا ہے اور اس کے بعد منز جائے گی۔ اس مختصر سفر کے لئے سونے کی شدید تر خواہش اس بات کا اظہار کرتی ہ

چھوٹے چھوٹے جذبے آپ پر حاوی ہیں۔''

''خوب..... تو آپ کو نیند نہیں آ رہی۔''

''نہیں.....!'' اُس نے جواب دیا۔

''تو پھر بیٹھیں۔ گفتگو کریں۔''

''شکریہ.....! میرا نام سویتا ہے۔ اور یہ میرے باس مسٹر گرائن ہیں۔''

''باس ہیں آپ کے.....؟''

''ہاں.....!''

''تکلیف دہ باس.....؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''نہیں..... اس کے برعکس نہایت مہربان اور مشفق۔ ہر انسان کی کمزوریاں ہوتی ہیں۔ شراب، مسٹر گرائن کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اور پی کر بہک جانا ان کی شدید ترین خواہش۔ وہ اتنی پیتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی گنجائش نہ رہے۔ لیکن اپنے اصولوں کے پابند بھی ہیں۔ آج کا واقعہ بھی عجیب تھا۔ اپنے پروگرام، وہ اپنی نوٹ بک میں درج کرتے ہیں اور ان پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ لیکن صرف شراب ایسی شے ہے جو اُنہیں ہر پروگرام سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اور جب شراب کی وجہ سے اُن کا کوئی پروگرام ادھورا رہ جاتا ہے تو وہ ہفتوں افسردہ رہتے ہیں۔ اس وقت بھی پینے بیٹھے تو بھول گئے کہ اُنہیں ہر قیمت پر آج واپس پیرس روانہ ہونا ہے۔ وہ تو اتفاق سے اُن کی ڈائری میرے ہاتھ آ گئی اور اس میں یہ پروگرام دیکھ کر میں پریشان ہو گئی۔ مسٹر گرائن، سفر کرنے کے قابل نہیں تھے۔ لیکن اگر وہ یہ سفر نہ کرتے تو نہ جانے کتنے دن پریشان رہتے؟ انتہائی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے میں انہیں یہاں تک لائی ہوں۔''

میں دلچسپی سے اُس کی گفتگو سن رہا تھا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بلاشبہ آپ ایک فرض شناس خاتون ہیں۔''

''آپ یقین نہیں کریں گے۔ نشے کی حالت میں مسٹر گرائن کو سنبھالنا کس قدر مشکل کام ہے۔ ابھی تو مجھے بہت سے مراحل سے گزرنا ہے۔'' وہ فکرمندی سے بولی۔

''آپ انہیں پیرس لے جائیں گی؟''

''ہاں..... کسی تاخیر کے بغیر۔'' اُس نے جواب دیا۔ اور ایک لمحے کے لئے میری سوچ کا انداز بدل گیا۔ میں نے ایک نگاہ اُس پر ڈالی۔ پیرس کی خوب صورت دوشیزہ، پہلی شناسا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے طور پر بری نہیں ہے۔ کیوں نہ اُس کا قرب حاصل کر کے تھوڑی سی تفریح کا سامان کیا جائے۔''

''آپ نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟'' اُس نے کہا۔

''میں مورگن ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا ڈوور جا رہے ہو؟''

''ہاں..... اور وہاں سے پیرس۔''

''اوہ.....! پیرس؟'' اُس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''ہاں..... کیوں؟ آپ کے انداز میں اضطراب ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں..... لیکن..... لیکن آپ سوچیں گے کہ بعض اوقات کسی کے ساتھ تھوڑی سی ہمدردی، مستقل اُلجھن بن جاتی ہے۔'' اُس نے کہا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' میں نے اُس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

''دیکھئے! میں تنہا ہوں اور آپ جیسے مضبوط ہمدرد خوش بختی سے ہی مل سکتے ہیں۔ اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ پیرس تک میرے ساتھی بن جائیے تو ایک غیر مناسب بات ہو گی۔ لیکن میری مجبوری کو مدنگاہ رکھتے ہوئے اگر آپ اسے قبول کر لیں تو میں بے حد شکر گزار ہوں گی۔''

''ایک شرط پر.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی.....؟'' اُس نے میری طرف دیکھا۔

''پیرس میں قیام کے دوران آپ مجھ سے ملاقات کرتی رہیں گی۔''

''اوہ..... میں تو سمجھی، آپ نہ جانے کیا شرط پیش کرنے والے ہیں۔ یہ تو خود میری خوش بختی ہو گی۔ مسٹر گرائن کو جب معلوم ہو گا کہ آپ ایسے انوکھے انسان ہیں تو وہ بھی آپ پر دلدادہ ہو جائیں گے۔''

''میں انوکھا کیوں ہوں؟''

''ایک تندرست و توانا شخص کو آپ چند لمحات میں ہوش و حواس سے عاری کر دیتے ہیں۔ آپ ماحول پر چھا جانے کی قوت رکھتے ہیں۔''

''اَب آپ نے مجھے شکریہ ادا کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اور وہ ہنسنے لگی۔ پھر تشویشناک انداز میں بولی۔

''آپ کے اندازے کے مطابق وہ کتنی دیر بے ہوش رہے گا؟''

''ایک آدھ گھنٹے..... کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''کیا ہوش میں آنے کے بعد وہ انتقامی کارروائی نہیں کرے گا؟ وہ مجھے کافی برا آدمی لگتا ہے۔''

''میں اُسے پھر سلا دُوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہرحال! آپ دلچسپ اور حیرت انگیز انسان ہیں مسٹر مورگن! میں آپ سے بہت متاثر ہوں۔''

''کیا پیرس کی لڑکیاں ایسے لوگوں کو پسند کرتی ہیں؟''

''آپ کا تعلق پیرس سے..... میرا مطلب ہے فرانس سے تو نہیں ہے؟''

''نہیں..... نہیں۔ میں پہلی بار فرانس جا رہا ہوں۔''

''اوہ.....! تو آپ انگلینڈ کے باشندے ہیں۔''

''ہاں.....!'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن تعجب ہے، آپ اتنے نزدیک ہونے کے باوجود بھی کبھی فرانس نہیں گئے۔''

''میں دوسرے ممالک میں رہا ہوں۔ انگلینڈ میرا آبائی وطن ہے۔''

''تب میرا وعدہ..... میں آپ کو فرانس کی سیر کراؤں گی۔''

''دوسری بار آپ کا شکریہ!'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ لڑکی کی معیت میں میرا ذہنی بوجھ کم ہو گیا ہے۔ اُس کی باتیں صاف ستھری اور دلچسپ تھیں اور اُس کا قرب کشش انگیز۔ نزدیک سے دیکھنے پر وہ اور پرکشش نظر آ رہی تھی۔ اور اُس کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو، اُس کی شخصیت سے ہم آہنگ تھی۔

''پیرس تک کا سفر کتنا طویل ہو گا؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہ..... ہاں! آپ تو پہلی بار وہاں جا رہے ہیں۔ ڈیڑھ بجے تک ہم ڈوور پہنچ جائیں گے۔ وہاں سے دو بجے اسٹیمر چلے گا اور روو بار، انگلستان عبور کر کے چھ بجے کے قریب ہم فرانس کی بندرگاہ، ڈنکرک پہنچ جائیں گے۔ اور پھر فرانس کی گاڑی ہمیں براہِ راست پیرس پہنچا دے گی۔'' اُس نے جواب دیا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

ڈوور کے سفر تک وہ کافی بے تکلف ہو چکی تھی۔ اپنے آقا مسٹر گرائن کے بارے میں اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کئی دلچسپ انکشافات کئے تھے۔ ''مسٹر گرائن بے حد فراخ دل انسان ہیں۔ بڑی شاندار طبیعت کے مالک۔''

''کیا کرتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''عظیم الشان کاروبار ہے۔ بے شمار ممالک سے خام اشیاء برآمد کرتے ہیں۔''

''آپ کے ساتھ اچھا سلوک ہے؟''

''ایک شفیق باپ کی مانند..... یوں بھی وہ غیر شادی شدہ ہیں۔''

''اوہ..... بہت خوب۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں..... نہیں۔ میں اس کے بارے میں نہیں جانتی۔'' اُس نے جواب دیا۔

میں خاموش ہو گیا۔ بہرصورت! مسٹر گرائن کے بارے میں اُس نے جو کچھ بتایا تھا، وہ عجیب وغریب ضرور تھا۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ میں اُس میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لوں۔

ان باتوں کے علاوہ میں نے کوئی اور قدم نہیں بڑھایا تھا۔ ویسے بھی یہ فوری طور پر مناسب نہیں تھا۔ ہاں! پیرس پہنچنے کے بعد وہ اگر مجھ سے ملتی رہتی تو میں بہرصورت! اُس کا ساتھ پسند کرتا۔

وہ شخص جس نے سویتا سے بدتمیزی کی تھی، ابھی تک وہیں پڑا تھا۔ پتہ نہیں، ہوش میں آیا تھا یا نہیں؟ یا پھر ہوش میں آ کر اُس نے سوتے رہنا ہی پسند کیا تھا؟''

ہم نے ایک دو بار اُس پر نگاہ دوڑائی تھی۔ سویتا جب اُس کی جانب دیکھتی، اُس کے چہرے پر اضطراب کے آثار پھیل جاتے۔ لیکن میں نے اس بارے میں کوئی تبصرہ نہ کیا۔

کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ بھی غالباً سو گئے تھے۔ صرف ہم دونوں جاگ رہے تھے اور ماحول بے حد عجیب تھا۔ سویتا اگر ضرورت سے زیادہ شریف لڑکی نہ ہوتی تو یہ ماحول خاصا رومان پرور ہو سکتا تھا۔ لیکن میں بھی کوئی تیز قدم اُٹھانا نہیں چاہتا تھا۔

بہرحال..... یہ طویل سفر ختم ہو گیا اور ہم ڈوور کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ ٹرین سے اُترے۔ لیکن ہم نے یہ جائزہ نہیں لیا تھا کہ وہ شخص، ٹرین سے اُترا یا نہیں؟ یا اگر اُترا تو اُس کا رُخ کس جانب ہے؟ چونکہ میں نے سویتا سے وعدہ کیا تھا کہ مسٹر گرائن کو سنبھالنے میں اُس کی مدد کروں گا۔ چنانچہ مسٹر گرائن کو جگانا اور اسٹیمر تک لانا خاصا مشکل کام تھا۔ عجیب شخص تھا وہ بھی۔ ہمارے جگانے سے ہوش میں تو آ گیا تھا لیکن شراب ابھی تک اُس پر سوار تھی۔ اُلٹی سیدھی باتیں کرتا رہا تھا وہ۔ کسی نہ کسی طرح ہم اُسے اسٹیمر تک لے آئے اور ٹھیک دو بجے

اسٹیمر نے بندرگاہ چھوڑ دی اور ہم نے سمندری سفر طے کرنا شروع کر دیا۔

اسٹیمر پر سوار ہونے کے بعد سویتا کچھ اور مطمئن ہو گئی تھی۔ اُس نے ایک طویل سانس لی اور میرے نزدیک بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس کے بعد کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ میں تو صرف یہ سوچ رہی تھی بلکہ پریشان ہو رہی تھی کہ بندرگاہ پر کہیں یہ شخص ہوش میں آ گیا تو خاصا شور مچائے گا۔ اور ممکن ہے اس کے کچھ اور ساتھی بھی یہاں مل جائیں۔''

''ہاں..... ٹھیک ہے۔ تمہاری سوچ غلط تو نہیں تھی۔'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں نے یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اگر ایسا ہو جاتا تو اُنہیں کیا نقصان اُٹھانا پڑتا؟

روو بار، انگلستان کی سرد اور بپھری ہوئی موجود کو چیرتا ہوا ہمارا عظیم الشان اسٹیمر، فرانس کی بندرگاہ ڈنکرک کی جانب رواں تھا۔ دوسرے لوگ بھی تھے جن میں زیادہ تر فرانسیسی تھے اور رات کے سفر کی وجہ سے مضمحل نظر آ رہے تھے۔

ڈوور کی مشہور زمانہ سفید چٹانیں جو اندھیرے میں مٹیالی لگ رہی تھیں، آہستہ آہستہ ہم سے دُور ہوتی جا رہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی روشنیوں سے منور تھا۔ لہروں کے شور اور گھپ اندھیرے میں قلعے کے سنگلاخ در و دیوار سے پھوٹتی ہوئی ہلکی روشنی میں ایک مہیب قسم کی خوبصورتی تھی۔ دُور سے یہ قلعہ طلسمی قلعہ لگ رہا تھا اور سامنے کی سمت مکمل تاریکی تھی۔ ابھی ڈنکرک کا شہر کافی دُور تھا۔

بہرصورت! ہمارا سفر جاری رہا۔ عرشہ ویران پڑا تھا۔ تمام مسافر رات کی خنکی اور سمندر کی نرم آلود ٹھنڈی ہوا سے بچنے کی خاطر اسٹیمر کی نچلی منزل پر واقع قہوہ خانے میں جا چکے تھے۔ صرف ہم لوگ تھے جو ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے اور اس کی وجہ شاید مسٹر گرائن تھے۔

سویتا اُن کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اور میرا اُٹھ کر چلے جانا کسی حد تک بداخلاقی پر مشتمل تھا۔ حالانکہ اس وقت اس موسم میں کافی کی طلب شدید ہو رہی تھی۔

کافی دیر تک میں اس خواہش کو دبائے رہا۔ اور پھر میں نے سویتا کی طرف دیکھا۔ ''مس سویتا! میں محسوس کر رہا ہوں کہ شاید آپ کو سردی لگ رہی ہے۔''

''اوہ..... کوئی خاص نہیں جناب! لیکن بہرصورت، موسم خنک ہے۔''

''کیا خیال ہے..... کیا ہم اپنے گرم لباس، مسٹر گرائن کو اوڑھا کر نیچے نہیں چل سکتے؟''

''اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے جناب۔ لیکن مجھے صرف یہ خطرہ ہے کہ کہیں مسٹر گرائن جاگ نہ جائیں اور کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جو ہمارے لئے تکلیف دہ بن جائے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہوں..... تو آپ مسٹر گرائن کے پاس رہنا چاہتی ہیں؟''

''پلیز..... آپ محسوس کریں۔'' اُس نے لجاجت سے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گی.....؟'' میں نے پوچھا اور کھڑا ہو گیا۔

جواب میں اُس نے مجھے ایسی نگاہوں سے دیکھا، جیسے وہ میرے اس انداز سے پریشان ہو گئی ہو۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''مسٹر مورگن! شاید آپ نے یہ بات بری محسوس کی ہے۔''

''اوہو..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے کافی کی ضرورت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں بھی یہ ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ لیکن خیر..... آیئے! چلتے ہیں۔'' اُس نے کہا اور کھڑی ہو گئی۔

میں نے شانے ہلائے۔ ظاہر ہے، مسٹر گرائن کا جس قدر احساس وہ کر سکتی تھی، میں تو نہیں کر سکتا تھا۔ میں مسٹر گرائن کا ملازم تو نہیں تھا۔ ظاہر ہے، اخلاقی طور پر تو میں اس حد تک مناسب سمجھ کر اُن کا خیال رکھ سکتا تھا۔ اس سے آگے نہیں۔

چنانچہ میں نے اُس کے ساتھ آنے پر اعتراض نہیں کیا۔ اُس نے مسٹر گرائن کو کمبل اوڑھا دیا تھا اور مسٹر گرائن خراٹے لے رہے تھے۔

تب ہم بھی اسٹیمر کی نچلی منزل پر اُتر آئے جہاں قہوہ خانہ تھا۔ قہوہ خانہ انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہاں پر لہروں کے شور کی بجائے انسانی آوازوں کا شور تھا۔ چند لوگ کافی پی رہے تھے اور کچھ شراب نوشی میں مشغول تھے۔ اکثر لوگ کرسیوں اور میزوں پر ٹانگیں پھیلائے اونگھنے میں مصروف تھے۔

دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے ایک بوڑھا انگریز، ہاتھ میں چھاتا لئے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اُس کے کسی حصے میں کوئی جنبش نہیں تھی۔ ایک جانب چند نوجوان اپنے قد آور سازوں کے ساتھ ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے۔ شاید پیرس میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لئے جا رہے تھے جہاں فن کی قدر کی جاتی ہے، خواہ وہ موسیقار ہو یا مصور۔

ہم لوگ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے انسانی جسموں میں سے راستہ بناتے ہوئے قہوہ خانے کے کاؤنٹر میں پہنچ گئے اور کافی طلب کی۔

''کافی؟'' کاؤنٹر کلرک نے تعجب سے کہا۔

''ہاں..... کافی۔''

''اوہ..... یس سر!'' اُس نے میرے بھاری لہجے پر غور کرتے ہوئے گردن ہلائی اور تھوڑی دیر کے بعد کافی کے دو جگ ہمارے سامنے رکھ دیئے گئے۔

کافی کے گرم گرم گھونٹ، خاصی فرحت بخش رہے تھے۔ سویتا بھی خاموشی سے چسکیاں لے رہی تھی۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''عجیب و غریب ماحول ہے۔''

''ہاں.....'' میں نے جواب دیا۔

''ویسے زیادہ تر لوگ شراب پی رہے ہیں۔''

''تم اگر خواہشمند ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں، ایک شخص ہی شراب کے نشے میں کس قدر تکلیف دہ بنا ہوا ہے۔''

''مسٹر گرائن؟'' میں نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا۔

''ہاں.....!''

''تمہیں اُلجھن تو ہوتی ہو گی سویتا۔''

''کیا بتاؤں جناب..... مسٹر گرائن، ہوش میں آ جائیں اور اُن سے آپ کی ملاقات ہو تو آپ اُن کے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ ایک مشفق اور مہربان شخص ہیں۔ اور اُن کی کوئی بھی بات بری نہیں لگتی۔'' سویتا نے کافی پیتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... بعض اوقات، بعض لوگ اپنی حیثیت سے ہٹ کر اچھے لگتے ہیں۔'' میں نے کہا اور سویتا نے ایک نگاہ پورے ماحول پر ڈالی۔ اور پھر آہستہ سے بولی۔

''اسٹیمر پر دراصل ٹیکس فری شراب ملتی ہے۔ اور اس کی قیمت آدھی سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ اکثر لوگ، ہفتے میں ایک بار فرانس کا چکر اس لئے لگاتے ہیں کہ شراب پئیں، آوارہ گردی کریں اور پھر واپس لندن آ جائیں۔''

''ہاں! شراب کے رسیا.....'' میں نے آدھا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میرا خیال ہے مسٹر مورگن! کافی پینے کے بعد واپس چلیں۔''

''تمہارے ذہن میں شاید مسٹر گرائن ہیں۔''

''ہاں..... یہ میری ڈیوٹی بھی ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''اگر تم محسوس نہ کرو تو تم کافی پینے کے بعد چلی جاؤ۔ میں تھوڑی دیر کے بعد آ جاؤں

گا۔'' میں نے کہا۔

''اوہو..... آپ کو یہ ماحول کچھ زیادہ ہی پسند آیا ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ ظاہر ہے، ہر آپ کو مجبور نہیں کر سکتی۔'' اُس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

درحقیقت وہ مجھے مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ اور میں خود بھی مجبور کیوں ہوتا؟ یہ ماحول بے شک عجیب سا تھا۔ لیکن مجھے پسند تھا۔ اور پھر سویتا کے ساتھ اسٹیمر کے اُوپری حصے میں گزرنے والی خنک رات کچھ ایسی دلکش بھی نہیں تھی کہ میں اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتا۔ چنانچہ وہ، وہاں سے چلی گئی اور میں اکیلا رہ گیا۔ میں نے کاؤنٹر پر جا کر کافی کا ایک اور کپ طلب کیا اور پھر وہیں ٹِک کر اُس کی چسکیاں لینے لگا۔ تب ایک عجیب و غریب جوڑا میرے نزدیک آ گیا۔

لڑکی اٹھارہ اُنیس سال سے زیادہ کی نہیں ہو گی۔ اُس کے خدوخال سے معصومیت ٹپکتی تھی۔ آنکھیں گو، نشے سے بوجھل تھیں لیکن اُن میں معصومیت کی قندیلیں بجھی نہیں تھیں۔ اس کے برعکس اُس کا ساتھی پینتالیس سے اُوپر ہی ہو گا، گٹھے ہوئے بدن کا مالک تھا۔ دونوں کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ اُدھیڑ عمر شخص نے کاؤنٹر کے نزدیک پہنچ کر اُس پر زور سے ہاتھ مارا اور ویٹر اُس دستک کا مطلب بخوبی سمجھتا تھا۔ اُس نے جلدی سے عقبی الماری سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکال کر سامنے رکھ دیئے اور پھر اُن میں شراب بھر دی۔

دفعتہً اُدھیڑ عمر شخص نے ہوا میں ناک اُٹھا کر سونگھنا شروع کر دیا۔ اور پھر اُس نے میری کافی کے کپ میں ناک جھکا دی اور متحیرانہ انداز میں بولا۔ ''کافی..... شیلی! کافی.....'' اُس نے لڑکی کو مخاطب کیا تھا۔

''کافی.....؟'' لڑکی نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا اور پھر اُس نے بھی بڑے متحیرانہ انداز میں میرے کافی کے برتن سے ناک لگا دی۔ ''ہاں..... سچ مچ..... ہچ..... کافی.....''

''تم کافی پی رہے ہو؟'' ادھیڑ عمر شخص نے کہا۔

''ہاں.....!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''آہ..... میرے وطن کے غریب لوگ۔ سستی، ڈیوٹی فری شراب بھی نہیں پی سکتے۔ میں تمہارے لئے غمزدہ ہوں نوجوان!'' اُس نے شراب کا گلاس، حلق میں اُنڈیل لیا۔

''شکریہ بوڑھے.....!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''کیا..... کیا..... بوڑھا..... ہچ..... بوڑھا؟'' اُس نے بگڑ کر کہا۔

''ہاں..... افسوس! میرے ساتھ ایسی کوئی خوب صورت لڑکی نہیں ہے۔ ورنہ میں بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شراب پیتا۔'' میں نے کہا۔

''آہ..... میرے وطن کا غریب نوجوان، زندگی سے کس قدر دُور ہے۔'' اُس نے گلاس، کاؤنٹر پر بجاتے ہوئے کہا اور ویٹر نے گلاس بھر دیا۔ میں کاؤنٹر سے پلٹ پڑا۔ لڑکی اُس کے ساتھ کافی خوش نظر آ رہی تھی اس لئے یہاں رُکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پھر..... کیا، کیا جائے..... واپس عرشے پر..... کم از کم سویتا سے باتیں ہی کی جائیں۔ بلاوجہ میں نے اُس سے بے رُخی برتی۔ میں واپس عرشے پر آ گیا۔

جس جگہ میں نے مسٹر گرائن کو چھوڑا تھا، وہاں وہ دونوں موجود نہ تھے۔ اُوپر کافی سردی تھی۔ عرشہ سنسان پڑا تھا۔ میں نے سوچا شاید سردی نے مسٹر گرائن کا نشہ ہرن کر دیا اور اُنہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔ بہرحال! اَب اُن لوگوں کو تلاش کرنا فضول تھا۔ میں عرشے پر ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور پھر چند ہی قدم چل کر مجھے رُک جانا پڑا۔ لمبے لمبے بالوں والے کمبل کے اندر کوئی زور زور سے ہل رہا تھا۔ بھورے رنگ کا گرم کمبل، جس پر لرزہ طاری تھا اور اُس سے کوئی آواز آ رہی تھی۔

میں رُک کر اُس آواز کو سننے لگا۔ ''اُف..... سردی ہے کہ قیامت..... لعنت ہے..... لعنت ہے۔'' کمبل سے آواز آئی اور میں نے دیدے مٹکائے۔ نسوانی آواز تھی۔

''آپ کو یہاں سونے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟'' میں نے کہا اور کمبل ایک دم کھل گیا۔

''تم..... تم کون ہو؟'' آواز آئی۔

''اسٹیمر کا مسافر۔'' میں نے جواب دیا۔

''تمہیں سردی نہیں لگ رہی؟'' پوچھا گیا۔

''سردی تو ہے۔'' میں نے کہا۔

''تو آؤ..... اندر آ جاؤ۔ یہاں اور کون سی جگہ ہے سونے کی؟ اور نہ سویا جائے تو کیا، کیا جائے؟'' دعوت ملی اور میرا دِل دھک سے ہو گیا۔ کھلے کمبل میں سے نکلنے والا سر، کافی خوبصورت بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ مدھم روشنی میں، میں نے دیکھا۔ چہرہ بھی برا نہیں تھا اور اس وقت..... اس تنہائی میں۔ اس بیزاری کے ماحول میں یہ حسین دعوت کسی نعمت سے کم نہیں تھی۔

''آ جاؤ مسافر! ورنہ سردی سے ٹھٹھر کر مر جاؤ گے۔'' کمبل کچھ اور وا ہو گیا اور میں جوتوں سمیت اس میں داخل ہو گیا۔ اُس نے مجھے کمبل سمیت لپیٹ لیا تھا۔ خاصا گداز بدن تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جوانی کی نعمتوں سے مالا مال۔ میرے بدن میں ایک دم گرمی دوڑ گئی۔ ''آہ..... مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ بڑی سردی لگ رہی تھی۔ کچھ اور چمٹ جاؤ۔'' آواز بھی دل کش تھی۔ میں نے اُس کی فرمائش پوری کر دی۔ ''تم تو کچھ بول ہی نہیں رہے.....''

''سردی کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی۔'' میں نے جواب دیا۔

''مگر تمہارا بدن تو خوب گرم ہے۔ اونہہ، چہرہ ڈھک لو! باہر کی ہوا کی ایک رمق بھی اندر نہیں آنی چاہئے۔ حالانکہ کمبل خوب گرم ہے۔ لیکن آسمان سے نظر نہ آنے والی برف گر رہی ہے۔''

''ہاں.....'' مین نے لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ اُس کا چہرہ، میرے ہاتھوں کو چھو رہا تھا۔ میں نے بے تکلفی سے اُس کے بدن کو بھینچ لیا۔

''تمہیں نیند آ رہی ہے؟'' پوچھا گیا۔

''نہیں.....''

''دل تو میرا سونے کے لئے چاہ رہا ہے۔ لیکن بھلا اِس عمر میں نیند آ سکتی ہے؟ باتیں کرو۔ لیکن کمبل کے اندر اندر۔''

''ٹھیک ہے.....!''

''فرانس جا رہے ہو؟''

''ظاہر ہے، یہ اسٹیمر فرانس ہی تو جا رہا ہے۔''

''اوہ، ہاں.....! اچھا تو تمہارا نام کیا ہے؟''

''مورگن.....!'' میں نے جواب دیا۔

''برٹش ہو.....؟''

''ہاں.....!''

''اَب اور کیا پوچھوں؟'' اُس نے سوال کیا اور ہنس پڑی۔ میری سانسیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جسموں کی گرمی بہت سے الفاظ تخلیق کر رہی تھی۔ لیکن اُس کی طرف سے کوئی تحریک نہیں تھی۔ البتہ چند ساعت کے بعد اُس کے الفاظ سنائی دیئے۔ ''عجیب انسان ہو..... میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھو گے؟''

''بتا دو.....'' میں نے کہا۔

''میرا نام گینٹرا ہے۔ آدھی اِدھر، آدھی اُدھر۔ یعنی ماں فرانسیسی تھی اور باپ انگریز۔

لندن ہی میں رہتی ہوں۔ لیکن ہر سال اپنی خالہ کے پاس جاتی ہوں۔ مجھے لندن کی نسبت پیرس زیادہ پسند ہے۔ آہ..... دریائے سین کے حسین کنارے جہاں میں ہر شام سیر کرنے نکل جاتی ہوں۔ ہائے..... تھوڑے سے چمٹ جاؤ۔'' کمبل کی عورت نے کہا اور میں نے اُسے اور زور سے بھینچ لیا۔

''تمہیں تو نیند آ رہی تھی گینٹرا!'' میں نے کہا۔

''اَب نہیں آ رہی۔ گرمی بھی مل گئی ہے اور گفتگو کے لئے تم بھی۔ مجھے باتیں کرنے کا بہت شوق ہے۔ ویسے بھی اَب سفر مختصر ہے۔ میں اتنی بار لندن سے پیرس جا چکی ہوں کہ اَب سٹیمر کی رفتار اور صرف وقت سے بتا سکتی ہوں کہ سفر کتنا باقی رہ گیا ہے؟''

بلاشبہ وہ صرف باتوں کی مریض تھی۔ کمبل کے اندر چھپے ہوئے اُس کے بدن سے چمٹے ہوئے طویل عرصہ گزار چکا تھا لیکن وہ صرف باتیں کئے جا رہی تھی۔ اُس کی آواز سے کہیں جذبات کا خمار نہیں جھانکا تھا۔ اور میں انتظار ہی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسٹیمر کا بھونپو کریہہ آواز میں چیخ پڑا۔

''ہم ڈنکرک کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔'' اُس نے کہا اور جلدی سے منہ کھول دیا۔ میں نے بھی اَب کمبل سے نکل آنا ہی مناسب سمجھا تھا۔ بھونپو چیخنے کے بعد لازمی تھا کہ دوسرے مسافر بھی اُوپر آ جائیں گے۔ اور ممکن ہے سویتا بھی۔ اُن سب کے سامنے کمبل سے نکلنا عجیب لگے گا۔ کون یقین کرے گا کہ میں نے یہ چند گھنٹے صرف کمبل کے سائے میں گزارے ہیں۔ چنانچہ میں کمبل سے باہر نکل آیا۔

''تھینک یو مسٹر مورگن! آپ کے تعاون کا۔'' اُس نے کہا اور مجھے اُس پر غصہ آنے لگا۔ کمبخت نے خواہ مخواہ ساری رات ذہنی ہیجان میں رکھا۔ میں نے اُسے جواب بھی نہیں دیا اور آگے بڑھ گیا۔ سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا اور ڈنکرک کا شہر نظر آنے لگا تھا.....

میں عرشے کی ریلنگ کے ساتھ کھڑا ہو کر سرمئی صحرا کو دیکھ رہا تھا۔ اسٹیمر کے دوسرے مسافر بھی اُوپر آ گئے تھے۔ تب، عقب سے سویتا کی آواز سنائی دی۔ ''ہم آپ کو تلاش کر رہے تھے مسٹر مورگن.....!'' میں نے پلٹ کر دیکھا۔ سویتا اور مسٹر گرائن میرے نزدیک کھڑے تھے۔ مسٹر گرائن اَب پوری طرح ہوش میں آ گیا تھا اور اس وقت یہ شخص کافی بدلا ہوا لگ رہا تھا۔

''ہیلو.....!'' مسٹر گرائن نے بھاری آواز میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہیلو مسٹر گرائن.....!'' میں نے پر اخلاق انداز میں جواب دیا اور مسٹر گرائن مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے اُن سے مصافحہ کیا۔

''رات کو میری جو حالت تھی، اس کے لئے میں شرمندہ ہوں۔ آپ کو میری وجہ تکلیف اُٹھانی پڑی۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔

''کوئی بات نہیں مسٹر گرائن.....!'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''دراصل پروگرام میرے ذہن میں نہیں رہا تھا۔ لیکن میری بچی نے مجھے ایک بڑے خسارے سے بچا لیا۔ میرا پیرس پہنچنا بہت ضروری تھا۔''

''اوہ.....! یہ تو اچھی بات ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ معمولی پیمانے پر ہی سہی، لیکن میں آپ سے تعاون کیا۔''

''ہاں.....اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔ آپ بھی پیرس جا رہے ہیں؟''

''جی ہاں.....!''

''اور پہلی بار جا رہے ہیں.....؟''

''ہاں.....اتفاق سے۔'' میں نے رسمی طور پر جواب دیا۔

''تب آپ گرائن اولیانو کے مہمان بنیں گے۔ جتنے دن آپ پیرس میں رہیں گے گرائن آپ کا میزبان ہوگا اور یہ درخواست اس اُمید کے ساتھ کی جا رہی ہے کہ رد نہیں کی جائے گی۔''

میں نے چند ساعت تعرض کیا اور پھر تیار ہو گیا۔ حالانکہ میرا اُس شخص سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ لیکن اوّل تو سویتا کافی دلکش تھی۔ ممکن ہے، اُس کے ساتھ گزارا ہوا وقت کچھ دلچسپ کہانیاں جنم دے۔ اور پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ ٹھیک ہے، پیرس میں کوئی شناسا تو ہوگا۔ اگر بور ثابت ہوا تو بہ آسانی اُسے چھوڑا جا سکتا ہے۔''

گرائن، رات کو جس رُوپ میں نظر آیا تھا، اس وقت اس سے قطعی مختلف تھا۔ کافی خوش اخلاق، سنجیدہ اور باوقار۔ اُس کی میزبانی میں نے قبول کر لی تھی اور اس وقت سویتا کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ سویتا کی آنکھوں میں مسکراہٹ نظر آئی تھی۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ میری خوش فہمی ہو اور اُس کے ذہن میں کوئی تاثر ہی نہ ہو۔''

اسٹیمر، بندرگاہ میں داخل ہو گیا اور پھر لکڑی کی گیلی سیڑھی سے اُتر کر ہم کسٹم ہاؤس میں گئے اور اس کے بعد کسٹم ہاؤس ہی کے نزدیک کھڑی ٹرین میں جا بیٹھے۔ مسٹر گرائن خاموش

بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹرین چل پڑی۔ سویتا بھی اَب کافی سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

مسٹر گرائن کافی دیر تک اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر اُنہوں نے کہا۔ ''زندگی میں کبھی پیرس نہیں آئے؟''

''نہیں.....!'' میں نے جواب دیا۔

''حالانکہ یہاں سے دُور نہ تھے۔ بہرحال! دیکھنے کے قابل شہر ہے۔ میری کوٹھی بھی تمہیں پسند آئے گی۔ مختلف ممالک میں کاروبار کرتا ہوں۔ اکثر ملک سے باہر رہنا پڑتا ہے۔''

''جی.....!'' میں نے مختصراً کہا۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ اَب وہ میرے بارے میں سوالات کرے گا۔ لیکن سفر کے دو گھنٹے گزر گئے اور اُس نے میرے بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا۔ یوں بھی وہ مختصر گفتگو کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایک بار وہ اُٹھ کر باتھ رُوم گیا تو سویتا بول پڑی۔

''آپ بور ہو رہے ہوں گے مسٹر مورگن! اور سوچ رہے ہوں گے کہ پیرس جیسے ہمہ گیر شہر میں اگر مسٹر مورگن کے ساتھ رہے تو بڑی بوریت ہوگی۔''

''آپ کا کیا خیال ہے.....؟''

''میں صرف یہ بتاؤں گی کہ یہ خیال ذہن سے نکال دیں۔ وہاں آپ بالکل بور نہیں ہوں گے۔ میں خود آپ کو وہاں کے مختلف مقامات کی سیر کراؤں گی۔''

''اوہ.....! تم مصروف نہ ہو گی سویتا؟''

''نہیں..... یہاں سے پیرس پہنچنے کے بعد میں آزاد ہوں گی۔ مسٹر مورگن کی چھ سیکرٹری ہیں۔ میں صرف دورانِ سفر اُن کے ساتھ رہتی ہوں۔''

''چھ سیکرٹری؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں..... مسٹر گرائن بہت اچھے انسان ہیں۔ اُنہیں اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔ ہم سب اُن کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ پیرس میں مسٹر گرائن کی کوٹھی، شاندار عمارتوں میں شمار ہوتی ہے۔''

''لیکن یہ چھ سیکرٹری کرتی کیا ہیں؟''

''بس..... مسٹر گرائن نے سب کے سپرد مختلف کام کر رکھے ہیں۔ کچھ کاروباری امور میں معاون ہوتی ہیں، کچھ ذاتی امور میں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بڑی پراسرار شخصیت ہے تمہارے باس کی۔''

''ہاں..... اس میں شک نہیں ہے۔ ہم لوگ اُن سے اتنی قربت کے دعویدار ہیں۔ لیکن ہم بھی اُن کے بارے میں سب کچھ نہیں جانتے۔'' سویتا نے کہا۔ نہ جانے کیوں مجھے مسٹر گرائن کی شخصیت دلچسپ محسوس ہوئی تھی۔ یوں بھی پیرس کسی خاص مقصد کے تحت نہیں جا رہا تھا۔ اگر اُس دلچسپ انسان اور اُس کی چھ سیکرٹریوں کے ساتھ کچھ عمدہ وقت گزر جاتا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ اُس کے اسرار جاننے کی کوشش کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر گرائن واپس آ گئے اور سویتا مؤدب ہو گئی۔ مسٹر گرائن ہمارے نزدیک ہی بیٹھ گئے تھے۔

''ٹرین کے سفر کی طوالت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لیکن مجھے جہاز کا سفر پسند نہیں ہے۔ جب بھی خیال آتا ہے کہ انسان، خلا میں معلق ہے، کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔'' اُنہوں نے اور پھر ایک طویل سانس لے کر گھڑی دیکھنے لگے۔ انتہائی خوبصورت اور قیمتی گھڑی تھی۔ میں نے اُسے دلچسپی سے دیکھا۔ مسٹر گرائن نے میری نگاہوں کو دیکھ لیا تھا۔ بولے۔ ''اس کا کیس ہیرے کے خول میں ہے۔ یعنی ایک بڑے ہیرے کو اندر سے خالی کر کے گھڑی کی مشین فٹ کی گئی ہے۔''

''نایاب ہے.....'' میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

''میں نے سوئس کمپنی کو ہدایات دے کر بنوائی تھی۔''

''یقیناً.....! ورنہ بازار میں کہاں دستیاب؟'' میں نے جواب دیا اور مسٹر گرائن نے اُسے کلائی سے کھول لیا۔ پھر اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھڑی میری کلائی پر باندھ دی۔

''آج سے تمہاری.....''

''جی.....؟'' میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''تکلف نہ کرنا، مجھے افسوس ہوگا۔ اِسے میری عادت سمجھ لو۔'' مسٹر گرائن نے کہا اور میرا منہ کھول کر رہ گیا۔ بے حد قیمتی چیز تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہوں۔ بہرحال! پھر بہت کچھ کہا۔ لیکن مسٹر گرائن نے وہ گھڑی دوبارہ قبول نہ کی۔

واقعی عجیب انسان تھا۔

☆.....☆.....☆

دن کو دو بجے ہماری گاڑی ''سینٹ لازار'' کے سٹیشن پر پہنچ گئی اور ہم لوگ پلیٹ فارم پر اُتر آئے۔ چونکہ وہ لوگ پیرس واپس آئے تھے اس لئے سویتا نے ایک پبلک کال بوتھ سے کہیں فون کیا اور پھر واپس آ گئی اور پھر گاڑی کے انتظار میں بھی زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑا تھا۔ انتہائی شاندار کھلی چھت کی گاڑی پہنچ گئی جو قابل دید تھی۔ لیکن میں نے جان بوجھ کر اُس کی تعریف نہیں کی۔ ورنہ ممکن تھا کہ نیچے اُترتے ہوئے گاڑی کی چابی بھی میرے حوالے کر دی جاتی۔ بوئے ڈی بولون کے کنارے کنارے گاڑی خوشگوار رفتار سے چل رہی تھی۔ سنجیدہ طبیعت مسٹر گرائن خاموشی سے سڑک سے باہر دیکھ رہا تھا۔ پیرس کا یہ علاقہ خوبصورت ترین ہے۔ دریائے سین کے کنارے کنارے میلوں تک آباد، دریا کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے رہائشی مکانات بنے ہوئے تھے جن میں پیرس کے لوگ چھٹیاں منانے آتے ہوں گے۔

بہرحال! خوبصورت مناظر گزرتے رہے۔ کار میں بالکل خاموشی طاری تھی۔ پھر جیسا کہ سویتا نے کہا تھا کہ مسٹر گرائن کی کوٹھی خوبصورت ترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہے۔ کار درحقیقت ایک اعلیٰ ترین کوٹھی کے صدر دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ دور تک ایک لمبی روش چلی گئی تھی جس کے دونوں طرف وسیع دالان تھے۔ درخت اور پھولوں کی بہتات اور آخر میں ایک حسین عمارت نظر آ رہی تھی جس کے پورچ میں کار رُک گئی اور ہم سب نیچے اُتر آئے۔

مسٹر گرائن مجھے لئے ہوئے عمارت کے ڈرائنگ رُوم میں پہنچ گئے۔ جتنی شاندار عمارت تھی، اُتنا ہی خوبصورت ڈرائنگ رُوم بھی تھا۔ اُنہوں نے نہایت پراخلاق لہجے میں مجھے بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر سویتا کی طرف دیکھ کر بولے۔ ''ٹریسا سے کہو کہ ایک کمرہ، مہمان کے لئے درست کردے اور فوراً اطلاع دے۔''

سویتا نے گردن جھکائی اور باہر نکل گئی۔ ''ڈیئر مسٹر مورگن! تم گرائن کے مہمان ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیرس تمہارا ہے۔ جہاں چاہو، گھومو۔ اس عمارت میں جتنے افراد موجود ہیں، سب تمہارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ یہاں تمہارے اُوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ میں ذرا مصروف انسان ہوں۔ اس لئے اگر نہ مل سکوں تو محسوس مت کرنا۔''

''شکریہ مسٹر گرائن.....!''

''پیرس، جس مقصد کے تحت آئے ہو، اگر اس کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ ہو تو مجھے بتا دینا۔ ہر کام ہو جائے گا۔ اور ضروری نہیں کہ تم مجھے اس بارے میں تفصیل بتاؤ۔''

''بہت بہت شکریہ..... ویسے میرے یہاں آنے کا مقصد صرف تفریح تھا۔''

''فرانس قابل دید ہے۔ اسے مکمل طور پر دیکھو۔'' مسٹر گرائن نے کہا اور پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے۔ میں نے بھی مداخلت نہیں کی تھی۔

پھر ایک اور خوبصورت لڑکی اندر آ گئی اور اُس نے ادب سے کہا۔ ''مہمان کے لئے کھانا تیار کر لیا گیا ہے۔''

''مسٹر مورگن..... آرام کریں۔'' گرائن نے کہا اور میں ڈرائنگ رُوم سے نکل آیا۔ وہ لڑکی میرے ساتھ تھی۔ راستے میں، میں نے اُس سے پوچھا۔

''تمہارا نام ٹریسا ہے؟''

''جی ہاں جناب.....!'' اُس نے مختصراً جواب دیا۔

''تم بھی مسٹر گرائن کی سیکرٹری ہو.....؟''

''جی.....!''

''کیا کام کرتی ہو..... میرا مطلب ہے، تمہارا تعلق کون سے شعبے سے ہے.....؟''

''گھریلو امور کی نگرانی کرتی ہوں۔'' اُس نے جواب دیا اور میرے کمرے تک پہنچنے کے بعد کمرے میں داخل ہو کر اُس نے پر اخلاق انداز میں ضرورت کی چیزوں کی نشاندہی کی اور پیشکش کی کہ جب بھی حاجت ہو، اُسے طلب کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال! خوب تھی یہ مسٹر گرائن کی کوٹھی..... رات کا جاگا ہوا تھا۔ دن میں بھی آرام نہ مل سکا تھا۔ اس لئے ہلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد سو گیا۔ اور پھر شام کو تقریباً پونے سات بجے ہی آنکھ کھلی۔ دن کی نیند میرے ذہن پر تھی۔ جسے غسل نے درست کر دیا اور شام نے میرے جاگنے کا اِشارہ مل گیا تھا۔ چنانچہ جونہی باتھ رُوم سے نکلا، ٹریسا نظر آئی۔

''نمبر ایک.....'' اُس نے مسکراتے ہوئے کسی قدر بے تکلفی سے کہا۔ ''اس وقت

پسند کریں گے؟ رات کا کھانا کس وقت کھائیں گے.....؟ نمبر دو..... ٹھیک دس بجے مسٹر گرائن نے آپ کو اپنے پری خانے میں دعوت دی ہے۔''

''پری خانہ.....؟'' میں نے دلچسپی سے اُسے دیکھا۔

''ہاں..... میں آپ کو وہاں پہنچا دُوں گی۔''

''مگر یہ ہے کیا.....؟''

''مسٹر گرائن کے اسرار..... پہلے سے پوچھ کر اُن کی افادیت اور دلچسپی مجروح نہ کریں۔''

''اچھا.....'' میں نے گہری سانس لی اور گردن ہلانے لگا۔

''کیا پیش کروں؟''

''کوئی ٹھنڈا مشروب۔ اور براہِ کرم! سویتا کو میرا پیغام دے دیں۔ میں اُس کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''بہتر..... کھانے کے بارے میں؟''

''نو بجے کھانا کھاتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور ٹریسا نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ چلی گئی اور میں سویتا کا انتظار کرنے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سویتا مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔

''ہیلو مسٹر مورگن! میرا خیال ہے، سفر کی تھکن دُور ہو گئی ہو گی۔''

''ہاں..... بڑی گہری نیند سویا۔ تھکی ہوئی تو تم بھی تھیں۔''

''بہت زیادہ..... میں بھی فرصت ملتے ہی سو گئی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جاگی ہوں۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کافی نکھری نکھری نظر آ رہی تھی اور اَب اُس کے چہرے پر وہ فرش شناسی کی گھمبیرتا نہیں تھی جو دورانِ سفر چھائی ہوئی تھی۔ لباس بھی کافی خوبصورت پہنے ہوئے تھی۔

''مسٹر گرائن واقعی پراسرار شخصیت کے مالک ہیں۔ لیکن یہ کیسی مہمان نوازی ہے کہ میزبان سے وقت پر ہی ملاقات ہو سکتی ہے۔''

''فطرتاً مسٹر گرائن بڑے تنہائی پسند ہیں۔ اُن کے مشاغل مخصوص ہیں۔ اور اُن میں کسی طور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔''

''مجھے مہمان بنانے کی کیا سوجھی؟''

''بس..... بہت کم یہاں مہمان آتے ہیں۔ نہ جانے مسٹر گرائن آپ سے اس قدر متاثر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیوں ہوئے؟''

''بڑا خاموش ماحول ہے.....'' میں نے کہا۔

''آپ اپنے ذہن میں کوئی گھٹن نہ رکھیں۔ یہاں آپ کی ذات ہر پابندی سے ہے۔ جس وقت آپ کا دل چاہے، جہاں چاہیں، تفریح کریں۔ ویسے آج آپ تھکے تھے اس لئے میں نے کوئی پیشکش نہیں کی۔ کل آپ کو اجنبی پیرس دکھاؤں گی۔''

''پری خانہ کیا ہے.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''اوہ..... خیریت؟ اس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟'' سویتا مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''رات کو پری خانے کی دعوت ملی ہے۔''

''یہ بھی دوسروں پر تمہیں فوقیت ہے۔ ورنہ پری خانہ ایک خفیہ حیثیت رکھتا ہے۔ لوگوں کو وہاں سے گزرنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔''

''میرے اُوپر بڑی مہربانیاں ہیں مسٹر گرائن کی.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سویتا بھی مسکرانے لگی۔ پھر ہمارے لئے مشروب آ گیا۔

رات کے کھانے کے بعد بھی سویتا تھوڑی دیر میرے ساتھ رہی۔ اور پھر اُس نے بجے مجھے پری خانے پر پہنچا دیا۔ عمارت کا اندرُونی حصہ تھا اور اس کے کمرے کے دروازے پر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے بے تکلفی سے دروازہ کھول لیا۔ اندر کا منظر دیکھ کر میں دنگ رہ گیا..... انتہائی حسین کمرہ تھا۔ کمرے کی بجائے اُسے ہال کہنا مناسب ہوگا۔ خوب تیز روشنی ہو رہی تھی۔ ہال میں تین حوض بنے ہوئے تھے جن کا قطر آٹھ فٹ سے کم نہ ہوگا۔ ان حوضوں کے تین رنگ تھے۔ سرخ، گلابی اور عنابی..... ہر رنگ اُن میں بدلے ہوئے پانی کا تھا۔ حوضوں کے کنارے کنارے نہایت اعلیٰ درجے کے ریک بکھرے ہوئے تھے جن پر سارے جہان کی شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ ایک آرام دہ کرسی پر گرائن ایک خوبصورت اور ملائم کپڑے کے لبادے میں ملبوس بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے میز تھی جس پر کئی گلاس رکھے ہوئے تھے۔

تو یہ ہے پری خانہ..... میں نے سوچا۔ اور اسی وقت گرائن کی آواز اُبھری۔ ''اپنی جائے گاہ میں خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر مورگن.....! تشریف لائیے۔''

میں اُس کی طرف بڑھ گیا۔ گرائن کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں

چمک تھی۔ دن کی بہ نسبت یوں لگتا تھا جیسے اُس کی عمر کے چند سال پیچھے کھسک گئے ہوں۔

''بیٹھو..... بیٹھو۔ سارے جہاں کا حسن تمہارا منتظر ہے۔ پسند کرو..... اپنا لو!'' اُس نے اپنے سامنے اشارہ کیا۔

''شکریہ مسٹر گرائن..... درحقیقت آپ نے اسے صحیح نام دیا ہے۔''

''آہ..... کاش! میں اسے دنیا کا سب سے حسین نام دے سکتا۔ میرے لئے یہ سب سے مقدس ہے۔ چلو..... تکلف نہ کرو۔ پریوں کے دیس میں انسان کو ہوش و حواس سے عاری ہونا چاہئے۔ میں یہاں سے دُور جا کر اُداس ہو جاتا ہوں۔'' اُس نے گلاس میری طرف بڑھا دیا اور میں نے اُس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن میں کہاں اور گرائن کہاں..... گرائن شراب پی رہا تھا۔ خدا کی پناہ! وہ پورا گلاس بھر لیتا اور پھر چند ساعت میں اُسے خالی کر دیتا۔ پانی یا سوڈا نام کی کوئی چیز نہیں ملاتا تھا۔

جب تک میں نے چار پیگ لئے، وہ چھ گلاس خالی کر چکا تھا۔ ساتواں گلاس خالی کر کے اُس نے ٹائی کھول دی۔ آٹھویں گلاس پر قمیص اُتار دی۔ نویں گلاس پر اُس نے پتلون بھی اُتار دی اور دسواں گلاس پورا ہونے سے پہلے میں اُٹھ گیا۔ کیونکہ اَب صرف انڈرویئر رہ گیا تھا۔

''ارے..... ارے! تم کہاں چلے؟'' اُس نے چونک کر پوچھا۔

''میرا ظرف ختم ہو گیا ہے.....''

''اتنی جلد.....؟''

''ہاں مسٹر گرائن..... میری حیثیت پانچ پیگ سے زیادہ نہیں ہے۔''

''اوہ..... شراب، ذہن سے ہر تصور مٹا کر پینی چاہئے۔ بیٹھو میرے دوست..... بیٹھو! میری درخواست ہے، بیٹھو۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔ اُس کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ پھر مسٹر گرائن نے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور کھڑے ہو کر جھومنے لگے۔

''اوہ..... میں تو کھڑا ہو سکتا ہوں۔ نہیں، نہیں..... یہ محبوب کی توہین ہے۔ آغوش محبوب میں اگر ہوش قائم رہے، اعضا ساتھ دیں تو عشق صادق نہیں کہلا سکتا۔ ابھی بدن میں جان باقی ہے.....'' وہ بیٹھ گیا اور یکے بعد دیگرے اُس نے مزید تین گلاس پیئے۔

میں ششدر اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آواز بے ربط تھی۔ اُس کے الفاظ غیر مربوط تھے۔ لیکن ابھی وہ پی رہا تھا۔ پھر گلاس اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ ''سنو.....!'' اُس نے بمشکل مجھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کہا اور میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ ''کیا میں ہوش میں ہوں.....؟''

''میرا خیال ہے مسٹر گرائن! اَب اس سے زیادہ پینا آپ کے لئے نقصان دہ ہوگا۔''

''تب میرا ایک کام کرو۔''

''جی.....فرمایئے!''

''مجھے سہارا دو۔ میرا وزن اپنے بازوؤں پر سنبھالو.....'' اُس نے ہاتھ اُٹھا دیا اور میں نے اُس کی خواہش کی تعمیل کی۔ وہ خود سے قدم بھی نہیں اُٹھا پا رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک جانب کی طرف اشارہ کیا اور میں حیران رہ گیا۔ میں اُسے حوض کے نزدیک لے آیا۔ تب وہ آہستہ آہستہ کھسک کر حوض میں اُتر گیا۔ ''آہ..... میں اسے روئیں روئیں میں سمیٹ لینا چاہتا ہوں، ضروری نہیں، یہ حلق کے راستے معدے میں اُترے.....''

''مسٹر گرائن.....!'' میں نے اُسے سرزنش کی۔

''میں..... مجھے آواز نہ دو۔'' اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور میں نے گہری سانس لی۔ اگر وہ حوض میں ڈوب کر مر جائے تو میرا کیا قصور؟ تاہم میں نے سوچا کہ کسی کو اس کی اطلاع دے دُوں۔ ویسے بھی گرائن اَب اس قابل نہیں تھا کہ مجھ سے کوئی بات کر سکے۔ چنانچہ میں اُس ہال سے باہر نکل آیا اور کسی کو تلاش کرنے لگا۔ ٹریسا پر نگاہ پڑ گئی تھی۔ اُس نے بھی مجھے دیکھ لیا اور رُک گئی۔

''مسٹر مورگن.....؟'' وہ میری طرف بڑھی۔

''اوہ.....مسٹر ٹریسا! میرا خیال ہے کہ مسٹر گرائن خطرے میں ہیں۔'' میں نے کہا۔

''کہاں ہیں وہ.....؟''

''اپنے پری خانے میں۔''

''اوہ.....تب پھر اُنہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' ٹریسا نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

''لیکن وہ.....''

''بہت زیادہ پی گئے ہیں۔'' ٹریسا نے اُسی انداز میں مسکراتے ہوئے میرا جملہ درمیان سے اُچک کر پورا کر دیا۔

''تصور سے کہیں زیادہ.....انسانی قوت برداشت سے کہیں زیادہ۔ اور اَب وہ بے ہوشی کے عالم میں حوض میں پڑے ہیں۔''

''شراب کے حوض میں؟''

''ہاں.....!''

''مسٹر مورگن.....! پری خانے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ اور مسٹر گرائن ہر وقت اس عالم میں وہاں گزارتے ہیں۔ اُنہیں کبھی نقصان نہیں پہنچا۔''

''اطلاع دینا میرا فرض تھا۔ کیونکہ میں یہاں مدعو تھا۔ باقی تمہاری ذمہ داری ہے۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا اور پلٹ پڑا۔

''مسٹر مورگن.....!'' ٹریسا نے مجھے آواز دی۔ ''پلیز مسٹر مورگن.....!'' اور میں رُک گیا۔ ''مسٹر گرائن کی طرف سے آپ مطمئن رہیں۔ اُنہیں کچھ نہیں ہوگا۔ میں گھریلو امور کی نگران ہوں۔ مجھے یہاں کے حالات سے کافی واقفیت ہے۔ آپ اُن کے لئے پریشان نہ ہوں۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے مس ٹریسا! بہرحال۔''

''آپ نہیں پیتے مسٹر مورگن؟'' اُس نے مجھ سے پوچھا

''پیتا ہوں.....''

''تب کیا میں آپ کو پیشکش کر سکتی ہوں.....؟'' اُس نے کہا اور اس بار میں نے اُس کے انداز میں ایک خاص کیفیت محسوس کر لی۔ چند ساعت سوچا اور پھر اُس کے ساتھ چل پڑا۔ پانچ پیگ نے میرا خون گرم کر دیا تھا اور ٹریسا کے ساتھ پیے ہوئے مزید تین پیگ مجھے ماحول سے بے نیاز کرنے میں کامیاب ہو گئے اور میں بہت کچھ بھول گیا..... ہاں! دوسری صبح بدن کی سرور انگیز دُکھن، ٹریسا کی مہمان نوازی کا احساس دلا رہی تھی۔ کمرہ ٹریسا ہی کا تھا۔ بستر بھی اُسی کا تھا۔ لیکن ٹریسا خود کمرے میں نہیں تھی۔

میں ہڑبڑا کر اُٹھا تو وہ باتھ رُوم سے نکل آئی۔ ''صبح بخیر مسٹر مورگن.....!'' اُس نے پراسرار مسکراہٹ سے کہا۔ جیسے اُس نے میرے بدن کے، میری شخصیت کے اہم راز پا لئے ہوں۔

''ناشتہ، مسٹر گرائن اپنے کمرے میں آپ کے ساتھ کریں گے۔ اس لئے آپ غسل وغیرہ کر لیں۔ میں نے آپ کا لباس پریس کر دیا ہے۔'' اُس نے میرے لباس کی طرف اشارہ کیا اور مجھے عجیب سا محسوس ہوا۔ بہرحال! میں نے اُس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ اور پھر میں بدن پر چادر لپیٹے ہوئے باتھ رُوم میں چلا گیا۔ تیار ہو کر باتھ رُوم سے نکلا تو ٹریسا موجود نہیں تھی۔ میں اُس کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابھی یہاں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سویتا نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اُسے اندر بلا لیا تھا۔ سویتا کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔ لیکن سویتا کے چہرے پر وہی مسکراہٹ تھی۔

''مسٹر گرائن اپنے کمرے میں آپ کے منتظر ہیں۔'' اُس نے کہا۔

''اوہ..... ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔'' میں نے کہا اور سویتا کے ساتھ دروازے کی طرف چل دیا۔

''پری خانے کی رات کیسی گزری؟'' راستے میں اُس نے پوچھا۔

''عمدہ..... لیکن تمہارے باس پر مجھے حیرت ہے۔''

''کیوں.....؟''

''کیا وہ ہر رات اتنی ہی پیتا ہے؟''

''ہاں.....!''

''اور صبح کو اتنی جلد جاگ جاتا ہے، حیرت انگیز بات ہے۔''

''مسٹر گرائن کی وصیت ہے کہ مرنے کے بعد ہر شام اُن کی قبر کو شراب سے غسل دیا جائے۔ اور اس کے لئے اُنہوں نے ایک بڑی دولت محفوظ کر دی ہے۔''

''خوب.....'' میں نے گردن ہلائی اور مسٹر گرائن کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

''بس..... میری ڈیوٹی یہاں ختم ہے۔'' سویتا بولی اور میں نے گردن ہلائی۔ پھر میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مسٹر گرائن کی خواب گاہ بھی انوکھی تھی۔ بالکل سادہ، لمبا چوڑا بستر تھا۔ درمیان میں ایک صوفہ اور ایک بڑی سنٹر ٹیبل پڑی ہوئی تھی۔ مسٹر گرائن، سنٹر ٹیبل کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور میز پر نوٹوں کی تین ڈھیریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ نوٹ کافی مالیت کے تھے۔ دو ڈھیریوں کے ساتھ لفافے بھی رکھے ہوئے تھے۔ تیسری صرف نوٹوں کی ڈھیری تھی۔ اُس کے پاس کوئی لفافہ نہیں تھا۔

''آؤ مورگن ڈیئر.....! آؤ، بیٹھو!'' مسٹر گرائن نے حسب عادت نرم لہجے میں کہا اور میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ مسٹر گرائن، گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہے تھے۔

''خیریت مسٹر گرائن.....؟''

''ہاں.....! تھوڑا سا فلسفہ بگھاروں گا، بور تو نہ ہو گے؟''

''نہیں.....!'' میں نے جواب دیا۔

''تو سنو.....! انسان پیدائشی طور پر کتنا معصوم ہوتا ہے؟ ہر جذبے سے بے نیاز..... ہر چیز سے لاپرواہ..... پھر وقت اور ماحول کی گندی ہوا، اُس کی سانسوں کو مسموم کرتی ہے۔ ذہن کی غلاظت اُس کے معدے میں پہنچ کر اُس کی نشوونما کرتی ہے اور وہ کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ بیشتر برائیاں اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اُس کی پاکیزگی فنا ہو جاتی ہے۔ ضرورت کے سانپ اُس کے کندھوں سے لپٹ جاتے ہیں اور اُس کا ذہن بھٹکنے لگتا ہے۔ کاغذ کے اِن ٹکڑوں کو دیکھو..... آخر یہ ہماری حیات پر اس قدر مسلط کیوں ہو گئے ہیں؟ یہ بے جان نوٹوں کے ڈھیر جو اتنے کمزور ہیں کہ ہمارے ہاتھوں کی جنبش کے بغیر ہل بھی نہیں سکتے۔ یہ بے جان ہونے کے باوجود کس طرح ہمیں مسمرائز کر دیتے ہیں..... کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟''

''نہیں مسٹر گرائن.....!''

''ہم اس کے حصول کے لئے کیا کیا کرتے ہیں.....؟''

''بے شک.....!'' میں نے تائید کی۔

''کیا لاتعداد انسانوں کی زندگی کا مقصد صرف ان کا حصول نہیں ہے.....؟''

''ہے مسٹر گرائن.....!'' میں نے صبر سے جواب دیا۔ تب مسٹر گرائن نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سیاہ آٹو میٹک پستول نکال لیا اور اُسے نوٹوں کے ڈھیر پر رکھ دیا۔

''کیا تمہارے دل میں اِن کے حصول کی خواہش بیدار نہیں ہوئی؟''

''کیا مطلب.....؟''

''اگر تم اس بات سے انکار کرو گے تو صرف دو باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ یا تو تم بزدل ہو یا فرشتے..... اگر یہ دونوں باتیں نہیں ہیں تو پھر مجھے بتاؤ کہ تمہارے دل میں اِن کے حصول کی خواہش کیوں نہیں پیدا ہوئی.....؟''

''اس لئے مسٹر گرائن! کہ یہ دولت آپ کی ہے اور آپ ایک دوست کی حیثیت سے مجھے یہاں لائے ہیں۔ میں اپنے بازوؤں کو ان کے حصول کے لئے مضبوط پاتا ہوں۔ اس لئے ان کی پرواہ نہیں کرتا۔''

''اگر میں خود یہ سب تمہیں پیش کر دُوں تو.....؟''

''میں اس کی وجہ پوچھوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''وجہ نہیں..... اِن کے حصول کا طریقہ پوچھو گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''چلئے..... یہی بتا دیں۔'' میں نے دلچسپی سے کہا۔

''یہ پستول پکڑو! لوڈڈ ہے۔ میرا خیال ہے، صرف دو گولیاں میرے پہلو میں اُتار دو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی نہ روکے گا۔'' مسٹر گرائن نے پستول میری طرف بڑھا دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میں خود اس بات پر حیران تھا مسٹر گرائن! کہ اتنی شراب پینے کے بعد آپ اتنے ہوش مند کیسے ہو گئے؟ بہر حال..... یہ آپ کی خوبی ہے کہ نشے میں بھی عمدہ باتیں کر لیتے ہیں۔''

''مجھے یہی شبہ تھا کہ تم مجھے نشے میں سمجھو گے۔'' مسٹر گرائن نے بدستور پرسکون لہجے میں کہا۔ ''لیکن میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ میں تمہارے ظرف کا اندازہ لگانے کے بعد ہی اس طرح تمہارے سامنے آیا ہوں۔ لیکن یقین کرو میرے دوست! میں یہ رقم تمہیں دینا چاہتا ہوں۔ اس کے کئی ذریعے ہیں۔ تم اِس پستول سے مجھے قتل کر کے یہ رقم لے کر یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ ورنہ میرا کچھ کام کر دو اور جائز طور سے اِس کے حق دار بن جاؤ۔''

''اوہ.....!'' اَب میرے ذہن میں پورے طور سے دلچسپی جاگ اُٹھی تھی۔ گرائن، گہرا انسان تھا۔ لیکن اُس نے کسی کام کے لئے میرا انتخاب کیسے کر لیا؟ یہ سوچنے کی بات تھی۔

گرائن بدستور مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ ''کیا خیال ہے مسٹر مورگن.....؟ اگر تم اس کے لئے تیار نہ ہو تو مجھے نشے میں سمجھ لینا۔ لیکن میری نگاہیں بتاتی ہیں کہ تم کام کے آدمی ثابت ہو گے۔''

''خوب..... ممکن ہے مسٹر گرائن! آپ کا خیال درست ہو۔ کام کیا ہے.....؟''

''بتاتا ہوں۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔ اور پھر اُنہوں نے میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولا اور دفعتہً میں نے عقب میں ایک سرسراہٹ محسوس کی۔ پلٹ کر دیکھا، کمرے کی دیوار پر جست کی ایک چادر چڑھ گئی تھی اور اَب اِس کمرے سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اور پھر اچانک میرا بدن ہل گیا۔ وہ فرش بھی کسی لفٹ کی طرح نیچے جا رہا تھا، جہاں ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے صوفے کے ہتھے مضبوطی سے پکڑ لئے۔ لیکن ہم زیادہ نیچے نہیں اُترے تھے۔ اس وقت بھی ہم ایک کمرے میں ہی تھے۔ بس! دیواریں بدل گئی تھیں اور منظر بھی۔ اُس کمرے میں بیڈ کی بجائے چند تابوت رکھے ہوئے تھے۔ میں نے اُن کا جائزہ لیا۔ اُن کی تعداد آٹھ تھی۔

''آؤ میرے دوست.....!'' گرائن صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے بھی اُس پراسرار

انسان کا ساتھ دیا تھا۔ وہ تابوتوں کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اُس نے ایک تابوت کا ڈھکن اُٹھا دیا۔ اُس میں ایک حنوط شدہ لاش موجود تھی۔ کوئی جاپانی تھا لیکن پروقار صورت کا مالک تھا۔ میں نے تعجب سے لاش کو دیکھا اور پھر گرائن کی جانب متوجہ ہو گیا جو دوسرا تابوت کھول رہا تھا۔ اُس میں بھی کسی یورپی باشندے کی لاش تھی۔ یکے بعد دیگرے اُس نے پانچ تابوت کھولے۔ اُن سب میں لاشیں موجود تھیں۔ اس کے بعد اُس نے باقی تابوت کھول دیئے۔ یہ تینوں خالی تھے۔

''پوری دنیا میں میرے آٹھ دشمن ہیں۔ پورے آٹھ..... اُن میں سے پانچ یہ موجود ہیں اور تین تابوت خالی ہیں۔ سمجھے..... تین تابوت خالی ہیں۔ اور میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ نہ جانے کیوں میں اتنی جلدی بوڑھا ہو گیا۔ یوں لگتا ہے جیسے اَب میں اُنہیں قتل نہیں کر سکوں گا۔ ہاں..... میرے اعضاء اَب اس قدر چست نہیں رہے ہیں۔ اپنے پانچ دشمنوں کو میں نے اپنے ہاتھوں سے، مختلف ہتھیاروں کے ذریعے قتل کیا تھا۔ لیکن مجھے احساس تھا کہ ممکن ہے، زیادہ وقت گزر ہو جانے کے بعد میرے قویٰ ساتھ نہ دے سکیں اس لئے میں نے آخری ہتھیار تیار کیا۔ اور یہ ہتھیار دولت ہے، سمجھے..... کیا یہ ایک مضبوط ہتھیار نہیں ہے؟'' اُس نے مجھے دیکھا۔ میں بھی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''اُن سے تمہاری دشمنی کیوں ہے مسٹر گرائن.....؟'' میں نے پوچھا۔ اچانک میری فطرت عود کر آئی تھی۔ رقم کافی بڑی تھی اور بہر حال! میں اس بات میں سر نہیں کھپا سکتا تھا کہ گرائن نے کام کا آدمی کس طرح تلاش کر لیا۔ دولت کا حصول میری خواہش تھی اور اَب کام مل رہا تھا تو میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔

''اس بارے میں، میں تفصیل نہیں بتاؤں گا مسٹر مورگن.....! اس ایک ڈھیر میں پانچ لاکھ ڈالر کے نوٹ ہیں۔ اور ان نوٹوں میں یہ بات بڑی آسانی سے چھپ سکتی ہے۔ ہاں! صرف دوستانہ طور پر اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں فوجی ہوں اور جنگ عظیم میں عظیم کارنامے انجام دے چکا ہوں۔ اور میرے دشمن..... میرے چار دشمن بھی فوجی ہیں۔''

''اوہ..... وہ باقی؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے کہا نا کہ میں تفصیل بتانے سے گریز کروں گا۔''

''ان پانچوں کو تم نے ہلاک کیا ہے مسٹر گرائن.....؟''

''ہاں..... اپنے ہاتھوں سے۔'' اُس نے سینہ ٹھونک کر جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ان کی لاشیں یہاں تک کس طرح لائے.....؟''

''اپنی ذہانت سے۔لیکن مرنے سے پہلے میں اِن تمام تابوتوں کو پُر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میری آخری خواہش ہے۔''

''ہوں.....مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''میں چاہتا ہوں، وہ کام تم انجام دو جو میں پورا نہیں کر سکتا۔''

''یعنی اُن بقیہ لوگوں کو قتل کر دُوں.....؟''

''ہاں.....میں یہی چاہتا ہوں۔''

''لیکن مسٹر گرائن.....تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ کیا میں جرائم پیشہ ہوں؟ میں دولت کے لِ انسانی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتا۔ بلکہ میرا خیال ہے، میں پولیس کو ان لاشوں کے بار میں اطلاع دے دُوں تا کہ اُن لوگوں کی زندگی بچ جائے۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا گرائن کے چہرے پر مُردنی چھا گئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ حالانکہ اُ کے پاس پستول تھا۔لیکن اُس کی حالت غیر ہوگئی تھی۔''

''کیا.....کیا تم ایسا کرو گے.....کیا تم.....؟'' اُس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''ظاہر ہے، میں ایک شریف انسان ہوں۔''

''آہ.....تو.....تو میرے تجربے نے اس بار مجھے دھوکہ دیا ہے۔کیا میری بینائی کمزور گئی ہے.....؟'' اُس نے غمزدہ آواز میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ساری زندگی خود کو بہت بڑا انسان شناس اور ماہر نفسیات سمجھتا رہا ہوں۔ اکثر حالا نے ساتھ دیا ہے، اور میں کبھی اپنے قیافے سے مایوس نہیں ہوں۔لیکن کیا اَب اعضاء ساتھ تقدیر نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے؟'' وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

''میرے بارے میں تمہارا قیافہ کیا کہتا ہے مسٹر گرائن.....؟''

''دھوکہ ہوا ہے شاید۔ میرا اندازہ تھا کہ تم ایک سخت گیر انسان ہو۔تمہاری آنکھوں چمک بتاتی تھی کہ خطرناک ترین کام انجام دینے کے شائق ہو۔تمہارے بدن کی بناوٹ بتا تھی کہ کسی چیتے کی طرح پھرتیلے اور مضبوط ہو۔اور.....'' وہ خاموش ہوگیا۔

''اور کیا مسٹر گرائن.....؟''

''اس قید خانے کی تصاویر.....میری تحریر، جس میں، میں اپنے جرائم کا اعتراف کرتا

دنیا کے کئی ممالک مجھے سزائے موت دینے کے خواہاں ہو جاتے۔ میں اپنی زندگی تمہارے ہاتھ میں دے سکتا تھا مورگن! اور یہ ضمانت ہوتی اس بات کی کہ میری پیشکش حقیقی اور کسی بد دیانتی سے مبرا ہے۔''

''ہوں.....!'' میں نے برق رفتاری سے سوچتے ہوئے کہا۔اور پھر مجھے فیصلہ کرنے میں دقت نہ پیش آئی۔''میں تیار ہوں مسٹر گرائن.....!'' میں نے سکون سے کہا۔

''کیا.....؟'' گرائن اُچھل پڑا۔اُس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تھا۔''کیا کہا تم نے؟'' وہ بولا اور میں نے اپنے الفاظ دہرا دیئے۔ وہ پرمسرت نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے خوشی کے عالم میں کہا۔''اگر تم اس کام کے لئے تیار ہو گئے ہو میرے دوست! تو میں اسے اپنی خوش قسمتی ہی سمجھ سکتا ہوں۔انسان کی زندگی کا ایک ہی مشن ہوتا ہے۔اگر اس کی نگاہوں میں اپنی زندگی کے لئے کوئی راستہ نہ ہو تو پھر بلاشبہ وہ ادھوری زندگی کا مالک ہوتا ہے۔''

''میں نے اپنی زندگی کا سب سے خوب صورت دَور جسے بچپن سے جوانی تک کا نام دیا جا سکتا ہے، اسی مشن کی تکمیل میں صرف کیا ہے۔ دوسرے تمام معاملات میں نے پس پشت ڈال دیئے تھے۔اور جب میری عمر اس دور میں داخل ہوئی، جہاں میں نے محسوس کر لیا کہ میں اپنے اِس مشن کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا تو میرے ذہن و جسم پر اضمحلال طاری ہو گیا۔ لیکن میں نے گوشہ نشینی اختیار کر کے خود پر مایوسی طاری نہیں کی۔ بلکہ اس کوشش میں مصروف رہا کہ اس کا کوئی سد باب کروں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میری نگاہیں بہت دُور رس ہیں۔اور میں انسانی تجزیئے میں کامل تو نہیں لیکن ایک اچھی خاصی مہارت رکھتا ہوں۔ تمہاری ذات کے بارے میں گو میں نے دیر سے سوچا تھا۔تاہم تم مجھے مکمل نظر آئے۔لیکن براہِ کرم! اس کی وضاحت طلب نہ کرنا کہ کیوں؟ اور اَب جب کہ تم نے میری معاونت کا فیصلہ کر لیا ہے تو تم یقین کرو ڈیئر مورگن! کہ میں اپنی رگوں میں پھر سے جولانی محسوس کر رہا ہوں۔''

''آپ کا یہ اعتماد میرے لئے حیران کن ہے مسٹر گرائن.....!'' میں نے کہا۔

''ہاں.....بہت سی باتیں دنیا میں حیرت انگیز ہوتی ہیں۔لیکن بہرصورت! ہم نے اسے تسلیم کرنا ہی ہوتا ہے۔تم میرے اس اعتماد کو بھی اسی رنگ میں دیکھو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی کوششوں میں کامیاب رہو گے۔'' گرائن نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مسٹر گرائن.....مجھے چند سوالات اور بھی کرنا ہوں گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہاں..... جب تم نے میری پیشکش قبول کر لی ہے تو ہمارے، تمہارے درمیان ایک اخلاقی رابطہ اور معاہدہ بھی ہو گیا۔ اور ثابت قدم لوگ زبانی معاہدے کو بڑی حیثیت اہمیت دیتے ہیں۔''

''البتہ اگر تم اپنے اطمینان کے لئے کچھ کرنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہ ہو گا مورگن.....!''

''یہی سمجھ لیں مسٹر گرائن.....!'' میں نے جواب دیا۔

''میرے نزدیک اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔'' گرائن نے کہا۔

''تب آپ مجھے بتائیے کہ اِس سلسلے میں مجھے کیا کرنا ہو گا؟ اور یہ کہ اگر میں اپنی کوشش میں ناکام رہا تو اس صورت میں کیا کیفیت ہو گی؟''

''دوست! یہ پانچ لاشیں جو تم نے دیکھیں، ایسے لوگوں کی ہیں جو اپنے طور پر بہت بڑی حیثیت کے حامل تھے۔ انہیں قتل کرنے کے لئے مجھے خاصی دُشواریاں پیش آئی تھیں۔ لیکن بہرصورت میں کامیاب رہا۔ اور میں تمہاری ذات میں ایک ایسا ہی گرائن چھپا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں خود تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کام کو آسانی سے کر لو گے۔''

''تاہم اگر تم ناکام رہے تو ہم دونوں مل کر کوئی نیا پروگرام ترتیب دیں گے۔ اور تم اس وقت تک اس کوشش میں مصروف رہو گے، جب تک کامیابی حاصل نہ کر لو۔''

''جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں تمہیں مکمل تحفظ کی ضمانت دیتا ہوں۔ اگر ایسی کوشش میں تم کسی چکر میں پھنس گئے، میری مراد قانونی چکر سے ہے تو مسٹر گرائن اتنا گمنام بھی نہیں ہے کہ وہ تمہاری گلوخلاصی نہ کرا سکے۔ یہ میرا ذمہ۔ باقی تمہاری ذمے داری۔''

''چلئے..... پھر ٹھیک ہے مسٹر گرائن! اَب آپ مجھے اُس شخص کے بارے میں بتائیں جسے مجھے قتل کرنا ہے۔''

''ہاں، یقیناً..... آؤ بیٹھو!'' گرائن نے کہا اور ہم دونوں اسی طرح سامنے بیٹھ گئے۔ تب گرائن نے پہلی نوٹوں کی ڈھیری کے پاس سے وہ لفافہ اُٹھایا جو بند تھا۔ اُس نے لفافہ کھولا اور اُس میں سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

''کرنل جیمس لوٹ، اٹلی کا باشندہ ہے۔ اس کا مستقل قیام وینس میں ہے۔ وہاں کا ایک سرمایہ دار بھی سمجھ لو۔ شاندار شخصیت کا مالک ہے اور زندگی گزارنے کے لئے اپنے طور پر مکمل چوکس رہتا ہے۔ گو، ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن اَب بھی بے حد چاق و چوبند اور

تندرست آدمی ہے۔ یہ ہے اس کی تصویر.....''

گرائن نے میرے سامنے کرنل جیمس کی تصویر رکھ دی۔ چوڑے شانے والا ایک وجیہہ آدمی تھا۔ لیکن اُس کی آنکھیں بے حد خطرناک تھیں۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ ایک دوسرے کاغذ پر اُس کے بارے میں مکمل کوائف لکھے ہوئے تھے۔ ساری تفصیل تھی۔ اس تفصیل کو میں غور سے دیکھتا رہا۔

اُس کی رہائش گاہ کا پتہ، اُس کے پاس رہنے والوں کے بارے میں معلومات اور اُس کے تعلقات، سب کچھ اس تفصیل میں موجود تھا۔ بلاشبہ مسٹر گرائن کو یہ تفصیل مہیا کرنے میں خاصی مشکلات پیش آئی ہوں گی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے گہری سانس لی اور مسٹر گرائن کی طرف دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔

''بالکل ٹھیک مسٹر گرائن.....! میں تیار ہوں۔ اَب باقی بات رہی اُن دو آدمیوں کی۔''

''اوہ، مسٹر مورگن..... میرا خیال ہے باقی تفصیلات کو رہنے دیا جائے۔ پہلے ہم ایک مرحلے سے نمٹ لیں۔ یہی میرا طریقہ کار ہے۔ جب آپ پہلی کامیابی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس آئیں گے تو میں آپ کو دوسرے شخص کے بارے میں تفصیلات مہیا کر دُوں گا۔''

''ٹھیک ہے..... اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے کب روانہ ہونا ہے؟''

''میرے دوست.....! میں تمہاری اس قدر مدد کروں گا کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ میں تمام انتظامات کئے دیتا ہوں۔ اس دوران تم میرے معزز مہمان کی حیثیت سے اس عمارت میں رہو۔ کسی بھی مناسب وقت پر میں تمہیں روانہ کر دُوں گا۔ اپنے طور پر اس سلسلے میں اگر تم کچھ آسانیاں چاہتے ہو تو مجھے بتا دو! میں تمہارے لئے تمام آسانیاں فراہم کر دُوں گا۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔

''کافی ہے مسٹر گرائن.....! بس! آپ میری روانگی کے کاغذات وغیرہ تیار کرا دیں۔ اس کے بعد باقی معاملات میں خود دیکھ لوں گا۔ ہاں..... ایک بات اور بتائیں۔''

''وہ کیا مسٹر مورگن؟'' گرائن نے پوچھا۔

''آپ نے اُن تابوتوں میں یہ پانچوں لاشیں اکٹھی کی ہوئی ہیں۔ کیا اُس شخص کی لاش بھی مجھے یہاں لانا ہو گی؟''

''اوہ.....! یہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ البتہ اُسے قتل کرنے کے بعد اُس کی قبر کی نشاندہی کرو گے۔ میرے آدمی اُسے قبر سے کھود کر لے آئیں گے۔ تم اس سلسلے میں کہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پریشان ہوتے پھرو گے؟ میں اس کا پورا پورا بندوبست کر دُوں گا۔'' گرائن نے کہا۔

''تمہارے آدمی......؟'' میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''ہاں...... جب تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے تو چند افراد تمہاری معاونت کے لئے تمہارے تعاقب میں رہیں گے۔ اگر تم چاہو تو کسی بھی وقت اُن سے مدد لے سکتے ہو۔ تمہیں اُن سے لاعلم نہیں رکھوں گا۔ اور پھر جب تم اپنا کام کر لو گے تو اُنہیں اطلاع دو گے۔ باقی تمام ذمہ داریاں اُن کی اپنی ہوں گی۔''

''اوہو......! تو وہ لوگ جو کہ لاش یہاں لا سکتے ہیں، کیا وہ اُس شخص کو قتل نہیں کر سکتے؟''

''نہیں مسٹر گرائن......!'' اُس نے پُراسرار انداز میں جواب دیا۔ ''اُن کا کام لاشوں کو اسمگل کرنا ہے۔ اور نہ ہی وہ اس قدر صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ اس کام کو انجام دے سکیں۔ یہ کام صرف تم ہی کرو گے۔ اُن کا کام تو صرف اتنا ہو گا کہ وہ قبرستان سے لاش نکالیں اور اُسے مجھ تک پہنچا دیں۔ تم صرف اُنہیں کام ہو جانے کی اطلاع دو گے۔''

''آل رائٹ مسٹر گرائن......! ہمارا، آپ کا معاہدہ ہو گیا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور مسٹر گرائن نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

''اَب تم میرے راز دار دوست کی حیثیت رکھتے ہو۔ میں تمہاری کامیابی کا خواہاں ہوں۔ اور باقی معاملات میں تم کوئی فکر نہ کرنا۔ میں ہر طرح سے تمہاری اعانت کروں گا۔ اخراجات وغیرہ کی کوئی فکر نہیں ہونی چاہئے۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔

''شکریہ مسٹر گرائن......!'' میں نے جواب دیا

''تو کیا اَب ہم اُوپر چلیں......؟'' گرائن نے پوچھا۔

''آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اس سے زیادہ اگر آپ مجھے کچھ بتانا چاہتے ہیں تو بتائیں۔''

''ہاں......! میرا خیال ہے ایک بات اور رہ گئی۔''

''وہ کیا مسٹر گرائن......؟'' میں نے پوچھا۔

''اس رقم کی ادائیگی کا کیا انداز ہو گا؟ میں تمہیں بھی مطمئن کرنا چاہتا ہوں۔''

''اس کا فیصلہ بھی آپ ہی کریں مسٹر گرائن......!'' میں نے جواب دیا۔

''میرے ذہن میں ایک عمدہ ترکیب ہے۔ ہم کسی اچھے وکیل سے مل کر ایک کاروباری معاہدہ کر لیتے ہیں۔ میں یہ رقم تمہارے نام سے بینک میں جمع کر کے اس کے کاغذات

وکیل کے پاس رکھوا دیتا ہوں۔ فائنل دستخط اُس وقت کر دُوں گا جب تم کام کر لو گے۔ اس طرح نہ تمہارے ذہن میں کجی رہے گی نہ میرے ذہن میں۔''

''یہ آپ کا مسئلہ ہے مسٹر گرائن......! جب میں آپ کے دشمن کو قتل کر سکتا ہوں تو آپ سے رقم بھی وصول کر سکتا ہوں۔ اس لئے اس مسئلے کو آپ جس طرح بھی حل کر لیں۔'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''تب ٹھیک ہے۔ تم اس معاملے کو میرے اُوپر چھوڑ دو۔ میں تمہیں مطمئن کر دُوں گا۔'' مسٹر گرائن نے جواب دیا اور اَب کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ لفٹ نما کمرہ اُوپر آ گیا۔

اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر میں نے بہت مختصر انداز میں مسٹر گرائن کی پیشکش کے بارے میں سوچا۔ بس! قابلِ غور مسئلہ صرف یہ تھا کہ مسٹر گرائن نے اتنے اعتماد سے میرا انتخاب کس طرح کر لیا؟ بہرحال! یہ کوئی پریشان کن مسئلہ نہیں تھا۔ اگر کام کی زندگی میں، میں ان چکروں میں اُلجھتا رہا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ چنانچہ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ مسٹر گرائن نے چھ سیکریٹری شاید اسی لئے رکھی تھیں کہ اُن کا کوئی مہمان یکسانیت کا شکار نہ ہو۔ اس لئے دوسری رات، سوبیتا میری شریک تنہائی تھی۔ میرے سینے میں منہ چھپا کر اُس نے بتایا کہ وہ گزری رات بھی مجھ سے زیادہ دُور نہیں تھی لیکن ٹریسا کو میرے قریب دیکھ کر واپس چلی گئی تھی۔

بہرحال...... یہ سب، ایک دوسرے سے تعاون کرتی تھیں۔ اور پھر مسٹر گرائن کی طرف سے مزید ہدایات مل گئی تھیں کہ مہمان کو، کوئی شکایت نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اُن میں سے کسی نے مجھے کوئی شکایت نہ ہونے دی اور اس گفتگو کے پانچویں روز مسٹر گرائن نے مجھ سے تفصیلی ملاقات کی۔ اس ملاقات میں اُنہوں نے میرا پاسپورٹ اور میری بدلی ہوئی شخصیت کے کاغذات، میرے لئے سفر کا ٹکٹ اور دوسری تمام چیزیں مجھے دے دیں۔

''تم آج رات روانہ ہو جاؤ گے مسٹر مورگن......! ساری کارروائی مکمل کر دی گئی ہے۔ تم ایک کمپنی کے نمائندے کی حیثیت سے سپین جاؤ گے، اور اس کمپنی سے سودے کی بات چیت کرو گے۔ میں تمہیں اس سلسلے کی تفصیلات بھی ابھی سمجھا دُوں گا۔ بہرحال! ایک طرف تم اس حیثیت سے کام کرو گے، لیکن تمہارا اصل کام......''

''عمدہ مسٹر گرائن......! ویسے میرا خیال ہے، آپ نے اتنی سہولتیں فراہم کر دی ہیں کہ میرا کام تو بہت مختصر رہ گیا ہے۔ اگر آپ یہ سب کچھ نہ بھی کرتے تو......''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بہرحال! تم اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ میں تمہاری سو فیصد کامیابی کا منتظر ہوں۔'' نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ مسٹر گرائن، مجھے کمپنی کے نمائندے کی حیثیت سے کرنے تھے، اُن کے بارے میں سمجھاتے رہے اور میں اُنہیں ذہن نشین کرنے لگا۔ بعد کے کام میرے تھے۔

جس وقت طیارے نے فرانس کی سرزمین چھوڑی تو میں نے اپنے ذہن سے وسوسے نکال دیئے۔ سیکرٹ پیلس کے اُستادوں کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق بھی کام کے بارے میں پہلے فیصلہ کرو۔ اور جب عمل کا وقت ہو تو اپنے فیصلے کی خامیاں انداز کر کے صرف کام کرو، اس کے بعد سوچو۔ اس اصول کے مطابق میں نے اپنا ذہن چھوڑ دیا۔

اَب میں صرف وینس کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس کے لئے چند مفکروں نے کہ وینس میں موت بھی خوبصورت ہے۔ پانی کے اُس شہر کے بارے میں تھوڑی تفصیلات معلوم تھیں۔ اُسے دیکھنے کا شوق بھی تھا۔ لیکن ابھی تو عملی زندگی میں قدم رکھا تھا۔ ابھی بہت سے کام ایسے تھے جنہیں پہلے انجام دینا تھا، اس کے بعد اپنی آئندہ کا کوئی لائحہ عمل معین کرنا تھا۔ یہ پہلا کام جو مجھے ملا تھا، میری توقع کے مطابق بہرحال! اگر میں گرائن کے کہنے کے مطابق تینوں آدمیوں کو قتل کر دُوں تو ایک اچھی مالک بن جاؤں گا۔ اَب صرف آئندہ اقدامات کی کامیابی کے بارے میں سوچنا تھا۔

طیارے کے سفر کی تفصیل غیر دلچسپ ہے۔ بہرحال! میں نے وینس میں قدم کسٹم وغیرہ کی ضروریات سے فارغ ہو کر خود کو بے یار و مددگار محسوس کیا۔ لیکن خود فقدان نہیں تھا۔ گو، شہر اجنبی تھا اور میں اُس آبی شہر میں منزل کی تلاش میں چل پڑا۔ اسکارنو، یعنی موٹر بوٹ نے مجھے سان مارکو چوک پر پہنچا دیا۔ گھنٹہ گھر سے ڈوجز سینٹ مارک کے کلیسا کے قریب سے گزرتا ہوا میں ہوٹل ''گلیلیو'' میں داخل ہو گیا۔

پرانے طرز کی یہ خوبصورت عمارت مجھے دُور ہی سے پسند آئی تھی۔ دربان نے دروازہ کھولا تھا جیسے میں کراؤن پرنس ہوں۔ اور پھر عملے کے ہر فرد نے ایسا ہی تھوڑی دیر کے بعد میں ایک کشادہ کمرے میں منتقل ہو گیا، جس کے بائیں طرف سان مارکو چوک کے گرد برآمدوں میں بنے ہوئے وہ قہوہ خانے صاف نظر آ رہے الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ اُن میں اکثر قہوہ خانوں کے اپنے آرکسٹرا

موسیقار سرِ شام چوک میں کرسیاں بچھا کر موسیقی الاپنا شروع کر دیتے ہیں اور یہاں خوب رونق ہو جاتی ہے۔

میں نے دلچسپی سے اُس منظر کو دیکھا۔ اور یہ سب کچھ مجھے اتنا پسند آیا کہ میں نے کھڑکی کے قریب ہی کرسی ڈال لی۔ ہوٹل کی سروس بہت عمدہ تھی۔ میں نے ایک عمدہ شام اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے گزاری۔ وینس کی اُس رات کو میں پرسکون رکھنا چاہتا تھا۔

اور اُس پرسکون رات کے بعد آنے والی صبح کو میں نے ناشتے سے فارغ ہو کر ایڈ اینکر، لمیٹڈ کے جنرل منیجر مسٹر سیڈلر کو فون کیا۔ ریسیور، خرگوش کے سر میں فٹ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر سیڈلر سے رابطہ قائم ہو گیا۔

''میں جم پارکر بول رہا ہوں۔ ریڈ اینکر، فرانس کا نمائندہ۔'' میں نے کہا۔

''مسٹر پارکر.....! کہاں سے بول رہے ہیں؟'' دوسری طرف سے حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

''ہوٹل گلیلیو، رُوم نمبر تین سو بیس۔''

''وینس.....؟''

''ہاں..... میرا خیال ہے، یہ ہوٹل اتنا غیر معروف نہیں ہے۔''

''یقیناً جناب! لیکن آپ کی آمد.....؟''

''اوہ، ہاں.....! بس پہلے سے آپ کو اطلاع نہ دی جا سکی۔''

''میں حاضر ہو رہا ہوں۔ براہِ کرم! انتظار کریں۔ رُوم نمبر.....؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''تین سو بیس.....!'' میں نے جواب دیا۔

''بس..... زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ باقی گفتگو وہیں پر ہو گی۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور فون بند کر دیا گیا۔ اُس شخص کے اندازِ گفتگو سے میں اُس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا اور درحقیقت وہ ایک مستعد شخص ثابت ہوا۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد اُس نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔ اُس کے ساتھ ایک نارنجی رنگ کی دوشیزہ بھی تھی۔ قدرے فربہ بدن لیکن دل کش خدوخال کی مالک۔ خود مسٹر سیڈلر بھی گول مول تھے۔ چھوٹا قد، گٹھا ہوا بدن، چہرے ہی سے خوش مزاج معلوم ہوتے تھے۔

''یعنی آپ کی آمد کی اطلاع اتنے دن پہلے سے تھی۔ لیکن آپ اچانک آ گئے۔ بہرحال!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اچانک آمد سے جتنی خوشی ہو سکتی ہے، مجھے ہوئی۔'' مسٹر سیڈلر نے خوش اخلاقی سے ہا
ملاتے ہوئے کہا۔

''شکریہ مسٹر سیڈلر!''

''میری مسز سے ملو..... یہ ربیکا ہے۔''

''اوہ.....!'' میں نے خود کو سنبھالا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی بہتر ہوتی ہے۔ ورنہ میں اُ
اُس کی بیٹی سمجھ چکا تھا۔ گویا یہ لڑکی اُس کی خوش مزاجی کا راز ہے۔ میں نے سوچا اور پھر
مسٹر سیڈلر سے کاروباری گفتگو کرنے لگا جس کے بارے میں مجھے گرائن نے بتایا تھا
میری لائن کی چیز نہیں تھی۔ لیکن بہرحال! ضرورت کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ میں
سکون سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر مسٹر سیڈلر نے مجھے پیشکش کی کہ میں اُن کے ساتھ قیام کرو
لیکن میں نے معذرت کر لی اور کہا کہ یہ ہوٹل مجھے بہت پسند آیا ہے۔ میں یہیں قیام کرو
گا۔''

''جیسی آپ کی خوشی۔ لیکن وینس کی سیر تو آپ ہمارے ساتھ ہی کریں گے؟''

''براہِ کرم! مجھے وینس میں ایک اجنبی کی حیثیت سے گھومنے پھرنے دیں۔ میرے
کرنے کا انداز مختلف ہے۔ میں اپنے طور پر اِس شہر کو دیکھوں گا۔

''تب پھر آپ سے کب ملاقات ہو گی؟''

''آپ مجھے فون کر سکتے ہیں۔ جو گفتگو ہمارے درمیان ہوئی ہے، اس کے لئے جو
بھی ہو، میں حاضر ہوں۔''

''کام ختم ہونے کے بعد بھی ہمیں خدمت کا کوئی موقع نہیں دیں گے مسٹر پارکر؟''

''اس میں کوئی حرج نہ ہو گا۔'' میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ اور پھر وہ دونوں میاں
رُخصت ہو گئے۔ نارنجی لڑکی کی چال بہت دلکش تھی۔ لیکن اُس کے ساتھ پھدک پھدک
چلنے والا اُس کا شوہر.....

☆.....☆.....☆

شام ہو گئی اور میں لباس تبدیل کر کے ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ چوک سان مارکو، روشنی
سے جگمگا رہا تھا۔ ڈوجے پیلس اور کلیسا بھی سجا ہوا تھا۔ میں موٹر بوٹ سے لا اینجلو پہنچ گیا۔
جہاں خوبصورت ریستوران اور قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے ایک قہوہ خانے میں
جگہ حاصل کر لی اور پھر چند نوٹوں نے ایک بیرے کو میرا دوست بنا دیا۔

''میں وینس میں اجنبی ہوں۔ ایک دوست کی تلاش میں آیا تھا، لیکن.....''

''نہیں ملے.....؟'' ویٹر نے نوٹ، جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں.....!''

''کہیں چلے گئے.....؟''

''پتہ نہیں معلوم سینور!''

''کیا نام ہے.....؟''

''کرنل جیمس۔ اُنیس سو چودہ کی جنگ میں.....''

''بس، بس..... کافی ہے۔ اور آپ وینس میں اجنبی ہیں؟'' ویٹر نے کہا۔

''ہاں..... کیوں؟''

''کیا میرا فرض نہیں ہے کہ میں آپ کو اُن تک پہنچاؤں؟ ویسے یہ آپ کی خوش نصیبی ہے
کہ آپ نے اتفاق سے مجھے ہی منتخب کیا۔

''اوہ..... کیوں؟''

''اس لئے کہ سات سال تک میں اُن کی کوٹھی میں ملازم رہا ہوں۔''

''واقعی..... کمال ہے۔'' میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''تو ہو گا یوں سینور! کہ دس بجے مجھے وہاں سے چھٹی ملے گی۔ تب میں آپ کو پُل ریالٹو
کے پاس ''کیچ اِن'' لے چلوں گا، جس میں مسٹر جیمس یعنی میرے سابق آقا بلا ناغہ آتے
ہیں۔ اور کبھی ہزاروں جیت کر اور کبھی لاکھوں ہار کر رات گئے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ آپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی اُن سے کب سے دوستی ہے جناب؟ میرا مطلب ہے، اپنے دورانِ ملازمت میں کبھی آپ کو نہیں دیکھا۔''

''اوہ..... ہم دونوں خط و کتابت کے ذریعے دوست بنے تھے۔ صورت سے تو میں جیمس کو جانتا بھی نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ موقع کی نزاکت کو دیکھ کر میں نے دم کچھ تبدیلیاں کی تھیں اپنے بیان میں۔ بہرحال! میں نے جلد بازی مناسب نہیں سمجھی ویٹر کا انتظار کرتا رہا۔ وینس کی سیر کے لئے تو زندگی پڑی تھی۔ نہ جانے کتنی بار آنا پڑے۔ وقت ضروری کام تھا اور اپنی تربیت کے بعد یہ میرا پہلا کام تھا جس میں کمائی کی اُمید چنانچہ اپنی ذہانت کو آزمانے کا مسئلہ بھی تھا۔

ٹھیک دس بجے ویٹر میرے پاس پہنچ گیا۔ اَب میں نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ پھر ہم نکل آئے۔ آبی سڑکوں پر روشنیوں سے سجے ہوئے گنڈولے رقص کر رہے تھے۔ گرانڈ میں یہ گنڈولے کسی سیاہ مخمل میں ٹنکے ہوئے ہیروں کی مانند نظر آ رہے تھے۔

مرسیر یا سٹریٹ سے گزرتے ہوئے ہم گرانڈ کینال کے سب سے بڑے اور خوبصو پُل ریالٹو کے پاس پہنچ گئے۔ پُل کے پہلو میں عین نہر کے کنارے ایک خوبصورت عمار ''کیچ اِن'' کے نیون سائن جگمگا رہے تھے۔

''وہ مسٹر جیمس کی کار موجود ہے۔ میں نے کہا تھا نا، مسٹر جیمس کے مشاغل سے جس میں واقف ہو سکتا ہوں، کوئی دوسرا نہیں۔''

''ظاہر ہے۔ آؤ! بس تم مجھے دُور سے اُن کے بارے میں بتا دینا۔'' میں نے کہا اور میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ بڑی پرسکون جگہ تھی۔ ایک طرف خوبصورت ریستوران بار تھا۔ اُس کے دوسرے وسیع حصے میں جوا خانہ تھا، جہاں بے شمار لوگ کھیل رہے تھے۔ ایک دوسرے سے بے نیاز اور لاپرواہ.....

''وہ مسٹر جیمس ہیں۔'' ویٹر نے چوڑے چہرے والے ایک وجیہہ شخص کی طرف اشا اور میں نے بغور اُس شخص کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ شاندار صحت کا مالک تھا۔ میں نے گردن اور پھر جیب سے مزید کچھ رقم نکال کر ویٹر کو دے دی۔

ویٹر نے سلام کیا اور پھر واپسی کے لئے مُڑ گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا، ویٹر کو جاتے رہا۔ اور اُس کے باہر چلے جانے کے بعد ایک میز کے گرد بیٹھ گیا۔ یہاں سے میں مسٹ پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ میں اُسے کھیلتے دیکھتا رہا۔ زندہ دِل انسان معلوم ہوتا تھا۔ جیت

بھرپور قہقہے لگاتا تھا۔ پُرجوش بھی معلوم ہوتا تھا۔ کبھی کبھی میز پر گھونسا مار دیتا تھا۔

بہرحال! آج میں نے اُس کا دُور ہی سے جائزہ لیا۔ اور اس وقت تک بیٹھا رہا، جب تک وہ وہاں رہا۔ اور اس کے بعد میں نے اُس کا تعاقب کیا۔ جس جگہ اُس کی کوٹھی تھی، وہ فیئر ہاک کہلاتی تھی۔ خوبصورت کوٹھیوں کا علاقہ تھا۔ لیکن کوٹھی کی بناوٹ ایسی تھی کہ اُس کے اندر کوئی کام مشکل سے کیا جا سکتا تھا۔ میں نے اُس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ اور پھر خاصی رات گئے گلیلو واپس لوٹا۔

دوسرے دن مسٹر سیڈلر پھر آ گئے۔ یہ عمدہ آدمی تھا۔ اُس کی دلی خواہش تھی کہ میں اُس کے ساتھ قیام کروں۔ لیکن ابھی مجھے اپنا اصلی کام کرنا تھا۔ اس لئے میں نے اُسے ٹال دیا۔ میری آمد کا جو مقصد تھا، سیڈلر نے اُس کے لئے کافی کارروائی کر لی تھی۔

''یوں سمجھیں جناب.....! میں نے کام ختم کر لیا ہے۔'' اُس نے کہا۔

''گڈ.....! گویا میں کسی وقت بھی روانہ ہو سکتا ہوں۔''

''ہاں.....! لیکن میری خواہش ہے، آپ اس طرح نہ جائیں۔ جیسا کہ آپ نے کہا تھا کہ آپ پہلی بار وینس آئے ہیں، ہمیں خدمت کا موقع دیں۔''

''ہم لوگ آئندہ بھی ملیں گے مسٹر سیڈلر! اور بہرحال! اگر کمپنی سے اجازت مل گئی تو میں کچھ عرصہ آپ کے ساتھ قیام بھی کر لوں گا۔''

''جیسی آپ کی مرضی.....!'' اُس نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ پھر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد وہ چلا گیا اور میں نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ اَب میں سوچ رہا تھا۔ ایک مخصوص انداز میں سوچ رہا تھا۔ اور اس طرح سوچنے کے نتائج حیرت انگیز اور کارآمد نکلتے تھے۔

چنانچہ تقریباً دو گھنٹے مختلف پروگرام بنتے اور بگڑتے رہے۔ میں دُور اور نزدیک کی باتیں سوچ رہا تھا۔ اور بالآخر یہ مرحلہ طے ہو گیا۔ میں نے ایک عمدہ پروگرام ترتیب دے لیا تھا۔ درحقیقت ہر کام کے لئے اُس کے مشکل اور آسان پہلوؤں کا جائزہ لینا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو، گہرائیوں کو نظر انداز کیا جائے۔ کیونکہ گہرائیاں، لمبے راستے رکھتی ہیں۔ اور میں نے یہ راستہ تلاش کر لیا تھا۔

دن نے تیزی سے ڈھلان کا راستہ اختیار کیا تو شام کی گہرائیاں، فضا پر قابض ہونے لگیں۔ پھر جب نم ہواؤں کے دوش پر شام تھرتھرا رہی تھی تو میں تیار ہو کر اپنے ہوٹل سے باہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکل آیا اور آبی ٹریفک کے ذریعہ مرسیریا سٹریٹ پر آ گیا۔ اور اس کے بعد میں نے خوبصورت شوکیسوں میں جھانکنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے میرے مطلب کی دوکان نظر آ گئی اور میں اُس میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے مطلب کا سامان خرید لیا اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ اَب مجھے دوسرے کام کرنے تھے۔ اس کے لئے آسان ترین طریقے دریافت کرنا مناسب تھا۔ چنانچہ واپس گلیلو آ گیا۔ اپنے کمرے میں آ کر میں نے ٹیلی فون پر گلیلو کے سروس کارنر کو رِنگ کیا اور ایک کمرہ طلب کیا۔

مسٹر فراسٹ کے نام سے مجھے، میری ہی منزل کا ایک اور کمرہ مل گیا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی پھر شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ اور پھر اپنے لائے ہوئے سامان کے پیکٹ کھولنے لگا۔ بھوری مونچھیں، داڑھی اور سر کے بالوں کی بدلی ہوئی تراش نے میری صورت بالکل بدل دی۔ آنکھوں کو چھپانے کے لئے میں نے ایک خوبصورت چشمہ خرید لیا تھا اور ڈبل سائیڈ کوٹ بھی۔ جس کا اصل رنگ ایک پینٹ کے ساتھ مل کر اُسے سوٹ بنا دیتا تھا اور دوسری طرف مختلف رنگ بن جاتا تھا۔

گویا اس طرح میں مکمل بدل گیا تھا۔ تب میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ اور پھر میں نے کاؤنٹر سے مسٹر فراسٹ کے کمرے کی چابی طلب کی اور ایک اٹینڈنٹ کے ساتھ یہاں آ گیا۔ یہ کمرہ، میرے کمرے کی طرح خوبصورت محلِ وقوع پر نہیں تھا۔ اور اُس کا رُخ اندر کی طرف تھا۔ تاہم مجھے کون سا اس میں رات گزارنا تھی۔ اس لئے میں نے اُس پر گزارہ کیا اور پھر میں اپنی پونجی لے کر باہر نکل آیا۔ میں نے سیدھا ''کیج اِن'' کا رُخ کیا تھا جہاں جواء ہو رہا تھا۔ مسٹر جیمس لوٹ کی کار میں نے باہر دیکھ لی تھی۔ مسٹر جیمس حسبِ معمول مصروف تھے۔ کھیل ہو رہا تھا۔ میں نے کوئی تکلف نہیں کیا اور خود بھی کرسی کھینچ لی۔

میری اس جسارت پر چند لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ لیکن پھر جب میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر جمع کیں تو سب مطمئن ہو گئے۔ فوراً ایک اٹینڈنٹ نے میری گڈیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور سرخ تھیلے میرے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ میرے لئے بھی کارڈ تقسیم ہو گئے اور میں نے اُن کارڈز پر معمولی سا کھیل کھیلا اور کارڈ اپنے ہاتھوں میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔

پھر جب کارڈ مجھے ملے تو میں نے کام دکھا دیا اور عمدہ کارڈ مسٹر جمس کے سامنے ڈال دیئے۔ اس بار میں خوب دل سے کھیلا اور آخر میں، میں اور مسٹر جیمس ہی رہ گئے۔ مسٹر جیمس

نے اپنے کارڈ دیکھے اور لمبی رقمیں لگانے لگے۔ میں بھی کافی دلیری کا ثبوت دے رہا تھا۔ پھر جب کارڈ شو ہو گئے تو جیمس لوٹ نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ میں نے خلوصِ دل سے اُنہیں مبارکباد دی۔

اور پھر جب میں وہاں سے اُٹھا تو جیمس لوٹ کا چہرہ، چقندر کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اُس نے مجھے پیشکش کی کہ مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑ دے گا۔ لیکن میں نے اُس کا شکریہ ادا کر دیا تھا۔

''کل بھی آپ سے ملاقات ہو گی مسٹر فراسٹ؟'' اُس نے پوچھا۔

''ضرور مسٹر جیمس.....!'' میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور مسٹر جیمس نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔ لیکن میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ یہ قہقہے تمہیں بہت مہنگے پڑیں گے ڈیئر جیمس.....! میں نے دل میں کہا۔

دوسرے دن میں نے مسٹر سیڈلر سے ایک بڑی رقم طلب کی اور مسٹر سیڈلر نے اس خدمت پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اُنہوں نے وہ رقم دو گھنٹے کے اندر مجھے مہیا کر دی تھی۔ رات کو حسبِ معمول میں نے میک اَپ کیا اور کیج اِن چل پڑا۔ آج میں نے کیج اِن کے قرب و جوار کا بغور جائزہ لیا تھا۔ مجھے اپنا کام انجام دینے کے لئے جائے وقوع کو بھی نگاہ میں رکھنا تھا اور بہرحال! میں نے آج پہلا پروگرام ترتیب دے لیا۔

مسٹر جیمس لوٹ نے تمسخرانہ انداز میں خوش ہوتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔ دوسرے لوگ بھی مسکرانے لگے۔ لیکن آج میں نے کل سے زیادہ رقم میز پر سجا دی تھی جو فوراً کوپن میں بدل گئی۔ اور جب میری کوششیں شامل تھیں تو پھر یہ رقم مسٹر جیمس ہی کیوں نہ حاصل کرتے؟ بلکہ آج میں نے اُن کے لئے فضا اور ہموار کی تھی۔ یعنی دوسرے لوگوں سے رقم جیت کر مسٹر لوٹ کو دے دی تھی۔

آج مسٹر جیمس لوٹ پر خلوص ہو گئے۔ کھیل کے خاتمے کے بعد اُنہوں نے مجھے شراب کی پیشکش بھی کی جسے میں نے جلے بھنے انداز میں مسترد کر دیا۔

''کل آپ تشریف لائیں گے؟''

''یقیناً.....!'' میں نے جواب دیا۔

''کل آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔'' اُنہوں نے کہا۔

''بے شک.....! کل آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔'' میں نے کہا اور مسکراتا ہوا واپس چل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑا۔

پھر میں نے دوسرے دن اس تفصیلی گفتگو کا اہتمام کیا۔ اس سلسلہ کی ضروری خریداری کرنے کے بعد میں نے فون پر مسٹر سیڈلر سے رابطہ قائم کیا۔

''میں آج روانہ ہونا چاہتا ہوں۔''

''اوہ.....تو آپ نے فیصلہ کرلیا مسٹر جم؟''

''ہاں.....!''

''میری خواہش تھی، آپ چند روز قیام کرتے۔''

''کمپنی نے کچھ ایسی ذمہ داریاں میرے سپرد کر دی ہیں مسٹر سیڈلر! کہ حالات مجھے اجازت نہیں دیتے۔ بہرحال! آپ کی پرخلوص دعوت کو ذہن میں رکھوں گا۔ اور آئندہ جب بھی وینس کا رُخ کروں گا، سیدھا آپ کے پاس آؤں گا۔''

''بہت بہتر.....! میں آپ کے لئے بندوبست کرتا ہوں۔''

''کل صبح کی کوئی فلائٹ ہو تو بہتر ہے۔'' میں نے کہا۔

''بہت بہتر.....! میں انتہائی کوشش کروں گا۔''

''تب آپ نے مجھے کتنی دیر میں اطلاع دے رہے ہیں۔''

''بس..... میں ابھی بات چیت کر کے آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔'' سیڈلر نے کہا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔

بہرصورت! جو پروگرام میں نے بنایا تھا، اُس پر مجھے اتنا اعتماد تو تھا ہی کہ میں باقی کارروائی مکمل کرلوں گا۔ اگر اتنا اعتماد بھی اپنی ذات پر نہ ہو تو پھر انسان کسی کام کے لئے کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا۔ رات کو تمام تیاریوں سے فارغ ہو کر میں پل ریالٹو کی جانب چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کیچ اِن میں داخل ہو گیا۔

کیچ اِن کی رونق حسب معمول تھی۔ مسٹر جیمس کی کار میں نے باہر ہی دیکھ لی تھی۔ گویا وہ شخص اندر ہی موجود تھا۔

میں پراطمینان قدموں سے چلتا ہوا کیچ اِن کے اُس حصے میں داخل ہو گیا جو، جوئے کے لئے مخصوص تھا۔ حسب معمول رونق تھی۔ میزیں بھری ہوئی تھیں اور زور و شور سے کھیل جاری تھا۔ خوبصورت لڑکیوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔ جیتنے والوں کے کندھے، گداز جسموں سے ٹکرا رہے تھے اور ہارنے والوں کے بدرونق چہرے بھی صاف نمایاں تھے۔ خوب ہوتا ہے یہ

ہار جیت کا کھیل بھی۔ اور خوب ہوتے ہیں چڑھتے سورج کا ساتھ دینے والے۔

آج بھی میں، مسٹر جیمس کے سامنے پہنچ گیا اور میرے لئے فوراً کرسی خالی کر دی گئی۔

''اوہ..... میرے دوست! میں تمہارا بڑی شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ سچ پوچھو تو مزہ ہی نہیں آرہا تھا۔'' جیمس لوٹ نے کہا۔

میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک کرسی کھسکائی اور بیٹھ گیا۔ میرے چہرے پر نفرت کے نقوش تھے۔ اسی مخصوص انداز میں، میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور میز پر سجا دیں۔ اٹینڈنٹ، سروس کے لئے تیار تھا۔ اُس نے نوٹوں کو سرخ گول ٹکیوں سے بدل دیا جو کلب کی کرنسی سمجھی جاتی تھی۔

''ویسے مسٹر جیمس..... آپ کے دوست کی خود اعتمادی بلکہ کہنا چاہئے کہ ہمت کی داد دینا پڑتی ہے۔ اَب تک وہ ایک بار بھی نہیں جیتے لیکن دوسرے دن پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ کھیلتے نظر آتے ہیں۔'' جیمس لوٹ کے ایک دوست نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''اوہ..... میرا خیال ہے مسٹر جیمس! آپ اپنے مصاحبوں اور حاشیہ برداروں کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔'' میں نے اُس شخص کو گھورتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں.....''

''وہ میری ہار کا ذکر کر کے مجھے شرمندہ کرنے اور میرا مذاق اُڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''ہاں دوستو.....! تمہیں اِس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ براہِ کرم! سنجیدگی سے کھیل میں دلچسپی لو۔ ہار یا جیت، زندگی میں ہوتی ہی رہتی ہے۔ اور پھر جو شخص یہاں اتنی دولت لے کر آتا ہے، کم از کم وہ اس حیثیت کا مالک ضرور ہو گا کہ لمبی رقمیں ہارنے کا اسے کوئی افسوس نہ ہو۔''

''ہمارا یہ مقصد نہیں تھا مسٹر جیمس.....!'' اُس شخص نے معذرت آمیز انداز میں کہا اور کھیل شروع ہو گیا۔ میرے کھیلنے کا انداز وہی تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو اپنے فنکارانہ ذہن سے اُن لوگوں کو قلاش کرسکتا تھا۔ لیکن میرا تو مقصد ہی اور تھا۔

نتیجتاً وہی ہوا جو پہلے ہوتا رہا تھا۔ یعنی میں نے ہارنا شروع کر دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ جیمس کی میز پر بیٹھے دوسرے لوگ، کھیل میں نکلتے ہی نہیں ہیں۔ وہ صرف اس لئے کھیل رہے تھے کہ تعداد پوری ہو جائے اور کسی دوسرے کو اس میز پر کھیلنے کا موقع نہ ملے۔ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری کوشش مجھے کھیل میں اُلجھانے کی تھی۔

چنانچہ پہلا ہاتھ ہی بس! شاندار پیمانے پر ہارا تھا۔ جیمس نے حسب معمول قہقہہ لگایا اور پھر اُس نے ٹھیپے سمیٹ لئے۔

''بات یہ ہے مسٹر! کہ جوئے کے معاملے میں میری تقدیر ہمیشہ سے اچھی رہی ہے۔ اس لئے میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ ہوشیاری سے کھیلیں۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرا ہاتھ بھی میں نے اُسی پیمانے پر ہارا۔ اور اَب میں اپنی کارروائی کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ جونہی میرے ہاتھ پر کارڈ شوکر کے جیمس نے ٹھیپے سمیٹے، میں نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مسٹر جیمس.....! میں آپ کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔'' میرا لہجہ حد درجے سرد تھا۔

''کیا مطلب.....؟'' جیمس نے ترش لہجے میں کہا۔

''یہ بات میں نے پہلے دو ہاتھوں میں محسوس کی ہے کہ آپ چالاکی کر رہے ہیں اور شاید کارڈ بدل لیتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔''

''مسٹر.....! کیا تمہیں کلب کے اصول معلوم ہیں.....؟'' جیمس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

''میں کسی اصول کی پرواہ نہیں کرتا۔ آپ کو تلاشی دینا ہوگی۔ اور اگر آپ کے پاس کارڈ نکل آئے تو اپنی تمام جیبیں خالی کرنا ہوں گی۔''

''اوہ..... ہاتھ ہٹاؤ! تم شاید جیمس سے واقف نہیں ہو۔'' جیمس نے اُسی انداز میں کہا۔

''ہرگز نہیں..... تمہیں ہر قیمت پر تلاشی دینا ہوگی۔'' میں کھڑا ہو گیا۔

''میں کہتا ہوں، ہاتھ ہٹاؤ۔ ورنہ تمہیں اس بدتمیزی کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔'' جیمس کی آواز میں غراہٹ آ گئی۔ اس وقت وہ کافی خونخوار نظر آنے لگا تھا۔ یوں بھی قد آور شخص تھا۔ لیکن بہرحال! میں اُسے ٹھیپے نہیں اُٹھانے دے رہا تھا۔ تب جیمس کھڑا ہو گیا۔ اُس نے ٹھیپے چھوڑ دیئے تھے۔ اور پھر اُس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں سے کہا۔ ''اس کرنل جیمس کے بارے میں بتاؤ۔''

''مسٹر.....! تمہیں شاید کرنل جیمس کی حیثیت کا علم نہیں ہے۔ خیریت چاہتے ہو تو خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ.....'' اُن میں سے ایک نے کہا۔

''میں اس شخص کی تلاشی لئے بغیر اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اسے تلاشی دینا ہوگی۔ اور اگر یہ بے ایمان ثابت ہوا تو.....''

''ٹکڑے کر دو اس کے..... میں ذمہ دار ہوں۔'' جیمس آؤٹ ہو گیا اور اُس کے دونوں

ساتھی میری طرف جھپٹے۔ لیکن میں نے اطمینان سے اُنہیں سنبھال لیا۔ اُن میں سے ایک کے پیٹ میں لات رسید کر کے میں نے دوسرے کی گردن پکڑ لی اور پھر اُسے ہوا میں اُچھال کر دُور پھینک دیا۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے کام میں تاخیر نہیں کی۔ دوسرے لمحے میں نے پستول نکال لیا۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ اُن میں سے کسی کے پاس پستول نہ ہو۔ چنانچہ اُس کی کسی کوشش سے پہلے ہی میں اپنا کام کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے جیمس لوٹ کے سر کا نشانہ لے کر ٹرائیگر دبا دیا۔ اور پھر دوسرا فائر میں نے اُس کے دل کے مقام پر کیا تھا۔ بس..... کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

جیمس لوٹ کے حلق سے دو کراہیں نکلی تھیں۔ اور پھر وہ میز پر اوندھا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اُن دونوں آدمیوں پر فائر کر کے اُنہیں بھی زخمی کر دیا۔ اور جوئے خانے میں بھگدڑ مچ گئی۔

''خبردار.....! کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے.....'' میں نے کہا اور پیچھے کھسکنے لگا۔ اور پھر ہال کے دروازے سے نکلتے ہوئے میں نے دو فائر اور کئے اور اس کے بعد باہر چھلانگ لگا دی۔ میں ہوٹل کے باہر کی طرف نہیں بھاگنا چاہتا تھا۔ کیونکہ سڑک پر مجھے بہ آسانی پکڑا جا سکتا تھا۔ غسل خانوں کی قطار پہلے سے میری نگاہ میں تھی۔ چنانچہ اس سے قبل کہ کوئی ہال کے دروازے سے باہر نکلے، میں ایک روشن غسل خانے میں داخل ہو گیا اور پھر انتہائی برق رفتاری سے میں نے سب سے پہلے اپنا کوٹ اُتارا اور اُلٹ کر پہن لیا۔ اس سے میں اَب ایک رنگ کے سوٹ میں ملبوس نظر آنے لگا تھا۔ پھر میں نے داڑھی اور مونچھیں اُتاریں اور اُنہیں فلیش میں ڈال دیا۔ سر سے وگ اُتار کر بھی میں نے فلیش میں ڈالی اور ٹینک کھول دیا۔

باہر شور کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ آخر میں، میں نے چشمہ ضائع کر کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔

باہر کا ہنگامہ میرے تصور کے مطابق تھا۔ ایک ہجوم باہر کھڑا تھا۔ کچھ لوگ میری تلاش میں ہوٹل سے باہر دوڑ گئے تھے۔ میں بھی ہجوم میں شامل ہو گیا۔ مسٹر لوٹ کی موت کی خبر میں نے سن لی تھی اور سکون کی گہری سانس لی تھی۔

پھر جو کارروائیاں ہوتی ہیں، ہوئیں۔ پولیس آئی، لوگوں کے بیانات لئے گئے۔ میں بھی اُن میں شامل تھا۔ میں نے اطمینان سے اپنے ہوٹل اور اپنی کمپنی کا حوالہ دے دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرحال! میں ہر طرح محفوظ تھا۔ ظاہر ہے، پولیس اُن میں سے کسی کو روک تو نہیں سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد سب کو جانے کی اجازت دے دی گئی اور پولیس، لاش کے سلسلے میں مصروف ہوگئی۔ میں نے جس خوبصورت پیمانے پر کام کیا تھا، اس پر بہت خوش تھا۔ کسی کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں ہوسکتا تھا کہ جیمس لوٹ کو کسی سازش کے تحت قتل کیا گیا ہے۔ اور قاتل فرانس سے یہاں تک کا سفر کر کے آیا ہے۔ اسے ایک حادثے کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ اور اس حادثے کے بہت سے گواہ تھے۔ بہرحال! میں واپس اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

ہوٹل میں آ کر میں انتہائی پرسکون تھا۔ سونے کے لئے لباس بدل لیا۔ لیکن میرا سونے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔ کیونکہ آج ہی رات ساڑھے تین بجے مجھے وینس چھوڑ دینا تھا۔ میرے دوست مسٹر سیڈلر مجھے اس کی اطلاع دے چکے تھے۔

میں نے اپنا کام جس خوبی سے انجام دیا تھا، اس پر میں بہت خوش تھا۔ جس پستول سے میں نے مسٹر جیمس کو قتل کیا تھا، اُس پر سے نشانات صاف کر کے میں نے واپسی پر گرینڈ کینال میں پھینک دیا تھا اور بظاہر ایسا کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا، جو پولیس کو مجھ تک پہنچا دے۔ لیکن اس کے باوجود رات کے تقریباً ایک بجے جب پولیس گلیلو پہنچی اور مسافروں کے کمروں کے دروازوں پر دستک دے کر اُنہیں باہر آنے کے لئے کہا گیا تو ایک لمحے کے لئے میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ باہر آیا تو چند پولیس افسر اور سادہ لباس میں ملبوس لوگ کھڑے مسافروں سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ یہ کمرہ نمبر تین سو چوبیس کے مسافر مسٹر فراسٹ کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے، جس پر مسٹر جیمس کو قتل کرنے کا شبہ تھا۔

میں نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح اُس شخص سے لاعلمی کا اظہار کیا اور پولیس مجھ سے میرے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگی۔

بہرصورت! میں نے پولیس کی کارکردگی کو دل ہی دل میں سراہا تھا۔ اتنی جلدی کسی عمل کے نتیجے پر پہنچ جانا بہرحال! پولیس کی ذہانت کا ثبوت تھا۔ لیکن مسٹر فراسٹ کا تو کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ وہ بے چارے اُسے کہاں تلاش کرتے پھرتے؟ پھر تمام مسافروں سے اس وقت تکلیف دہی کی معافی طلب کی گئی اور اس کے بعد مسٹر فراسٹ کے کمرے کو سربمہر کر کے پولیس والے چلے گئے۔

میں نے پولیس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ میں آج ہی رات تین بجے وینس چھوڑ رہا ہوں۔ اپنے اس لئے کہا تھا کہ رات کو میرے ہوٹل چھوڑنے پر ہوٹل کے منتظم عملے کو کوئی شک نہ ہو۔ میں کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا بعض اوقات خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

بہرحال! میں بے حد مطمئن تھا۔ تین بجے رات میں نے ٹیلی فون پر ایئر پورٹ جانے کے لئے ٹیکسی طلب کی اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایئر پورٹ چل پڑا۔ ایئر پورٹ پر مسٹر سیڈلر اور اُن کی نارنجی رنگ کی بیوی مجھے الوداع کہنے کے لئے موجود تھی۔ میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور ایک بار پھر وعدہ کیا کہ آئندہ وینس آؤں گا تو اُن کے پاس قیام کروں گا۔ اور پھر پیارے نے وینس چھوڑ دیا۔

اُس وقت دوپہر کا ایک بجا تھا جب میں نے مسٹر گرائن کو پیرس کے ایک ہوٹل کے ایک خوبصورت کمرے سے فون کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر گرائن کی آواز، فون پر سنائی دی۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ فون میرا ہوسکتا ہے۔

"ہیلو..... گرائن سپیکنگ!"

"آپ کا خادم، جم پارکر بول رہا ہے۔"

"کک..... کون..... کون بول رہا ہے.....؟"

"جم پارکر.....!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مم..... مگر کہاں سے.....؟ کیا وینس سے.....؟"

"نہیں..... پیرس کے ہوٹل کارفا کے رُوم نمبر بارہ سے۔"

"مم..... مگر تم پیرس کب پہنچے؟"

"اب سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل۔"

"اور..... اور..... وہ..... میرا مطلب ہے، وہ....."

"جی ہاں..... آپ کا کام ہوگیا ہے۔"

"تو پھر تم وہاں کیوں ٹھہرے ہو؟ یہاں کیوں نہیں آئے؟"

"میں نے سوچا، آپ سے دُور رہ کر آپ کو یہ خوشخبری دُوں۔ اور پھر آپ سے ہدایات طلب کروں۔"

"اُفوہ.....! فوراً یہاں آ جاؤ۔ فوراً..... میں شدت سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ دیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میری بے چینی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بہتر..... پہنچ رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

مسٹر گرائن نے بڑے ہی پر جوش انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔ اُنہوں نے ہاتھ ملایا اور پھر مضطربانہ انداز میں میرا بازو پکڑ کر کوٹھی کے اندرونی کمرے میں لے گئے۔

''جلدی بتاؤ..... کیا پوزیشن رہی؟ تم نے فون پر جو کچھ کہا تھا، اس میں وضاحت نہیں تھی۔''

''سارا کام آپ کے حکم کے مطابق ہوا ہے۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''کک..... کیا مطلب؟ کیا تم نے درحقیقت اُسے..... کیا.....'' مسٹر گرائن کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں..... جیمس لوٹ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ اپنے ذرائع سے اُس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔''

''اوہ..... میں نے تم سے جس انداز میں کہا تھا، میرا مطلب ہے کیا تم نے اُن لوگوں کو اطلاع پہنچا دی جن کے بارے میں، میں نے کہا تھا۔ یعنی وہ جو اُس کی لاش یہاں لے گے؟''

''ہاں مسٹر گرائن..... میں نے اپنا تمام کام انتہائی سکون سے انجام دیا ہے۔ آپ دیئے ہوئے نمبر پر میں نے رنگ کر دیا تھا۔ میری خواہش ہے کہ آپ اُن لوگوں سے ذاتی طور پر رابطہ قائم کر کے اس بارے میں تصدیق کر لیں۔''

''حیرت انگیز..... حیرت انگیز..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے خطرناک انسان اس آسانی سے قتل کر دو گے۔ بہرحال! میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ میں تمہیں حیرت انگیز انسان کہہ سکتا ہوں۔''

''شکریہ مسٹر گرائن..... اَب آپ مجھے میرے دوسرے شکار کے بارے میں تفصیل بتائیں۔ میں جلد از جلد اپنا کام ختم کر لینا چاہتا ہوں۔''

''بتا دُوں گا بھئی۔ ذرا سکون تو لو۔ اور بہرحال! تمہارے پہلے کارنامے کے لئے دوسرے معاملات بھی ہیں۔ مجھے تمہارے معاوضے کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔

''اوہ مسٹر گرائن..... مجھے ان تمام معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ مجھے دوسرے شخص کے بارے میں بتائیں جسے قتل کرنا ہے۔''

''بہت خوب..... گویا تمہیں معاوضے کی گرانقدر رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تاہم یہ تو میرا فرض ہے۔ میں اپنی ذمہ داری پوری کروں گا۔ جس دوسرے شخص کے لئے تم سے کام لینا ہے، وہ یوگوسلاویہ کی ایک سرکاری شخصیت ہے۔ اور یہ قطعی اتفاق ہے کہ آج ہی کے اخبار میں، میں نے یوگوسلاوی وفد کی آمد کی خبر پڑھی ہے اور اُس میں اُس کا نام بھی موجود ہے۔''

''اوہ..... گویا دوسرا شکار یہیں آ گیا ہے۔''

''آ نہیں گیا ہے، آج آ رہا ہے، رات کو دس بجے۔ اور تمہارے لئے اس سے اچھی خبر اور کوئی نہیں ہو سکتی۔'' گرائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر گرائن! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں مسٹر گرائن سے اُس شخص کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ ساری تفصیلات معلوم کرنے کے بعد میں نے کہا۔ ''یہ سب ٹھیک ہے مسٹر گرائن! لیکن آپ یہاں سے اُس کی لاش تو نہیں حاصل کر سکیں گے۔''

''اوہ..... اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میرے آدمی اُس کی تدفین کے بعد لاش حاصل کر کے مجھ تک پہنچا دیں گے۔ اور یہ کام اُن کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ وہ اگر پوری لاش نہیں بھیج سکتے تو ایک ایک کر کے اُس کے مختلف اعضاء بھیج دیتے ہیں۔ مثلاً ایک بار میں اُن کے دونوں بازو، پھر سر، پھر ٹانگیں، بدن بھی کئی ٹکڑوں میں آ جاتا ہے۔ اور پھر ان ٹکڑوں کو جوڑنا مشکل نہیں ہوتا۔ میرے تہہ خانے میں موجود تین لاشیں اسی طرح مجھ تک پہنچی تھیں۔'' مسٹر گرائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب ٹھیک ہے۔ اور اَب مجھے اجازت دیں۔ رات کو دس بجے مجھے سرکاری وفد کے استقبال کے لئے جانا ہے۔''

''ہاں..... تم سروے کر لو۔ جس چیز کی ضرورت پیش آئے، گرائن کو بتانا۔ میں تمہیں سب کچھ مہیا کر دُوں گا۔ مسٹر گرائن نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

رات کو ٹھیک دس بجے میں پیرس ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ اپنے کام کے لئے میں نے اپنے طور پر نہایت مناسب جگہ کا انتظام کیا تھا۔ دُور مار کرنے والی جوگن مسٹر گرائن نے مجھے مہیا کی تھی، میرے لباس میں موجود تھی۔ اُس کی نال میری آستینوں میں چھپی ہوئی تھی۔ بٹ میری جیب میں موجود تھا۔ اور دوسرے پرزے بھی مختلف جگہوں پر رکھے ہوئے تھے۔ اُسے دو تین منٹ میں کسی بھی جگہ منسلک کیا جا سکتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے اس کے لئے ایئر پورٹ لینجر لاؤنج میں بنے ہوئے باتھ رُوم کا انتخاب
بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ باتھ رُوم کی ایک کھڑکی، رن وے کی طرف کھلتی تھی جہاں
اپنا ٹارگٹ لے سکتا تھا۔

اَب مجھے جہاز کے آنے کا انتظار تھا..... پروگرام کے مطابق جہاز کو ٹھیک دس
تھا۔ لیکن شاید کچھ لیٹ تھا۔

میں نے دیکھا، وفد کا استقبال کرنے کے لئے چند سرکاری افسران ایئر پورٹ
تھے۔ خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ غالباً پولیس سادہ لباس میں موجود تھی۔ یوں ایئ
پر کسی ہنگامے کا خطرہ تو نہیں تھا۔ اس لئے ضرورت سے زیادہ اہتمام بھی نہیں کیا گیا تھا

مسٹر گرائن نے جو تصویر مجھے دکھائی تھی، اس کو میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر
لیکن دُھندلی رات میں کسی شخص کا اتنے فاصلے سے ہو بہو دیکھ لینا بڑا کارِ مشکل
بہرصورت! میں اپنے کام کے لئے مستعد تھا۔

ٹھیک دس بج کر دس منٹ پر رن وے پر چہل پہل ہوگئی۔ اُوپر جہاز نظر آ رہا تھا
نے اِرد گرد دیکھا۔ مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں میرے باتھ رُوم میں داخل ہونے
کوئی اور باتھ رُوم میں داخل نہ ہو جائے۔ چنانچہ اَب باہر رُکنا بھی مناسب نہیں تھا
برق رفتاری سے باتھ رُوم میں داخل ہوا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔
دروازہ، اندر سے بند کر لیا تھا۔

پھر میں نے باتھ رُوم کی کھڑکی کھولی اور رن وے کے اُس حصے کا جائزہ لینے لگا
جہاز کو اُترنا تھا۔ روشنیاں بہت کم تھیں۔ لیکن میں اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کوشش کر سکتا تھا
کی وجہ میرے پاس موجود ایک طاقت ور دُوربین تھی۔ دُوربین مجھے مسٹر گرائن نے
کی تھی۔ میں نے سارے معاملات پر غور و خوض کرنے کے بعد عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔

سو میں نے دُوربین آنکھوں سے لگائی اور جہاز کو نیچے اُترتے دیکھتا رہا۔ پھر
دُوربین گلے میں لٹکا لی اور گن کے مختلف پارٹ ایک دوسرے سے جوائن کرنے لگا
مشق میں دن میں اچھی طرح کر چکا تھا۔ گن کو جوڑنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی
نے اپنے سوٹ کی اندرونی جیب سے دو کارتوس نکال کر گن میں فٹ کئے۔ یہ کارتو
قیمت رکھتے تھے۔ اُن کی قیمت اتنی تھی کہ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا۔

جہاز، رن وے پر اُتر گیا۔ میں دیکھتا رہا۔ جہاز، چند لمحے رن وے پر چکر کاٹ

پھر نیچے اُتر گیا۔ میں نے دُوربین، آنکھوں سے لگا لی اور پوری قوت صرف کر کے جہاز کے
دروازے کا جائزہ لینے لگا۔ مطلوبہ شخص کی تلاش کے سلسلے میں جس قدر مجھے خدشہ تھا کہ رات
کی تاریکی میں اُسے نہیں پہچان سکوں گا، بات اتنی ہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں، میں نے اُس
شخص کو تلاش کر لیا۔

سفید بالوں والا یہ شخص اُس وقت فلیٹ پہنے ہوئے تھا۔ لیکن اُس کا چہرہ اس وقت فلیٹ
میں چھپا ہوا تھا۔ میں نے جلدی جلدی جہاز سے اُترنے والے دوسرے لوگوں کو بھی دیکھا۔
مجھے یہ احساس تھا کہ ممکن ہے، مجھ سے پہچاننے میں غلطی ہوئی ہو۔ لیکن اُس صورت کا دوسرا
کوئی شخص وفد میں موجود نہیں تھا۔ اور پھر میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ وفد کی سربراہی وہی شخص
کر رہا تھا۔

مسٹر گرائن نے یہی بات مجھے بتائی تھی کہ وفد اُسی شخص کی سربراہی میں فرانس آ رہا ہے۔
تب میں نے گن کی نال، باتھ رُوم کے روشندان سے باہر نکالی اور شست لینے لگا۔ میرا خیال
تھا، میں نے اُسے اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ استقبال کرنے والے بڑھ کر اُس سے مصافحہ کر
رہے تھے اور رسمی کلمات ادا کر رہے تھے۔ چند لوگوں سے تعارف ہونے کے بعد وہ سیدھے
ایئر پورٹ لاؤنج کی طرف بڑھنے لگے۔ میں سانس روکے اپنے کام کا منتظر تھا۔ بس! ایک
لمحے کے لئے اُس شخص کو دوسروں سے علیحدہ ہونا چاہئے تھا اور یہ کام بھی مشکل نظر نہیں آ رہا
تھا۔ کیونکہ ساتھ چلنے والے اُس کے ساتھ پھیل کر چل رہے تھے اور اُسے خاص طور سے آگے
بڑھنے کا راستہ دے دیا گیا تھا۔

میں موقع کی تاک میں تھا۔ گن کی نال بدستور اُس شخص کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔
میں نے اُس کے پہلو کا نشانہ لیا تھا اور ابھی تک میرا نشانہ کامیاب تھا۔ پھر جونہی مجھے موقع
ملا، میں نے ٹرائیگر دبا دیا۔ ایک..... پھر دو۔ تاکہ اگر ایک بار ٹرائیگر دبانے سے کام نہ ہو تو
دوسری بار ٹرائیگر دبانے سے ہو جائے۔ اور یہی ہوا۔

کامیابی تو میرا مقدر بن چکی تھی۔ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا، وہ بہرصورت! پورا ہو
ہی جاتا تھا۔ اور اس طرح کہ بعض اوقات میں خود حیران رہ جاتا تھا۔ بہرحال! میں نے اُس
شخص کو اُچھلتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ، دل کے مقام پر رکھ لئے تھے اور
میرے پورے وجود میں مسرت کی لہریں اُٹھنے لگیں۔ میرا وار کامیاب رہا تھا.....

چند ساعت تک تو دوسروں کو معلوم بھی نہ ہوا کہ کیا ہوا ہے۔ اور جب وہ نیچے گرنے لگا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک دم ایئر پورٹ پر بھگدڑ مچ گئی۔

اس سے زیادہ دیر وہاں رُکنا میرے لئے کسی طور ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے گن کو پھینکی، ہاتھوں پر پتلے دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے دستانے اُتار کر جیب میں ٹھونسے اور پھر انتہائی پھرتی بلکہ مستعدی سے باہر نکل آیا۔

بڑے اطمینان سے میں ایئر پورٹ لاؤنج پر چلتا ہوا باہر آ گیا۔ باہر کار کھڑی ہوئی تھی مسٹر گرائن نے مجھے استعمال کے لئے دی تھی۔ چنانچہ میں کار میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا۔ کسی شبہ بھی نہیں ہوا تھا کہ اندر کچھ ہو گیا ہے۔ میں نہایت سست رفتاری سے کار کو ایئر پورٹ کے رقبے سے باہر لے آیا اور باہر آ کر میں نے کار پوری قوت سے چھوڑ دی۔

اَب میں انتہائی تیزی سے مختلف راستوں سے ہوتا ہوا اپنے ہوٹل کی جانب جا رہا تھا۔ کار میں نے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں روکی اور اندر داخل ہو گیا مجھے یہ یقین تھا کہ میں نے اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑا ہے کہ پولیس کو میرے بارے میں کچھ پتہ چل سکے۔ سو میں مطمئن تھا۔ ہوٹل میں پہنچنے کے بعد میں اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔

حالانکہ رات زیادہ نہیں گزری تھی۔ لیکن ماحول پر کہر ہونے کی وجہ سے سڑکوں پر زیادہ رونق نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ مسٹر گرائن جاگ کر میرا انتظار کر رہے ہوں گے، اور غالباً اس خبر کے سننے کے منتظر.....

چنانچہ میں نے ٹیلی فون پر مسٹر گرائن کا نمبر رنگ کیا اور ٹیلی فون فوراً ہی ریسیو کر لیا گیا تھا۔ ''ہیلو.....!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''کون بول رہا ہے.....؟'' دوسری طرف سے آنے والی آواز مسٹر گرائن ہی کی تھی۔

''آپ کا خادم، جم.....!''

''اوہ، جم.....؟'' مسٹر گرائن کی آواز گھٹی گھٹی سی تھی۔

''جی ہاں.....! آپ کے لئے خوشخبری ہے۔''

''بہت خوب..... گویا، گویا.....''

''جی ہاں.....!'' میں نے جواب دیا۔

''تھیک یو جم پارکر! اَب بتاؤ، تمہارا کیا پروگرام ہے.....؟''

''میں تو تیسرے کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ لیکن بہرصورت! رات زیادہ گزر گئی ہے۔ اس لئے کل آپ سے ملاقات کروں گا۔''

''ناشتہ میرے ساتھ ہی کرنا۔ میں شدت سے تمہارا منتظر رہوں گا۔'' مسٹر گرائن نے کہا اور میں نے وعدہ کر لیا۔

رات کو بے حد پُرسکون نیند آئی تھی۔ صبح کو تقریباً نو بجے آنکھ کھلی۔ کھڑکی کے شیشوں سے باہر نگاہ ڈالی تو بارش ہو رہی تھی۔ موسم میں بے حد رُومانیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں کافی دیر تک بستر میں انگڑائیاں لیتا رہا۔ اس دوران ذہن پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ لیکن پھر ٹیلی فون کی گھنٹی نے ساری کیفیات زائل کر دیں۔ میں جانتا تھا کہ کس کا فون ہو گا۔ مسٹر گرائن نے یاددہانی کرائی۔ ''میں ناشتے پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''میں آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا مسٹر گرائن.....!'' میں نے جواب دیا۔

''باقی باتیں یہیں ہوں گی۔ تمہاری بات کی تصدیق ہو چکی ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔'' مسٹر گرائن نے کہا اور میں بھی خوش ہو گیا۔ اور پھر ٹھیک تیسویں منٹ پر میں مسٹر گرائن کے سامنے موجود تھا۔ ''تمہارے جیسے با اصول اور شاندار کارکردگی کے مالک چند ہی لوگ ملیں گے۔'' مسٹر گرائن مجھے ناشتے کے کمرے میں لے جاتے ہوئے بولے۔ اور پھر ناشتے کے دوران اُنہوں نے مجھے بتایا کہ ریڈیو کی خبروں اور اخبارات میں مسٹر واڈ ویلش کے قتل کی اطلاع ملی ہے۔''

''ویری گڈ.....! اور اَب مجھے آپ کے تیسرے دشمن کی تلاش ہے۔''

''آخری دشمن کہو.....!'' مسٹر گرائن مشفقانہ انداز میں مسکرائے۔ اور پھر ٹوسٹ پر مکھن لگاتے ہوئے بولے۔ ''تمہاری جتنی تعریف کروں، کم ہے۔ میں تمہیں دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ تم نے تو وہ کام چند روز میں کر دکھائے ہیں جن کے لئے میں طویل عرصے سے سوچ رہا تھا۔''

''شکریہ مسٹر گرائن.....! آخری کام کرنے کے بعد ہی آپ سے باقی باتیں ہوں گی۔''

''ہاں، یقیناً.....! ناشتہ کر لو۔ اس کے بعد میں تمہیں پوری تفصیل بتاؤں گا۔''

ناشتے کے بعد مسٹر گرائن مجھے لے کر کوٹھی کے بالکل اندرونی کمرے میں پہنچ گئے۔ اُنہوں نے دروازہ بند کر کے لاک کر لیا۔ اُن کے چہرے پر گہری سوچ نظر آ رہی تھی۔ پھر اُنہوں نے کہا۔ ''گن تم نے پھینک دی تھی؟''

''ہاں.....!'' میں نے چونک کر جواب دیا۔ ''کیوں.....؟''

''اوہ..... کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میری رائے میں تمہیں ہتھیار رکھنا چاہئے۔ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہیں ایک پستول دُوں گا۔ یہ میرے ایک دوست نے تحفے میں دیا تھا مجھے۔ بہرحال بات تیسرے اور آخری دشمن کی ہے۔"

"ہاں..... میں چاہتا ہوں، اُس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرلوں۔ یہ کام کو بھی انجام دے دیا جائے۔" میں نے کہا۔

"میں تمہیں اپنے اُن دشمنوں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں، جنہیں میں نے قتل کرا دیا۔ اُن سب سے دشمنی کسی ایک بنیاد پر نہیں تھی۔ مختلف اوقات میں، مجھے اُن سے نفرت ہوئی اور میں نے دل میں تہیہ کرلیا کہ میں اُنہیں قتل کر دُوں گا۔ جو کچھ میں تھا، میں نے کیا۔ کچھ مدد تم نے کی۔ اور اَب..... اَب میرا آخری دشمن رہ گیا ہے۔ ہو، مجھے اُس آخری دشمن سے نفرت کیوں ہے.....؟"

"بتا دیں مسٹر گرائن.....!"

"اُس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا۔ ہاں..... میں اس بات کی تصدیق کر چکا ہوں اُسی نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا۔"

"اوہ..... ٹھیک ہے مسٹر گرائن! میں تفصیل نہیں چاہتا۔ آپ مجھے اُس کے بارے بتائیں۔

"وہ..... وہ..... تم ہو مسٹر پارکر..... یا مسٹر ڈن کین.....!" گرائن نے کہا اور دوسرے لمحے اُس کے ہاتھ میں پستول نظر آنے لگا۔ اُس کی شخصیت ایک دم بدل گئی تھی۔ ذہنی بالکل ختم ہو گیا تھا۔ مجھے جس قدر شدید ذہنی جھٹکا پہنچا، وہ فطری تھا۔ مجھے اپنی سماعت پر نہیں آیا تھا۔ یہ شخص میرے اصل نام سے بھی واقف تھا۔ چند لمحات کے لئے تو میں ساکت رہ گیا۔ لیکن پھر میری قوتیں عود کر آئیں۔ میں نے ایک سرسری نگاہ، ماحول اور میرے برق رفتار ذہن نے اپنے بچاؤ کی ترکیب سوچ لی۔

جو میرے کانوں نے سنا تھا، وہ ناقابل یقین تھا۔ بلاشبہ الفاظ کا سحر سب سے ہے۔ غیر متوقع الفاظ، اعصاب کو سلا دیتے ہیں اور انسان خود اپنی ذات کا شکار ہو ہے۔ سیکرٹ پیلس کے نفسیاتی ماہرین نے مجھے اس سحر کو توڑنے کی مشق بھی کرائی تھی۔ حیرت کے شدید جھٹکے کے باوجود، میں صرف چند لمحات میں سنبھل گیا اور میری تیز نے لائحہ عمل بھی متعین کرلیا۔ پھر میں نے خود پر ایک خاص تاثر بھی قائم کرلیا جو گرائن کے مطابق ہو۔

وہ سانپ کی سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر گرائن.....؟"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، بالکل درست ہے۔ کیا تمہارا نام ڈن نہیں ہے؟ اور تمہارا تعلق فن لینڈ کی کین فیملی سے نہیں ہے؟"

"اوہ..... میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ کیا آپ کے خیال میں، میں وہ جم پارکر نہیں ہوں جس نے آپ کے احکامات کی تکمیل کی ہے؟"

"وہ میری ذہانت تھی کہ میں نے اپنے دشمن کے ہاتھوں اپنے دشمنوں کو ختم کرایا۔ اور اَب آخری دشمن کو میں اپنے ہاتھوں سے ختم کروں گا۔"

"لیکن میری، آپ سے کیا دشمنی ہے.....؟"

"تم میرے بھائی کے قاتل ہو.....!"

"آپ کے بھائی کا قاتل.....؟"

"ہاں..... میرا پورا نام دراصل گرائن ہوپ ہے۔ اور میرے بھائی کا نام این ہوپ تھا۔"

دوسرا جھٹکا..... لیکن اس اندرونی دھماکے کو میں نے بیرونی شخصیت پر طاری نہ ہونے دیا تھا اور اسی طرح حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔ "این ہوپ..... کون این ہوپ.....؟ نہ جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر گرائن.....! میری کیفیت عجیب ہو رہی ہے۔ آہ! میرے پاؤں بے جان ہو رہے ہیں۔" میں پریشان انداز میں نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے دونوں ہاتھ قالین پر ٹکا دیئے اور قالین کی سلوٹ میری گرفت میں آ گئی۔ اَب صرف طاقت کا کرشمہ تھا۔ میرے ہاتھوں کی گرفت کا امتحان تھا۔ میرے چہرے پر نقاہت طاری تھی۔ لیکن سارے بدن کی جان، مٹھیوں میں سمٹ آئی تھی۔ اور پھر میں نے پوری قوت سے قالین کی ہر سلوٹ کھینچ لی۔ مسٹر گرائن بری طرح گرے تھے اور میں نے سپرنگ کی طرح اُچھل کر اُن پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے پستول والے ہاتھ پر گرفت قائم کر لی اور اپنا ایک گھٹنا اُن کے منہ پر دے مارا۔

بھرپور حملہ تھا۔ میرا تو خیال تھا کہ یہ مسٹر گرائن کے لئے کافی ہے۔ اور اَب اُس میں مقابلہ کرنے کی جان باقی نہ رہے گی۔ لیکن بھاری اور تھلتھلے بدن والا شخص نہ جانے کس طرح اُلٹ گیا اور اُس نے کامیابی سے اپنے دونوں پاؤں میری گردن میں پھنسا لئے۔ اور پھر اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے مجھے اُلٹنے کے لئے پوری قوت صرف کر دی۔ میں بے شک اُلٹ گیا لیکن پستول وا
ہاتھ میری مضبوط گرفت میں تھا اور اس طرح اُلٹتے ہوئے میں وہ ہاتھ، ساتھ لے آیا
کلائی کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز کافی دُور سے آتی معلوم ہوئی تھی۔ اور اُس کے ساتھ ہی گرائ
کی زبردست دھاڑ گونجی تھی۔ اُس نے گھبرا کر ٹانگوں کی گرفت ہٹا لی تھی۔ اس طرح اُلٹنا اُس
کے لئے ہی خطرناک ثابت ہوا تھا۔

میں نے اپنے بدن کو جھٹکا دیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اُس کا ٹوٹا ہوا ہاتھ میں نے مروڑ
کر پیچھے کر دیا۔ گرائن نے سہمے ہوئے انداز میں میری طرف دوسرا ہاتھ اُٹھا کر پناہ مانگی
لیکن میرے ہاتھ کی کھڑی ہوئی اُنگلیاں پھچاک سے اُس کی دونوں آنکھوں میں گھس گئیں اور
گرائن، بھیانک آواز میں چیخ پڑا۔ اُس کی آنکھوں کے حلقوں سے میری اُنگلیاں باہر نکلیں تو
خون کا فوارہ بلند ہو گیا..... اَب وہ کٹے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا۔

میں کھڑا ہو گیا۔ اور پھر میرے جوتے کی ٹھوکر اُس کی ناک کی ہڈی پر پڑی اور یقیناً ہڈی
ٹوٹ گئی۔ نہ جانے کیوں وہ ساکت ہو گیا۔ لیکن میرے اندر نفرت اُبل رہی تھی۔ میں نے
اُس کی پیشانی، جبڑے کی ہڈیوں اور ٹھوڑی پر ٹھوکریں مار مار کر اُس کے پورے چہرے کو
ہموار کر دیا۔ اَب اُس کے شانوں سے اُوپر کا حصہ خون اور گوشت کے لوتھڑے کے علاوہ اور
کچھ نہیں رہا تھا.....

اُسی وقت کمرے کا دروازہ نہ جانے کس طرح باہر سے کھل گیا، حالانکہ وہ اندر سے بند
تھا۔ بہرحال! میں نے دروازے کی طرف نہیں دیکھا بلکہ پستول پر چھلانگ لگا دی اور پستول
لے کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

آنے والے تعداد میں چھ سات تھے۔ اُن کے جسموں پر اعلیٰ درجے کے سوٹ تھے۔
سب نے اپنے ہاتھ بلند کئے ہوئے تھے۔ اور پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔

''فرام سیکرٹ پیلس..... یہ ہمارے کارڈ ہیں مسٹر ڈن.....!'' اُس نے اپنا کارڈ آگے
بڑھا دیا اور سیکرٹ پیلس کے باسز کے نشان کو میں نے صاف پہچان لیا۔ تب میں نے پستول
جھکا لیا۔

''میں نہیں سمجھا جناب.....؟'' میں نے حیرانی سے کہا۔

''آج سیکرٹ پیلس سے آپ کا رابطہ قطعی طور پر ختم ہو گیا مسٹر ڈن! یہ آپ کا فائنل ٹیسٹ
تھا جو ہمارے اصول کے مطابق ہے۔ اس آخری ٹیسٹ کے لئے سیکرٹ پیلس کے سٹوڈنٹ

ذہنی طور پر بالکل آزاد کر دیا جاتا ہے اور پھر اُس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔''

''اوہ، تو مسٹر گرائن.....؟'' میں نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''سیکرٹ پیلس کے تجربے کا جانور..... کسی زمانے میں ایک خطرناک شخص تھا۔ سیکرٹ
پیلس سے دشمنی ہو گئی۔ اسے اغوا کر کے سٹور میں ڈال دیا گیا اور تمہارے فائنل ٹیسٹ کے
لئے اسے استعمال کیا گیا۔ پیلس سٹورز میں ایسی بہت سی بیکار چیزیں پڑی رہتی ہیں۔

''لیکن جناب..... یہ سب کچھ، اور وہ لڑکیاں جو اس کی سیکرٹری ہیں.....؟''

''سب کی سب سیکرٹ پیلس کی ملکیت..... وہ لڑکیاں، سیکرٹ پیلس کی ملازم ہیں۔''

''بہت خوب.....!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اس شخص کا ذہن.....؟''

''اس کا ذہن، مشینی انداز سے اس انداز میں تیار کیا گیا تھا۔''

''گویا، وہ این ہوپ کا بھائی نہیں تھا.....؟''

''اس کا نام آؤبل تھا۔ یہ بات اس کے ذہن میں ڈالی گئی تھی۔''

''اور وہ دونوں اشخاص، جنہیں میرے ذریعے قتل کرایا گیا، یعنی جیمس لوٹ اور یوگو
سلاوین.....؟''

''وہ سیکرٹ پیلس کا اپنا کام تھا۔'' جواب ملا۔ اور پھر اُس شخص نے پچاس ہزار ڈالر کے
نوٹ میری طرف بڑھا دیئے۔ ''اور یہ اس کام کا معاوضہ اور اس کے اخراجات وغیرہ۔''

''اوہ، جناب..... اپنے مربی ادارے سے کوئی رقم قبول کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔
براہِ کرم.....!''

''یہ ادارے کی طرف سے تمہاری مصروفیات کی ادائیگی ہے مسٹر ڈن! یہ تمہارا حق ہے۔
تم جہاں چاہو، جا سکتے ہو۔ اور اس کے بعد تمہیں یقین دلایا جاتا ہے کہ ادارے کی طرف
سے اور کوئی امتحان باقی نہیں رہ گیا، مبادا کہ تم کہیں کسی غلط فہمی کا شکار ہو جاؤ۔ اب تم جا سکتے
ہو۔'' کہا گیا اور مجھے نوٹ قبول کرنا پڑے۔ پھر میں آہستہ قدموں سے باہر نکل آیا۔

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''خوف کے گھر'' کا آخری امتحان بھی خوب تھا۔ عرصے تک وہ میرے ذہن سے چپکا رہا۔ سیکرٹ پیلس گو ایک جرائم کی تربیت دینے والا ادارہ تھا۔ لیکن اصولوں کے معاملے میں بہت سے رفاہی اداروں سے بہتر۔ اُنہوں نے مجھے اپنے ہاں سے فارغ التحصیل کر دیا تھا اور مجھے ایسی شکل دے کر بھیج دیا تھا جو اطمینان بخش تھی۔ لیکن اُنہوں نے اپنے آخری فرائض وہیں ختم نہیں کر دیئے تھے۔ اس کے بعد بھی ایک کثیر رقم خرچ کر کے اُنہوں نے میرا فائنل ٹیسٹ لیا اور پھر اس کے بعد یہ اطلاع بھی دے دی کہ اس کے بعد کوئی اور ٹیسٹ نہیں ہوگا۔ تاکہ میں کسی دھوکے میں نہ رہوں۔

کوئی بھی ٹیسٹ ہو، اگر اُس کے لئے بہتر معاوضے کا تعین بھی کیا جائے تو کیا برا ہے؟'' لوگ اصولوں کے معاملے میں بہت دیانتدار تھے۔ کتنے نفسیاتی طریقے سے کام کرتے تھے۔ اس طرح اُنہوں نے میرا ٹیسٹ بھی لے لیا اور اپنا کام بھی بنا لیا۔ بہرحال! اس ادارے کی میرے دل میں بڑی عزت تھی۔

میرے اُوپر کوئی جرم لاگو نہیں ہوا تھا اور ابھی تک میں پیرس میں مقیم تھا۔ پیرس کا ایک خوبصورت ہوٹل، میری قیام گاہ تھا۔ میری زندگی کے بارے میں آپ بہت کچھ جان چکے ہیں۔ ایک عظیم خاندان کا فرد، جس نے اپنے اجداد کی فیاضی اور عیش وعشرت کے بے شمار قصے سن رکھے تھے۔ لیکن اُن میں سے میری قسمت میں کچھ نہیں تھا۔ میرے سرپرستوں نے تو مجھے کلرک بنانے کی ٹھانی تھی۔ لیکن خوش بختی تھی کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے اور میں ایک عجیب! غریب حیثیت اختیار کر گیا۔

بہرحال! جو کچھ ہوا تھا، اُسے بھول جانا ہی بہتر تھا۔ میرے ذہن کے آخری گوشوں میں کچھ خیالات تھے۔ لیکن اُن کی تکمیل کے لئے تو ابھی مجھے بہت سے مراحل سے گزرنا تھا۔ اور یہ سب کچھ آہستہ آہستہ ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن اپنی گھٹی ہوئی خواہشات کی تکمیل اَب میں کر لینا چاہتا تھا۔ مجھے بھی تو حق تھا۔ بلکہ اَب مجھے زیادہ حق تھا۔ کیونکہ میں نے سب کچھ اپنی محنت

سے حاصل کیا تھا۔ میں اپنے اجداد کی شان وشوکت چاہتا تھا۔ لیکن کس طرح؟ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ایسا، جو نیا انداز رکھتا ہو۔ وہ جو مجھے معلوم نہ ہو۔ اور ایسے انداز میں کہ دوسرے میرے معاون ہوں اور میں ایک معمول کی حیثیت اختیار کر جاؤں۔ لیکن اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ پچاس ہزار ڈالر کی رقم گو پیرس جیسے شہر میں بہت زبردست اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن کچھ نہ کچھ ضرور کیا جا سکتا تھا۔ اور اگر رقم کے لئے اَب بھی ذہن میں کوئی اُلجھن ہوتی تو یہ سیکرٹ پیلس کی پیشانی پر داغ تھا۔ میں تو وقت سے پہلے سوچنا بھی توہین سمجھتا تھا۔

چنانچہ ''سوہانو'' کے ڈائننگ ہال میں میری ملاقات شیپر سے ہوئی۔ دُبلا پتلا اور آنکھوں سے شاطر نظر آنے والا شیپر مجھے کوئی دولت مند احمق سمجھ کر ہی میرے قریب آیا تھا۔ باتوں میں بہت تیز تھا۔ مجھے پسند آیا۔

''دراصل! میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو دنیا کے بارے میں ضرورت سے زیادہ جان لیتے ہیں۔ اور پھر یہ دنیا اُن کی نگاہوں میں کچھ نہیں رہتی۔ میں بھی زمین پر چلنے والے لوگوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے ایک بلند مینار پر بیٹھا ہوں۔ اُن کی حرکات، اُن کے خیالات کی ترجمان ہوتی ہیں، اور میں اُنہیں پڑھ لیتا ہوں۔ لیکن موسیو! میرے جیسے لوگ آپ کو کسی منصب پر نظر نہیں آئیں گے۔ وہ دنیا کے سب سے ناکارہ لوگ ہوتے ہیں، جیسے میں۔''

''کیوں.....؟'' میں نے اُس کے لئے بلیک ڈاگ کا آرڈر دے دیا اور وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ جیسے اُس نے سمجھ لیا ہو کہ میں اُس سے متاثر ہوا ہوں۔

''اس کی وجہ ہے۔ کوئی منصب ہماری نگاہوں میں جچتا ہی نہیں۔ ہمیں کتنی ہی بلندی پر لے جاؤ، ہم خود کو اس سے زیادہ بلند سمجھتے ہیں، کیونکہ ہم ہوتے ہیں۔ لیکن بلندیوں کے اختتام کے بعد پستیوں میں ہی جگہ رہ جاتی ہے۔''

''پھر تم بلندیوں پر اکتفا کیوں نہیں کرتے؟''

''اس لئے کہ وہ بلندیاں ہماری ذہنی پہنچ کے آگے ہیچ ہوتی ہیں۔''

''میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے.....؟'' میں نے پوچھا۔

''آہ..... تمہیں بتاؤں گا۔ ہاں! اگر تم ناراض ہو کر مجھے یہاں سے اُٹھا دو تو وعدہ کرو کہ بل میرے حوالے کر دو گے۔ تب میں تمہیں وہ بتا سکتا ہوں، جو تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں آیا ہے۔''

''چلو وعدہ.....!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مطمئن ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر اُس نے کہا۔ ''اور مجھے اس وعدے پر اعتبار ہے۔ تو میرے دوست! مقامی ہو۔ براہِ کرم! میرے سوالات کے جواب ہاں یا نہیں میں دو۔''

''ٹھیک ہے.....!'' میں نے کہا۔

''تنگ دست بھی نہیں ہو۔ تمہاری بے داغ پیشانی تمہارے پرسکون ہونے کی خبر کرتی ہے۔ اور اس دنیا میں پرسکون وہی ہے جو مالی طور پر مطمئن ہو، اگر کوئی ایسی اُلجھن اُسے نہ ہو، جو دولت سے حل نہ ہو سکتی ہو مثلاً بیماری یا کسی عزیز کی موت کا غم۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔

''آہ..... مسکرا رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے، خوش ہو۔ میری گنجائش دو بوتل ہے۔ میری ضرورت پوری کرو گے.....؟''

''یقیناً.....! تم بولتے رہو۔'' میں نے جواب دیا۔

''میرے دوست! نوجوان ہو، اس لئے رومان پسند بھی ہو۔ لیکن محتاط قسم کے۔ ورنہ ہر انسان کا اپنا معیار ہوتا ہے۔ تم اُن لوگوں میں سے نہیں ہو جو سڑکوں پر رومان کی تلاش میں آوارہ گردی کرتے ہیں اور پھر کسی شکاری لڑکی کے شکار بن کر پیار کی پیاس بجھاتے ہیں۔''

''چلو..... یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''اگر تم ایک ہفتے تک میرے لئے دو بوتل شراب اور تین وقت کی خوراک مہیا کرنے کا وعدہ کرو تو میں تمہیں معیار کی جگہیں بتا سکتا ہوں۔''

''بس.....! یہ فضول بات کی ہے تم نے۔'' میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور اُس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اُس نے بے چین نگاہوں سے ویٹر کو تلاش کیا اور پھر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

''بڑی گھٹیا سروس ہے۔ وہ آ رہا ہے۔ تم نے ٹھیک کہا۔ ممکن ہے، میرے منہ سے کوئی بات نکل گئی ہو۔ لیکن اس میں میرا قصور نہیں، ویٹر کا ہے۔ اتنی دیر کر دی کمبخت نے۔ شراب کا سہارا ساتھ ہو تو انسان کبھی گھٹیا گفتگو نہیں کر سکتا۔'' اُس نے ویٹر کی ٹرے سے اُچکتے ہوئے کہا۔ اور پھر اُس کا، کارک کھول کر منہ سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے قدیم کنگز کے انداز میں شراب پینے میں ہی لطف آتا ہے۔ اس میں زندگی ہوتی ہے۔ بھلا شراب سامنے آ جائے اور انسان اپنی نفاست کو بروئے کار لائے، یہ شراب کی توہین ہے۔ میرے دوست! تم محسوس نہ کرو گے۔'' اُس نے شراب کی آدھی کے قریب بوتل، حلق میں اُنڈیل لی۔ ویٹر سے اُس نے دوسرے لوازمات لے جانے کے لئے کہا تھا۔ ''ہاں تو میں

عزیز.....! اس گھٹیا بات کی نشاندہی کرو۔'' اُس نے کسی حد تک مطمئن ہو کر کہا۔

''جب تم میری فطرت کے بارے میں اس قدر صحیح اندازہ لگا سکتے ہو تو کیا اس بات پر یقین رکھتے ہو کہ میں عورتوں کی تلاش میں اُن کی رہائش گاہوں تک جاؤں گا؟''

''ہرگز نہیں۔ لیکن موسیو! تم نے یہ کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں تمہیں کسی کی رہائش گاہ تک لے جاؤں گا۔ لعنت ہے میری ذات پر اگر میں یہ سمجھوں کہ تمہیں بازاری عورتوں سے شغف ہوگا۔ ارے! بازاری عورتوں کو تو وہ پسند کرتے ہیں جو بدشکل ہوں۔ میں تو صرف معیار کی بات کر رہا تھا۔'' اُس نے باقی آدھی بوتل بھی ہضم کر لی اور میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے دوسری بوتل لانے کے لئے کہا۔

اُس کا چہرہ کھل اُٹھا تھا۔ ''یہ شاہانہ انداز، یہ وقار اور دبدبہ تو بڑی بڑی ہستیوں کو جھکا دے گا۔ لیکن موسیو! اس کے لئے انتظار درکار ہوتا ہے۔ اور یہاں میرا علم کسی حد تک ناکارہ ہو جاتا ہے کہ تم کتنا انتظار کر سکتے ہو؟''

''جتنا تم چاہو شیپر! لیکن جو میں چاہتا ہوں، اسے غور سے سن لو!'' میں نے اُس چرب زبان شخص کی زبان بند کرتے ہوئے کہا۔ ''دولت کی میرے پاس کمی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں لڑکیوں کا..... اعلیٰ ترین سوسائٹی کی لڑکیوں کا جمگھٹا میرے گرد ہو اور میں اُن میں سے انتخاب کروں۔ خواہ کتنا ہی وقت صرف ہو جائے۔''

''گو مشکل کام ہے، لیکن شیپر کے لئے..... او بندے! تم پھر یہ سب کچھ اُٹھا لائے۔ بھائی! پینے والا شیپر ہے۔ اور اَب میں تمہارے لئے اتنا اجنبی بھی نہیں ہوں۔'' اُس نے بات ادھوری چھوڑ کر پھر ویٹر کی ٹرے سے بوتل اُچک لی اور اُس کے لائے ہوئے لوازمات واپس کر دیئے۔ ''لیکن رہی وقت کی بات، پھر کیا میں اس سلسلہ میں تجویز پیش کر دُوں؟''

''ہوں.....!'' میں نے کہا۔

''نیو سائنی کے علاقے میں تجارت پیشہ افراد نے ایسے خوش نما بنگلے بنوائے ہیں کہ انسان اُن میں ایک رات گزارنے کی تمنا کرتا ہے۔ خاص طور سے پیرس کے درمیانے طبقے کی حسینائیں اُن بنگلوں کی کہانیاں بڑے ذوق و شوق سے سنتی ہیں اور اُن کے دلوں میں آرزوئیں مچلتی ہیں کہ وہ اُنہیں اندر سے دیکھیں۔ سو ہوتا یہ ہے کہ وہ خود اُن بنگلوں کے درمیان چکر لگاتی رہتی ہیں کہ کسی کی نگاہِ التفات حاصل ہو جائے۔ اور اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ وہ جو اِن حالات سے ناواقف ہیں اور وہاں رات گزار سکتے ہیں، اپنے ساتھ حسیناؤں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لے جاتے ہیں۔ لیکن چالاک شکاری وہاں تنہا جاتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔''

''بہت خوب.....!'' میں نے دلچسپی سے کہا۔ ''تم نے کام کی بات بتائی ہے۔ کیا میں تمہارے لئے ایک بوتل اور منگواؤں.....؟''

''ایں.....؟'' وہ پیتے پیتے رُک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں غم کے تاثرات اُبھر آئے۔ پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''کاش! میرا اندرونی نظام اُونٹ کی مانند ہوتا اور میں شراب کا ذخیرہ اپنے معدے میں محفوظ کر سکتا تو اس نقصان سے دوچار نہ ہوتا۔ نہیں میرے بھائی.....! میں دو بوتل سے زیادہ نہیں ہضم کر سکتا۔ میری بدبختی ہے۔''

''خیر..... خیر! تم اس بات کے لئے غمزدہ نہ رہو۔ میں تو تم سے طویل معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اس معاہدے میں عمدہ شراب شامل ہوگی جو تمہاری ضرورت بھر ہی ہوگی۔ یعنی جتنی تم پی سکو۔'' میں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''آہ.....! ہر بڑے آدمی کی تقدیر ایک نہ ایک دن ضرور جاگتی ہے۔ بشرطیکہ اُسے پہچاننے والی آنکھ کا وجود بھی ہو۔ لیکن شراب کے معاملے میں، میں بڑا بدنصیب ہوں۔ لوگ نہ جانے کتنی پی جاتے ہیں، مگر میں تشنہ ہی رہتا ہوں۔''

''تم شراب پر چپک کر رہ گئے ہو۔ جبکہ میں نیو سائنی کے بارے میں اور کچھ سننا چاہتا ہوں۔'' میں نے اُس کی بکواس سے بور ہو کر کہا۔

''اوہ..... افسوس! میں شرمندہ ہوں۔ لیکن نیو سائنی کے بارے میں آپ کو کام کی باتیں بتا چکا ہوں۔ وہاں لڑکیوں کو تلاش نہیں کرنا پڑتا بلکہ وہ خود تلاش کرتی ہوئی وہاں تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور یہ عمدہ بات ہے۔ میں اُن لوگوں کی رہائش گاہوں اور دفتروں سے واقف ہوں جو یہ بنگلے کرائے پر دیتے ہیں۔ رقم البتہ پیشگی ادا کرنا ہوتی ہے۔''

''تم کب اُن سے ملاقات کرو گے.....؟''

''جب اجازت ملے گی۔'' اُس نے دوسری بوتل کی تلچھٹ تک اپنے حلق میں اُنڈیلتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہونٹ خشک کرنے لگا اور میں اُس سے معاملات طے کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

یوں تو سارا پیرس بے حد حسین ہے۔ لیکن محل وقوع کے لحاظ سے نیو سائنی، پیرس کا حسین ترین علاقہ ہے۔ اور اس علاقے میں جو بنگلے تعمیر کئے گئے ہیں، انہیں دنیا کی خوب صورت ترین عمارتوں میں جگہ دی جا سکتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پلاٹوں پر ایسے اعلیٰ بنگلے ڈیزائن کئے

گئے ہیں کہ داد دینا پڑتی ہے۔ شہر سے کافی دُور ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ عام رہائشی علاقہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک پکنک سپاٹ ہے اور لوگ وہاں چھٹیوں کے دن گزارنا ہی پسند کرتے ہیں۔ یوں تو وہاں موجود ہر کاٹیج پھلوں کے درختوں اور پھولوں کی بیلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ لیکن ایک چوڑے میدان میں درختوں کا عظیم سلسلہ ہے۔ اور اسی میدان میں ایک سوئمنگ پول بھی بنایا گیا ہے۔ جسے سوئمنگ پول سے زیادہ ایک چھوٹی موٹی جھیل کہنا مناسب ہوگا۔

شیپر نے مجھے پہلے کاٹیج دکھایا اور پھر اس سے باہر کا علاقہ..... اور میں نے تسلیم کر لیا کہ جو کچھ اُس نے کہا تھا، ٹھیک کہا تھا۔ شہر سے دُور ہونے کے باوجود یہ جگہ کافی بارونق تھی اور بہت سے لوگ یہاں نظر آ رہے تھے۔ جن میں خوش نما تراش کے لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہی تھی۔

''کیا خیال ہے مسٹر فریڈ.....؟'' شیپر نے پوچھا۔

''میں تم سے متفق ہوں۔ لیکن اے بڑے آدمی! میں چاہتا ہوں، تم بھی میرے ساتھ یہاں قیام کرو۔ کیا تمہارے لئے یہ ممکن نہیں؟''

''ہرگز نہیں..... کیونکہ اپنے وسائل سے میں یہاں ایک روز بھی قیام نہیں کر سکتا۔'' شیپر نے جواب دیا۔ اور پھر اُس کے ہر بیان کی تصدیق ہونے لگی۔

اُس وقت ہم اپنے کاٹیج کے خوبصورت لان میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ پھاٹک پر دو لڑکیاں نظر آئیں اور شیپر نے مجھے مخاطب کیا۔

''ابتداء ہو گئی.....!''

''دیکھو.....!'' میں نے کہا۔ اور چند ساعت کے بعد دونوں لڑکیاں شیپر کے ساتھ اندر آ گئیں۔ خاصی خوبصورت تھیں لیکن مجھے زیادہ پسند نہیں آئیں۔

''ان خاتون کو مسٹر ہیل ہارپر کی تلاش ہے۔ مسٹر فریڈ! کیا آپ ان ہارپر نامی کسی شخص کو جانتے ہیں؟ میں تو اُن سے ناواقف ہوں۔''

''افسوس.....! میں بھی نہیں جانتا۔'' میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

''افسوس.....! اَب کیا ہوگا؟ بڑی مشکل ہو گئی۔ ہماری تو یہاں کسی سے شناسائی بھی نہیں ہے۔'' ایک لڑکی پریشانی سے بولی۔

''بہتر ہے، آپ واپس شہر جائیں اور اُن کا صحیح پتہ لے کر آئیں۔'' میں نے خشک لہجے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کہا اور شیپر کافی پینے لگا۔

''ہاں.....! اَب تو یہی کرنا ہوگا۔'' لڑکیاں مایوسی سے بولیں اور پھر آہستہ قدموں باہر نکل گئیں۔ شیپر نے خاموشی اختیار کی تھی۔ جب وہ باہر نکل گئیں تو اُس نے مسکرا کر ہلائے۔

''اَب ہم کسی ڈورینا کو تلاش کرنے نکلیں گے۔ کیا خیال ہے مسٹر فریڈ.....؟''

''کیا مطلب.....؟''

''جس طرح یہ لڑکیاں کسی ہیل کار پر کی تلاش میں یہاں آئی تھیں اور ہمیں پر آئیں، اسی طرح ہم اپنی پسند کی کسی لڑکی سے ڈورینا کا پتہ معلوم کر سکتے ہیں۔''

''یہ ساری ذمہ داری تمہارے سپرد ہے۔'' میں نے جواب دیا اور شیپر خاموشی سے ہلانے لگا۔ اور پھر بہرحال! رات ہونے سے قبل اُس نے ایک ڈورینا مہیا کر ہی دی۔ لڑکی کسی طور شکاری نہیں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن نیو سائنی کے روایتی حسن کی دلدادہ ضرور

رات کو میری خواب گاہ میں اُس نے کہا۔ ''نیو سائنی، لڑکیوں کی تصوراتی جنت میرے کالج کی اکثر لڑکیاں اس کے حسن کی تعریفیں کرتی رہتی ہیں۔ میں پہلی بار یہاں ہوں۔ لیکن اَب اکثر آتی رہوں گی۔''

''تمہارے پپا اور ممی.....؟'' میں نے پوچھا۔

''میں بہانے کرنے میں باہر ہوں۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ''اُن کی دانست میں آج کی رات اپنی عزیز دوست ڈورتھا کے ساتھ گزاروں گی۔''

''واہ.....! لیکن میرا نام تو فریڈرک ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے.....؟'' وہ پھر ہنس پڑی۔ پیرس کی لڑکیاں ان حالات میں بہت بہادر ہوتی ہیں۔ لیکن وہ تو دوسرے معاملات میں بھی بہادر نکلی اور مجھے شیپر کی تجویز یہ جگہ کافی پسند آئی جس کے لئے دوسری صبح لڑکی کے جانے کے بعد میں نے اُس کی تعریف کی تھی۔

شیپر اپنی تعریف سے بہت خوش ہوتا تھا۔ شاید اُسے بوتل کی گارنٹی مل جاتی تھی۔ یہاں تک محدود نہیں رہے گی جناب.....! آپ دیکھیں تو سہی، ابھی تو ان حلقوں کے چرچے ہوں گے..... آپ کی کہانیاں اُبھریں گی۔ اور آپ اِن لڑکیوں کے پرکشش حیثیت اختیار کر جائیں گے کہ لوگ آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے

گے۔ بات وہی ہے نا کہ کوئی بھی کام ہو، اگر کسی ہنرمند کے ہاتھوں ہو تو اُس کی افادیت ہوتی ہے۔ اور شیپر جیسا انسان جو کچھ کرے گا، ٹھوس بنیادوں پر کرے گا۔ ہاں! اس سلسلے کا سہارا جتنا ضروری ہوتا ہے، آپ خود بھی جانتے ہیں مسٹر فریڈ.....!''

''جانتا ہوں.....!'' میں نے کہا اور کرنسی نوٹوں کی ایک گڈی شیپر کی جیب میں کھسکا دی۔ شیپر نے جیب تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''اِن کی طاقت عظیم ہے۔ سو اَب آپ آرام کریں اور کسی آنے جانے والے کو خود ہی سنبھال لیں۔ میں چلتا ہوں۔''

شیپر چلا گیا۔ رات کی لڑکی اپنی جاذبیت کے نقوش چھوڑ گئی تھی۔ آرام دہ مسہری پر لیٹ کر میں نے اُن بے گناہوں کے بارے میں سوچا جنہوں نے عیش کئے تھے اور سب کچھ لٹا دیا تھا۔ بلاشبہ جوانی اور عورت، انسان کو دوسرے معاملات سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ ہاں! تھوڑی سی غلطی اُس کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ اگر اپنی ذات کو خوش کر لینے کے لئے کچھ کرے تو اتنا ضرور سوچ لے کہ اُس کی اپنی خوشیاں، دوسروں کی خوشیاں چھیننے کا باعث تو نہیں بن رہیں؟ اُن لوگوں نے جنہیں میں نے ابھی ابھی بے گناہ قرار دیا تھا، اگر غلطی کی تھی تو صرف یہ کہ وہ اپنی تعیّشات میں پھنس کر اپنی آئندہ نسلوں کو بھول گئے تھے۔ اُنہوں نے یہ بات ذہن سے نکال دی تھی کہ اُن کے بعد آنے والوں کو بھی اس دولت کی ضرورت ہوگی۔ ٹھیک ہے..... اس پیمانے پر نہ سہی، لیکن کسی پیمانے پر تو اُنہیں بھی اچھی زندگی گزارنے کا حق ہے۔

چنانچہ بہتر یہ ہوتا کہ وہ جو کچھ کرتے، اس کے لئے اپنے وسائل سے کام لیتے۔ کم از کم اس خاندانی دولت کا سہارا لے کر وہ ایسے وسائل مہیا کر سکتے تھے جو اُنہیں مناسب آمدنی کے ذرائع فراہم کر دیتے۔ اور وہ آمدنی جو معمولات سے ہٹ کر ہوتی، اُن کے اپنے تعیّشات پر خرچ ہو جاتی تو اس میں کوئی حرج نہ تھا۔ غلطی کی تھی اُنہوں نے تو یہ کہ آنے والی نسلوں کے مفاد کی ہر بات بھول گئے تھے۔

نجانے کیوں اُن چند لمحات میں، میں نے اُن لوگوں کے خلاف نفرت میں ہلکی سی کمی محسوس کی۔ اس کی وجہ شاید وہ خوبصورت لڑکی ہو جو میری رات کو پرسحر بنانے کے بعد صبح کو جا چکی تھی۔

میں اُسے یاد نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔ ٹھیک ہے لڑکیوں کو یاد رکھنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دانش مندی نہیں ہے۔ یہ تو ہوا کے اُن جھونکوں کی مانند ہوتی ہیں جو آتے ہیں اپنے ا
بسائے۔ چھوتے ہیں، خوش کرتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ان جھونکوں کی واپ
ہو بھی تو ان کے لئے جدوجہد نہیں کی جا سکتی۔ ٹھیک ہے، ہوا کے نئے جھونکے آنے
ہوتے ہیں۔

جیسا کہ شپر نے بتایا تھا اور خود میں نے بھی دیکھا تھا کہ یہ علاقہ بلاشبہ ہر قسم کی تفری
کے لئے موزوں ترین تھا۔ جتنے لوگ نظر آئے تھے، زندگی کی طلب سے بھرپور تھے
کے تقاضوں سے آشنا اور سیر چشم معلوم ہوتے تھے۔ جیسے یہاں آنے کے بعد انہیں اطمی
ہی اطمینان ہو۔ ہاں..... دیکھنا یہ تھا کہ یہ شخص جس کا نام شپر ہے اور جو بکواس کرنے
ہے، میرے لئے کیا کرتا ہے؟ باقی رہا یہاں قیام کا سوال تو سچ بات تو یہ تھی کہ ابھی تک
زندگی میں کوئی جدوجہد تو شروع نہیں ہوئی تھی۔ ہاں! خیالات ضرور تھے جنہیں میں پای
تک پہنچا لینا چاہتا تھا۔ لیکن اپنی ان خواہشات کو بھی مزید مقید نہیں رکھ سکتا تھا۔

میری خواہش تھی کہ میں پہلے اپنے آپ کو سیر کر لوں۔ اس کے بعد باقی معاملات
بارے میں سوچوں۔ بات وہی تھی۔ لوگوں نے مجھے دبا دیا تھا۔ میں خود کو، اپنے آپ
دبانے کی کوشش کیوں کرتا؟ اپنے آپ پر بہت سی ذمہ داریاں لاد کر عمل شروع کر دینا اور
پستا چلا جاتا، یہ کسی طور ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اَب یہاں رہ کر میں خود کو پرسکون کرنا چاہتا
اور بلاشبہ اس سلسلے میں شپر میرا بہترین معاون نکلا۔ اُس نے تو وہ کچھ کر دکھایا جس
بارے میں، میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ میرا نظریہ کچھ اور تھا۔ لیکن شپر نے جس انداز
میرے بارے میں افواہیں پھیلائیں، وہ بڑی تعجب خیز تھیں۔

بلاشبہ بہت سی خوبصورت لڑکیوں نے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ا
نے مجھ سے ملاقات کی، اُن میں کچھ اخباری رپورٹرز کی حیثیت سے آئیں۔ لیکن میں نے
سے معذرت کر لی اور اپنے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔

شپر نے بھی اُنہیں صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ میں ایک رئیس زادہ ہوں جو اپنی ریا
سے نکل کر کچھ عرصہ آرام کرنے کے لئے یہاں تک آ گیا ہے۔ لڑکیاں میری ریاست
بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتیں لیکن میں اُن سے معذرت کر لیتا۔

دراصل میں اُن سے کہتا، میں اپنے آپ کو گمنام رکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن میرا یہ سیکرٹ
ہی احمق ہے۔ میں نے اِسے ہدایت کر دی تھی کہ کسی کو میرے بارے میں کچھ نہ بتا

لیکن شیخی خورنہ جانے لوگوں سے کیا کیا کچھ کہتا پھرتا ہے.....

''اوہ مسٹر فریڈرک.....! کیا آپ کی ریاست نزدیک ہی ہے.....؟'' ایک خوبصورت لڑکی نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا، جن کی رنگت بھوری تھی۔ بڑی کشش تھی اُن آنکھوں میں۔ ''آپ کسی اخبار کی رپورٹر ہیں.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں.....!'' اُس نے جواب دیا۔

''خاتون.....! آپ کی آنکھوں کی کشش مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتاؤں۔ لیکن اس طرح نہیں۔''

''پھر.....؟'' اُس نے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اگر میں آپ کو قیام کی دعوت دُوں.....؟''

''تو میں قبول کر لوں گی۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں حیران رہ گیا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ وہ اخباری رپورٹر ہے۔ تکلف کرے گی۔ نخرے کرے گی اور بہرصورت اُسے میرے ساتھ قیام پر راضی کرنا خاصا مشکل ثابت ہوگا۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور روما برونکس میری مہمان بن گئی۔ سو جب کوئی لڑکی کسی نوجوان کی خوبصورت رہائش گاہ میں اور ایسے نوجوان کی جو تنہا ہو، مہمان بن جائے تو اُس کے خیالات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوتا۔ گویا وہ اپنی ساری خواہشات کے ساتھ وہاں موجود ہوتی ہے جو اُس نوجوان کی طلب ہوں۔ اور روما برونکس کی عمر اتنی کم بھی نہیں تھی کہ وہ زندگی کی حقیقتوں سے ناواقف ہوتی۔

روما برونکس کی محبت اُن ساری دلکشیوں کی حامل تھی جن کا میں طالب تھا۔ وہ ایک بھرپور تعاون کرنے والی لڑکی تھی۔ اور اس کے بعد جب اُس نے خود کو اس بات کا اہل ثابت کر دیا کہ وہ میرا انٹرویو لے سکے تو میں نے اُسے انٹرویو کی اجازت دے دی۔

لیکن یہ تو طے شدہ امر تھا کہ روما برونکس یا کوئی بھی لڑکی، خواہ وہ حسین ترین ہو، میری اصلیت تو معلوم کرنے کی اہل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ میں نے اُسے وہی فسانہ سنایا جو میرا مشیر یعنی شپر دوسرے لوگوں کو سنا چکا تھا۔

''لیکن تمہیں اس میں قطع و برید کرنا ہوگی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے لوگ مجھے تلاش کرتے ہوئے پہنچ جائیں اور مجھ سے یہ پرلطف زندگی چھن جائے۔'' تب روما برونکس نے وعدہ کیا اور پھر دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شپر جیسا بلند مشیر ہو تو جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے۔ بلاشبہ تفریحی پروگرام ترتیب دینے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے بے شمار لڑکیوں سے میری دوستی کرا دی تھی اور اَب معمولات کے چند لمحات ایسے نہ ہوتے کہ میں تنہا ہوتا۔ لڑکیاں مجھے گھیرے رہتیں۔ چونکہ اُس نے میری شخصیت کو ایک بلند پایہ ڈرپوک کے بیٹے کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ اس لئے بات صرف درمیانے درجے کی شوقین اور ضرورت مند لڑکیوں تک نہیں رہی تھی بلکہ اعلیٰ سوسائٹی کی لڑکیاں اور نوجوان بھی میرے دوست بن گئے تھے۔ وہ مجھے ایک دولت مند نوابزادے کی حیثیت سے جاننے لگے تھے جس کے لئے اس بلند پایہ اور مہنگی جگہ رہنا مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے مجھے اپنی تقریبات میں بھی مدعو کیا تھا اور خود میرے پاس بھی آتے تھے۔ شپر ہی کے اشارے پر میں نے اپنے اس خوبصورت کاٹیج میں بھی کئی چھوٹی چھوٹی تقریبات کی تھیں جن میں، میں نے اپنے دوستوں کو مدعو کیا تھا اور دل کھول کر خرچ کیا تھا۔ چنانچہ میرے مخلص دوستوں کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی۔

اَب اگر میں پیرس میں ہی مستقل رہائش اختیار کر لیتا تو میرے لئے بہت گنجائش تھی۔ مجھے نہ تو تنہائی کا احساس ہوتا اور نہ یہاں کی شہریت اختیار کرنے کے لئے پاپڑ بیلنے پڑتے۔ اگر میں چاہتا تو کین فیملی کو پیرس میں روشناس کر کے یہاں اُس کی عزت و وقار میں چار چاند لگا دیتا اور اس کی زندگی کا ایک نیا دور شروع کر لیتا۔ لیکن ابھی تو زندگی باقی تھی۔ بیکر پیلس کی تربیت کو صرف ایک اچھی زندگی گزارنے کے لئے ہی استعمال کرنا اس کی توہین تھی۔ ابھی تو تحریک درکار تھی۔ اور میں مُردہ ہو کر نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک آدھ بار یہ خیال بھی ذہن میں آیا تو میں نے اسے جھٹک دیا..... یہ حماقت ہو گی مسٹر ڈن! اپنی سوچ میں قناعت کے احساس کو جگہ نہ دو.....

اُس شام جب میں نیو سائنی کے علاقے سے چلا تو آسمان پر گہرا اَبر چھایا ہوا تھا۔ دھوپ تو کئی دن سے نہیں نکلی تھی۔ لیکن اس دوران نہ تو بارش ہوئی تھی اور نہ برف باری۔ لیکن آج بادلوں کے مزاج خراب تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے آج وہ کچھ کرنے کا پروگرام بنا چکے ہوں۔ لیکن یہاں کسے پرواہ تھی؟ پیرس میں رہ کر بارش اور برف باری کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

چنانچہ میرا دوست اور مشیر شپر نہایت اطمینان سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ ''وکٹر روز لینڈ پیرس کی مقتدر شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ نوجوان صنعت کار پیرس کے کاروباری حلقوں میں بڑی حیثیت اور اہمیت کا حامل ہے۔ اور شاید بڑے صنعت کاروں میں سب سے زیادہ

عمر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس شخص نے اپنے کاروبار کو خود ہی چار چاند لگائے ہیں۔ والدین کی طرف سے سیٹ کیا ہوا کاروبار نہیں ہے۔ اس کے باوجود، جہاں جوانی کی بات آتی ہے تو وہ ایک خالص نوجوان آدمی ہے جو زندگی کی تفریحات میں ایک نوجوان آدمی کی طرح ہی حصہ لیتا ہے۔ کوئی اُس کھلنڈرے نوجوان کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی دوسری شخصیت اتنی سنجیدہ اور متین ہو گی۔ تجربے کے معاملے میں بھی اُس نے بہت سے تجربہ کار صنعت کاروں کو پیچھے چھوڑا ہوا ہے۔'' شپر راستے میں مجھے میرے دوست وکٹر روز لینڈ کے بارے میں بتاتا رہا جس نے مجھے اپنے ہاں پارٹی میں مدعو کیا تھا۔ اور بہرصورت! میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ اچھی بات ہے۔

اس شخص سے میری ملاقات بھی نیو سائنی ہی میں ہوئی تھی اور یہ مجھ سے بڑے خلوص سے پیش آیا تھا۔ چنانچہ میرے ہاں جو تقریب ہوئی تھی، اس میں، میں نے شپر کے ذریعے وکٹر روز لینڈ کو بھی مدعو کیا تھا۔ اور اس کے بعد جب وکٹر روز لینڈ کی سالگرہ قریب آئی تو اُس نے بڑے اہتمام سے میرے لئے بھی انوی ٹیشن کارڈ بھیجا تھا۔

پیرس میں رہ کر جب یہ زندگی خواہ تھوڑے وقفے کے لئے ہی سہی، گزارنی ہی تھی تو پھر اس قسم کی تقریبات سے پہلوتہی بھی غیر مناسب تھی۔ چنانچہ میں نے اُس کی دعوت قبول کر لی۔ اور اس وقت ہم دونوں وہیں جا رہے تھے۔ شپر تو پیرس کا کیڑا تھا۔ وکٹر روز لینڈ کی رہائش گاہ تک پہنچنا بھلا اُس شخص کے لئے کیا مشکل تھا؟ چنانچہ وہ وکٹر روز لینڈ کی خوبصورت اور عظیم الشان کوٹھی کے پھاٹک سے اندر داخل ہو گیا، جہاں بے شمار کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ پیرس کی اعلیٰ سوسائٹی میں شاید یہ میرا پہلا تعارف تھا۔

کاش.....! میں گرین لینڈ کی کین فیملی کے ایک فرد کی حیثیت سے اس پارٹی میں شریک ہو سکتا۔ لیکن میرے عزیزوں نے..... میرے مربیوں نے اس کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔ چنانچہ اَب میں ایک ایسی گمنام ریاست کے حوالے سے اس پارٹی میں شریک ہو رہا تھا جس کو اگر تلاش کیا جاتا تو شاید نقشے پر اُس کا وجود نہ ملتا۔

میرے دوست روز لینڈ نے اپنی محبوبہ ٹرینا کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اور اُس کے استقبال کرنے کے انداز سے اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ وہ میری ذات سے کس قدر متاثر ہے۔ وہ تقریب میں شریک تمام مہمانوں کو گویا اُسی انداز میں ریسیو کر رہا تھا۔ لیکن مجھ سے وہ دیر تک مخاطب رہا۔ اور اُس نے اپنی محبوبہ سے میرے بارے میں بہت کچھ کہا۔ پھر وہ مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے ساتھ لے کر مہمانوں کی نشست گاہ کی طرف چل پڑا اور بڑے احترام سے مجھے ایک جگہ پر بٹھا دیا۔

وکٹر روز لینڈ کی اس تقریب میں شریک ہونے والی تقریباً تمام ہستیاں اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتی تھیں۔ میں دلچسپی سے اُنہیں دیکھتا رہا۔ اُن میں بہت سی حسین لڑکیاں بھی تھیں۔ نوجوان بھی تھے۔ بوڑھے لوگ بھی تھے۔ سب کے سب چہروں ہی سے اعلیٰ اور با حیثیت معلوم ہوتے تھے۔ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو معمولی حیثیت رکھتا ہو۔

تقریباً تمام لوگ جوڑوں کی شکل میں آئے تھے اور مختلف جگہوں پر بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ اس وقت صرف میں ہی اپنی میز پر تنہا تھا۔ لیکن میری تنہائی خود میرے دوست وکٹر روز لینڈ نے دُور کر دی۔ وہ چند خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ میرے نزدیک آیا اور ان لڑکیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

''تو میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں کسی ایسی شخصیت سے متعارف کراؤں گا جو تمہارے لئے پرکشش ہو۔ میرے دوست مسٹر فریڈرک سے ملو۔ کیا تم ان کی شخصیت کی دلکشی سے انکار کر سکتی ہو.....؟''

''ہرگز نہیں.....!'' لڑکیاں بے تکلفی سے مسکراتی ہوئی بولیں۔

''بس! تو پھر مسٹر فریڈرک! اور یہ.....'' وکٹر روز نے باری باری اُن کا تعارف کرایا۔ لڑکیاں میرے نزدیک بیٹھ گئیں۔ وکٹر مجھ سے معذرت کر کے چلا گیا تھا۔ لڑکیاں میرے کھانے لگیں۔ فضول قسم کی باتیں جو عام طور سے لڑکیاں کرتی ہیں۔ میری ریاست کے بارے میں، شادی کے بارے میں، محبوباؤں کے بارے میں۔ مختلف امور کے سلسلے میں مجھ سے باتیں کرتی رہیں اور میں اُنہیں جواب دیتا رہا۔

غالباً تمام مہمان آ چکے تھے۔ کیونکہ اس کے بعد تقریب کی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ وکٹر روز لینڈ نے کیک کاٹا اور تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ جو لڑکیاں میرے ساتھ تھیں اب منتشر ہو چکی تھیں اور اپنے اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچ گئی تھیں۔ وہ میری طرح تنہا نہیں تھیں کہ میرے ساتھ بیٹھی رہتیں۔ بہرصورت! مجھے خاصا لطف آ رہا تھا۔

میرا دوست شیپر مجھے خوش دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اُس شخص کی خواہش تھی تو صرف یہ کہ اُس کا ساتھ زیادہ عرصے تک رہے۔ اور اُس کا اپنا حساب کتاب چلتا رہے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے لئے صرف خلوص سے سوچتا ہے۔ اس میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں تھی۔

اُس کے معاملے میں، میں نے بالکل خلوص اور دیانت سے سوچا تھا کہ جو کچھ اُس نے میرے لئے کیا ہے، اس کے عوض میں جو کچھ اُسے دے رہا ہوں، اس کو اس سے زیادہ ملنا چاہئے۔ کیونکہ وہ جس ٹائپ کا آدمی تھا اور جو ہنر اُس میں تھے، میں اُسے جو کچھ دے رہا تھا وہ اُس کا صحیح معاوضہ نہیں تھا۔

یہ اتفاق ہی تھا کہ میری نگاہ اُس کی طرف اُٹھ گئی۔ کیونکہ اس تقریب میں جو بھی آیا تھا، اپنی خوبصورت ترین کار میں آیا تھا۔ لیکن وہ تنہا تھی۔ پیدل ہی آئی تھی۔ گھبرائی ہوئی سی تھی۔ لیکن اندر آ کر اُس نے اپنے چہرے کو پرسکون بنانے کی کوشش کی اور بہت تیزی سے چلتی ہوئی مہمانوں میں شامل ہو گئی۔ میرا خیال ہے، میرے علاوہ شیپر نے بھی اُس لڑکی کی آمد کو محسوس کیا تھا۔ لیکن میں نے اُسے دلچسپی سے دیکھا تھا۔ گھبرائی ہوئی سی ہونے کی وجہ سے وہ مجھے دوسروں سے منفرد محسوس ہوئی تھی۔ چونکہ وکٹر روز لینڈ اَب اپنے دوسرے مہمانوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اُس کے والدین اور دوسرے لوگ اُس کے ساتھ تھے۔ اس لئے اس بات کی توقع غیر مناسب تھی کہ اَب وہ تنہا کسی ایک فرد پر توجہ دے۔ اس بے تکلفی کے ماحول میں سب کو اپنے لئے جگہ بنانی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ابھی تقریب کی دوسری تفریحات شروع ہو جائیں گی اور مجھے بھی کوئی پارٹنر ضرور مل جائے گا۔ لیکن میں کسی مناسب ساتھی کی تلاش میں تھا۔ اور اس لحاظ سے یہ تنہا لڑکی میرے لئے کافی دلچسپی کا باعث تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بظاہر دوسرے مہمانوں سے ملنے جلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں کسی کو نہ پہچانتی ہو۔ اس لئے وہ جھجک رہی تھی۔ تب میں آگے بڑھ کر اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔

''میرا نام فریڈرک ڈینہام ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس پورے گروہ میں آپ کو مجھ سے بہتر ساتھی نہیں مل سکے گا۔'' لڑکی سہم گئی تھی۔ اُس نے بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور گم صُم رہ گئی۔ ''میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ یہاں تنہا ہیں اور شاید اس پوری محفل میں آپ کا کوئی شناسا نہیں ہے۔ اس لئے ہم دوسروں پر کیوں ظاہر ہونے دیں کہ ہم ایک دوسرے سے ناواقف ہیں..... آپ کا نام کیا ہے؟''

''ویرا روین گلینڈی۔'' اُس نے جواب دیا۔

''آئیے مس ویرا.....! ویسے وکٹر روز لینڈ تو آپ سے واقف ہو گا۔''

''نہیں.....!'' اُس نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔ پھر میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں جناب.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ضرور.....آپ آیئے تو سہی۔''

''ٹھہریئے.....! خدا کے لئے ٹھہر جایئے۔ آپ مجھے کسی سے متعارف نہ کرائیں۔ میں اس تقریب میں بن بلائی ہوں۔ صرف جان بچانے کے لئے یہاں آ گھسی ہوں۔''

''اوہ.....!'' میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ اُسی وقت دو لڑکیاں ہمارے نزدیک پہنچ گئیں جو پہلے بھی میرے کان کھاتی رہی تھیں۔

''اوہ مسٹر فریڈ.....! کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ ہم آپ کو تلاش کر رہے تھے۔ کیا آپ.....'' بولنے والی لڑکی خاموش ہو گئی اور میری ساتھی لڑکی کو دیکھنے لگی۔

''میری پیاری، ویرا آرکیڈا..... میری پوری زندگی کی ساتھی۔ تمہیں اس سے مل کر خوشی ہو گی۔'' میں نے محبت بھرے انداز میں ویرا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرا دی۔

''تب تو آپ ہماری موجودگی پسند نہیں کریں گے۔'' لڑکی نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''یہ بات بھی نہیں ہے۔ ویرا بے حد فراخ دل ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن ہمارے اُوپر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم آپ کو تنہائی دیں۔'' وہ خشک لہجے میں بولی اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

''آؤ ویرا! کہیں بیٹھیں۔'' میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ میں اُسے لے کر ایک میز پر جا بیٹھا اور سرو کرنے والے کو چٹکی بجا کر نزدیک بلایا۔ اُس نے ایک شیمپین کا اور ایک وہسکی کا گلاس ہمارے سامنے رکھ دیا۔

''میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ لیکن.....''

''لیکن کیا.....؟''

''میں کچھ پیوں گی نہیں۔ کیونکہ مہمان نہیں ہوں۔''

''اوہ..... ویرا ڈیئر! میں مہمان ہوں۔ اور تم میرے ساتھ ہو۔ میرے کارڈ پر مسٹر اینڈ مسز فریڈرک درج تھا۔ لیکن میں مسز کہاں سے لاتا؟ ویرا.....! پلیز میری بات کا برا نہ مانئے۔'' میں نے بے تکلفی سے کہا اور پھر وہ شیمپین پینے لگی۔ اُس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی سے خوفزدہ ہو۔ پھر اُس نے اچانک پوچھا۔

''تمہارے پاس کار تو ہو گی.....؟''

''ہے، کیوں.....؟'' میں نے پوچھا۔ میں گہری نگاہوں سے اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔

''میں..... میں خطرے میں ہوں۔ کچھ خطرناک لوگ میرے پیچھے ہیں۔ میری زندگی کو خطرہ ہے۔ میں اُن لوگوں سے بچ کر بھاگ رہی تھی۔ بس! یونہی یہاں آ گھسی ہوں۔ خدا کے لئے میری مدد کرو۔ مجھے کسی ایسی جگہ چھپا دو جہاں وہ لوگ چند روز مجھے تلاش نہ کر سکیں۔ اس کے بعد میں چلی جاؤں گی۔ میں تمہارے اُوپر بار نہیں بنوں گی۔ اور اگر وہ مجھے مل گیا تو..... تو..... مگر نہیں! خلوص کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔''

میں بدستور لڑکی کا جائزہ لے رہا تھا۔ بڑی بے بسی تھی اُس کے چہرے پر، تنہائی اور پریشانی کی ملی جلی کیفیات صاف عیاں تھیں۔ مجھے اُس پر ترس آ گیا۔ میں نے اُس کی کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''بے فکر ہو جاؤ ڈیئر.....! اَب تم تنہا نہیں ہو۔''

اُس کی پیشانی پر ناک کے قریب پسینے کے قطرات چمک رہے تھے اور وہ سانس اس طرح لے رہی تھی جیسے سخت پریشان ہو۔ کلائی ٹھنڈی پڑی تھی اور وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ اُس نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر بڑے پیارے انداز میں شیمپین کا گلاس خالی کر دیا۔ میں نے اُس کے لئے اور شیمپین منگوالی۔

''بس..... اَب نہیں پیوں گی۔'' اُس نے میرا ہاتھ روک دیا۔

''میرا خیال ہے تم نروس ہو۔ تھوڑی سی اور لے لو۔''

''ہوش میں رہنا چاہتی ہوں۔ عام حالات میں نہیں پیتی۔ لیکن اس وقت..... اس وقت میری حالت بہتر نہیں ہے۔''

''بھروسہ کرو! تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ تمہارے پیچھے یہاں تک آئے ہیں.....؟''

''ہاں..... تھوڑے فاصلے پر میں نے ٹیکسی چھوڑ دی تھی اور گلیوں میں گھسی اس طرف نکل آئی تھی۔ لیکن وہ مجھے ضرور تلاش کر لیں گے۔''

''وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔'' میں نے اُسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور وہ گردن ہلانے لگی۔ کافی دیر خاموشی سے گزر گئی رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی اور جوڑے تھرکنے لگے۔ ''آؤ..... رقص کریں۔''

''میں..... میں نروس ہوں۔ اُلٹے سیدھے قدم پڑیں گے۔ تم بور ہو جاؤ گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور کو ہم رقص بنا لو۔''

''آؤ.....! میں صرف تمہیں ہم رقص بنانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور اُسے کھڑا کر دیا۔

اُس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال! وہ میرے ساتھ کھنچتی چلی آئی۔ اور پھر ہم دونوں رقص کرنے لگے۔ بہت سی لڑکیاں میرے گرد چکرا رہی تھیں کہ میں اپنی ساتھی کو چھوڑوں تو وہ میرے نزدیک آ جائیں۔ اس بات کو اُس نے بھی محسوس کر لیا۔ وہ بولی۔

''میرا خیال ہے، اَب میں بیٹھ جاؤں۔ تم لڑکیوں کے لئے بہت پرکشش ہو۔ میں نے کئی آنکھوں میں تمہارے ساتھ رقص کرنے کی خواہش دیکھی ہے۔''

''میری آنکھوں پر بھی غور کیا.....؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔ کیوں.....؟''

''اس تقریب میں، میں صرف تمہارے ساتھ رقص کروں گا۔ اور سنو! اَب جبکہ میں نے تمہارے تحفظ کی ضمانت لی ہے تو تمہارا مجھ سے خوفزدہ رہنا میری توہین ہے۔ کیا تمہیں میری توہین کر کے خوشی ہوگی.....؟''

''ہرگز نہیں.....!''

''تو میں تمہیں مطمئن دیکھنا چاہتا ہوں.....!''

''مم..... میں اَب مطمئن ہوں۔''

''تم بہت اچھا رقص کرتی ہو۔ لیکن تمہارے قدم بتا رہے ہیں کہ تمہارا ذہن اَب بھی اُلجھا ہوا ہے۔''

''مجھے معاف کر دو..... اتنی مضبوط نہیں ہوں کہ خطرے کے احساس کو ذہن سے نکال دُوں۔ لیکن بہت جلد ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' اُس نے لجاجت سے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ صرف مجھے خوش رکھنے کے لئے ناچ رہی ہے۔ ورنہ اس وقت ناچنے کے قابل نہیں ہے۔ چنانچہ میں اُسے لئے ہوئے ناچنے والوں کی بھیڑ سے نکل آیا۔

''پرنس فریڈرک.....!'' عقب سے ایک نسوانی آواز اُبھری اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اچھی خاصی دلکش لڑکی تھی۔ لیکن میری شناسا نہیں تھی۔

''ہیلو.....!'' میں نے کہا۔

''آپ تھک گئے یا آپ کی ہم رقص؟'' اُس نے پوچھا۔

''دونوں.....!'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن میں نے صرف اس لئے کسی کو پارٹنر نہیں بنایا کہ میں آپ کی منتظر تھی۔''

''میں شرمندہ ہوں۔ لیکن میری منگیتر بہت تھک گئی ہے۔ اور میں اس کی دلجوئی کروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گا۔'' میں نے کہا اور لڑکی نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑے، شانے ہلائے اور آگے بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر تک میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ''اگر تم اُلجھن محسوس کر رہی ہو تو یہاں سے چلیں.....؟''

''ممکن ہے.....؟''

''کیوں نہیں..... میں اپنے دوست سے اجازت طلب کر لیتا ہوں۔''

''آہ..... میری وجہ سے.....!''

''بس بس۔ اِن کلمات سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوگی۔'' میں نے اُس کی بات درمیان سے کاٹ دی اور وہ تشکرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ''چند منٹ یہاں بیٹھو۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔'' میں نے کہا اور اُٹھ کر وکٹر روز کی طرف بڑھ گیا۔

''وکٹر ڈیئر.....! اَب مجھے اجازت دو۔''

''اوہ..... ابھی؟ اتنی جلدی میرے دوست.....؟''

''ہاں..... میری ساتھی تھکن محسوس کر رہی ہے۔''

''تھکن محسوس کرنے والی لڑکی ہو تو روکنا مناسب نہیں۔ تمہاری آمد کا شکریہ۔'' وکٹر نے کہا اور میں نے شیپر کو تلاش کیا۔ وہ بڑی خوبصورت لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رُک گیا۔

''سوری شیپر! میں تمہیں جانے کی اطلاع دے رہا تھا۔ تم اگر رُکنا چاہو تو شوق سے۔ واپس پہنچ جانا۔ میں انتظار کروں گا۔''

''نہیں پرنس.....! ایسی جلدی کیا ہے؟'' شیپر نے تعجب سے پوچھا۔

''اُدھر دیکھو..... جلدی! وہ بیٹھی ہوئی ہے۔'' میں نے ویرا کی طرف اِشارہ کیا۔

''آہ..... تو یہ بات ہے۔ نیک خواہشات کے ساتھ۔'' شیپر نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں واپس لڑکی کی طرف چل پڑا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میرے نزدیک پہنچنے پر اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''چلو.....! میں نے کہا اور وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں اُسے لے کر اپنی کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے کار کا دروازہ کھول کر اُسے بیٹھنے کے لئے کہا۔

''سنو.....!'' اُس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اگر تم برا نہ مانو اور اجازت دو تو میں پچھلی سیٹوں کے درمیان چھپ جاؤں۔ پھر سے دُور نکل جانے کے بعد.....''

''ویرا..... براہِ کرم! بیٹھ جاؤ۔'' میں نے کہا اور وہ جلدی سے میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ مجھے راز داں بنا کر وہ اس سہارے کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن میں اَب اُس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر چکا تھا۔ اس لئے چوکنا تھا۔ پھر جب کار وکٹر کی کوٹھی سے نکلی تو میں نے دُور سے اس سیاہ وین کو دیکھ لیا جس پر ''آلڈرے سنز'' لکھا ہوا تھا۔ لڑکی کے حلق سے دہشت بھری آواز نکلی۔

''فریڈ.....! وہ موجود ہیں۔''

''اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ میں نے اُس کے چیمبر چیک کر کے اُسے گود میں رکھ لیا اور کار کی رفتار تیز کر دی۔ وین سے ویرا کو دیکھ لیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ کار کی رفتار بہت تیز تھی اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وین بالکل خالی اور دوڑنے کے قابل ہے۔ چنانچہ اَب اُن لوگوں سے نمٹنا ہی تھا۔ میں نے کار کی رفتار اور بڑھا دی اور جان بوجھ کر ایک سنسان سڑک کا انتخاب کیا۔ وین بھی برق رفتاری سے آ رہی تھی اور فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ تب میں نے ایک فیصلہ کیا۔ اس وقت حملہ آوروں کو روکنا ضروری تھا کہ سکون سے اُن کے مقابلے کی تیاریاں کی جا سکیں۔ چنانچہ میں نے ویرا کو مخاطب کیا۔ ''ویرا.....! کیا تم ڈرائیونگ کر سکتی ہو؟''

''ہاں.....! لیکن اس وقت میرے حواس قابو میں نہیں ہیں۔ میں سٹیئرنگ نہیں سنبھال سکوں گی۔''

''اوہ..... تب ایک کام کرو۔ یہ لو..... پستول کے دستے سے عقبی شیشہ توڑ دو۔'' میں نے پستول اُسے دیتے ہوئے کہا۔

''مسٹر فریڈ.....!'' وہ سرسراتے لہجے میں بولی۔

''پلیز ویرا..... میری مدد کرو۔'' میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا اور اُس نے پستول میرے ہاتھ سے لے لیا اور پھر اُس نے کار کے عقبی شیشے پر زوردار ضربیں لگائیں اور شیشہ ٹوٹ گیا۔ ''شکریہ ویرا!'' میں نے کہا اور پستول واپس لے لیا۔ پھر میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور بائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے عقب نما آئینے کا زاویہ

بدلا اور وین کو نشانے پر لے لیا۔ پھر میں نے پستول والا ہاتھ کندھے پر رکھا اور گردن تھوڑی سی ٹیڑھی کر لی۔ اسٹیئرنگ پوری طرح کنٹرول میں کر کے میں نے ویرا سے کہا۔ ''ہلنے جلنے کی کوشش مت کرنا ویرا..... سیدھی بیٹھی رہو۔'' ویرا پتھر کے بُت کی مانند ساکت ہو گئی۔ تب میں نے لگاتار تین فائر کئے اور کار کی رفتار ایک دم بڑھا دی۔

پستول کا نشانہ وین کا ڈرائیور تھا اور بہرصورت نشانے پر اعتماد کی وجہ سے ہی میں نے کار کے شیشے کا نقصان کیا تھا۔ وین لہرائی اور اُلٹ گئی اس طرح کہ اُس کا نچلا حصہ اُوپر تھا۔ ویرا نے پلٹ کر دیکھا اور اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس چیخ میں خوشی شامل تھی۔

''حیرت انگیز..... خدا کی قسم حیرت انگیز.....'' وہ کپکپاتی آواز میں بولی اور میں نے پستول پچھلی سیٹ پر اُچھال دیا۔ اس کے بعد میں ایک لمبا چکر لے کر نیو سائنی کی طرف چل پڑا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں ویرا کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

''ویرا.....! تمہارے بارے میں میرے ذہن میں تجسّس پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ کیا تم مجھے مطمئن نہ کرو گی؟''

''تم میرے محسن ہو مسٹر فریڈ.....! میری کہانی جدوجہد کی کہانی ہے۔ لیکن اس کہانی میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایسی کہانیاں اکثر سننے میں آتی ہیں۔ بہرحال! مختصراً یوں سنو کہ میں ایک دولت مند شخص کی بیٹی ہوں میرے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ میرے ڈیڈی سرطان کے مرض میں گرفتار ہو گئے اور یہی مرض اُن کی موت کا باعث بن گیا۔ ورنہ اُن کی صحت اتنی خراب نہیں تھی۔ بہرحال! جائیداد اور کاروبار سب سے بڑے بھائی نے سنبھال لیا اور کسی حد تک ڈیڈی کی کمی پوری کر دی۔ لیکن پھر ہمارے خاندان میں ایک عورت شامل ہوئی۔ اُس نے اپنا نام ہینڈی فلپ بتایا تھا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ بھی مسٹر شارپ میگوئن کی بیوی ہے اور ایک باقاعدہ حیثیت رکھتی ہے۔ مسٹر شارپ اُسے ہر ماہ ایک باقاعدہ رقم بھیجتے تھے جس سے وہ اور مسٹر شارپ کا بیٹا شارٹی، پُرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن اَب اُسے یہ رقم ملنا بند ہو گئی تو وہ مجبوراً یہاں آئی ہے۔ اُس نے بتایا کہ اُسے مسٹر شارپ کی موت کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔

میرے بڑے بھائی نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ مسٹر شارپ کی کوئی اور بیوی بھی تھی۔ لیکن اس کے نتیجے میں اُس عورت نے جو کاغذات پیش کئے اُنہوں نے ہمیں یقین دلا دیا کہ وہ بہرحال! مسٹر شارپ یعنی میرے والد کی دوسری بیوی ہے۔ عورت نے وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاغذات بھی دکھائے جن کے تحت اُسے ڈیڈی کی بھیجی ہوئی رقم ملتی تھی۔ بہرحال ا
ہونے کے بعد میرے بھائی نے اُسے اپنے خاندان میں قبول کر لیا۔ ہم نے اُس سے
وہ اپنے بیٹے شارٹی کو بھی یہاں بلا لے۔ لیکن اُس نے جواب دیا کہ شارٹی دوسرے
میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ میرے بھائی نے اُس کی بھرپور کفالت کی، لیکن..... عورت
آنے کے تین ماہ بعد ہمارے خاندان کے سربراہ، میرے بڑے بھائی کار کے ایک حا
میں ہلاک ہو گئے۔ ہمارے خاندان پر غم کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ابھی ڈیڈی کی کی
پوری نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال! دوسرے بھائی نے بہ ہزار دقت خاندان کا نظام سنبھالا۔
میں مختصر گفتگو کروں کہ ہمارے خاندان پر نحوستیں آ گئی تھیں۔ میری ایک بہن اور بھائی کو
ہنگامے میں گولی مار دی گئی اور اِس طرح ہم دو بہن بھائی باقی رہ گئے۔ میرا چھوٹا بھائی
تھا کہ تین بہن بھائیوں کی موت میں کوئی خفیہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔ یہ حادثے اتفاقیہ
ہیں۔ لیکن اہل خاندان نے اُس کے اشارے کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ ہینڈی فلپ بڑی
اور معصوم سی عورت نظر آتی تھی۔ وہ لوگوں سے اتنی محبت سے پیش آتی تھی کہ وہ اُسے
سمجھنے لگتے تھے۔

چنانچہ میرا بھائی ناراض ہو کر خاموشی سے گھر سے نکل گیا۔ اور اَب صرف میں وہاں
تھی۔ میں ان واقعات سے بے حد خوف زدہ ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی تو مجھے گورین کی بات
محسوس ہونے لگتی تھی۔ گو میں بھی ہینڈی فلپ کی دلدادہ تھی۔ اور پھر تصدیق بھی ہو گئی۔
کے ہاتھ اَب میری گردن کو گرفت میں لینے کے لئے بے چین تھے۔ چنانچہ مجھے اغواء کر
کی کوشش کی گئی جسے میرے کالج کے ساتھیوں نے ناکام بنا دیا۔ دو نوجوان، مجرموں
گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ دوسری بار میری خواب گاہ میں ایک زہریلا سانپ داخل ہو
قریب تھا کہ میں اُس کا شکار ہو جاتی۔ لیکن اتفاقیہ طور پر سانپ ایک گلدان کے اچانک
جانے سے کچل گیا۔

مجھے یقین ہو گیا کہ میں اب بہت جلد موت کا شکار ہو جاؤں گی۔ چنانچہ میں نے
گورین کے فارمولے پر عمل کیا۔ میں خاموشی سے وہاں سے نکل بھاگی اور میرے
میرے دشمن لگ گئے۔ پورے تین ماہ میں رُوپوش رہی۔ بینکوں میں میرے اکاؤنٹ تھے
میں ابھی اسی سے کام چلا رہی تھی جو میں لے کر آئی تھی۔ لیکن بہرحال! اپنی چیک بکیں
ساتھ لے آئی تھی۔ پھر جب میرے پاس رقم خرچ ہو گئی تو ایک دن میں بینک سے

چیک کیش کرانے گئی۔ اور جب میں وہاں سے نکلی تو میرے اُوپر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی
گئی۔ بس..... میں کیا بتاؤں کس طرح بچ گئی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ مجرموں نے بینکوں کی
نگرانی کی تھی اور منتظر تھے کہ کب میں رقم نکلوانے آؤں اور وہ میرا حساب کتاب کر دیں۔ جو
کچھ مل گیا تھا، اُسے ہی غنیمت جان کر میں نے خاموشی سے اپنا وطن چھوڑ دیا اور سفر کرتی
رہی۔ مجھے اپنے بھائی گورین کی تلاش تھی۔ کاش! وہ مجھے مل جاتا۔ نہ جانے کہاں کہاں میں
ماری ماری پھرتی رہی۔ پھر میں نے ایک ملک پہنچ کر وہاں سے اخبارات میں اپنے بھائی کو
تلاش کرنے کے لئے اشتہار دیا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اس اشتہار کو میرے دشمن بھی دیکھیں گے
اس لئے میں نے اسی ہوٹل کے دوسرے کمرے کا نمبر دیا تھا جو میرا نہیں تھا، لیکن میرے
کمرے کے عین سامنے تھا۔ میں وہاں سے ماحول پر نگاہ رکھتی تھی۔ دس دن کے صبر آزما
انتظار کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ہاں..... گیارہویں رات کو اُس کمرے پر حملہ ہوا،
جس کا میں نے نمبر دیا تھا اور ریما نامی ایک عورت ماری گئی۔ یہ بے چاری میرے دھوکے
میں قتل ہو گئی تھی۔ جو کچھ ہوا، میری توقع کے مطابق ہوا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے دشمن
سائے کی مانند میرے پیچھے ہیں۔ آہ.....! میں بے حد خوف زدہ تھی۔ گورین سے مایوس ہو کر
میں نے وہ جگہ بھی چھوڑ دی اور پھر ایک طویل عرصے تک ماری ماری پھرتی رہی۔ پھر لندن
پہنچی تھی کہ یہاں کے ایک اخبار میں ایک اشتہار پڑھا جو میرے بھائی گورین کی طرف سے
تھا۔ اُس میں لکھا تھا.....

"ویرا.....! جہاں کہیں بھی ہو، پیرس پہنچ جاؤ۔ میں تمہیں تلاش کر لوں گا..... گورین"

میں پیرس آ گئی۔ لیکن پیرس ایئرپورٹ سے ہی میرا تعاقب شروع ہو گیا اور وہاں بھی
زندگی میرے لئے دوبھر ہو گئی۔" اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

میں نے اُس مظلوم لڑکی سے ہمدردی کا اظہار کیا اور اُسے خاموش کرانے لگا۔ "میں نے
تم سے کہہ دیا ہے، بے فکر ہو جاؤ۔ اب وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ہاں..... گورین کے
بارے میں، میں اُلجھن میں ہوں۔ وہ کہاں ہے؟"

"اُس نے پیرس کے لئے لکھا تھا۔"

"اوہ..... بھولی لڑکی! گورین کی طرف سے یہ اشتہار تمہارے دشمن بھی دے سکتے ہیں
تاکہ تم اُن کے ہتھے چڑھ جاؤ۔ لیکن بہرحال! بے فکر رہو۔ میں تمہارے لئے گورین کو بھی
تلاش کروں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں تا زندگی تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔ تم خود غور کرو! میری زندگی کیا چیز ہے۔ کسی وقت بھی......'' اُس نے سسکی لی۔

''نہیں...... یہ ممکن نہ ہوگا۔ اَب تمہیں بے فکر ہو جانا چاہئے۔'' میں نے کہا اور آنسو پونچھ لئے۔ میں ان حالات پر غور کر رہا تھا۔ زندگی کا کوئی اہم مقصد تو تھا نہیں ہی وقت تھا۔ اس لئے کیوں نہ...... کیوں نہ جو کچھ سامنے آئے، اُس پر عمل جاری رہے اُن لوگوں کے بارے میں سوچنے لگا جو لڑکی اور اُس کے بھائی گورین کے خیالات تھے تھی۔ ممکن ہے ہینڈی فلپ، مسٹر شارپ کی بیوی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ شارٹی شارِپ کا ہی بیٹا ہو۔ لیکن ہینڈی نہیں چاہتی تھی کہ مسٹر شارپ کی دولت میں کسی اور کا حصہ ہو۔ وہ پہلے ایک ایک کر کے سب کو ٹھکانے لگا دینا چاہتی تھی۔ شارٹی اس دوران حاصل کرتا رہے گا۔ پھر جب وہ اپنے باپ کے گھر پہنچے گا تو اُسے میدان صاف ملے آسان اور سادہ سی ترکیب ہے۔'' میں نے گہری سانس لی۔ چنانچہ ویرا روین شارپ میری مہمان بن گئی۔

میں کوئی فرشتہ سیرت انسان نہیں تھا۔ نہ ہی غریبوں اور مظلوموں کا سچا ہمدرد ٹائپ چیز۔ لڑکی خوب صورت تھی، بھرپور تھی۔ مجھے پسند آئی تھی اس لئے میں نے اُس کی طرف دی تھی۔ اگر وہ کوئی بدشکل لڑکی ہوتی، میرے معیار پر پوری نہ اُترتی تو خواہ اس سے زیادہ مظلوم ہوتی، قابل رحم ہوتی، تب بھی شاید میں اس طرف توجہ نہ دیتا۔ ایک فطری ہے۔ چنانچہ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ اگر وہ شیشے میں اُتر جائے تو یہ ایک فطری ہے، میں اُس کی مدد کروں اور وہ میری......

لیکن طوفانی جذبوں کا میں بھی قائل نہیں تھا۔ پسند کی لڑکی تھی۔ پہلے اُس کے لئے جائے پھر اُس کی توجہ حاصل کی جائے۔ یہی بہتر تھا کہ اس وقت اُس کے ساتھ اچھے سلوک کروں اور یہ سلوک میں نے جاری رکھا۔ اس وقت میں نے اُسے آرام سے دیا۔ شپیر رات کے کسی حصے میں واپس پہنچ گیا تھا۔ لیکن دوسرے دن صبح کو ہی اُس ملاقات ہوئی۔ ''انوکھی بات ہے مسٹر فریڈ......!'' اُس نے کہا۔

''میں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ ''کیا مطلب......؟''

''اُس خوب صورت لڑکی کو تو میں نے پہچان لیا اور حیران بھی ہوں کہ دکٹر روز مہمان تمہارے ساتھ رات بسر کرنے چلی آئی۔ کسی لڑکی کو اس قدر جلد مسخر کر لینا جو

ئے ہے۔ لیکن اُسے دوسرے کمرے میں سوتے دیکھ کر تعجب بھی ہوا ہے۔''

''کیا وہ ابھی تک سو رہی ہے......؟''

''اس وقت کی بات نہیں کرتا۔ اَب سے ایک گھنٹے قبل سو رہی تھی۔''

''شپیر! وہ میری محبوبہ نہیں ہے۔''

''ارے......! تو پھر کون ہے؟'' شپیر نے تعجب سے پوچھا اور میں نے اُسے لڑکی کی مختصر کہانی سنا دی۔ شپیر گردن ہلا رہا تھا۔

''ہاں...... یہ تو ہے۔ مظلوم لڑکی۔ لیکن پھر تم اُسے یہاں کیوں لے آئے مسٹر فریڈ؟ ظاہر ہے ہم مظلوم لڑکیوں کا فارم کھولنے کا کوئی اِرادہ نہیں رکھتے۔''

''ٹھیک ہے شپیر! لیکن اُس کی مدد کر کے اُسے شیشے میں تو اُتار سکتے ہیں۔''

''تب مناسب ہے۔'' شپیر گہری سانس لے کر بولا۔ پھر لڑکی کو ناشتے کے لئے طلب کر لیا گیا۔ اَب اُس کی آنکھوں میں گہری طمانیت کے آثار تھے۔ ظاہر ہے وہ ایک پُرسکون رات گزار چکی تھی اور کسی نوجوان لڑکی کے لئے کسی اجنبی نوجوان کے تنہا مکان میں رات گزار لینا ہی سب سے اہم مسئلہ ہوتا ہے۔

اُس نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ شپیر اس دوران کئی بار اُس کا جائزہ لے چکا تھا۔ پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''کیا آپ مجھے اجازت دیں گے مسٹر فریڈ؟ مجھے کچھ کام ہے۔''

''ٹھیک ہے شپیر......!'' میں نے جواب دیا۔ اُس کے گھورنے سے لڑکی کے پریشان ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے اُسے فوراً اجازت دے دی۔

شپیر کے جانے کے بعد اُس نے پوچھا۔ ''یہ کون تھا؟''

''میرا ساتھی...... مقامی ہے، دلچسپ اور بے ضرر۔'' میں نے جواب دیا

لڑکی نے گردن جھکا لی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ ''میرے لئے آپ نے کیا سوچا مسٹر فریڈ؟''

''تمہیں گورین کی تلاش ہے......؟''

''ہاں......!'' اُس نے میری جانب دیکھا۔

''میں اُس کی تلاش میں تمہاری مدد کروں گا۔''

''لیکن کس طرح......؟''

''یہ تم دیکھتی جاؤ۔ میں بڑے دھڑلے سے اخبارات میں اشتہارات دُوں گا اور اُن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگوں کو چکرا کر رکھ دُوں گا۔ میں کئی ممالک کے اخبارات میں اشتہار دُوں گا۔ ہم لئے خصوصی تیاریاں کریں گے۔ تم یہ سارے معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔''

''آہ..... میں تمہارے اِن احسانات کا بدلہ کس طرح دُوں گی.....؟''

''خوب صورت لڑکیوں پر ساری دنیا احسانات کرنے کی خواہش مند ہوتی ہے صلہ صرف لڑکی کا التفات ہوتا ہے۔'' میں نے کہا اور لڑکی کے چہرے کا جائزہ لیا۔ ایک کے لئے اُس کے انداز میں اُلجھن نظر آئی اور میں نے دوسرا سوال کیا۔ ''لیکن ہر شخص لئے یہ سوچ لینا مناسب نہیں ہوتا۔ تمہارے ذہن میں اگر ایسا کوئی خیال ہے تو اسے دینا۔ میں ایک مخلص دوست کی حیثیت سے تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں اور اپنے خلو قیمت نہیں چاہتا۔''

لڑکی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گئی۔ اگر میں زندگی کی جدوجہد میں کامیاب ہوگئی تو ساری زندگی تمہیں فراموش نہیں گی۔''

مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے احمق لڑکی! کہ تم مجھے یاد رکھو..... میں نے دل میں کہا اور پھر ہم ناشتے کے کمرے سے نکل آئے۔ دن میں، میں اُسے جھیل کے کنارے گیا۔ یہاں بیٹھ کر اُس سے اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں۔ لڑکی میرے ساتھ جھیل نما پول میں نہانے کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی۔ بہت سے معاملات میں وہ محتاط نظر آتی یوں لگتا تھا جیسے اُس نے مکمل طور سے میرے اُوپر بھی اعتبار نہ کیا ہو۔ بہرصورت! اُس محتاط کیفیت ایک حقیقت تھی جسے جھٹلانا نہیں چاہئے تھا۔ اُس نے جو کہانی سنائی تھی، اگر میں جھوٹ یا فریب نہیں تھا تو بے شک اُسے ایک محتاط لڑکی ہونا ہی چاہئے تھا۔

لیکن اَب صورت حال یہ تھی کہ جس انداز میں وہ مجھ سے ہٹی ہٹی نظر آرہی تھی، اس نظر رکھتے ہوئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں بھی اُس کی طرف سے ذہن کو ہٹا لیتا۔ یہ اپنا مسئلہ تھا وہ خود جانتی، خود سمجھتی۔ لیکن نجانے کیوں دل کے کسی گوشے میں یہ خواہش اُس کی مدد کر ہی دی جائے۔ باقی معاملات تو چلتے ہی رہتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

شام ہوگئی تھی۔ شیپر نہیں آیا تھا۔ نجانے وہ کس سلسلے میں اور کہاں رُک گیا تھا۔ بہرصورت! مجھے اُس سے کوئی خاص کام تو تھا نہیں۔ میں لڑکی کے ساتھ واپس بنگلے میں آ گیا۔ اُس وقت لڑکی کافی مطمئن نظر آرہی تھی۔ ''بڑی خوبصورت جگہ ہے۔ اس سے پہلے اس علاقے کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ یوں بھی پیرس آ کر میں نے کافی تفریحات کی ہیں۔ اس سے پہلے بھی میں پیرس آ چکی ہوں، لیکن اُس وقت کافی چھوٹی تھی۔ یہ علاقہ بے پناہ خوش نما ہے۔ میرا خیال ہے پیرس کے نواح میں اس سے خوب صورت علاقہ نہیں ہوگا۔''

''ہاں..... یہ درست ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور تمہارا بنگلہ بھی بے حد خوبصورت ہے۔'' اُس نے کہا۔

''میرا بنگلہ.....؟'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں..... کیوں تمہارا نہیں ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''نہیں..... یہ بنگلے یہاں کرائے پر ملتے ہیں۔ میں خود بھی ایک سیاح ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اوہ..... تو تم پیرس کے باشندے نہیں ہو۔''

''نہیں.....''

''مجھے بھی یہی احساس ہو رہا تھا۔''

''کیسا احساس؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ تمہارے اندر ایک ایسی کیفیت ہے جو پیرس کے باشندوں میں نہیں ہوتی۔''

''مثلاً.....؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں..... میں صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ بس! یہ سمجھا جائے کہ..... کہ تمہارا یہ چہرہ پُرکشش ہے۔ جبکہ فرانس کے لوگ کسی قدر رُوکھے چہرے کے مالک ہوتے ہیں۔''

''اوہ.....!'' میں نے آہستہ سے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ دراصل اُس کا یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اعتراف مجھے پسند آیا تھا۔ لیکن اتنی دلکشی بھی نہیں رکھتا تھا کہ میں اس پر جھومنے لگتا۔

رات ہوگئی اور شیپر بھی واپس آ گیا۔ اُس نے ہم دونوں کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور اُس نے پوچھا۔ ''میری غیر حاضری کسی طور تکلیف دہ تو ثابت نہیں ہوئی مسٹر فریڈرک؟''

''نہیں شیپر! کوئی خاص کام نہیں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں اتنی دیر نہیں رُکنا چاہتا تھا مسٹر فریڈرک! لیکن کچھ ایسے لوگ مل گئے جو میری ذات سے وابستہ تھے۔ اور تم جانو! اگر کوئی شخص تمہارے اُوپر قناعت کرے تو تمہیں اُس کی مدد ہی ہوتی ہے۔ سو میں بھی ایسے ہی لوگوں میں پھنس گیا تھا۔ لیکن شکر ہے، جو کچھ وہ مجھ چاہتے تھے میں اُسے انجام دینے میں کامیاب ہوگیا۔''

''گڈ..... کھانے کی تیاری کرو شیپر!'' میں نے کہا اور شیپر کھانے کی تیاری کرنے کے لئے چلا گیا۔ رات کے کھانے کے بعد حسب معمول اُس نے مجھ سے اجازت لی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی جو میں نے پچھلی رات اُسے دیا تھا۔ گویا وہ اپنی حفاظت کا بندوبست کرنا چاہتی تھی۔ میں نے بھی اعتراض نہیں کیا۔

اُس کے جانے کے بعد شیپر کافی دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا۔ اُس نے بڑے عجیب سے انداز میں مجھ سے پوچھا تھا۔ ''مسٹر فریڈرک.....! یہ لڑکی کچھ عجیب سی نظر آتی ہے۔ یا لگتا ہے، جیسے وہ تم سے بہت زیادہ متاثر نہ ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میں نے غور نہیں کیا شیپر! ویسے متاثر تو ہونا چاہئے۔ اور اگر ابھی تک نہیں ہوئی تو ہو جائے گی۔''

''اوہو..... گویا اس بار طویل پروگرام ہے۔'' شیپر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں.....! میں نے جو کچھ تمہیں اُس کے بارے میں بتایا ہے، اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میرا خیال ہے مسٹر فریڈرک! کہ کسی بھی لڑکی کے لئے بہت زیادہ وقت ضائع کرنا غیر مناسب ہوتا ہے۔ باقی تم جانو.....''

میں نے شیپر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کافی دیر تک وہ میرے پاس بیٹھا رہا پھر اُٹھ کر چلا گیا۔

میں بھی اپنی خواب گاہ میں آ گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ بلاشبہ میں نے اُس لڑکی کو غلط مسلط کر کے غلطی ہی کی ہے۔ ظاہر ہے جو ایک کمرے میں رات نہ گزار سکے، اُس کے

اتنی دور دسری مول لینے کا کیا فائدہ؟ یہ جذبات یونہی میرے ذہن میں اُبھر آئے تھے۔ حالانکہ جو کچھ میں نے سوچا تھا اس کے تحت یہ ساری باتیں میرے ذہن میں نہ آنی چاہئیں تھیں۔

اُس وقت تقریباً رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے کہ میں نے باہر قدموں کی چاپ سنی اور محسوس کیا کہ یہ چاپ ایک سے زیادہ آدمیوں کی ہے۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں کچھ خدشات جاگ اُٹھے اور میں تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ پستول میرے پاس موجود تھا۔ میں نے اُسے ہاتھ میں لے لیا اور آہستہ سے بتی جلائے بغیر کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا۔

باہر چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ چند سائے میرے کمرے کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ اور یہ تو طے شدہ امر تھا کہ وہ لوگ اچھے ارادے اور اچھی نیت سے نہ آئے ہوں گے۔ اور نہ ہی کسی خیر سگالی مشن پر یہاں آئے ہوں گے۔ کوئی نہ کوئی مسئلہ ضرور ہے.....

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اُن لوگوں سے کس طرح پیش آؤں؟ اگر میں چاہتا تو یہاں سے اندھا دُھند فائرنگ کر کے اُنہیں ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ یہاں کس سلسلے میں آئے ہیں اور یہاں تک کس طرح پہنچے ہیں؟ ذہن کے ایک گوشے میں یہ سوال بھی تھا کہ ممکن ہے کہ وہ لڑکی کی تلاش میں یہاں تک آئے ہوں۔

چند ساعت کے بعد میرے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور میں نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ وہ لوگ مجھے دروازے کے قریب کھڑا دیکھ کر اُچھل پڑے اور کئی قدم دُور ہٹ گئے۔ دوسرے لمحے پستول کے رُخ اُنہوں نے میری جانب کر دیئے۔ ''گویا تم پہلے سے تیار تھے۔'' اُن میں سے ایک نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ہاں..... میں نے تمہاری آہٹ کو محسوس کر لیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''لڑکی کہاں ہے.....؟''

''لڑکی ہر جگہ ہوتی ہے۔ تم اپنے آنے کا مقصد بیان کرو۔''

''فضول باتیں مت کرو۔ میں اُس لڑکی کی بات کر رہا ہوں جسے تم وکٹر روز لینڈ کی کوٹھی سے لائے تھے اور کیا تم وہی شخص نہیں ہو جس نے وین کے ڈرائیور کو ہلاک کر کے وین اُلٹ دی تھی؟'' اُسی شخص نے جس نے پہلے بھی سوال کیا تھا، دوبارہ کہا۔

''ہاں، ہاں..... بالکل صحیح۔ میں وہی ہوں۔ تم نے بالکل ٹھیک پہچانا۔ لیکن میرے دوست! تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کون سی بڑی بات تھی۔تمہاری کار کا نمبر ہم نے نوٹ کر لیا تھا۔ جب ہم نے اُس کے بارے میں معلومات کیں تو پتہ چلا کہ وہ کرائے پر دی جانے والی گاڑی ہے اور اُسے اُس شخص مسٹر فریڈرک نے حاصل کیا ہے۔ اور مسٹر فریڈرک نیو سائنی کے بنگلہ نمبر تیس میں رہتے ہیں۔''

''اوہ..... تو گویا یہ سارا کارنامہ گاڑی کا ہے۔لیکن کیا تم لڑکی کو لے جانے کے لئے آئے ہو؟''

''ہاں..... اور یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ تمہاری اُس سے کیسے جان پہچان ہے؟'' اُس شخص نے سوال کیا۔

''یہ ساری باتیں اسی وقت معلوم کر لو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں..... ارادہ تو یہی لے کر آئے ہیں۔'' اُس نے جواب دیا۔ اُس کے انداز سے اظہار ہوتا تھا جیسے وہ پوری طرح مطمئن ہو۔''

''ٹھیک ہے..... معلوم کرو۔'' میں نے کہا۔

''کیا تمہارا نام گورین ہے.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''اس سے قبل ایک اور سوال مسٹر.....! تمہارے پاس اسلحہ ہے یا نہیں؟'' ایک دوسرے آدمی نے کہا۔

''اوہ، ہاں..... تلاشی لو۔'' اُس شخص نے کہا اور دو آدمی میری طرف بڑھ آئے۔ اُن گدھوں کو یہ احساس نہیں رہا تھا کہ میں اُن کی وین تباہ کر چکا ہوں۔ وہ مطمئن نظر آتے تھے۔

''ہاتھ بلند کرو.....!'' اُن میں سے ایک نے کہا اور میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ پستول میرے ہاتھ میں ہی تھا اور وہ میرے لباس کی تلاشی لے رہے تھے۔ پھر جب انہیں میرے لباس سے کچھ نہ ملا تو مجھے ہاتھ گرا دینے کے لئے کہا گیا اور میں نے اُن کے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ پستول بدستور میرے ہاتھ میں دبا تھا۔

''ہاں..... اَب جواب دو۔تمہارا نام گورین ہے؟''

''نہیں..... مجھے آئین ٹاور کہتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مارو.....'' اُس شخص نے خونخوار لہجے میں کہا اور ایک شخص گھونسا تان کر مجھ پر لپکا۔ میں نے اطمینان سے اُس کے حلق پر نال رکھ کر فائر کر دیا۔ گولی اُس کی گردن سے نکل گئی۔ دوسرے آدمی کی پیشانی میں گھس گئی..... دو چیخیں بیک وقت گونجیں۔ وہ بوکھلا گئے تھے۔

اس کے بعد اگر اُنہیں موقع دیا جاتا تو اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کیا ہوتی؟ چنانچہ میں نے اُن پر گولیوں کی بارش کر دی۔ اور بھلا مجال تھی کہ اُن میں سے ایک بھی صحیح سالم رہ جاتا۔ سب زخمی ہو گئے تھے۔ اُنہیں پستول استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ بہرحال! جو بھاگ سکتے تھے، بری طرح بھاگے۔ پستول خالی ہو گیا تھا۔ میں نے اُسے دوبارہ لوڈ کر لیا۔ لیکن اَب یہاں دو لاشوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

میں نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا۔ اس وقت باہر اُن کے تعاقب میں دوڑنا حماقت تھی۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ یوں بھی یہاں دو لاشیں موجود تھیں اور مجھے اُن کا بندوبست کرنا تھا۔

بہرحال! مجھے خوشی تھی کہ لاعلم ہونے کے باوجود میں نے کامیابی سے اُن کا مقابلہ کیا تھا۔ مجھے اُمید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی میرے بارے میں معلومات حاصل کر کے یہاں پہنچ جائیں گے۔ لیکن مقابلہ چالاک لوگوں سے تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ یہ جلد ختم نہیں ہو گا۔ دیکھا جائے گا..... میں نے گردن ہلائی۔

مجھے یقین تھا کہ لڑکی سخت خوفزدہ ہو گی۔ نہ جانے اُس کی کیا حالت ہو؟ اس کے علاوہ یہ خیال بھی ذہن میں تھا کہ ممکن ہے، باہر اُن کے دوسرے ساتھی بھی موجود ہوں۔ سب سے پہلے لڑکی کی خبر گیری ضروری تھی۔ چنانچہ میں دوڑ کر اُس کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ لیکن دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں چونک پڑا۔ دروازہ کسی قیمت پر نہیں کھلا ہونا چاہئے تھا۔ میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ لڑکی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ ٹیبل لیمپ جل رہا تھا اور ایک کاغذ، لیمپ کے نیچے دبا نظر آ رہا تھا۔ نزدیک ہی پنسل پڑی ہوئی تھی۔ میں نے لیمپ کے نزدیک پہنچ کر کاغذ نکال لیا۔ تحریر شکستہ تھی۔

''مسٹر فریڈ..... خدا کرے آپ ان لوگوں کے ہاتھوں محفوظ رہیں۔ دیکھا کمبخت یہاں بھی آ پہنچے۔ اب یہ جگہ بھی میرے لئے غیر محفوظ ہو گئی ہے۔ آپ کی نوازش کا شکریہ۔ میں جا رہی ہوں.....'' اور اس کے آگے ایک ٹیڑھی لکیر چلی گئی تھی۔ غالباً وہ تحریر ادھوری چھوڑ کر نکل بھاگی تھی۔

مجھے اُس پر شدید غصہ آیا۔ جہنم میں جائے۔ نکل بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب میں اُس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھا تو اُسے اعتبار کرنا چاہئے تھا۔ کمبخت کہاں گئی ہو گی؟ موت ہی لے گئی ہے اُسے۔ میں یہ سوچ کر بنگلے کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ باہر پھیلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاندنی میں دُور کچھ جدوجہد نظر آ رہی تھی۔ لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک نسوانی چیخ اُبھری۔ ''بچاؤ.....'' اور اس کے ساتھ ہی آواز بھینچ دی گئی۔ لیکن میں نے آواز کو پہچان لیا تھا۔ ویرا کے سوا کسی کی نہ تھی۔ گویا وہ اپنی حماقت کا شکار ہو گئی تھی۔

اَب کوئی کوشش بے کار تھی۔ وہ اُن کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ چند ہی لمحات میں کسی گاڑی کا انجن سٹارٹ ہوا اور میں نے دُور سے ویسی ہی ایک سیاہ وین کی جھلک دیکھی جیسی ایک رات میں تباہ کر چکا تھا۔ گویا یہ کوشش بھی آندرے سنز کی تھی۔ ''آندرے سنز.....'' میرے منہ سے بھاری آواز نکلی۔ اس کے بارے میں معلوم کر لینا مشکل نہ ہو گا۔ میں نے لڑکی کو تحفظ کی ضمانت دی تھی اور اُن لوگوں کی اس اچانک اور غیر متوقع آمد کے باوجود، میں اُس کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن خود ویرا، نے حماقت کی۔ اَب میں کیا کر سکتا تھا؟

تب مجھے شیپر کا خیال آیا۔ شیپر نظر نہیں آیا تھا۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اس پورے ہنگامے کی اُسے خبر ہی نہ ہو۔ کہیں وہ کسی گولی کا شکار تو نہیں ہو گیا؟ میں تیزی سے اُس کے کمرے کی طرف لپکا۔ شیپر کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے اُسے پیٹ ڈالا۔ اور چند ساعت کے بعد اندر سے شیپر کی آواز سنائی دی۔ ''کون ہے.....؟''

اس آواز سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اس وقت سو نہیں رہا تھا بلکہ شاید اُس نے دروازہ بھی بعد میں بند کیا تھا۔ کیونکہ شیپر دروازہ بند کر کے سونے کا عادی نہیں تھا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ ''بڑے آدمی! دروازہ کھولو۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شیپر نے دروازہ کھول دیا۔ اُس کے بدن کی لرزش نمایاں تھی۔ ''کیا تم گہری نیند سو رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں..... کیوں، کوئی خاص بات ہے؟'' شیپر نے متعجب ہونے کی کوشش کی تھی۔

''گویا اتنا ہنگامہ ہوا اور تمہیں خبر بھی نہیں ہے؟''

''ہنگامہ.....؟'' اُس نے تعجب سے پوچھا۔ ''مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں۔ بعض اوقات میں بہت گہری نیند سو جاتا ہوں۔'' شیپر نے خواہ مخواہ ہنستے ہوئے کہا۔

''برا ہوا ہے شیپر! ہم دشمنوں میں گھر گئے ہیں۔ باہر تقریباً چالیس آدمی موجود ہیں جو مشین گنوں سے مسلح ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں زندگی بچانے کے لئے سخت جدوجہد کرنا پڑے گی۔ لو! یہ پستول سنبھالو۔ میرا خیال ہے تم پستول کے استعمال سے ناواقف نہ ہو گے۔''

''کیا.....؟'' شیپر کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اور وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

''اوہ، شیپر.....! بزدلی سے کام مت لو۔ ہم سخت خطرے میں ہیں۔'' میں نے پستول

اُسے تھماتے ہوئے کہا۔

''م.....مگر میں اس کا کیا کروں گا؟ آہ.....! میں نے تو کبھی.....'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''تب تم دروازہ بند کر لو اور مسہری کے نیچے رینگ جاؤ۔ ہری اَپ.....!'' میں نے باہر نکلتے ہوئے کہا اور شیپر کو میری یہ تجویز بہت پسند آئی۔ اُس نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا اور یقیناً وہ مسہری کے نیچے گھس گیا ہو گا۔ میرے پیٹ میں قہقہے مچل رہے تھے۔ بڑا آدمی، عظیم الشان سوجھ بوجھ کا حامل۔ اُس کی ذہانت نے اُسے بزدل بنا دیا تھا۔ لیکن بزدلی کی یہ سزا اُس کے لئے کافی تھی کہ وہ رات مسہری کے نیچے جاگ کر گزارے۔ اِن حالات میں نہ تو اُس کے لئے سونا ممکن تھا اور نہ مسہری کے نیچے سے نکل کر باہر آنا۔ مجھے ابھی دوسرے کام کرنے تھے۔ یہ غنیمت تھا کہ میں نے شیپر کا سہارا نہیں لیا تھا۔ ورنہ اُن لاشوں کو دیکھ کر تو وہ بالکل ہی بدحواس ہو جاتا۔ اَب اُن لاشوں کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے اُن کی تلاشی لی۔ اُن کے لباس سے کچھ سامان نکلا تھا۔ چند شناختی کارڈ بھی تھے جن پر اُن کے پتے درج تھے۔ کچھ رقم اور ایسی ہی چند چیزیں نکلی تھیں جو میرے لئے کارآمد نہیں تھیں۔ لاشوں کو ٹھکانے لگانا بھی ضروری تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اُنہیں کہاں پھینکنا درست ہو گا؟ بہرحال! یہاں بہت سے امکانات تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ کہاں ہنگامہ ہوا؟ چنانچہ میں نے اپنے لباس اور بدن سے ایک ایک چیز جدا کر دی، تاکہ وہ شناخت نہ بن جائے۔ اور پھر اُس کے بعد ایک ایک کر کے دونوں لاشیں اُس جنگلے سے دُور پھینک آیا۔ یوں بھی اَب یہ جگہ چھوڑ دینا بہتر تھا۔ کیونکہ اسے اُن لوگوں نے دیکھ لیا تھا۔

بنگلے میں جگہ جگہ خون بکھرا ہوا تھا۔ یہ خون بھاگنے والے زخمیوں کا تھا۔ بہرحال! میں نے روشنی کر دی اور سخت محنت کے بعد خون کا ایک ایک دھبہ صاف کر دیا۔ آخر میں باتھ رُوم میں جا کر میں نے اپنا لباس اُتارا اور اُسے جلا کر اُس کی راکھ واش بیسن میں بہا دی۔ نہا کر نیا لباس پہنا اور اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ بستر پر لیٹ کر میں نے اس سچویشن کے بارے میں سوچا۔ اُن لوگوں نے اتنی جلدی مجھ تک پہنچ کر اور ویرا کو لے جا کر مجھے چیلنج دیا تھا۔ گو ویرا اپنی حماقت سے پھنسی تھی۔ لیکن بہرحال! وہ اُسے لے گئے تھے، جس سے میں نے تحفظ کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے میں اُنہیں آسانی سے تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے کئی پروگرام بنائے، اُن کی باریکیوں پر غور کرنے لگا۔ بہرحال! سیکرٹ پلیس کی لاج رکھنا تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ویسے مجھے یقین تھا کہ اس وقت وہ پلٹنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ چنانچہ رات کے کسی حصے میں، میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح کافی دیر سے آنکھ کھلی تھی۔ جاگا تو تھوڑی دیر تک رات کے واقعات یاد آئے۔ جب یاد آئے تو سب سے پہلے شیپر کا خیال آیا۔ احمق آدمی کا کیا حال تھا؟ میں باہر نکل آیا اور شیپر کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا۔ شیپر کی خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن شیپر اندر موجود نہیں تھا۔ وہ پورے مکان میں نہ تھا۔ تب میری پیشانی پر تشویش کی شکنیں پھیل گئیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ عقل مند شخص کہیں پولیس کو اطلاع دینے نہ دوڑ گیا ہو۔ اور یہ خیال واقعی تشویش ناک تھا۔ اگر ایسی بات ہے تو بڑی مشکل پیش آسکتی ہے۔

شیپر کے اِرادے اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اگر وہ نیک نیتی سے گیا ہوتا تو مجھ سے مشورہ کر کے جاتا۔ بتائے بغیر بھاگ جانے کا مقصد تھا کہ..... اور بہتر یہ تھا کہ اسی وقت یہ بنگلہ چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر ضروری کارروائیاں شروع کر دیں۔ ہر ایک جگہ سے نشانات صاف کر دیئے جہاں سے اُنہیں تلاش کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ کار سے بھی نشانات صاف کئے اور پھر اپنا مختصر ضروری سامان سمیٹا اور وہاں سے نکل آیا۔

ابھی تک پولیس کے پہنچنے کے آثار نہیں تھے۔ بہرحال! کافی دُور آنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی اور میں چل پڑا۔ سامان میرے پاس اِتنا مختصر تھا کہ اُس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ ٹیکسی نے مجھے شہر کے ایک بارونق حصے میں اُتار دیا۔ اور پھر بازار کھل جانے کے بعد، میں نے جو سب سے پہلی چیز خریدی وہ میک اَپ کا سامان تھا۔ یہ سامان لے کر میں نے ایک سیلون کا رُخ کیا اور سیلون کے باتھ رُوم میں جا کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

یہاں نہ تو وقت کی پابندی تھی اور نہ ہی سیلون کے ملازمین آنے جانے والوں پر نگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ کسی نے یہ غور نہ کیا کہ باتھ رُوم میں داخل ہونے والا ایک خوش رُو نوجوان تھا اور جو شخص باہر نکلا ہے، اُس کے چہرے پر داڑھی ہے اور کھال کا رنگ ملا جلا ہے جیسے وہ بہت زیادہ گرم علاقے میں وقت گزارتا رہا ہو۔

چھوٹی سی رقم ادا کر کے میں باہر نکل آیا۔ سوچنے کے لئے ایک پرسکون جگہ درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے بازار سے چند ریڈی میڈ لباس اور ایسی ہی دوسری چیزیں جو شریف مسافروں کے پاس ہوتی ہیں، خریدیں اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ ڈرائیور کو میں نے ایک ہوٹل کا نام بتایا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں ہوٹل کے ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ جوتے اُتار کر اطمینان سے آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے خود کو محفوظ کر لیا تھا۔ اور اَب اس بات کی فکر نہیں تھی کہ وہ لوگ مجھے آسانی سے پہچان لیں گے۔ میرے بزدل دوست نے ذرا سے خطرے پر ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ رہ رہ کر مجھے شیپر پر ہنسی آ رہی تھی۔ اُس کے بارے میں، میں نے سوچا کہ اگر وہ نظر آ گیا تو آسانی سے اُسے نہیں چھوڑوں گا۔ تھوڑی سی تفریح ہی سہی۔ پھر اس طرف سے خیال ہٹا کر میں نے دوسرے معاملات کے بارے میں سوچا۔

وہ لوگ ویرا کو لے گئے تھے۔ لیکن اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ اُنہوں نے کون سی مصیبت گلے لگا لی ہے۔ میں اُن سے باقاعدہ اُلجھنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور اَب اس کے لئے پروگرام ترتیب دینا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں بیٹھا ذہن میں فیصلے کرتا رہا۔ مجھے کرنی کی ضرورت تھی۔ جو کچھ پاس تھا، خرچ کر چکا تھا۔ اور اَب اس کے لئے پروگرام ترتیب دینا تھا۔ میں نے مختلف چیزیں سوچیں۔

جواہر..... جو بہت آسان تھا، لیکن زیادہ محنت..... اور پھر لوگوں کی نگاہوں میں آنے کی بات بھی تھی۔ بہتر تھا کہ کوئی دوسری ترکیب سوچی جائے۔ اور یہ کام مجھ جیسے انسان کے لئے مشکل نہ تھا۔ اس کے لئے میں نے کئی ترکیبیں سوچیں۔ نیو سائنی کے خوشنما بنگلے میں، میں نے جو وقت عیش سے گزارا تھا، وہ میری زندگی میں ایک تجربے کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن میں خود کو ہمیشہ خطرناک حالات کے لئے تیار رکھنا چاہتا تھا اور یہ کام میرے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ آرام کے بعد اَب کام کا وقت آ گیا تھا۔

دوسرے دن میک اَپ بدل کر کمرے سے نکلا۔ اَب میری شکل ایک دراز قامت انڈونیشی جیسی تھی۔ اس کے لئے جدید میک اَپ کا سہارا لیا گیا تھا۔ بس! ہوٹل کے کمرے سے نکلتے وقت کوئی نہ دیکھے۔ باقی سب ٹھیک ہے۔ اور پھر پیرس کے بازار تو ہر شخص کی ضرورت پوری کرنے کے اہل ہیں۔ یہاں چند خفیہ بازار بھی ہیں جو نام کے خفیہ ہیں ہر چیز علی الاعلان بکتی ہے۔ ان میں ایسی اشیاء بھی شامل ہیں جن کی فروخت کسی طور پر جائز نہیں لیکن ضرورت مندوں کی ضرورت کے لئے یہاں سب کچھ ہے۔ چنانچہ میں نے سمگل بازار سے جو چیزیں خریدیں، وہ بے حد خطرناک تھیں۔ ملاحوں جیسی شکل وصورت کے ایک آدمی نے مجھے میری مطلوبہ اشیاء فراہم کرنے سے قبل پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی خطرناک جرم کرنا چاہتے ہو، کسی کو ہلاک کرنا ہے یا کسی بنک میں ڈاکہ ڈالنا ہے؟''

''کافی تجربے کار معلوم ہوتے ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے، ان اشیاء کو فروخت کرنے والے کو اتنا تجربہ تو ہونا ہی چاہئے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن اسے یہ بھی جاننا چاہئے کہ کوئی اسے اپنا راز کیوں بتائے گا؟''

''کیا اس بازار کے معاملے میں تمہاری معلومات محدود ہیں؟''

''کسی حد تک.....!''

''غیر ملکی ہو نا؟ غالباً انڈونیشیا کے باشندے۔ بہرحال! تمہاری معلومات کے لئے اتنا بتا دُوں کہ یہاں کرائے پر ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو تمہارے اِشارے پر سلگتے ہوئے جہنم میں چھلانگ لگا دیں۔ کام کوئی بھی ہو، معاوضہ واجبی۔''

میں رُک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ''پولیس سے کتنا معاوضہ لیتے ہو.....؟''

''اوہ.....'' اُس نے ایک قہقہہ لگایا۔ یہاں تمہیں پولیس کے دشمن ملیں گے۔ صرف دشمن۔ پورے علاقے میں گھوم لو۔ اگر ایک بھی پولیس کا دوست مل جائے تو یہ چھوٹا بم میرے قریب ہی مار دینا۔ اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں؟''

''تب.....تب مجھے ایک آدمی کی ضرورت ہے۔''

''میں حاضر ہوں۔ میرا نام مارک ہے۔''

''خوب.....'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ ''کل تمہیں کہاں سے حاصل کیا جائے مارک؟''

''میرا فون نمبر لے لو۔ جہاں بلاؤ گے، پہنچ جاؤں گا۔ لیکن معاوضہ اِسی وقت طے کرلو اور صبح کو ادائیگی کر دو۔ اگر شدید خطرہ ہوا تو بھاگ جاؤں گا۔ معمولی خطرے سے نمٹنے کے لئے جان کی بازی لگا دُوں گا۔'' مارک نے صاف گوئی سے کہا۔

میں نے اُسے معاوضے کی پیشکش کر دی۔

''رقم خاصی مناسب ہے۔ ادائیگی کام ہونے سے پہلے ہو جائے گی؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں.....!''

''طے.....؟'' اُس نے ہاتھ پھیلا دیا اور میں نے اُس سے ہاتھ ملا لیا۔

''مارک.....! میرا منافع دیکھ کر تمہارا مطالبہ تو نہیں بڑھے گا؟''

''ہرگز نہیں۔ ہم بات کے پکے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ شریف آدمی نہیں ہیں۔'' اُس

نے شریر انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ایک شریف آدمی ملا تھا یعنی شیپر۔ اور دوسرا بدمعاش۔ میں نے مارک کو کچھ ہدایات دیں اور معاوضے کی رقم کا ایک حصہ بھی اُسی وقت ادا کر دیا۔ مارک مستعد ہو گیا تھا۔ گو اس طرح سرِ راہ کسی سے ملاقات طے کر لینا ایک قسم کی حماقت تھی لیکن یہ حماقت مجھ جیسے کھلے دل کا انسان ہی کر سکتا تھا۔ ہوٹل میں واپس پہنچ کر میں لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا اپنے کمرے تک پہنچ گیا اور یہاں میں نے میک اَپ بدل لیا۔ اُس رات تقریباً دو بجے تک میں اپنے کاموں میں مصروف رہا۔ اور پھر تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ دوسرے دن آٹھ بجے جاگا۔ نو بجے تک ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو گیا۔ اور جب ویٹر وغیرہ کے آنے کا خطرہ نہ رہا تو میک اَپ بدل لیا اور خاموشی سے اپنے سامان کے ساتھ باہر نکل گیا۔ سامان کا تھیلا ہاتھ میں لئے میں آگے بڑھ گیا اور ٹیکسی لے کر چل پڑا۔

ٹیورن بنک کی خوب صورت برانچ سے تھوڑے فاصلے پر میں نے ٹیکسی رُکوائی اور نیچے اُتر گیا۔ اور پھر اندر داخل ہو کر میں بنک کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا۔ کافی بڑی عمارت میں بنک پھیلا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر کھڑے ہو کر میں نے ڈیپازٹ سلپ اُٹھائی۔ لیکن میری نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں نے کیش کے بارے میں اندازہ لگا لیا۔ تسلی بخش رقم موجود تھی۔ میں نے اُس کی جگہ کا بھی اندازہ کر لیا۔ اور پھر سلپ بھر کر میں وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک فون کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے مارک کے دیئے ہوئے ٹیلی فون نمبر کو ڈائل کیا اور دوسری طرف سے فوراً جواب مل گیا۔

''تمہارا دوست بول رہا ہے مارک! کیا تم تیار ہو؟''

''اوہ، یقیناً.....! میں صرف تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔'' مارک نے جواب دیا۔

''کار کا بندوبست ہو گیا؟''

''سب کچھ ہو گیا ہے ڈیئر.....! تم صرف حکم کرو۔''

''تب ٹیورن بنک پہنچ جاؤ۔ ٹیورن بینک، رینک روڈ برانچ۔''

''اوکے.....!'' مارک نے جواب دیا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ پھر میں انتہائی پھرتی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے ساری ضروری کارروائی مکمل کر لی اور پھر باہر آ کر مارک کا انتظار کرنے لگا۔

مارک نیلے رنگ کی ایک لمبی کار میں آ پہنچا تھا۔ چست لباس میں ملبوس تھا اور فلیٹ میں

گلاس کی تین کلیاں اُڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ ''ہیلو مارک!''

''ہیلو..... سب ٹھیک ہے۔ کیا بنک لوٹو گے؟'' اُس نے ایسے پوچھا جیسے روزمرہ معمول ہو اور اُس کے نزدیک کوئی خاص بات نہ ہو۔

''ہاں مارک..... کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

''بھلا کیوں.....؟ تم کچھ بھی کرو، مارک کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ ہاں! جو معاملے طے ہوئے ہیں، اُن کو ذہن میں رکھنا۔''

''بالکل مارک! تو تم میرا انتظار کرو۔'' میں نے کہا اور دوبارہ عمارت میں داخل ہو گیا پھر ایک کونے میں کھڑے ہو کر میں نے کھیل کا آغاز کر دیا۔ پہلا آٹو میٹک ڈائنامائٹ، شیشے کی دیواروں والے کیبن کے پاس پھٹا تھا اور کیبن میں بیٹھے ہوئے منیجر اور دوسرے لوگوں کے پورے بدن شیشے کی کرچیوں سے چھلنی ہو گئے اور اس کے فوراً بعد دوسرے ڈائنامائٹ پھٹے اور خوب صورت برانچ، کباڑ خانہ بن گئی۔ میں اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا تھا۔ بنک میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور پھر دھوئیں کے دو چھوٹے بموں نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ کان پھاڑ دینے والا شور گونج رہا تھا۔ لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے ابھی چند ساعتوں کے بعد پوری عمارت کے ڈھیر ہو جانے کا خدشہ ہو۔

میرے بچے تلے ہاتھوں نے کیش رول خالی کرنا شروع کر دیا۔ نوٹوں کی گڈیاں میں نے باریک پلاسٹک کے تھیلے میں اُوپر تک بھر لیں اور یہ کام نہایت برق رفتاری سے ہوا تھا۔ پھر میں بھی اپنا تھیلا لئے شور مچانے والوں میں شامل ہو گیا۔ میں اُن سے کم بدحواس نہیں نظر آ رہا تھا۔ باہر آ کر میں نے مارک کی گاڑی دیکھی۔ وہ گاڑی کو پیچھے لے گیا تھا۔ ہجوم سے نکلنا میرے لئے خاصا مشکل ثابت ہوا لیکن بہرحال! میں مارک تک پہنچ گیا۔ وہ دروازے کا ہینڈل کھولے تیار بیٹھا تھا۔ اور پھر اُس نے میرے اندر پہنچتے ہی گاڑی ریورس کر لی اور دُور تک اسی طرح چلا گیا۔ اس کے بعد اُس نے ایک گلی میں کار موڑ کر دوسری سڑک پر نکال لی۔

میں چاروں طرف سے چوکنا تھا۔ گاڑی میں بیٹھ کر میں نے سب سے پہلے یہ اندازہ لگایا تھا کہ اس کی سیٹوں کے درمیان میں اور کوئی تو نہیں ہے؟ کیونکہ مارک کی طرف سے مطمئن ہو جانا بھی حماقت تھی۔ وہ ایک جرائم پیشہ شخص تھا اور اُس سے کسی بھی دھوکے کی اُمید رکھی جا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتی تھی۔ لیکن اندر تو سب ٹھیک تھا۔ مارک خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اور پھر کافی دُور جا کر اُس نے کار روک دی۔

''میرا خیال ہے اس کی نمبر پلیٹ تبدیل کر دی جائے۔'' اُس نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''چوری کی کار ہے۔ میں نے اس کے نمبروں میں تبدیلی کر دی ہے۔ لیکن اَب اسے درست کر لینا چاہئے۔ کیونکہ ممکن ہے کسی کی نگاہ پڑ ہی گئی ہو اور وہ پولیس کو اس کے نمبر سے آگاہ کر دے۔'' اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ مارک نے یہ کام منٹوں میں کر لیا تھا پھر اُس نے کار دوبارہ آگے بڑھا دی۔

میں مارک کو راستوں کے بارے میں گائیڈ کرتا رہا اور پھر اپنے ہوٹل سے کافی فاصلے پر اس نے کار رُکوائی۔ اس دوران میں تھیلے میں سے نوٹ نکال چکا تھا۔

''تھینک یو مارک.....! یہ تمہاری رقم۔'' میں نے نوٹوں کی گڈی اُس کی طرف بڑھا دی۔

مارک نے سر جھکا کر نوٹ قبول کر لئے۔ ''اوکے سر! مارک کو یاد رکھیں۔ ویسے جس انداز میں آپ نے کام کیا ہے، وہ میرے لئے ایک نئے تجربے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مارک کا فون نمبر ذہن میں رکھیں۔ جو کام بھی ہو، مارک آپ کا مخلص اور بہترین ساتھی ثابت ہو گا۔''

''میں بہت جلد تمہیں دوبارہ تکلیف دُوں گا مارک!'' میں نے کہا اور تھیلا لے کر کار سے اُتر گیا۔ مارک نے کار آگے بڑھا دی تھی۔

حفظ ماتقدم کے طور پر میں کافی دیر تک مختلف سڑکوں اور گلیوں میں چکراتا رہا۔ اندازہ لگا رہا تھا کہ مارک کے ساتھی تو میرے تعاقب میں نہیں ہیں؟ لیکن مارک تو بڑا ہی سچا انسان نکلا۔ ایسی کوئی بات نہ ہوئی اور بالآخر میں اپنے ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ اپنے کمرے تک پہنچنے میں کچھ تاخیر سے کام لینا پڑا تھا کیونکہ راہداری میں کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ موقع پاتے ہی میں کمرے میں داخل ہو گیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس کے بعد سب سے پہلے تو میں نے اپنا میک اَپ تبدیل کیا، لباس بدلا اور اس کے بعد اطمینان نصیب ہوا تھا۔ پھر میں نے تھیلے سے نوٹ نکال کر ایک سوٹ کیس میں منتقل کئے اور سوٹ کیس کو لاک کر کے الماری میں رکھ دیا۔ تھیلے کو میں نے حسب معمول جلا کر بیسن میں بہا دیا اور بظاہر اَب سارے نقوش مٹ گئے تھے۔

پھر میں نے ویٹر کو بلا کر وہسکی طلب کی اور دو تین پیگ لینے کے بعد آرام کرنے لیٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ لیٹے لیٹے ہی آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچ لیا تھا۔ چونکہ اَب پیرس میں ... طویل ہو گیا تھا اس لئے چند دوسری ضروریات کا معاملہ بھی تھا۔ لیکن بہرحال! باقی ... دوسرے دن انجام دینے تھے۔ آج صرف آرام......

اور اس دن میں نے آرام کیا۔ رات کو البتہ ہوٹل کے ریکریشن ہال میں تھوڑی دیر ... کیا۔ تین لڑکیوں کے ساتھ ناچا تھا۔ اُن میں سے دو ایسی تھیں جو میری دعوت پر رات ... میرے ساتھ رُکنے پر آمادہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن یہ رات مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ وہسکی کی ... اچھی مقدار معدے میں اُنڈیل کر میں سکون کی نیند سو گیا۔

دوسرا دن بھی پہلے دن سے کم مصروف نہیں تھا۔ صبح کو اخبار دیکھا۔ اُس میں ٹیورن ... کی برانچ میں ڈاکے کی تفصیل تھی۔ اس ڈاکے کو بدترین ڈاکہ قرار دیا گیا تھا کیونکہ اس ... پانچ زندگیاں ضائع ہوئی تھیں۔ ڈاکوؤں کو خطرناک ذہنیت کا حامل قرار دیا گیا تھا جن ... نگاہوں میں انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ میں مرنے والوں کے سوگ میں ... منٹ خاموش رہا، پھر نوٹوں کا بریف کیس لے کر باہر نکل گیا اور پھر دوپہر تک میں نے ... ہوئی رقم تین بینکوں میں مختلف ناموں سے جمع کرا دی۔ اَب سکون ہی سکون تھا۔ چنانچہ ... آوارہ گردی کرنے لگا۔

دوپہر کو ایک ریستوران میں لنچ کے لئے داخل ہو گیا۔ خوب صورت اور پُرسکون ... ریستوران کی ایک میز پر بیٹھ کر میں نے ماحول پر نگاہ ڈالی اور پھر ایک میز پر شپیر کو دیکھ ... میرے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ شپیر ایک بوڑھے آدمی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ... اُن کے سامنے مختلف ڈشیں چنی ہوئی تھیں۔ بڑا آدمی عیش کر رہا تھا۔ میں نے ویٹر کو آواز ... ٹپ کرایا اور اس کے ساتھ شپیر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اُس آدمی کو میرا سلام دو۔ اُس کا نام شپیر ہے۔"

ویٹر نے گردن جھکائی اور آگے بڑھ گیا۔ پھر اُس نے شپیر کو میرا سلام کہا اور شپیر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ غالباً لنچ ختم ہو چکا تھا۔ اور پھر وہ میرے نزدیک آ گیا۔

ہیلو مسٹر شپیر......!" میں نے کہا۔

"ہیلو...... لیکن بدقسمتی سے میری یادداشت اچھی نہیں ہے۔ کیا میں بیٹھ سکتا ہوں؟" شپیر نے کہا۔

"ضرور...... تشریف رکھئے۔ ہم طویل عرصے کے بعد مل رہے ہیں۔"

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔ کیا آپ میرے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کر رہے ہیں؟" شپیر گہری ...سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہرگز نہیں۔ آپ جوں کے توں ہیں۔"

"تب یقیناً آپ کے اندر تبدیلیاں آئی ہوں گی۔ اس لئے میں آپ کو نہیں پہچان پا ..." اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے مسٹر شپیر...... بہرصورت! میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کچھ عرصہ ...کی بات ہے، ہم لوگ ساتھ بھی رہ چکے ہیں۔"

"تعجب ہے......" شپیر نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ اور پھر بولا۔ "بہرصورت! یہ ...ہے کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں اور میں آپ کو نہیں پہچانتا۔ یہ تو کوئی بری بات نہیں ہے۔ ...کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

"ہاں، ہاں...... کیوں نہیں؟ میرا نام ڈینئل ہے۔"

"ڈینئل، اوہ......!" شپیر نے پھر گردن ہلائی۔ وہ ذہن پر زور ڈال رہا تھا۔ پھر اُس نے ...لاتے ہوئے شانے ہلائے اور بولا۔ "سوری...... مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ ویسے مسٹر ڈینئل! ...یا ضروری ہے کہ میں آپ سے اپنے تعلق کو ضرور جانوں؟ ہاں! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر شپیر! اس سے قبل جب ہماری ملاقات ہوئی تھی تو میں نے آپ سے کچھ کام لئے تھے۔ اور آپ کو شاید یہ بھی یاد نہ ہو کہ میرے معمولی سے اخراجات بھی آپ کے کندھوں پر ...ے تھے۔"

"یقیناً، یقیناً...... دراصل شپیر اس قسم کا آدمی ہے کہ کئی لوگوں کے کام آتا ہے۔ اَب وہ کس کس کو یاد رکھے؟ ہم جیسے لوگ تو پیدا ہی دوسروں کی مدد کے لئے ہوئے ہیں۔ بہرصورت، مسٹر ڈینئل! کیا آپ مقامی باشندے ہیں؟"

"نہیں...... میرا تعلق سوئٹزرلینڈ سے ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، ہاں...... میں محسوس کر رہا تھا کہ آپ سوئس معلوم ہوتے ہیں۔" شپیر نے جواب دیا۔ "تو یہاں کب تشریف لائے؟"

"بس...... آج ہی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''عجب اتفاق ہے۔ اور یہ کہ آپ کی ملاقات مجھ سے بھی ہو گئی۔'' شپیر نے کہا۔

''میں آپ کے لئے کیا منگواؤں مسٹر شپیر؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہو، کچھ نہیں...... ابھی کھانا کھا چکا ہوں۔ اس وقت شکریہ۔ اگر کچھ ضروری ہو تو پھر رات کو سہی۔''

''سہی کا کیا مطلب؟ ظاہر ہے مسٹر شپیر! اب جبکہ میں یہاں آیا ہوں تو آپ کو ساتھ رہنا ہوگا۔''

''اوہو، ہاں...... یقیناً، حاضر خدمت ہوں۔ لیکن آپ کا قیام کہاں ہے؟'' شپیر نے پوچھا۔

''اس کا بندوبست بھی آپ ہی کو کرنا ہوگا مسٹر شپیر!''

''واہ...... گویا آپ نے ابھی تک کسی ہوٹل کا انتخاب نہیں کیا؟''

''آپ کے بغیر کیسے کر سکتا تھا؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شپیر فخر سے پھول گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''آپ کا قیام کتنے عرصے تک رہے گا؟''

''مسٹر شپیر! میں نہیں کہہ سکتا۔ ایک مہینہ یا پھر دو مہینے بھی گزر سکتے ہیں۔ اس لئے ہوٹل کی بجائے کوئی پرائیویٹ رہائش گاہ ہونی زیادہ بہتر ہے۔ کیا آپ اس کا بندوبست کر سکتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''شپیر، پیرس میں کس چیز کا بندوبست نہیں کر سکتا؟ لیکن وقتی طور پر آپ کو کسی جگہ رہنا ہوگا۔ پیرس کے علاقے گھوم لیجئے۔ اس کے بعد کسی مناسب جگہ مجھے مل جائیے۔ اس دوران میں انتظام کر لوں گا۔''

''مناسب...... لیکن جگہ میرے شایانِ شان ہو۔'' میں نے کہا اور جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی۔ گڈی میں سے کچھ نوٹ کھینچے اور اُنہیں شپیر کے سامنے کر دیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

''شایانِ شان جگہ کا ہی بندوبست ہوگا۔ آپ بے فکر رہیں۔'' اُس نے بڑے انداز میں کہا۔

''تو پھر میں آپ سے کہاں ملاقات کروں مسٹر شپیر؟''

''آپ مسٹر ڈینئل! میرا خیال یہ ہے کہ اس ہوٹل میں شام ساڑھے چار بجے۔''

''مناسب......'' میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد شپیر میرے پاس سے اُٹھ گیا۔

''مجھے تو اجازت دیں۔''

''کیوں......؟''

''دراصل مجھے تو جو کچھ کرنا ہے، ابھی سے کرنا ہے۔ تاکہ شام ساڑھے چار بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔''

''تھینک یو مسٹر شپیر!'' میں نے جواب دیا اور شپیر چلا گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ شپیر بہرصورت! جو کچھ بھی تھا، دلچسپ آدمی تھا۔ میں اپنی شخصیت اُس پر واضح نہیں کروں گا۔ میں نے سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد میں بھی وہاں سے اُٹھ گیا۔

کوئی خاص کام تو تھا نہیں۔ بس! اب اُن لوگوں سے بھڑ جانا تھا جو ویرا کو اغواء کر کے لے گئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس دوران اُس بے چاری کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہوگا؟ وہ کس حالت میں ہے؟ ممکن ہے، اُسے بھی قتل کر دیا گیا ہو۔ لیکن اگر اُسے قتل کر دیا گیا ہے تو قتل کرنے والوں کو اس کا شدید نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ اُنہیں اس کے عوض بہت کچھ ضائع کرنا ہوگا...... میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

تھوڑی دیر تک ریستوران میں بیٹھا رہا۔ پھر باہر نکل آیا۔ بے مقصد سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ شام کو ساڑھے چار بجے میں پھر اُسی جگہ پہنچ گیا اور میرے پہنچنے سے پہلے ہی شپیر وہاں موجود تھا۔ شپیر، ہوٹل کے باہر ہی میرا منتظر تھا۔

''بہتر یہ ہے کہ ہم شام کی چائے اپنے مکان ہی میں پئیں مسٹر ڈینئل!''

''اوہ، ونڈر فل...... تو آپ نے انتظام کر لیا مسٹر شپیر؟''

''مسٹر ڈینئل! میں انتہائی کوشش کرتا رہا کہ آپ مجھے یاد آ جائیں۔ لیکن آپ مجھے نہیں یاد آئے۔ البتہ آپ نے مجھے یاد رکھنا ہے تو آپ یہ ضرور جانتے ہوں گے کہ جو کام شپیر کے حوالے کیا جائے، وہ ہمیشہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اور مرضی کے مطابق۔'' شپیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک ٹیکسی کو اشارہ کر کے روک لیا۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم دونوں چل پڑے۔ مکان، شہر کے ایک خوب صورت سے علاقے میں تھا۔ چھوٹا سا مکان تھا۔ حالانکہ پیرس میں مکانوں کی شدید قلت تھی اور کرائے کا مکان تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے حد مشکل سے ملتا تھا لیکن اس قسم کے مکان عموماً مل جایا کرتے تھے جن کے مالکان
مستقل کرائے پر دینے کو تیار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں! وقتی طور پر کسی ضرورت مند کو
کرائے پر دے کر اچھی خاصی رقم وصول کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسے مکانات عام طور
مل جایا کرتے تھے۔

یہ مکان، جس میں ہم منتقل ہوئے تھے، چند کمروں پر مشتمل تھا۔ بے حد خوبصورت
تھا۔ الگ تھلگ بھی تھا اور یہاں کسی قسم کی کوئی اُلجھن یا پریشانی نہیں تھی۔ میں نے شپیر
پسندیدگی کا اظہار کیا اور شپیر نے مسکرا کر گردن جھکا لی۔ ''آپ کے شایانِ شان......''

''ہاں......''

''پیرس میں قیام کے دوران کار کی ضرورت تو ہوگی ہی؟''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''میں نے اُس کا بندوبست بھی کرلیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کرائے پر کار دینے والی
کی کمپنی کا نمائندہ کار لے کر یہاں پہنچ جائے گا۔ اور یقیناً وہ گاڑی بھی آپ کو پسند آ
گی۔'' شپیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ، مسٹر شپیر! آپ بہترین صلاحیتوں کے مالک ہیں۔'' میں نے کہا۔

''اَب میرا خیال ہے، چائے کا بھی بندوبست کرلیا جائے۔''

''کیا یہاں کوئی ملازم وغیرہ بھی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں...... دو ملازم، جو اس بنگلے میں قیام کرنے والوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ا
عورت، ایک مرد۔''

''اوہ......'' میں نے پھر شپیر کی انتظامی صلاحیتوں کی داد دی اور شپیر مسکرانے لگا۔

''اچھا! میں چائے کے لئے کہہ دیتا ہوں۔'' شپیر نے کہا اور باہر نکل گیا۔ میں ڈرائنگ
رُوم میں بیٹھ کر جائزہ لینے لگا۔ بہرصورت! یہ آدمی کچھ بھی تھا، کام کا تھا۔ رہا سوال اس کا
وہ بزدل تھا تو ظاہر ہے، ہر شخص سے اُس کی حیثیت کے مطابق ہی کام لیا جا سکتا ہے
ضروری نہیں تھا کہ مجھے ایک بہادر آدمی ہی مل جاتا جو میرے ہر کام آ جاتا۔

چائے کے دوران شپیر سے گفتگو ہوتی رہی اور پھر باتوں ہی باتوں میں، میں نے
سے آلڈرے سنز کے بارے میں پوچھا۔ ''کیا تمہیں اس فارم کے بارے میں کچھ معلومات
ہیں مسٹر شپیر؟''

''آلڈرے سنز......'' شپیر کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
نہیں...... میں نے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن یہ کون سا
کل کام ہے؟ اگر آپ چاہیں گے تو میں اس کے بارے میں آپ کو مکمل تفصیلات فراہم کر
دں گا۔ لیکن آپ کس سلسلے میں اُس فرم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟''

''مسٹر آلڈرے میرے پرانے دوست ہیں۔ کافی عرصے سے اُن سے ملاقات نہیں
ہوئی۔ اس بار میں اُن سے ملنے ہی یہاں آیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے دوسرے انتظامات کے بعد
ہی میں اُن سے مل سکتا تھا۔''

''اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اُن تک آپ کا پیغام پہنچا دُوں؟''

''ہرگز نہیں مسٹر شپیر! یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ بلاشبہ مسٹر آلڈرے میرے پرانے دوست
ہیں۔ لیکن میرے اُن سے کاروباری اختلافات بھی ہیں جن کی بناء پر وہ مجھ سے ملنا پسند نہیں
کریں گے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اُن کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں، اس
کے بعد اچانک ہی اُن سے ملاقات کروں۔''

''واہ...... اس میں کیا دقت ہوسکتی ہے؟ لیکن کیسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے دوستوں کو بھی
کاروباری گڑبڑ میں شریک کر لیتے ہیں۔ بہرصورت! آپ مطمئن رہیں مسٹر ڈینل! میں بہت
جلد مسٹر آلڈرے کے بارے میں آپ کو تفصیلات فراہم کر دُوں گا۔''

''بہت جلد سے تمہاری کیا مراد ہے شپیر؟''

''شپیر کو آپ صرف اجازت دیں اور وقت دیں۔''

''تو پھر ڈنر پر ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ اس وقت تم مجھے ساری تفصیلات مہیا
کر دو گے۔''

''بہت بہتر...... تو میں چلتا ہوں۔'' شپیر نے کہا اور چائے کی پیالی ختم کرنے کے بعد
اُٹھ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

بہت سے کام ایسے ہو رہے تھے جو نہایت آسانی سے ہو رہے تھے۔ اور ظاہر ہے، میں
ویسے بھی آلڈرے سنز کی تلاش میں نکلنے والا تھا۔ لیکن اگر شپیر اس کے بارے میں معلومات مہیا
کر دے تو اس سے میں دردسری سے بچ سکتا تھا۔ ظاہر ہے، مجھے دوسرے بے شمار کام تھے۔ ویرا
کا اغواء میرے لئے ایک چیلنج بن گیا تھا اور یہ چیلنج میں نے قبول کر لیا تھا۔ بہرحال! سیکرٹ
پیلس کے ایک نمائندے کو اس کی عزت برقرار رکھنی تھی۔ اور سیکرٹ پیلس نے میرے اُوپر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مکمل اعتماد کرلیا تھا۔ میں وقت گزاری کے لئے ایک رسالے کے اوراق اُلٹنے لگا۔

شیپر کے بارے میں بہرحال! میرا تجربہ تھا کہ جو کچھ کہتا ہے، کر دکھاتا ہے۔ اس علاوہ وقت کا بھی پابند ہے۔ چنانچہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے وہ واپس پہنچ گیا اور اُس چہرے کے اطمینان سے اندازہ ہوتا تھا کہ کچھ کر کے ہی آیا ہے۔ باقی گفتگو کھانے کی ہ ہوئی۔

''مسٹر آلڈرے، پیرس کی ایک معزز ہستی ہیں۔ با اثر ہیں۔ اُن کا سکریپنگ کا کار ہے۔ پرانے جہاز خرید کر اُنہیں توڑتے ہیں۔ کافی بڑا بزنس ہے۔'' شیپر نے مسٹر آلڈر فون نمبر، اُن کے مکان اور دفتر کا محل وقوع اور ان کی قسمیں تک کے بارے میں تفصیل دی۔ میں نے یہ ساری تفصیلات ذہن نشین کر لی تھیں۔ اور پھر میں نے شیپر سے آرام کر کے لئے کہا۔

''اوہ مسٹر ڈینل! میرا رات کا کوٹا؟'' شیپر نے جھجکتے ہوئے کہا اور میں نے جیب سے نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیئے۔

''آپ کسی بار میں جا کر عیش کریں گے یا یہاں لے آئیں؟''

''اوہ، شکریہ..... میں اپنا بندوبست کرلوں گا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں مسٹر ڈینل!'' شیپر نے کہا اور میں ضروری تیاریوں کے بعد باہر نکل آیا۔ اور پھر کرائے کی کار لے کر چل پڑا۔

جس علاقے میں مسٹر آلڈرے کی رہائش گاہ تھی، میں نے اُسی طرف کا رُخ کیا۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ آلڈرے کی کوٹھی تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی، نہ ہی اس داخل ہونے میں۔ کار میں نے کافی دُور کھڑی کر دی تھی۔ اندر روشنی تھی، لیکن ہلکی ہلکی۔ یہ کوٹھی سنسان معلوم ہوتی تھی۔ کوئی خاص چہل پہل نہیں تھی۔ میں ملازموں کی نگاہوں سے بچتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میں نے خواب گاہوں کا جائزہ لیا۔ مختلف شخصیتیں نظر آئیں۔ ایک کمرے میں مسٹر آلڈرے نظر آ گئے۔ شیپر نے مجھے اُن کا حلیہ بتا دیا تھا۔

مسٹر آلڈرے جاگ رہے تھے۔ اُن کے سامنے شراب کا جگ رکھا ہوا تھا۔ وہ کوئی کام کر رہے تھے۔ میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

''آ جاؤ.....!'' مسٹر آلڈرے بھاری آواز میں بولے۔ اُنہوں نے سامنے پڑے کاغذات سے سر نہیں اُٹھایا تھا۔ اس کا مطلب ہے دروازہ کھلا ہوا ہے..... میں نے سوچا اور اندر داخل ہو گیا۔

''ڈرائن سو چکی.....؟'' اُنہوں نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا مسٹر آلڈرے!'' میں نے جواب دیا اور مسٹر آلڈرے میری آواز سن کر چونک پڑے۔ اُنہوں نے مجھے دیکھا اور منہ پھاڑے دیکھتے رہ گئے۔

''کون ہو تم؟ اور یہاں کیسے گھس آئے؟''

''میرا نام گورین روین گلینڈی ہے۔'' میں نے جواب دیا اور پستول والا ہاتھ سامنے کر دیا۔ ایک لمحے کے لئے تو مسٹر آلڈرے خاموش رہے۔ پھر اُچھل کر کھڑے ہو گئے۔

''گورین.....؟'' اُن کے منہ سے نکلا۔ اور دوسرے لمحے اُنہوں نے میز کے دراز کی طرف جھپٹا مارا۔ لیکن جونہی میز کی دراز کھلی، سائلنسر لگے پستول کی گولی نے اُسے بند کر دیا۔ وہ ایک زوردار تڑاخے سے بند ہو گئی تھی۔

''میں تمہارے پورے جسم کو چھلنی کر دوں گا مسٹر آلڈرے!'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور مسٹر آلڈرے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے۔

''احمق ہو..... تم یہاں سے زندہ جا سکو گے؟'' وہ بولے۔

''ویرا کہاں ہے.....؟''

''جہنم میں..... تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کس کی بات کر رہے ہو؟''

''ویرا کہاں ہے.....؟'' میں نے پوچھا۔

''کون ویرا.....؟''

''تم اُسے اچھی طرح جانتے ہو۔''

''میں کسی ویرا..... کسی گورین کو نہیں جانتا۔''

''تم نے مجھے گورین تسلیم کر لیا تھا نا.....؟''

''تو تم گورین نہیں ہو؟'' آلڈرے نے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ ''میں کہتا ہوں، فضول باتیں مت کرو اور یہاں سے نکل جاؤ۔''

''فضول باتیں تو اَب تم کر رہے ہو آلڈرے! تم اُن دونوں کے لئے تجسس بھی رکھتے ہو اور انکار بھی کر رہے ہو۔'' میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور مسٹر آلڈرے مجھے گھورتے رہے۔ پھر بولے۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن تم گورین نہیں ہو سکتے۔ میک اَپ میں بھی نہیں ہو سکتے۔ تمہاری تصویر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور تفصیل میرے پاس موجود ہے۔''

''شکریہ، راستے پر آ گئے۔ ہاں! میں گورین نہیں ہوں۔''

''پھر کون ہو.....؟''

''فریڈ۔ وہ، جس کے قبضے سے تمہارے آدمی ویرا کو نکال لائے ہیں۔''

''اوہ..... لیکن تمہاری شخصیت تاریکی میں ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے، اس سے تمہاری شاندار کارکردگی کا ثبوت ملتا ہے۔ ویرا، نے بتایا ہے کہ وہ اتفاقیہ طور پر تم تک جا پہنچی تھی۔ تمہیں اُس سے کیا دلچسپی ہے؟ کیوں..... آخر کیوں؟ وہ تمہارے لئے صرف ایک لڑکی ہے یا اس سے کچھ زیادہ۔ سنو! گو تم نے ہمارا کافی نقصان کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر تمہیں صرف ایک لڑکی درکار ہے تو وہ کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ ویرا، سے کہیں زیادہ خوبصورت۔ اگر ویرا، نے تمہیں اپنی حیثیت بتا دی ہے اور تم کسی دوسرے لالچ میں پڑ گئے ہو اور اُس کی حیثیت سے فائدہ اُٹھانے کے خواب دیکھ رہے ہو تو اُن خوابوں کو ذہن سے نکال دو۔ ویرا کو اُس کی حیثیت کبھی واپس نہ مل سکے گی۔''

''تم لوگ اُسے قتل کرنا چاہتے تھے؟''

''ہاں..... لیکن اَب اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔''

''کیوں.....؟''

''یہ نہیں بتایا جا سکتا۔ ہاں! میں ذاتی طور پر تمہاری چند خواہشات پوری کر سکتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ تمہیں کچھ دے دیا جائے۔ بیٹھو! معاملے کی بات کرو۔'' مسٹر آلڈرے کرسی گھسیٹ کر بولے۔ وہ بیٹھنا چاہتے تھے۔ لیکن پستول کی دوسری گولی اُن کے پیروں کے قریب زمین پر لگ کر اُچھل گئی اور وہ پھر سے سیدھے ہو گئے اور مجھے گھورنے لگے۔

''گویا تم تعاون پر آمادہ نہیں ہو۔''

''مسٹر آلڈرے! آپ ضرورت سے زیادہ خوش فہم ہیں۔ اپنے طور پر تصور کر لیتے ہیں اور فیصلے کرنے لگتے ہیں۔ میں صرف ویرا کا پتہ چاہتا ہوں اور آپ کو حکم دیتا ہوں کہ اُسے میرے حوالے کر دیا جائے۔ ورنہ مسٹر آلڈرے! میں آپ کو چیلنج کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں کی، اُن کی جو ویرا کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، زندگی دوبھر کر دُوں گا۔ وہ حشر کر دُوں گا آپ کا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔''

''خوب..... اپنے بارے میں بتاؤ تو سہی۔ کیا فرانسیسی ہو.....؟'' آلڈرے کے ہونٹوں

پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اُس پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ کافی چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ممکن ہے، کوئی حرکت کر بیٹھے۔

''ہاں..... میں فرنچ ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب تمہارے سامنے ڈیوک البرٹ کا نام لے دینا کافی ہو گا۔ اگر میں کہوں کہ ڈیوک البرٹ، ویرا سے دلچسپی لے رہا ہے تو اُس کے بعد تمہارا کیا رویہ ہو گا؟'' آلڈرے کے ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ اُبھری۔

''میرے اُوپر کوئی اثر نہیں ہو گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تمہارے خاندان کی جڑیں کھود دی جائیں گی۔ اس طرح نیست و نابود ہو جاؤ گے کہ نام لینے والے نہیں رہیں گے۔''

''وہ بعد کی بات ہے مسٹر آلڈرے.....! فی الحال اپنی بات کرو۔''

''ویرا، ڈیوک کے پاس ہے۔ اُسے قتل کرنا مقصود تھا۔ لیکن خوش نصیب تھی۔ جس وقت اُسے اغواء کر کے لایا گیا، ڈیوک یہاں موجود تھے۔ وہ ویرا کو اپنے ساتھ لے گئے۔ کیا سمجھے؟''

''لیکن اُسے تمہارے آدمی اغواء کر کے لائے تھے۔''

''پوچھ سکتا ہوں، تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی.....؟''

''یہ کام تمہاری وین میں ہوا ہے۔ میں نے تمہاری ایک وین تباہ کر دی تھی۔''

''اوہ، ہاں..... لیکن یہ میرے آدمیوں کی حماقت ہے کہ دوبارہ بھی اُنہوں نے وین ہی استعمال کی۔ تو خیر میرے دوست! بات ڈیوک کی ہو رہی تھی۔''

''تمہاری ہو رہی تھی۔ ویرا کو تم نے اغواء کرایا تھا۔''

''ڈیوک کے ایماء پر۔''

''میں اُس کی واپسی چاہتا ہوں۔''

''میرے فرشتے بھی اُسے واپس نہیں لا سکتے۔''

''لائیں گے آلڈرے! یہ میرا حکم ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور آہستہ آہستہ آلڈرے کی طرف بڑھنے لگا۔ آلڈرے چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ میں نے پستول جیب میں رکھ لیا اور پھر میں اُس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

آلڈرے ایک دم پیچھے ہٹا تھا۔ اُس نے ایک دیوار پر ہاتھ مارنے کی کوشش کی۔ لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تو اُس کی ایک ایک جنبش پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ میں اپنی جگہ سے اُچھلا اور میری لا
اُس کے شانے پر پڑی اُس کا وہ ہاتھ ہی بیکار ہو گیا تھا جس سے وہ دیوار پر کوئی کارروا
کرنے جا رہا تھا۔ فضا ہی میں اُچھل کر میں نے دوسری لات اُس کے سینے پر ماری او
آلڈرے اُچھل کر دُور جا گرا۔ میں نے آگے بڑھ کر اُس کے منہ پر پاؤں رکھ دیا۔

''میرے پاؤں کی ذرا سی جنبش تمہاری شکل بگاڑ دے گی آلڈرے! جواب دو، ویرا کب تک مجھے واپس مل جائے گی؟''

آلڈرے دونوں ہاتھوں سے میرا پاؤں اپنے منہ سے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن جس شانے پر میری لات پڑی تھی، وہ ہاتھ تو بیکار ہی ہو گیا تھا۔ اُس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔ چنانچہ وہ میرا پاؤں ہٹانے میں ناکام رہا اور اُس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

''ویرا کب تک واپس آئے گی آلڈرے.....؟'' میں نے پاؤں ہٹا کر پوچھا۔

''ڈیوک تمہیں تباہ کر دے گا۔ میں تو اُس کا ادنیٰ غلام ہوں۔ میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔'' اُس نے کرب زدہ آواز میں جواب دیا۔

''ڈیوک کو بعد میں دیکھ لوں گا۔ بشرطیکہ اُس نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی۔ بات لڑکی کی ہے، اُسے تو تم ہی واپس لاؤ گے۔ سمجھے؟ میں جا رہا ہوں۔ فون پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔'' میں نے کہا اور پھر ایک اور لات اُس کی گردن پر رسید کر دی۔

آلڈرے کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں زمین پر پٹخے اور پھر ساکت ہو گیا۔ گویا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ بہرصورت! میرے ذہن میں جو پروگرام تھا، میں اُس پر عمل کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ چنانچہ میں دروازے کی طرف بڑھا اور اسی وقت دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔

''مسٹر آلڈرے.....مسٹر آلڈرے!'' باہر سے ایک بھاری آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے میں دروازے کے ایک سائیڈ ہو گیا۔

''آ جاؤ.....!'' میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور آنے والا اطمینان سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ لیکن میرا گھونسا اُس کی ناک پر پڑا تھا۔ دوسرے لمحے وہ دروازے سے باہر اُلٹ گیا۔ میں نے جھک کر اُس کی ٹانگیں پکڑیں اور اُسے گھسیٹ لیا۔ اُس کی شکل دیکھے بغیر میں نے اُس کے چہرے پر ٹھوکر رسید کی اور آنے والے کے حلق سے بھی ویسی ہی

گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

دروازہ میں نے باہر سے بند کر دیا تھا۔ تاکہ اگر اُن میں سے کسی کو ہوش بھی آ جائے تو فوری طور پر وہ باہر نہ نکل سکیں۔ اس کے بعد میں اُس خواب گاہ کی جانب چل پڑا جس میں، میں نے ایک خوبصورت لڑکی کو سوتے دیکھا تھا۔ جس وقت میں آلڈرے کو تلاش کر رہا تھا تو اس وقت وہی لڑکی مجھے خواب گاہ میں نظر آئی تھی اور شیپر نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اُس کے مطابق وہ آلڈرے کی بیٹی ہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں اُس کے دروازے پر پہنچ گیا۔

میں نے دروازے کو دھکیلا۔ لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ تب میں نے اُنگلی سے اُسے کھٹکھٹایا۔ ایک بار..... دو بار..... تین بار دستک دینے پر اندر ہلکی سی آہٹ ہوئی پھر تیز روشنی ہو گئی۔ ''کون ہے.....؟'' ایک نسوانی آواز نے پوچھا۔ لہجے میں نیند کی آمیزش تھی۔

''دروازہ کھولو.....!'' میں نے آلڈرے کے لہجے میں کہا۔

''اوہ، پپا.....!'' اندر سے آواز آئی۔ اور پھر قدموں کی آواز دروازے کے نزدیک پہنچ گئی۔ اُس نے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے میں نے آگے بڑھ کر اُس کا منہ بھینچ لیا۔ میں نے ابھی تک اُس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ لیکن پھر میں اُسے پیچھے دھکیل لے گیا اور تیز روشنی میں، میں نے اُس کا چہرہ دیکھا۔ اچھی خاصی شکل وصورت کی لڑکی تھی۔ بال گھنگریالے تھے اور آنکھوں سے خوف ٹپک رہا تھا۔ اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں بھی ہلائے تھے۔ وہ ساکت ہو گئی تھی جیسے بے انتہا خوف نے اُس کے حواس چھین لئے ہوں۔

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر میں اُس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈالنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اُس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ تب میں نے اُس کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور باہر نکل گیا۔

باہر نکلنے کے لئے میں نے کوٹھی کی عقبی سمت استعمال کی تھی۔ ظاہر ہے، دروازے پر کوئی نہ کوئی موجود ہو گا۔ چنانچہ اس طرف جانے کی ضرورت بھی کیا تھی؟ ہاں! چار دیواری سے لڑکی کو باہر لے جانے میں خاصی دقت ہوئی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ زخمی بھی نہ ہو۔ بہرصورت! میں کسی نہ کسی طرح اُسے باہر لے ہی آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میری کار کی پچھلی سیٹ پر پڑی ہوئی تھی۔

جس وقت میں اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا، اندر روشنیاں بجھ چکی تھیں۔ شیپر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بارے میں معلوم نہیں تھا کہ وہ واپس آیا ہے یا نہیں؟

بہرصورت میں نے کار کھڑی کی اور پھر لڑکی کو بازوؤں پر اُٹھا کر اندر لے گیا۔ میں اُسے لے جا کر اپنی خواب گاہ میں لٹایا اور خود شیپر کی خواب گاہ کی جانب چل پڑا۔ وہ موجود تھا۔ ظاہر ہے، اُس جیسے لوگ اور کہاں جا سکتے تھے؟ اُس کا اپنا کوئی ٹھکانہ تھا نہیں۔ کہیں کہیں جگہ بنا لیا کرتا تھا۔

میں واپس اپنے کمرے میں آیا اور لڑکی کے نزدیک پہنچ کر اُسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کرنے لگا۔ خاصی قبول صورت اور گداز بدن کی لڑکی تھی۔ اور پھر میرے دشمن کی بیٹی تھی۔ اس لئے میرے دل میں اُس کے لئے رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میں نے تھوڑی دیر تک اُسے جگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شاید گردن پر میری اُنگلیوں کا دباؤ کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔ اس لئے لڑکی ہوش میں نہ آئی۔ تب میں نے اطمینان سے اُسے مسہری پر لٹا دیا۔ دروازہ بند کیا اور خود بھی اُس کے نزدیک لیٹ گیا۔ میرے جسم کو اُس کی گرمی پہنچ رہی تھی اور میں اپنے جسم میں سنسنی سی محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ اُس کے ہوش میں آنے کا انتظار کون کرتا.....؟ میں نے اُسے خود قریب کر لیا۔ پھر میرے ہونٹوں کی گرمی نے شاید لڑکی کی بے ہوشی دُور کر دی۔ ہوش میں آنے کے بعد چند لمحات تک وہ ماحول کو سمجھ ہی نہ سکی۔ لیکن جب اُسے احساس ہوا تو اُس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے دھکیلا اور دہشت زدہ انداز میں مسہری سے اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"کون ہو تم.....؟" وہ انتہائی خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"اوہ ڈارلنگ.....! جو کوئی بھی ہوں، تمہارا پرستار ہوں۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آؤ! قریب آ جاؤ....."

"مم.....میں کہتی ہوں، آخر تم ہو کون.....؟"

"یہ بھی بتا دُوں گا۔ لیکن تم وہاں پر کھڑی ہو کر کیا کرو گی؟ بہتر یہی ہے کہ مسہری پر آ جاؤ۔"

"تم.....تم مجھے کہاں لے آئے ہو.....؟" وہ رونی آواز میں بولی۔

"لڑکی.....!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اُس کی تعمیل کرو۔ ورنہ تمہاری گردن، تمہارے شانوں سے اُتار کر دُور پھینک دی جائے گی۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"آہ.....! آہ! تو کیا.....تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے؟" اُس نے کہا۔

"ضرورت پیش آئی تو یہ بھی ممکن ہے۔"

"تم نے مجھے اغواء کیوں کیا ہے.....؟"

"تم آلڈرے کی بیٹی ہو؟" میں نے اُس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"ہاں.....!"

"کیا نام ہے تمہارا.....؟"

"این آلڈرے۔" لڑکی نے جواب دیا۔ وہ صورت سے معصوم نظر آ رہی تھی۔ میں اُسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"مِس این! میں تمہارے تعاون کا خواہشمند ہوں۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو میں نہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ....." میری آواز میں سفاکی آ گئی۔

"نہیں.....نہیں۔ دیکھو! میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تم مجھ سے جو کہو گے، کروں گی۔ لیکن....."

"تب پھر اطمینان سے بیٹھو۔ اس عمارت کے گرد بے شمار خطرناک لوگ گشت کر رہے ہیں۔ اگر کسی وقت تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو تمہارے بدن میں سوراخ ہی سوراخ ہوں گے۔ اس کمرے تک محدود رہنا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بحفاظت واپس پہنچا دُوں گا۔ لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں گا، صاف صاف اور صحیح بتاؤ گی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔" لڑکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں مسٹر آلڈرے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ میرے ڈیڈی ہیں۔ مجھ سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے چار بھائی ہیں لیکن میں آلڈرے کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ اس لئے....."

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے.....تمہاری ممی.....؟"

"اوہ، ممی مر چکی ہیں۔ میں نے تو اُن کی صورت بھی نہیں دیکھی۔"

"مسٹر آلڈرے کا کاروبار کیا ہے؟"

"وہ جہاز سکریپ کرتے ہیں۔ ہمارا بہت بڑا ورکشاپ ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اس کے علاوہ......؟''

''اس کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔'' لڑکی نے معصومیت سے جواب دیا۔

''ویرا کو جانتی ہو......؟ میرا مطلب ہے، اُس لڑکی کو جسے تمہارے ڈیڈی کے آدمیوں نے اغواء کیا ہے؟''

''ڈیڈی کے آدمیوں نے اغواء کیا ہے؟ اوہ، مسٹر! آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے ڈیڈی مسٹر آلڈرے تو ایک نیک دل انسان ہیں۔ وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ آپ کس لڑکی کی بات کر رہے ہیں؟'' اُس نے کہا۔ اُس کے انداز سے معصومیت عیاں تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اِن معاملات سے قطعی ناواقف ہے۔''

چنانچہ میں نے اپنی نیت بدل دی۔ پہلے مَیں نے سوچا تھا کہ مسٹر آلڈرے کی لڑکی، دوہرا فائدہ ثابت ہوگی۔ یعنی اُس کے ذریعے مسٹر آلڈرے کو مجبور کیا جائے گا۔ اور جب تک وہ یہاں رہے گی، کسی عورت کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ لیکن اَب تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑی تھی۔ یعنی یہ کہ اُسے ایک حسین لڑکی نہ سمجھا جائے۔''

''اچھا! تم کسی ڈیوک البرٹ کو جانتی ہو؟''

''اوہ...... ڈیوک کو کون نہیں جانتا؟''

''تم نے اُسے دیکھا ہے؟''

''پپا نے کبھی اُس کے سامنے نہیں جانے دیا۔ نہ جانے کیوں۔ ویسے بے حد حسین آدمی ہے۔ دراز قامت اور کسی دیوتا کی مانند۔ میں نے اُسے دُور سے دیکھا ہے۔''

''ہوں......!'' میں نے چند ساعت سوچا اور پھر اُس سے کہا۔ ''مِس این! آپ کو ایک ہمدردانہ مشورہ دے رہا ہوں۔ اس عمارت سے باہر قدم رکھنے کی کوشش مت کرنا۔ ایک مناسب وقت پر آپ کو خود ہی آپ کے ڈیڈی تک پہنچا دُوں گا۔ دوسری صورت میں آپ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔''

''کیوں......؟ آخر کیوں؟'' این نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

''کچھ لوگ تمہاری زندگی کے خواہاں ہیں۔ میں تمہیں اُن سے بچانا چاہتا ہوں اور اسی لئے تمہیں اغواء کر کے لایا ہوں۔ یوں سمجھو! کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ لیکن اگر تم نے عدمِ تعاون کیا تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اگر ایسی بات تھی تو کیا میرے پپا میری حفاظت نہیں کر سکتے

...اس نے بدستور پریشانی سے پوچھا۔

...سمجھو مِس این! یہ سب کچھ تمہارے پپا کے ایماء پر کیا گیا ہے۔'' میں نے جواب ...دیا

...تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ ''اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ لیکن دیکھو! مجھے ...نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ اور ایسی کوئی کوشش کی گئی تو میں خودکشی کر لوں گی۔ اور میری ...کی ذمہ داری سراسر تم پر ہوگی۔''

''بے فکر رہو بے بی! تمہیں خودکشی نہیں کرنی پڑے گی۔'' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر ...اور وہ بے فکر ہوگئی۔ میں مسہری سے اُٹھا اور باہر نکلتے ہوئے کہا۔ ''تم چاہو تو دروازہ بند ...لیکن میری ہدایات کا خیال رکھنا۔''

...اب عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے باہر نکلتے ہی اُس نے پھرتی سے ...بند کر لیا تھا۔ اپنے کمرے میں تنہا سوتے ہوئے مجھے بڑی بوریت کا احساس ہوا تھا۔ ...ال! آلڈرے سے ٹھن گئی تھی۔ اور میں نے اُسے چیلنج کیا تھا کہ میں اُس کی زندگی تلخ کر ...گا۔ لیکن یہ البرٹ...... یہ ڈیوک البرٹ کون ہے؟ اُس کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، وہ ...ت کچھ تھا۔ بات کچھ لمبی ہی چلی جائے گی۔ لیکن اس کے علاوہ کرنا ہی کیا تھا؟ چنانچہ میں ...ان سے سو گیا اور دوسری صبح حسب معمول جاگا۔ طبیعت پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔

...شپر سے ملاقات ہوئی تو وہ فوراً بولا۔ ''مسٹر ڈینل! کمرے میں لڑکی ہے۔ ایک ...خوبصورت لڑکی......''

''تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے مسٹر شپر! وہ میری محبوبہ ہے۔ اپنے گھر سے فرار ...ہو کر یہاں آ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم اُسے ذہن سے نکال دو۔''

''اوہ، مناسب مسٹر ڈینل! لیکن میں اپنی تقدیر کو کیا کروں؟'' شپر نے بھکاریوں کی سی ...صورت بنا کر کہا۔

''کیوں...... کیا بات ہے؟''

''جہاں کوئی اچھا دوست ملتا ہے، ایک لڑکی درمیان میں گھس آتی ہے۔ پھر گولیاں چلتی ...ہیں اور مجھے فرار ہونا پڑتا ہے۔ اَب تم جانو! اچھے دوست روزانہ تو نہیں ملتے...... نتیجے میں ...مجھے کرنے پڑتے ہیں اور کئی دن تک شراب نہیں ملتی۔'' شپر نے مظلومانہ انداز میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے ہنسی آ گئی۔ ''تم اتنے بزدل کیوں ہو شپیر؟''

''اس میں بزدلی کی کیا بات ہے؟ میں ایک پُر امن انسان ہوں۔ ہنسنے کھیلنے کرنے کا خواہش مند۔ پھر گولیوں کی سنسناہٹ میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں؟ پھر سے نکلی گولی، گناہگار اور بے گناہ کا اندازہ کر سکتی ہے؟ جو بھی زد میں آ جائے۔''

''گولیاں یہاں بھی چل سکتی ہیں شپیر! یہ لڑکی میری محبوبہ ہے۔ مجھے چاہتی ہے اُس کا منگیتر بہت خطرناک انسان ہے اور وہ اُس کی تلاش میں پاگل کتے کی طرح پھر رہا ہے۔''

''اوہ...... میں جانتا تھا۔ لڑکی ہے تو ہنگامہ ضرور ہوگا۔'' شپیر، سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''دیکھو شپیر! مجھے بزدلوں سے سخت نفرت ہے۔ اگر تم نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تمہیں گولی مار دوں گا۔''

''حرکت سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''اگر تم نے کسی کو میری محبوبہ کے بارے میں بتایا تو...... تو ظاہر ہے مجھ سے بڑ تمہارا اور کون ہوگا''

''دیکھو دوست...... شپیر کی یہ کوالٹی ہے، اگر کسی کا کھا لیتا ہے تو جان بچانا دوسرا ہے۔ غداری کبھی نہیں کرتا۔'' شپیر نے جواب دیا اور اُس کی یہ بات مجھے وزن دار ہوئی۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ بہر حال! اس کے بعد مجھے اُس سے ک چنانچہ میک اَپ کر کے میں باہر نکل گیا اور میری کار، مارک کی تلاش میں دوڑنے لگی۔ پبلک پلیس سے میں نے مارک کو فون کیا۔ وہ خود تو موجود نہیں تھا۔ لیکن بولنے والے کہ اگر کوئی ضروری کام ہو تو اُسے بلوا لیا جائے۔ میں نے اُس سے درخواست کی پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا تھا۔ خوش بختی تھی کہ کسی دوسرے کو کال کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔

''ہیلو...... مارک بول رہا ہے۔''

''مسٹر مارک......! میں تمہارا ایک دیرینہ دوست بول رہا ہوں۔ کیا تم مجھ سے کرو گے؟ فائدے کی بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''نام نہیں بتاؤ گے......؟''

''نہیں......!''

یہاں ملوں......؟''

پھر پیکو پہنچ جاؤ۔'' میں نے کہا اور مارک نے پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ جانے کا پیکو کا نام میں نے سامنے لکھے ہوئے بورڈ کو دیکھ کر لے دیا تھا۔ اور پھر بینکو کے مارک ٹیکسی سے اُترا اور میں اُس کی طرف بڑھ گیا۔ یہ قابل اعتماد آدمی تھا۔ میں رکا تھا۔ وہ مجھے فوراً پہچان گیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

جیسے شخص میرا آئیڈیل ہوتے ہیں۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔'' اُس نے مجھ ملاتے ہوئے کہا۔

قابل اعتماد لوگ میرے لئے قابل احترام۔ آؤ! ریستوران میں باتیں کریں گے۔'' دستانہ انداز میں اُس کا بازو پکڑ کر ریستوران کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ی مشروب پیتے ہوئے میں نے اُس پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ ''مجھے کچھ اہم چیزوں کی پیش آ گئی ہے۔ اس کے علاوہ تم سے کچھ دوسرے کام بھی ہیں۔''

اجلد......؟ کیا بہت سی دولت اکٹھا کرنی ہے؟'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ا...... اس بار کام دوسرا ہے۔''

بھی ہو، مارک تمہارا قابل اعتماد ساتھی ہے۔''

بات بتاؤ مارک! تم اتنے خطرناک کاموں میں حصہ لیتے ہو۔ تم خود کوئی بڑا کام کرتے ہو۔''

ے کام اپنے کو راس نہیں آئے۔ کئی بار کوشش کی پکڑے گئے۔ یہ دھندہ اچھا ہے۔ ا، برا نہیں ہے۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

...... تمہارے پاس تمہارے جیسے چند قابل اعتماد ساتھی اور بھی ہیں؟''

نہیں ہے مارک کے پاس...... کہہ کر دیکھو۔''

آدمی کافی ہوں گے۔ رقم ایڈوانس دی جائے گی۔ صرف ایک مکان کی نگرانی کرنی وئی اجنبی دن یا رات میں اُس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اُس سے نمٹ ل یہاں رہتے ہیں، اُن کی شناخت کرا دی جائے گی۔''

جائیں گے۔ مکان کا پتہ دو۔''

آدھا گھنٹہ میں مارک کو ہدایات دیتا رہا۔ اور پھر میں نے ایک لمبی رقم اُسے پیشگی ۔ مارک نے میری مطلوبہ چیزیں فراہم کرنے کے لئے پروگرام ترتیب دے دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے اُس مکان کا پتہ بھی بتا دیا۔ پھر ہم دونوں رُخصت ہو گئے۔ میں ایک بڑے کی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔

رات کے کھانے پر میں، شپر اور این اکٹھے تھے۔ این اُداس نظر آ رہی تھی۔ خاموشی سے کھانا کھایا اور خواب گاہ میں جانے سے قبل صرف ایک سوال کیا۔ ''میر میرے لئے پریشان تو نہیں ہیں؟''

''اوہ..... نہیں این! وہ تو بے حد مطمئن ہیں اور تمہیں یہاں محفوظ خیال کرتے جلد وہ تم سے ملاقات کر کے تمہیں تفصیل بتا دیں گے۔ وقت کا انتظار کرو۔''

''اگر یہ بات ہے تو میں مطمئن ہوں۔'' اُس نے سکون کی گہری سانس لے کر میں صرف ڈیڈی کے لئے پریشان تھی۔'' وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گئی اور در لیا۔

''پریشان محبوبہ..... ویسے میں نے اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تو اس ڈانٹ دیا۔ نہ جانے یہ لڑکیاں مجھے قابل اعتنا کیوں نہیں سمجھتیں؟'' شپر نے کہا۔

''تمہاری شکل ہی ایسی ہے شپر! بہرحال تم مجھے ڈیوک البرٹ کے بارے میں میں نے کہا۔

یہ سنتے ہی شپر اُچھل پڑا۔ چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ''رات کے خوفناک نام لیتے ہوئے تمہیں دہشت نہیں ہوتی؟ اُس کے بارے میں معلوما کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟ کیا اُس سے تمہارا کوئی کاروباری اختلاف ہے

''یہی سمجھ لو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب میں اس وقت تمہیں خدا حافظ کہنے کے لئے تیار ہوں۔ شراب کی دو تین وقت کے کھانے کے لئے زندگی داؤ پر نہیں لگائی جا سکتی۔'' وہ اُٹھتے ہوئے میں نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے بٹھا دیا۔

''مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ شپر!'' میں نے غرا کر کہا اور شپر بدحواس نظر پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تم اُسے مکمل بھیڑیا کہہ سکتے ہو۔ یوں سمجھ لو، پتھر کے گول ٹکڑے پر شکر کی چڑھی ہو۔ چبانے کی کوشش کرو تو دانت سلامت نہ رہیں۔ اُس کے نام پر قتل ہونے پولیس منہ پھیر کر نکل جاتی ہے۔ حالانکہ وہ جانتی ہے کہ اس قتل میں البرٹ کا ہاتھ

ہیں اُس کے نام کا احترام فرض ہے۔ اور یہ اُس کا حکم بھی ہے کہ ضرورت مندوں کو اُس کے نام سے فائدہ اُٹھانے دیا جائے اور پولیس اُنہیں تنگ نہ کرے۔''

''کہاں رہتا ہے؟''

''اُس کا ٹھکانہ البرٹو ہے۔ جزیرہ البرٹو..... جو اُس کی ملکیت ہے اور جہاں اُس کی اجازت کے بغیر پرندہ پر نہیں مار سکتا۔'' شپر نے جواب دیا۔

''جزیرے پر اُس کی آمد و رفت کے کیا ذرائع ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''گردن کاٹ کر خودکشی کر لو اور رُوح کو آزاد چھوڑ دو۔ لیکن اس کے بعد بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں رُوحوں کو داخلے کی اجازت ہے یا نہیں۔'' شپر نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔ شپر میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ ''کیا درحقیقت تم ڈیوک البرٹ کے دشمنوں میں سے ہو؟''

''ہاں.....!'' میں نے بے خیالی میں کہا اور شپر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اُٹھ گئے۔ مجھے نیند آ رہی تھی۔ شپر بھی اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ رات گئے تک میں ڈیوک البرٹ کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر سو گیا۔

لیکن دوسری صبح انکشاف ہوا کہ..... شپر فرار ہو گیا ہے..... بزدل گدھا.....

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جزیرہ البرٹو کا پر ہیبت بھیڑیا، ڈیوک البرٹ میرے لئے نمبر دو تھا۔ نمبر ایک آلڈرے کیونکہ ابھی تو مجھے اُس سے نمٹنا تھا۔ آلڈرے کے آدمیوں نے ویرا کو اغوا کیا تھا اور مجھے اس کا حساب اُس سے لینا تھا۔ اُسے اپنی بیٹی کے عوض ویرا کو واپس کرنا ہی پڑے گا۔ اور اس کے لئے مجھے آج سے جدوجہد شروع کرنا تھی۔

بزدل شیپر مجھے پھر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ لیکن میرا دوست مارک، قول کا سچا تھا۔ میرے ایماء پر اُس کے آدمیوں نے میری قیام گاہ کی حفاظت کا کام سنبھال لیا تھا۔ میں نے اُن چاروں خطرناک آدمیوں کو بخوبی دیکھ لیا تھا جو بظاہر آوارہ گرد نظر آتے تھے۔ لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ مکان کی نگرانی کر رہے ہیں اور چہروں سے وہ چوکنا نظر آتے تھے۔

پروگرام کے مطابق دن کو دو بجے، مارک مجھے ایک متعین کردہ اور مخصوص علاقے میں میرے مطلوبہ سامان کے ساتھ مل گیا۔ مارک سے ملاقات کے لئے مجھے پرانا میک اَپ کرنا پڑا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا۔ ''تمام چیزیں اپنی مرضی کے مطابق چیک کر لیں۔'' اُس نے کہا۔

''میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کرتا مارک!''

''کیوں جناب.....؟''

''تمہارے اُوپر بھروسہ ہو گیا ہے۔''

''نہیں، نہیں..... ایسی کوئی بات نہ کہیں جس پر مجھے یقین نہ آئے۔ میری نگاہ میں آپ ایک شاندار شخصیت ہیں۔'' مارک نے ہاتھ اُٹھا کر ہنستے ہوئے کہا۔

''کیوں مارک.....؟''

''آپ نے میرے اُوپر صرف کاروباری اعتماد کیا ہے۔ ورنہ میں آپ کے نام تک سے ناواقف نہ ہوتا۔''

''اوہ، ڈیئر مارک! نام نہ بتانے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ دراصل ہم جیسے لوگ

دوسروں سے خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور کیا یہ مناسب بات نہیں ہے؟''

''میں نے کب انکار کیا ہے جناب؟''

''لیکن ذاتی پسندیدگی علیحدہ چیز ہے۔ اور میں کاروبار سے ہٹ کر ذاتی طور پر تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ کیونکہ تم اعلیٰ کارکردگی کے مالک ہو۔ تم مجھے ڈینس کہہ سکتے ہو۔''

مارک شکر گزار ہے۔ لیکن اَب جب ذاتی پسندیدگی اور ذاتی اعتماد کی بات آئی ہے تو میں کچھ اور آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔

''ہاں، کہو.....!''

''اہم باتیں سڑکوں پر نہیں ہوتیں۔ اگر وقت نہ ہو تو پھر سہی۔'' مارک نے کہا اور میں دائیں طرف دیکھنے لگا۔

''نہیں..... اس وقت کوئی بات نہیں ہے۔ میرے پاس کافی وقت ہے۔ لیکن ہم کہاں جائیں گے؟''

''وہ سامنے پرنسو ہے۔ اور پرنسو میں میرا ایک کمرہ موجود ہے۔ وقت ہے تو چلیں! میری بات سے کچھ ہو جائے۔''

''چلو.....'' میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ مارک درحقیقت مجھے پسند تھا۔ اور اعلیٰ کارکردگی والے اُس شخص سے ربط وضبط بڑھانا چاہتا تھا تاکہ اُس سے مقامی طور پر کام لے سکوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پرنسو میں داخل ہو گئے۔ مارک نے کاؤنٹر سے چابی حاصل کی اور پھر ہم پرنسو کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ میں نے دلچسپ نظروں سے اُس کے کمرے کو دیکھا اور پھر بولا۔ ''آدمی تم بھی کم پراسرار نہیں ہو مارک! کیا تمہارے پاس ایسی اور کتنی جگہیں ہیں؟''

''کافی..... میرا کام تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے مسٹر ڈینس! اپنے لوگوں کے لئے ہر قسم کا بندوبست رکھنا پڑتا ہے۔ اُنہیں سے کماتا ہوں اور اُنہیں پر خرچ کرتا ہوں۔ ایک بڑی رقم کسی کام کے لئے تیار رکھنے پر خرچ ہو جاتی ہے۔'' مارک نے جواب دیا۔

''عمدہ بزنس ہے۔ بہرحال!'' میں نے طویل سانس لی۔ مارک گھنٹی بجانے لگا۔ ایک ویٹر کے آنے پر اُس نے وہسکی کا آرڈر دیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

''تو بات ذاتی پسندیدگی کی ہو رہی تھی۔'' اُس کہا۔

''ہاں مارک!''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''لیکن مسٹر ڈینس! پسند کرنے کا حق تو مجھے بھی ہے۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ
انداز میں تم نے بینک کا کام کیا ہے، اچھے اچھے اتنے سادہ پیمانے اور اعلیٰ درجے
نہیں کرتے۔ مارک جو کچھ بھی ہے، اسے تم بے حد پسند آئے ہو۔ تو کیا اس پسندیدگی
کو مارک نہ استعمال کرے؟''

''کیا مطلب.....؟'' میں نے اُسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

''دیکھو ماسٹر! تم نے جو چیزیں طلب کی ہیں، یقیناً اُنہیں استعمال کرو گے۔ تم نے
مکان کی نگرانی بھی میرے سپرد کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے ساتھ شریک کرو
مارک کبھی دردِ سر ثابت نہ ہوگا۔ اور اس سلسلے میں پورے اعتماد کے ساتھ اگر تمہیں کوئی
ہوا تو اس میں حصہ نہ لے گا۔''

''اوہ، مارک ڈیئر.....!'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میرے لئے تم قابل اعتماد ساتھی ہو جس کا ثبوت تم دے چکے ہو۔ اور اَب مجھے کسی
ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میرے دوست! جو کام میں کرنے جا رہا ہوں، اس میں
منافع کا کوئی سوال نہیں ہے۔ صرف نقصان ہے۔''

''تب تو یوں سمجھو! میری دُعا پوری ہوگئی۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر تو میرا حق بن گیا
میں ایک دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں۔'' مارک نے کہا اور میں نے سوچا کہ
حرج ہے؟ اتنا اصرار کر رہا ہے تو اس سے مشورہ کر لوں۔ صرف ایک خیال تھا۔ ڈیوک البرٹ
کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، اس کے تحت یہ ممکن تھا کہ مارک کسی طور اُس کا وفادار نکل آئے
ایسی شکل میں مجھے مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔ لیکن اُس کا اصرار.....

''ٹھیک ہے مارک! لیکن مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ہماری تمہاری دوستی میں کوئی رخنہ
جائے۔'' میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''دنیا کی کوئی بات ایسا نہیں کر سکتی۔ اگر تم بتاؤ کہ تھوڑی دیر کے بعد تم مارک کو قتل کر
گے، تب بھی نہیں۔'' مارک نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''ایک بات مجھے تقویت دیتی ہے مارک! تم اپنے طور پر ایک آزاد انسان ہو نا؟''

''قطعی طور پر۔''

''کیا تم کسی ایسے شخص کے زیر اثر آ سکتے ہو جو بہت بڑی حیثیت رکھتا ہو اور تم
کے مفادات کی نگرانی کر رہے ہو؟''

''ہرگز نہیں.....!''

''تب سنو مارک! اتفاقات نے مجھے یہاں ایک شخص ڈیوک البرٹ کے خلاف لا کھڑا کیا
ہے۔'' میں نے کہا اور مارک کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ لیکن مارک کی آنکھوں میں، میں نے
خون کی پیاس دیکھی۔ اُس کا چہرہ تانبے کی طرح تپنے لگا۔

''کیا تم درست کہہ رہے ہو ڈینس؟''

''ہاں میرے دوست! اور اپنے اس ردِعمل کی وضاحت کرو۔''

''وضاحت نہیں کروں گا، صرف ایک بات کہوں گا۔ اگر تم البرٹ کے خون کے پیاسے
ہو تو اُسے قتل کر کے اُس کی لاش میرے حوالے کر دینا۔ اس کے عوض تم دنیا کا جو کام بھی مجھ
سے چاہو لے لینا۔ اُس کا کوئی معاوضہ نہ ہوگا۔''

''لاش کا تم کیا کرو گے مارک.....؟''

''میں اُس کا خون پیوں گا۔ یہ میری زندگی کا سب سے بڑا عہد ہے۔ اور اگر تم نہ
ہوتے، تب بھی میں اس جستجو میں رہتا۔''

''سچ کہہ رہے ہو.....؟''

''اپنی ماں کی قسم! جو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی۔'' مارک نے عجیب سے لہجے
میں کہا اور میں اُسے دیکھتا رہا۔ مارک کی حالت ناقابل دید تھی۔ وہ کوئی بھوکا چیتا نظر آ رہا
تھا۔ اور پھر ویٹر کی آمد پر وہ سنبھل گیا۔

ویٹر، ٹرے رکھ کر چلا گیا۔ مارک نے اپنے لئے سادہ شراب سے گلاس بھر لیا تھا۔ اور پھر
جیسے اُس نے اپنی پیاس بجھالی ہو۔ البرٹ کے تذکرے پر وہ کھول اُٹھا تھا۔

''خود تمہاری اُس سے کوئی دشمنی ہے مارک؟'' میں نے اپنے گلاس سے مشروب کی
چسکیاں لیتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں مسٹر ڈینس! اس کی وجہ کبھی نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ وہ میرا خاندانی معاملہ ہے۔ تمہیں
کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟''

''نہیں..... بہرحال! اگر تم اس میں دلچسپی رکھتے ہو تو میں اپنے اِس کام میں تمہیں خود
آمدید کہتا ہوں۔ لیکن میرا کھیل لمبا ہے۔ ڈیوک البرٹ میرے لئے نمبر دو ہے۔ اُس سے قبل
مجھے ایک اور شخص آلڈرے سے نمٹنا ہے۔''

''نکس آلڈرے.....؟'' مارک نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ہاں، شاید.....!''

''بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ سورڈیوک کا حاشیہ بردار ہے اور اپنی شریف صورت کے پیچھے بڑی مکروہ حیثیت رکھتا ہے۔ آلڈرے کی مالی حالت بھی ڈیوک نے ہی درست کی ہے..... ورنہ وہ آلڈرے سنز جیسی فرم نہیں قائم کرسکتا تھا۔''

''خوب..... تو تم یہ بات جانتے ہو۔''

''اچھی طرح۔''

''آلڈرے سنز کے تحت جرائم ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے، بے شمار مجرم اُس کے تحت کام کرتے ہیں۔''

''تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ میرے بیشتر شناسا اُس کے تنخواہ دار ہیں۔ میں بھی شاید ہوتا اگر مجھے معلوم نہ ہو جاتا کہ اُس کا تعلق ڈیوک البرٹ سے ہے۔''

''خوب..... بہرحال! تمہاری اس شمولیت سے مجھے خوشی ہوئی ہے مارک! اور اَب میں تم پر مزید انکشافات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور مسٹر ڈینس! تم سے جو محبت محسوس ہو رہی تھی، اُس کی جڑیں کافی گہرائیوں میں ہیں۔ بس! مجھے شروع ہی سے تم سے ایک گہرا لگاؤ محسوس ہوا تھا۔''

''شکریہ..... یہ بات ایک لڑکی کی تھی۔ ایک دولت مند شخص کی لڑکی ویرا۔ جس نے اتفاقیہ طور پر میرے پاس پناہ لی تھی۔ وہ آلڈرے اور ڈیوک کا شکار تھی۔ آلڈرے کے ساتھی اُس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں نے اُس کی مدد کی اور آلڈرے کو کافی نقصان پہنچایا۔ لیکن بہرحال! وہ لوگ لڑکی کی ایک حماقت کے سبب اُسے نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ تب میں نے آلڈرے سے ملاقات کی۔ اُس سے ویرا کو واپس مانگا۔ لیکن اُس نے بتایا کہ وہ البرٹ کی تحویل میں ہے۔ بہرحال! یہ کام اُسی کا تھا۔ میں اُس کی لڑکی این کو اُٹھالایا ہوں اور میرے آدمی اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔''

''اوہ، کیا واقعی.....؟'' مارک خوشی سے اُچھل پڑا۔

''ہاں مارک! میں نے آلڈرے سے کہا ہے کہ وہ ویرا کو واپس کر دے۔ تب اُس کی لڑکی اُسے مل جائے گی۔''

''اوہ، اوہ ڈینس! اتنی جلدی تم نے اتنی بھرپور کوشش کی ہے۔ خدا کی قسم! تم بے حد خطرناک انسان ہو۔ اَب مزہ آئے گا۔ کیا سمجھتا ہے ڈیوک خود کو؟'' مارک خوشی سے ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ میں خاموش رہا تھا۔

مارک بھی تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''تم واقعی سمجھ دار ہو۔ تم نے اُسے رکھنے کے لئے پرائیویٹ رہائش گاہ تلاش کی ہے۔ ہوٹلوں وغیرہ پر تو اُن لوگوں کا راج ہے۔ فوراً پتہ چلا لیتے۔ لیکن تم فکر مت کرو۔ ہم قیام گاہیں بدلتے رہیں گے۔ اور میرے پاس اُن کی کمی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میں قابل اعتماد لوگوں کی تعداد اور بڑھا دُوں گا۔ مگر مسٹر ڈینس! اَب آپ کا کیا پروگرام ہے؟''

''آلڈرے سے گفتگو کروں گا۔''

''کب..... کس وقت؟''

''بس! تھوڑی دیر کے بعد۔''

''اور اس کے بعد کیا ہوگا.....؟''

''دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے؟ لڑکی کی واپسی مشکل ہے۔ میں نے اُسے چیلنج کیا ہے کہ اگر لڑکی واپس نہ ملی تو یہی نہیں کہ اُس کی لڑکی یرغمالی کے طور پر رہے گی۔ بلکہ میں اُس کے آدمیوں کو بھی بے دریغ قتل کروں گا۔ یہ تیاریاں اُسی کے لئے تھیں۔ کیونکہ بہرحال! آلڈرے مجھے دھمکیاں دینے کی کوشش ضرور کرے گا۔''

''فون کب کرو گے ڈینس؟''

''بس! تھوڑی دیر کے بعد۔'' اُس نے جواب دیا۔ ''کیوں؟''

''یہاں سے واپسی پر تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ چلنا۔ میں تمہیں ایک بڑی کارآمد چیز دُوں گا۔''

''مارک! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اِن حالات سے آگاہ ہونے کے بعد تم میرے ساتھ ہی قیام کرو؟ تمہاری مصروفیت اگر خاص ہو تو چلے جانا۔ باقی رہے دوسرے معاملات تو اس دوران تمہارے اخراجات میرے ذمہ رہیں گے۔''

''اوہ..... نہیں مارک تو اَب خود بھی اس کھیل میں شریک ہے۔''

''دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی مارک! ہم ضرورت کے مطابق اسے حاصل کرتے رہیں گے۔ اس بارے میں نہ سوچو۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' مارک نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ بہرحال! لڑکی کو بھی وہاں سے شفٹ کر دیں گے۔ ایک اور جگہ رکھیں گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں نے تمہارے اُوپر بھروسہ کیا ہے مارک! اَب تم جو مناسب سمجھو۔''

''اوکے باس.....!'' مارک نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اُٹھ گئے۔ مارک کی اپنی کار موجود تھی۔ یہاں سے وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی رہائش گاہ پر گیا۔ میں اس دوران کار میں ہی بیٹھا رہا تھا۔ میں مارک کی شمولیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گو یہ خلافِ اصول بات تھی۔ اپنے معاملات میں دوسروں کو شریک کرنے کی پالیسی زیادہ مناسب نہیں ہوتی۔ لیکن مارک خاص آدمی تھا اور دل چاہتا تھا کہ اُس پر بھروسہ کر لیا جائے۔ اس کے علاوہ اگر کہیں وہ غلط ثابت ہوا تو دیکھا جائے گا۔ زندگی تو ایک رِسک کے سوا کچھ نہیں۔

مارک واپس آ گیا۔ اُس نے گھڑی نما چوکور شے مجھے دی اور بولا۔ ''بہت عمدہ چیز ہے مسٹر ڈینس! کہیں سے بھی ٹیلی فون کرو، ڈائل سے کنکشن ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس فون کے بارے میں کوئی نہیں معلوم کر سکتا کہ کہاں سے کیا گیا ہے؟''

''اوہ، گڈ..... واقعی عمدہ چیز ہے۔''

''تمہاری نذر..... اَب آؤ! این کو وہاں سے نکال کر منتقل کر دیں۔ میں نے جگہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

''کہاں چلو گے مارک.....؟''

''فشنگ ہاربر کے نزدیک۔ ایک محفوظ عمارت ہے جس میں قید خانہ بھی ہے۔ میری ذاتی ملکیت ہے۔'' مارک نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ہم دونوں اپنی رہائش گاہ پہنچے۔ میں اندر چلا گیا۔ مارک اپنے آدمیوں کے نزدیک پہنچ کر اُنہیں ہدایات دینے لگا تھا۔

این ایک کمرے میں اُداس سی بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔ ''اس عمارت میں فون کے تار تو موجود ہیں۔ فون کیوں نہیں ہے؟''

''کیوں..... کیا کرو گی.....؟''

''ڈیڈی کو فون کروں گی۔''

''نقصان دہ بات ہے۔ ظاہر ہے، مسٹر آلڈرے اسے پسند نہیں کریں گے۔''

''سنو..... مجھے یقین ہے کہ تم..... تم ڈیڈی کے آدمی نہیں ہو۔'' اُس نے روہانسی آواز میں کہا۔

''کیا مطلب.....؟''

''اگر تم ڈیڈی کے آدمی ہوتے تو اس وقت میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔ ڈیڈی کے کسی آدمی کی یہ جرات نہیں ہو سکتی تھی۔''

''لیکن این! میں نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک تو نہیں کیا۔''

''لیکن..... یہ تو ہے۔ لیکن یہاں فون کیوں نہیں ہے؟''

''اس لئے کہ مسٹر آلڈرے یہ پسند نہیں کرتے تم اُن سے رابطہ قائم کرو اور اُن کے دشمن فون کے سہارے تم تک پہنچ جائیں۔''

''اوہ..... وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔ ''بہرحال! میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ یہ بات تم ڈیڈی کو بتا دینا۔''

''ٹھیک ہے این! میں کسی نہ کسی طرح جلد فون پر اُن سے تمہاری گفتگو کرا دُوں گا۔''

''میں تمہاری شکر گزار رہوں گی۔'' اُس نے جواب دیا۔

''تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔''

''کہاں.....؟'' وہ چونک پڑی۔

''دوسری جگہ..... یہ جگہ مشکوک ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے چہرے پر میک اَپ بھی کرنا پڑے گا۔ میں تمہاری شکل بدل دُوں گا۔''

''کس طرح.....؟'' وہ اشتیاق سے بولی۔

''ابھی بتاتا ہوں۔ چند منٹ رُک جاؤ۔'' میں نے کہا اور پھر دوسرے کمرے سے میک اَپ کا بکس اُٹھا لایا اور پھر اُس کے چہرے میں تبدیلی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اُس کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ این نے خود کو دیکھا اور حیران رہ گئی۔

''ارے..... یہ میں ہوں؟ کیا واقعی یہ میں ہوں؟ تم تو انوکھے انسان ہو۔ کاش! تم سچ مچ میرے ڈیڈی کے دوستوں میں سے ہی ہو۔''

''میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ باہر ڈرائنگ رُوم میں مارک انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اُسے تیاری کی اطلاع دی اور مارک نے گردن ہلا دی۔

''باہر مطلع صاف ہے..... چلیں؟''

''ہاں، چلو.....'' میں نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اُس دوسری عمارت میں منتقل ہو گئے تھے۔ مارک کے آدمیوں نے یہاں کا چارج بھی سنبھال لیا تھا اور اَب سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی تھی۔ اس لئے میں نے دوسرا کام شروع کیا۔ مارک کے بتائے

ہوئے طریقے کے مطابق میں نے وہ آلہ، ٹیلی فون میں فٹ کیا اور پھر آلڈرے کے گھمانے لگا۔ چند ہی ساعت کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور آلڈرے کی سنائی دی۔

''ہیلو آلڈرے..... کیسے ہو؟''

''کون ہو تم.....؟'' آلڈرے کی آواز میں غراہٹ تھی۔

''دوست کہو یا دشمن، تمہاری مرضی ہے۔ ویرا کے بارے میں کیا سوچا.....؟'' میں سوال کیا۔

''اوہ..... این کہاں ہے؟'' آلڈرے نے بے چینی سے پوچھا۔

''میرے پاس موجود ہے۔ اور ابھی تک خیریت سے ہے۔ لیکن جوں جوں تم ویرا معاملے میں تاخیر کرو گے، اُس کی خیریت خطرے میں پڑتی جائے گی۔''

دوسری طرف چند ساعت خاموشی طاری رہی۔ شاید آلڈرے غصے سے خاموش ہو گیا تھا پھر ٹیلی فون کے سلسلہ میں کارروائی کر رہا تھا۔ پھر اُس کی آواز سنائی دی۔ ''میں تمہیں بتا ہوں کہ ویرا، ڈیوک کے پاس پہنچ چکی ہے۔''

''کس طرح ڈیئر آلڈرے؟''

''جب اُسے یہاں لایا گیا تھا تو ڈیوک موجود تھے۔''

''اور وہ ویرا کو لے گئے؟''

''ہاں.....!''

''ذمہ دار کون ہوا.....؟''

''کیا مطلب.....؟''

''تم نے اُسے اغواء کرایا تھا۔ تم مکمل طور سے اس کے ذمہ دار ہو۔ سنو! ویرا کو تین دن کے اندر اندر واپس پہنچ جانا چاہئے۔ واپسی کے بعد بھی تم اُسے میرے حوالے کر دو گے تو این تمہیں واپس نہیں ملے گی۔ جو کچھ ویرا کے ساتھ ہوا ہو گا، وہی کچھ این کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔ اگر ویرا، محفوظ رہی تو این بھی بالکل محفوظ رہے گی۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم فوری طور پر ویرا کو حاصل کر لو، تاکہ این کے محفوظ رہنے کے امکانات بڑھ جائیں۔''

''ہوں، سنو..... اگر وہ ڈیوک کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جاتی تو میں تمہاری ہدایت پر عمل کر سکتا تھا۔ لیکن موجودہ صورتِ حال میں تو میں مجبور ہوں۔'' آلڈرے نے کسی قدر بدلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے انداز میں کہا۔

''گویا اب یہ ناممکن ہے.....؟''

''اگر تم ڈیوک کے بارے میں جانتے ہو تو خود بھی سمجھ سکتے ہو۔''

''ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے! اس کے بعد تم این کے مستقبل سے مایوس ہو جاؤ۔ میں اُسے قتل نہیں کروں گا۔ لیکن میں اور میرے بہت سے دوست اُس وقت تک اُس کے بدن کو بھنبھوڑتے رہیں گے جب تک وہ مر نہ جائے۔ او کے.....''

''سنو..... سنو تو سہی..... آلڈرے کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''کہو.....!''

''دیکھو..... حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''تم بکواس کر رہے ہو۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ حالات کے چکر میں پڑوں۔ ڈیوک البرٹ تمہارے اور اہل فرانس کے لئے کوئی حیثیت رکھتا ہو گا۔ میں جب اُس کے مقابل آیا تو اسے کسی خارش زدہ کتے کی مانند سڑکوں پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہو گا۔''

''خاموش ہو جاؤ..... خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ!'' آلڈرے کی آواز میں خوف تھا۔ ''ویرا کا معاملہ میرے اور تمہارے درمیان سے ختم ہو گیا۔ اور میں نے اس کے عوض تمہاری لڑکی کو حاصل کر لیا۔ اب میں اُس چوہے البرٹ سے نمٹ لوں گا۔''

''اوہ، اوہ..... تم..... نہ جانے..... نہ جانے..... اس سے..... کبھی کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ نہ جانے اب تمہارا کیا حشر ہو گا.....''

''اور..... میں فون بند کر رہا ہوں۔''

''تم نے مجھے تین دن کی مہلت دی ہے.....'' اُس نے کہا۔

''دی تھی۔ لیکن اب تم وہ حالات ختم کر چکے ہو۔''

''نہیں..... حالانکہ تم جو کچھ کہہ چکے ہو، میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد تمہارا کیا حشر ہو گا؟ تاہم میرا اور این کا مسئلہ ہمارے تمہارے درمیان رہے گا۔ میں کوشش کروں گا کہ اُسے بچا لے آؤں۔''

''کب تک.....؟''

''تین دن کے اندر اندر۔ میں تم سے کیسے رابطہ قائم کروں؟''

''آج رات میں تمہیں فون کروں گا، ٹھیک آٹھ بجے۔ پھر کل رات اور اس کے بعد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرسوں دن کو گیارہ بجے۔ بس! وہ آخری فون ہوگا۔"

"ٹھیک ہے......" آلڈرے نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر کے آلہ نکال لیا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے باہر آ گیا۔ بہرحال! تین دن تک انتظار کرنا تھا اور اس کے بعد کوئی کارروائی مناسب تھی۔

اُسی شام چائے کی میز پر میں نے مارک کو اپنی اور آلڈرے کی گفتگو کے بارے میں بتایا اور مارک کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر بولا۔ "اس بارے میں تو سوچنا ہی چھوڑ دو مسٹر ڈینس! کہ آلڈرے اب ویرا کو حاصل کر سکے گا، بشرطیکہ وہ البرٹ کے پاس پہنچ گئی ہو۔ ہاں! یہ سوچو! کہ اب اُس کی لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"کیا البرٹ بہت خطرناک ہے......؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو! فرانس میں آدھی حکومت اُس کی ہے۔ بڑے بڑے افسران اُس کی توجہ کے طالب رہتے ہیں۔ اور وہ اُن کی قسمتوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ بس! فرانس میں کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُس کے کاموں میں دخل دے جائے۔"

"خوب...... بہرحال! لطف آئے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر......؟"

"آلڈرے نے یہ کام کیا ہے۔ سزا اُسے بھگتنا پڑے گی۔ اور بہرحال! ہم ویرا کو البرٹ سے آزاد کرا کر لائیں گے۔ آلڈرے کی لڑکی بذاتِ خود معصوم ہے۔ اُسے اُس کے باپ کے جرم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ ہاں! ہم آلڈرے سے اس کے عوض بھاری رقم وصول کریں گے۔ لیکن اس وقت جب اُسے بے بس پائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"شاندار...... تمہارے روپ میں، میں نہ جانے کیا دیکھ رہا ہوں۔ میں ایسے لوگوں کا عاشق ہوں جو خوف کو نزدیک نہیں آنے دیتے۔" مارک نے کہا۔

"بہرحال مارک! میرے لئے تم ایک عمدہ ساتھی ہو۔ یوں سمجھو! کہ میرے معاملات میں میرے دست راست۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ڈینس! اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم نے کہا تھا کہ تمہارے بہت سے شناسا، البرٹ کے غلام ہیں۔"

"ہاں......!"

"کیا ان میں ایسے بھی ہیں جن کے لئے تم بہت اچھے جذبات رکھتے ہو اور انہیں کوئی

پہنچے دیکھنا پسند نہ کرتے ہو؟"

"نہیں...... اس لئے کہ وہ صرف شناسا ہیں، عزیز نہیں ہیں۔"

"ٹھیک...... تب مجھے اُن کی ایک فہرست درکار ہے۔" میں نے کہا اور مارک چونک کر مجھے

دیکھنے لگا۔

پھر میں نے آہستہ سے گردن ہلائی۔ "میں مہیا کر دوں گا۔"

"اس کے علاوہ مجھے چند ذہین لوگ درکار ہوں گے جو آلڈرے کی نگرانی کر سکیں اور اُس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھیں۔"

"یہ بھی ہو جائے گا۔"

"اخراجات کے لئے......" میں نے جیب سے نوٹوں کی کئی گڈیاں نکال کر اُس کے آگے ڈال دیں۔ مارک نے خاموشی سے اُنہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔

"اور کچھ باس......؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں...... شکریہ۔ بس! ایک درخواست ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ، فرمایئے......!"

"آئندہ مجھے باس مت کہنا۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا اور مارک ہنسنے لگا۔

☆

پھر میں نے آلڈرے سے فون پر بات کی۔

"آلڈرے سپیکنگ......!" آلڈرے کی آواز سنائی دی۔

"ادھر تمہارے دوست کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟" میں نے کہا۔

"سنو...... کیا تم اپنا نام نہیں بتاؤ گے......؟"

"ظاہر ہے، مناسب نہیں ہوگا۔ لیکن تم جس نام سے چاہو، مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔"

"تب میں تمہیں مسٹر ایکس کہوں گا۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ ہاں! اب کام کی بات کرو۔"

"میں نے مسٹر البرٹ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اُن سے ملاقات اتنی آسان نہیں ہوتی۔ کو چار بجے ملاقات ہو سکے گی۔ دوسری طرف سے اُن کے ذاتی سٹاف نے مجھ سے یہی ہے۔"

"ٹھیک ہے...... پھر کل دن میں فون کروں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں...... ایک کام کر سکتے ہو؟"

"کیا......؟"

"این سے میری بات کرا دو۔ میں بہت پریشان ہوں۔" آلڈرے کے لہجے میں
تھی۔

"ہوں......!" میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "لیکن تم اُس سے کوئی غلط بات نہیں
کرو گے۔ میں تمہاری گفتگو سنوں گا۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔"

"ہولڈ کرو......!" میں نے کہا اور پھر فون کا ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا۔ چند منٹ کے
میں این کو لے کر فون پر پہنچ گیا۔ "ہیلو!" میں نے آلڈرے کو مخاطب کیا اور دوسری طرف
سے اُس کی آواز سن کر بولا۔ "این سے گفتگو کرو۔" اس کے ساتھ ہی میں نے ریسیور
کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ڈیڈی! میں این ہوں۔" این آلڈرے خوشی سے ہانپتی ہوئی بولی۔ میں اُس کے
قریب تھا اور دوسری طرف کی آواز میں بخوبی سن رہا تھا۔ دوسری طرف چند ساعت خاموشی
رہی۔ پھر آلڈرے کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو این......!"

"ہیلو ڈیڈی......!" این خوشی سے بولی۔

"این! تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے......؟"

"بالکل نہیں ڈیڈی! آپ کے ملازم بہت اچھے ہیں۔ میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں
ہوا اور مجھے ضرورت کی ہر چیز مل رہی ہے۔ لیکن ڈیڈی! یہ معاملہ کیا ہے؟ وہ کون لوگ ہیں
اچانک میرے دشمن بن گئے ہیں؟"

"کیا مطلب......؟"

"مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ مجھے کچھ دشمنوں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے آپ نے یہاں
دیا ہے۔"

"اوہ، اوہ...... ہاں بے بی! لیکن تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد
اپنے اُن دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔ تم گھبرا تو نہیں رہیں؟"

"اَب نہیں گھبراؤں گی۔ اِن لوگوں کے بیان کی تصدیق ہو گئی ہے نا! اَب سب ٹھیک

آپ جب تک کہیں گے، میں یہاں رہوں گی۔"

"بس تھوڑا سا وقت ہے بے بی! تمہارے پاس کوئی موجود ہے؟"

"ہاں مسٹر...... میں اِن کا نام نہیں جانتی، میرے پاس موجود ہیں۔"

"اوکے بے بی! فون اُنہیں دے دو اور تم آرام کرو۔" آلڈرے نے کہا اور این نے
مجھے دے دیا۔

"شکریہ این! اَب تم آرام کرو۔"

"اوکے سر......!" این واقعی خوش ہو گئی تھی۔ کتنا ہی برا آدمی بن گیا تھا لیکن انسانیت کے
اَب بھی فطرت سے اُلجھے ہوئے تھے جن کے تحت میں نے اس وقت بھی سوچا کہ
ے کے آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کے باوجود میں اُس لڑکی کو کوئی
نہیں پہنچاؤں گا۔ کیونکہ وہ معصوم اور بے قصور ہے۔

باہر نکل گئی اور میں نے آلڈرے کو مخاطب کیا۔ "میں بول رہا ہوں مسٹر آلڈرے!"

"تم نے میرے اُوپر احسان کیا ہے مسٹر ایکس! مجھے بتاؤ، میں تمہارے اِس احسان کا کیا
دوں......؟"

"کون سا احسان......؟"

"این ناخوش نہیں ہے۔"

"صرف اِس لئے کہ وہ تمہاری حرکتوں سے ناواقف ہے۔ لیکن اس کے لئے ماحول تم
کرو گے آلڈرے!"

"میں تمہارے اُوپر ایک احسان کرنا چاہتا ہوں۔" آلڈرے نے کہا۔

"وہ کیا......؟"

"تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ ڈیوک سے نہ اُلجھو۔ اُس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ اگر کہیں
آئے ہو تو پہلے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کر لو۔ اس کے بعد اُس سے
کی کوشش کرنا۔"

"آلڈرے! میرے پورے بدن پر ہاتھ ہی ہاتھ ہیں۔ اس لئے ڈیوک کے ہاتھوں کی
مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں نے تم سے جو کہا ہے، وہی کرو۔ وقت گزرنے کے بعد
کے لئے اتنا شریف آدمی ثابت نہ ہوں گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" آلڈرے نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا۔ میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ فون بند کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔

دوسرے دن مارک نے صبح کا اخبار خصوصی طور پر میرے حوالے کیا اور ایک خبر پر انگلی رکھتے ہوئے بولا۔ ’’اسے دیکھو مسٹر ڈینس!‘‘

’’کیا ہے......؟‘‘ میں اخبار پر جھک گیا۔ اور پھر میں نے بھی وہ جلی الفاظ دیکھے۔

’’مسٹر ایکس! ڈیوک البرٹ تمہیں طلب کرتا ہے۔ سی وان کے کنارے تمہیں ڈیوک کی موٹر بوٹ ملے گی۔ تاخیر کے بغیر یہاں تک پہنچ جاؤ۔ حکم عدولی پر تمہارے لئے موت کی سزا بھی تجویز کی جا سکتی ہے۔‘‘

میں نے اخبار ایک طرف سرکا دیا۔ ’’موت کی سزا بھی تجویز کی جا سکتی ہے۔‘‘ پھر مسکراتے ہوئے مارک کو دیکھا۔

’’جانور ہے کم بخت۔ اگر تم نے اُس کی یہ بات نہ مانی تو وہ تمہارے دھوکے میں دوسرے لوگوں کو قتل کر دے گا۔ جس پر شبہ ہو گا، اُسے قتل کر دے گا۔‘‘

’’پھر کیا مشورہ ہے مارک؟‘‘ میں نے کہا۔

’’اوہ...... میرا امتحان لے رہے ہو ماسٹر! میں جانتا ہوں تم اس کے حکم کو حقارت سے ٹھکرا دو گے۔‘‘ مارک نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہنسنے لگا۔ بہر حال! مارک سے اُس بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے منصوبے کلبلانے لگے تھے۔ اور میں تیاریاں کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آیا۔ باہر مارک موجود تھا۔ اُس نے مجھے دیکھا اور چونک پڑا۔ ’’کہیں جانے کی تیاریاں ہیں ماسٹر؟‘‘

’’ہاں مارک...... تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو۔ واپس آ جاؤں گا۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’اِس بیگ میں کیا ہے......؟‘‘

’’تھوڑی سی خریداری کرنی ہے۔‘‘ میں نے جواب دیا اور باہر نکل آیا۔ باہر سے ایک کار لی اور چل پڑا۔ میں پیرس کے بہت سے علاقوں سے واقف ہو گیا تھا، چنانچہ جہاں بازار کھل چکے تھے۔ میں نے درحقیقت وہاں سے کچھ خریداری کی۔ پھل فروٹ اور کچھ دوسری چیزیں۔ اور پھر ایک تفریحی ساحل کی جانب چل پڑا۔

ساحل سے کافی دُور میں نے کار روک دی اور اُسے لاک کر کے اپنا سامان لے کر نیچے اُتر آیا اور پھر ساحل کے ایک ویران حصے میں پہنچ گیا۔ گو عام دن تھا۔ لیکن پھر بھی بہت سے

بے فکرے لوگ اور ایسے جوڑے جو شاید رش کے دنوں میں یہاں نہ آ سکتے ہوں، نظر آ رہے تھے۔ شکاری لڑکیاں بھی گھوم رہی تھیں۔ ریت کے ایک دُور دراز ٹیلے کی آڑ میں پہنچ جانے کے بعد میں نے اپنے ساتھ لایا ہوا تھیلا کھولا۔ اُس میں سے سیاہ رنگ کے خطرناک اور طاقتور دستی بم نکال لئے۔ پھر میں نے سنگتروں کو اِس انداز میں چھیلا کہ اُن کا چھلکا نہ ٹوٹنے پائے۔ اور پھر دستی بم اُن میں رکھ دیئے۔ چار پانچ سنگترے میں نے اِسی انداز میں بنائے۔ بموں کے سیفٹی پن میں نے چھلکے سے باہر نکال لئے تھے۔ ان سنگتروں کو میں نے باسکٹ میں نیچے رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد دو آگ لگانے والے بم بھی اسی طرح بنائے اور اس کام سے فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے بازار سے خریدا ہوا نہانے کا لباس پہنا اور باسکٹ لے کر آگے بڑھ گیا۔

تھوڑے فاصلے پر بوٹ سٹیشن تھا۔ سمندر میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں تیر رہی تھیں۔ یہ کشتیاں اِس سٹیشن سے کرائے پر مل جاتی تھیں۔ لیکن اس سے قبل میں ایک جگہ رُک گیا۔ ساحل پر ایک پتھر لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا۔ ’’اگر آپ کو ساتھی کی تلاش ہے تو یہاں کھڑے ہو جائیں۔‘‘

واہ...... میں دل ہی دل میں مسکرایا۔ بڑی آسانیاں فراہم کر دی گئی ہیں۔ ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ کسی ساتھی کے حصول کے لئے مجھے دھوپ میں نہاتی ہوئی لڑکیوں کے درمیان چکرانا پڑے گا۔ بہر حال! میں پتھر کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ اور پھر چاروں طرف سے ہی میں نے نیم برہنہ تتلیوں کو اپنی طرف لپکتے دیکھا۔

پانچ لڑکیاں تھیں۔ لمبی، دُبلی، موٹی، متناسب نقش و نگار اور مناسب۔

’’ہیلو......!‘‘ اُن سب کی آوازیں اُبھریں۔

’’ہیلو......!‘‘ میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے اُن سب کو دیکھا۔ میرے انداز میں حماقت تھی۔ لیکن میری نگاہوں نے اُن میں سے اپنے مطلب کی لڑکی تلاش کر لی۔ وہ لڑکی صورت سے کسی قدر بے وقوف نظر آ رہی تھی۔

’’تمہیں ساتھی کی تلاش ہے؟‘‘ ایک لڑکی نے کہا۔

’’یقیناً تم تنہا ہو۔‘‘ دوسری نے بدن لچکاتے ہوئے کہا۔

’’ہرگز نہیں...... ہرگز نہیں۔ میری بیوی اُس ٹیلے کے پیچھے لباس تبدیل کر رہی ہے۔ براہِ کرم! تم لوگ بھاگ جاؤ۔ وہ بہت خونخوار ہے۔ ابھی چند روز قبل اُس نے ایک ایسی لڑکی کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کان زخمی کر دیا تھا جس نے مجھے ڈارلنگ کہا تھا۔

''تب کیا تم اندھے ہو؟ یہ پتھر نہیں دیکھا تم نے؟'' ایک لڑکی ناک سکوڑ کر بولی اور واپس چل پڑی۔

''پپ..... پتھر؟'' میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں مُڑ کر دیکھا۔

''اوہ..... یہ احمق ہے۔ آؤ! چلیں۔'' لڑکیوں نے ایک دوسرے سے کہا اور وہ واپس چل پڑیں۔ تب میں نے اپنی منتخب لڑکی کی کمر میں اُنگلی چبھوئی اور وہ اُچھل کر پلٹی۔

''کیا تم بھی مجھے احمق سمجھتی ہو؟''

''ابھی تک اسی جگہ کھڑے ہو؟'' وہ ناک سکوڑ کر بولی۔ ''اگر تمہاری بیوی نے تمہیں یہاں کھڑے دیکھ لیا تو تمہارا کان نہ زخمی کر دے؟''

''بیوی..... کون سی بیوی؟'' میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

''جو ٹیلے کے پیچھے ہیں۔'' اُس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ دوسری لڑکیاں آگے نکل گئی تھیں۔ ''کیا مطلب ہے اس ہنسی کا؟'' لڑکی تیکھے انداز میں بولی۔

''یہی کہ بے وقوف میں نہیں، تم ہو۔''

''کیوں.....؟''

''تم مجھے پسند آ گئی تھیں۔ اگر میں فوراً اعلان کر دیتا تو دوسری لڑکیاں ناک بھوں چڑھاتیں اور طرح طرح کی باتیں کرتیں۔ میں نے اُن تمام باتوں سے جان چھڑانے کے لئے یہ بکواس کی تھی۔''

''اوہ.....'' اُس نے حیرت سے ناک سکوڑ کر سیٹی بجائی۔ پھر مسکرانے لگی۔ دوسری لڑکیاں دُور چلی گئی تھیں۔ ''تب تو میں تمہارا شکریہ ادا کروں گی۔''

''کوئی بات نہیں۔ آؤ!'' میں نے اُس کا بازو پکڑا اور پتھر سے آگے بڑھ گیا۔ ''ہم دونوں کافی دیر تک ساتھ رہیں گے۔''

''یقیناً..... ویسے تم بہت چالاک ہو۔ میں تو مان گئی۔'' وہ میرے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

''کیا نام ہے تمہارا.....؟''

''ایلی..... ایلی سٹوکر۔'' اُس نے جواب دیا۔

''میرا نام براؤنسن ہے۔''

''تم سے مل کر خوشی ہوئی۔'' اُس نے رسمی جملے ادا کئے اور پھر ہاتھ بڑھا کر بولی۔ ''لاؤ! کھانے پینے کا سامان مجھے دے دو۔ تم تو کھانے پینے کا بھی بندوبست کر کے لائے ہو۔ ارے! اس میں بیئر بھی ہے؟''

''ہاں.....!''

''کتنی بوتلیں ہیں.....؟''

''دو۔'' میں نے جواب دیا۔

''ونڈرفل.....! تو کہیں بیٹھیں؟''

''نہیں..... ہم بوٹنگ کریں گے۔ جس قدر وقت گزارنا ہے، سمندر میں ہی گزاریں گے۔''

''اوہ.....'' اُس نے خوشی سے چیخ ماری اور کھانے پینے کی چیزوں کا تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر بولی۔ ''میرا لباس کلوک رُوم میں ہے۔ کیا لے لوں؟''

''لے آؤ تو بہتر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب تم بوٹنگ سٹیشن پر چلو۔ میں ابھی آئی۔'' اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ کل چیز میرے پاس ہی تھی اس لئے مجھے فکر نہیں تھی۔ میں نے مسٹر اینڈ مسز براؤنسن کے سے بوٹ حاصل کی اور اُس کا انجن چیک کرنے لگا۔ ہوور کرافٹ بوٹ پرفیکٹ کنڈیشن تھی اور اُسے مرضی کے مطابق چلایا جا سکتا تھا۔ کرایہ ادا کر کے میں نے بوٹ قبضے میں کر اور چند ساعت کے بعد ایلی میرے پاس پہنچ گئی۔ وہ مسکراتی ہوئی بوٹ میں آ بیٹھی تھی۔ نے پھلوں کی ٹوکری اور کھانے کی دوسری چیزیں نمایاں طور پر رکھ لیں تا کہ دُور سے ہی را سکیں۔ اور پھر ڈوری کھینچ کر بوٹ کا انجن سٹارٹ کر لیا۔ بوٹ، سمندر کے سینے پر نے لگی۔ ایلی میرے نزدیک ہی آ بیٹھی تھی۔ اُس نے میری ران پر چہرہ رکھ لیا اور نیم باز نوں سے میری شکل دیکھ رہی تھی۔

''اپنے بارے میں اور کچھ نہیں بتاؤ گے.....؟'' بالآخر اُس نے کہا۔

''کیا ضروری ہے؟'' میں نے نیم باز آنکھوں سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں..... جب دو ساتھی ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے شناسائی حاصل کرنے کے لئے چند باتیں ضروری ہوتی ہیں جو میں نے تم سے پوچھیں۔ یہ غیر فطری تو نہیں ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ٹھیک ہے ایلی! لیکن بجائے اس کے کہ ہم فضول باتوں میں اُلجھیں، اپنی اپنی باتیں کیوں نہ کریں؟ ظاہر ہے تم میری چند لمحات کی ساتھی ہو۔ اس کے بعد تم چلی جاؤ گی۔ پھر اگر تمہیں اپنے بارے میں کچھ بتا بھی دیتا ہوں تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ تو نہ ہوگا۔ بس یوں کہو کہ وقت گزاری کے لئے کچھ باتیں کرنا ہوتی ہیں۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے...... تمہاری مرضی۔ ظاہر ہے، تم جس طرح پسند کرو۔'' وہ میرے نزدیک کھسک آئی اور پھر اُس نے میرے سینے پر اپنا رُخسار ٹکا دیا۔ ''کیا مجھے رات کو بھی تمہارے ساتھ ہی رہنا ہوگا؟'' اُس نے پوچھا۔

''اس کے بارے میں بعد میں فیصلہ کریں گے ایلی! تاہم یہ ضروری تو نہیں ہے کہ جسے کچھ وقت کا ساتھی منتخب کیا جائے، اُس کے بارے میں اس انداز میں بھی سوچا جائے۔ البتہ میں تمہیں اپنے ساتھ لانے کا پورا پورا معاوضہ ادا کروں گا۔''

''اوہ......'' ایلی نے ہونٹ سکوڑے۔ ''میں معاوضے کی بات تو نہیں کر رہی تھی۔''

''نہیں ایلی! یہ ایک حقیقت ہے جس سے تم انکار نہیں کر سکتیں اور نہ میں اسے نظر انداز کر سکتا ہوں۔ بلکہ میرے خیال میں تو یہ بہتر ہے کہ پہلے تم یہ رقم رکھ لو۔'' میں نے اپنی جیب سے کچھ نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیئے۔

ایلی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن اُس نے مصنوعی انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ ''نہیں، نہیں...... تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں یہ نہیں لوں گی۔'' ایلی مصنوعی مسکراہٹ سے بولی۔

''رکھ لو، پلیز......'' میں نے کہا اور نوٹ زبردستی اُس کے مختصر سے اُوپری لباس میں ٹھونس دیئے۔

ایلی مسکرانے لگی۔ ''بڑے ضدی ہو۔'' اُس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ حالانکہ نوٹ مل جانے کے بعد وہ خاصی مطمئن اور مسرور نظر آتی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ ''تو تمہیں صرف ایک سمندری ساتھی کی ضرورت تھی۔''

''سمندری ساتھی کی نہیں بلکہ خشکی کے ساتھی کی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ ''ایلی! ایک بات تو بتاؤ!'' میں نے یونہی رواداری میں اُس سے پوچھا۔

''جی......!'' وہ مجھے دیکھنے لگی۔

''یہ سی وان کا کنارہ کس طرف ہے؟'' میں نے اُس سے سوال کیا۔

''سی وان...... وہ اُس طرف جو ایک اُونچی چٹان اُبھری نظر آ رہی ہے۔ جو شیر کے سر کی مانند معلوم دے رہی ہے، وہی سی وان ہے۔'' ایلی نے بہت دُور ایک سیاہ چٹان کی طرف اشارہ کیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ''کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہے تھے؟''

''اوہ...... کچھ نہیں۔ میں نے اس کے بارے میں سنا تھا۔''

''تو کیا تم مقامی نہیں؟''

''نہیں ایلی...... میں سیاح ہوں۔''

''اوہ...... کون سے ملک کے باشندے ہو؟''

''برطانوی ہوں......!''

''گڈ......'' ایلی نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

میں نے ہوور کرافٹ کا رُخ اُس سیاہ چٹان کی جانب کر دیا جو شیر کے سر کی مانند تھی۔ ہوور کرافٹ سمندر کے سینے پر اُچھلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

تب ایلی نے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا تم سی اسکیٹنگ نہیں کرو گے؟''

''نہیں...... مجھے اِس میں مہارت نہیں ہے۔''

''شوز ہیں......؟'' ایلی نے پھر پوچھا۔

''ہاں...... وہ بوٹ سٹیشن سے ساتھ ہی ملے تھے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر میں بوٹ اسکیٹنگ کروں گی۔'' اُس نے جواب دیا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔ ایلی نے بوٹ کے بیک ٹک سے رسے کسے اور پھر لکڑی کے لمبے جوتے اپنے پیروں میں باندھنے لگی۔ میں نے سوچا یہ بھی غنیمت ہے۔ ہمارے کسی مشغلے کو شبہ کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ چنانچہ میں نے اُسے بلا کسی تامل کے اس کی اجازت دے دی اور ایلی اسکیٹنگ شوز باندھ کر پانی میں اُتر گئی۔ میں نے ہوور کرافٹ کی رفتار تیز کر دی اور ہوور کرافٹ برق رفتاری سے سیاہ چٹان کی جانب بڑھنے لگا۔ ایلی اور ہوور کرافٹ کا فاصلہ کافی ہو گیا تھا۔ اور وہ سمندر کے سینے پر پھسلتی چلی آ رہی تھی۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے رسوں میں بندھا ہوا لکڑی کا تختہ پکڑا ہوا تھا اور بوٹ برق رفتاری سے سی وان کی طرف جا رہی تھی۔

ایلی اور ہوور کرافٹ کا فاصلہ کافی ہو گیا تھا۔ جب ہوور کرافٹ، سی وان کے نزدیک پہنچا، ایلی کافی دُور تھی۔ تب چند ہی لمحات کے بعد ہم سی وان کی جانب سے گزرے۔ اُس وقت میں نے سی وان کے ساحل سے سرخ اور سفید رنگ کی ایک بوٹ لگی دیکھی۔ اُس پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک فلیگ لہرا رہا تھا جس کا رنگ گہرا نیلا تھا اور درمیان میں سفید تیر کا نشان بنا ہوا تھا۔

یقینی طور پر یہ البرٹ کی موٹر بوٹ تھی جس کے بارے میں اُس نے مجھے ہدایت کی تھی۔ میں نے ہوور کرافٹ کا رُخ اُسی طرف کر دیا اور بوٹ کے کافی قریب سے گزرا۔ میں نے بوٹ پر موجود لوگوں کو دیکھا تھا۔ زیادہ تو نظر نہیں آیا البتہ اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ زیادہ آدمی نہیں ہیں۔ اور بوٹ جدید اور بے حد شاندار ہے۔

بہرحال! میں ایک بار اُس کے سامنے سے گزر گیا۔ اُسی وقت مجھے ایلی کی زوردار آوازیں سنائی دیں۔ ''مسٹر براؤنسن..... مسٹر براؤنسن! براہِ کرم! رفتار ہلکی کریں..... رفتار ہلکی کریں.....'' میں نے رفتار سست کر دی۔ ایلی نے پاؤں موڑ لئے اور پھر تیرتی ہوئی بوٹ پر آ گئی۔

''کیوں..... آپ تھک گئیں.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''نہیں..... یہ بات نہیں ہے۔'' وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

''ارے..... پھر کیا بات ہے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ..... وہ..... یہاں سے چلو! سی وان سے چلو..... جانتے ہو، وہ موٹر بوٹ کس کی ہے.....؟''

''میں نہیں جانتا، کس کی ہے؟''

''ڈیوک البرٹ کی۔ اُس کا فلیگ لہرا رہا ہے۔ اُس کے قریب سے گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ دیکھو! کوئی دوسری بوٹ بھی نزدیک نہیں ہے۔''

''کیا سمندر اُس کے باپ کی جاگیر ہے؟ جس کا دل چاہے، جہاں چاہے جائے۔'' میں نے جواب دیا۔

''پلیز براؤنسن..... پلیز! تم بتا چکے ہو، تم مقامی نہیں ہو۔ اس لئے تم البرٹ کے بارے میں بھی نہیں جانتے ہو گے۔ وہ بے حد خطرناک انسان ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جائے اس جرم میں کہ ہم اس لانچ کے نزدیک سے کیوں گزرے؟''

''اوہ..... یہ بات ہے؟''

''ہاں.....! وہ بے تاج شہنشاہ ہے۔''

''وہ تو میں بھی ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''پلیز..... ساری تفریح خاک میں مل جائے گی۔ چلو! دوسری طرف چلتے ہیں۔''

''ہرگز نہیں! میں کہہ چکا ہوں کہ میں بھی خود کو بے تاج بادشاہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے اَب ذرا اُس بوٹ کے نزدیک ہی پکنک منائیں گے۔'' میں نے بوٹ سٹارٹ کی اور اُسے سست رفتاری سے گھمانے لگا۔ پھر میں نے آہستہ آہستہ اُسے بوٹ کی طرف بڑھانا شروع کر دیا۔

''براؤنسن..... پلیز! رُخ بدل دو۔ ورنہ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔ براؤنسن! اس طرف نہیں..... نہیں جاؤ!'' ایلی نے احتجاج کیا اور میں نے پھلوں کی باسکٹ نکال کر اپنے نزدیک کر دی۔ پھر ایک سنگترہ نکال کر اُس کی طرف اُچھال دیا۔

''لو..... سنگترہ کھاؤ اور خاموش بیٹھو۔''

''دیکھو.....! اُس طرف مت جاؤ۔ ورنہ پھر مجھے کہیں اُتار دو۔ براؤنسن.....! اُس طرف مت جاؤ۔'' وہ شدید احتجاج کرنے لگی۔

میں نے گھور کر اُسے دیکھا۔ ''تم اُترنا چاہتی ہو.....؟''

''پلیز براؤنسن..... تم نہیں سمجھتے۔'' وہ انتہائی خوفزدہ انداز میں بولی۔ کیونکہ ہماری ہوور کرافٹ دوبارہ اُس لانچ کے نزدیک پہنچ رہی تھی۔ تب ہی لانچ پر سے کسی نے غرائی ہوئی آواز میں میگافون پر کہا۔

''اے..... اندھے ہو تم لوگ..... دیکھ نہیں سکتے اس وقت لانچ کھڑی ہے؟ ڈیوک البرٹ کی لانچ۔ خبردار! دوبارہ اس طرف سے گزرے تو گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔''

میں نے لانچ کی رفتار سست کر دی اور اُس شخص کی طرف دیکھنے لگا جو میگافون پر کھڑا یہ بات کہہ رہا تھا۔ اُس کے پیچھے ہی دو آدمی اور کھڑے تھے۔ تب میں نے ایک سنگترہ چھیلا اور اُس کی چند پھانکیں منہ میں ڈالتا ہوا بولا۔

''ہم لوگ سمندر کی سیر کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے، اس چھوٹی سی کشتی سے تمہیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟''

''بکواس کرتے ہو..... زندگی دوبھر ہو گئی ہے کیا؟'' لانچ پر سے پھر کہا گیا اور میں نے دوسرا سنگترہ اُٹھا لیا جس میں ہینڈ گرنیڈ پوشیدہ تھا۔

''ٹھیک ہے..... ہم جا رہے ہیں۔'' میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے ہینڈ گرنیڈ کا سیفٹی پن کھینچ کر کہا۔ ''لو..... تم اِس کا مزہ چکھو۔'' میں نے سنگترہ اُوپر اُچھال دیا اور وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اچانک یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ خوفناک دھماکہ ہوا تھا اور لانچ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موجود تینوں اُسی جگہ اُڑ گئے تھے، جہاں کھڑے تھے۔

ایلی کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ لانچ پر خوفناک دھماکہ ہوا تھا۔ میں نے ہوور کرافٹ کو پھر ایک چکر دیا۔ اس دوران میں دوسرا سنگترہ اُٹھا چکا تھا۔ پھر میں نے لانچ کے دوسرے حصے پر دوسرا بم پھینک مارا۔ اس کے بعد تو میں دیوانوں کی طرح ہوور کرافٹ کو اِدھر سے اُدھر گردش دینے لگا۔ میں نے وہ تمام بم نکال لئے جن میں، میں نے کارروائی کی تھی۔ اس کے بعد میں نے آگ لگانے والے بم بھی لانچ پر پھینکے اور اس کے بعد ایک طرف چل پڑا۔

لانچ پر آگ ہی آگ بکھری ہوئی تھی۔ لوگ چیخ رہے تھے۔ میں نے کافی دُور جانے کے بعد پھر ایک چکر اور لیا۔

ایلی اَب پتھر کے بت کی مانند ساکت بیٹھی ہوئی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کا ہارٹ فیل ہو گیا ہو۔ اُس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور میں اپنی باسکٹ سے وہ چیز نکال رہا تھا جو اس سلسلے کی آخری کڑی تھی۔ یعنی ایک سٹین گن..... جس کے تین پارٹ تھے۔ میں نے اُس کے پارٹ پھرتی سے جوڑے اور پھر پلٹا۔

لانچ میں بکھری ہوئی آگ اَب کسی بھی شخص کو اتنی مہلت نہیں دے رہی تھی کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کے علاوہ کوئی دوسرا کام کر سکے۔ چنانچہ لانچ سے لوگ سمندر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے چھلانگیں مارتے ہوئے لوگوں کے نشانے لئے اور سٹین گن کا دہانہ کھول دیا۔ گرتے ہوئے آدمیوں کو میں سمندر میں نشانہ بنا رہا تھا اور اُن کی خوفناک چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔

میں نے ہوور کرافٹ کو لانچ کے چاروں طرف پھرایا۔ اور جہاں بھی جو جاندار نظر آیا، اُسے گولی ماردی۔ پھر برق رفتاری سے وہاں سے چل پڑا۔ میری منزل ایک اور ساحل تھی۔

لڑکی نے اَب بات کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔ اُس کی سانس چل رہی تھی، جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ ورنہ اُس کے جسم میں اور کوئی تحریک نہیں تھی۔ اندازہ یہی ہوتا تھا کہ جیسے وہ مر چکی ہو۔ لیکن میں نے کسی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ میں نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا، اپنی مرضی کے مطابق۔ اور پھر میں ایک دُور ویران ساحل پر پہنچ گیا۔ ہوور کرافٹ کو جس حد تک خشکی پر چڑھایا جا سکتا تھا میں نے چڑھا دیا۔ اور اُس کے بعد اُس کا انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا۔ لڑکی کو ہوش آ چکا تھا۔ سو میں نے اُسے مخاطب کیا۔

"کیا تم بھی میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟" میں نے لڑکی سے پوچھا اور وہ ایک دم اچھل پڑی۔

"نہ..... نہ....." وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"اگر تم چاہو تو میں تھوڑے فاصلے پر تمہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ تم وہاں سے خاموشی سے اپنے گھر چلی جانا۔ میں نے اس وقت تک کا معاوضہ تمہیں دے دیا ہے۔ لیکن اگر تم نے زبان کھولی تو یہ اچھا نہ ہو گا۔ تمہاری یہ بات تمہیں ہی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کیونکہ تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔" میں نے کہا اور وہ گردن ہلاتی ہوئی نیچے اُتر آئی۔ اُس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ لیکن بہرصورت! میں اُس لڑکی کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ وہ کافی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ کافی فاصلے پر آنے کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگ ساحل پر گشت کر رہے ہیں۔ یہ بھی ایک تفریحی ساحل ہی تھا۔ میں نے سوچا یہ بھی غنیمت ہی ہے۔

جوڑے مٹرگشت کر رہے تھے۔ میں نے لڑکی کو ایک جگہ چھوڑ دیا۔ "یہاں سے تمہیں ٹیکسی مل جائے گی۔ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ ان واقعات سے شناسائی کا اظہار مت کرنا ورنہ مصیبت میں پھنس جاؤ گی۔" میں نے لڑکی کو وہیں چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اُس ساحل کی جانب جا رہا تھا جہاں میں نے یہ سب کارروائی کی تھی۔ لیکن اَب میں نے اپنا میک اَپ اُتار دیا تھا اور کس کی مجال تھی کہ مجھے پہچان سکتا؟

فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ چند لمحات کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ بات ایسی نہ تھی جو چھپی رہتی۔ لوگ صورت حال معلوم کرنے کے لئے دوڑ پڑے تھے اور سی وان کے ساحل پر بھی کافی رش ہو گیا تھا۔ بے شمار لوگ لاشیں اور سامان نکال رہے تھے۔ پولیس بھی پہنچ گئی تھی اور لوگوں کو سمندر سے نکل آنے اور وہاں سے ہٹنے کے لئے کہہ رہی تھی۔

میں خود تماشائیوں میں شامل ہو گیا۔ میرے حلق میں قہقہے مچل رہے تھے۔ ایک بھی آدمی زندہ نہیں نکالا جا سکا تھا۔ اَب تک اٹھارہ لاشیں نکل چکی تھیں۔ اُن میں بیشتر جھلسے ہوئے تھے اور بیشتر گولیوں کا شکار ہو گئے تھے۔

بہرحال! میں نے کئی گھنٹے وہاں گزارے۔ لاشوں کی تعداد بائیس ہو گئی تھی۔ اور لانچ کا ایک ٹکڑا بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ میرے سامنے ہی پانی میں بیٹھ گئی تھی۔ اس خوفناک حادثے کی اطلاع دُور دُور تک پھیل گئی تھی اور لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ پولیس کو حالات سنبھالنے میں بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر میں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنی کار لے کر چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں مارک کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا۔

مارک اس وقت موجود نہیں تھا۔ میں نے اطمینان سے غسل کیا، لباس تبدیل کیا۔ پھر اپنا میک اَپ درست کر کے آرام کرنے لیٹ گیا۔ ملازم نے مجھے شام کی چائے پیش کی تھی۔ چائے پینے کے بعد میں نے آلڈرے سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ٹیلی فون میں وہ مخصوص آلہ فٹ کرنے کے بعد آلڈرے کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔ ''مسٹر آلڈرے سے بات کراؤ۔'' میں نے کہا۔

''کون بول رہا ہے.....؟''

''فون آلڈرے کو دو.....!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''اوہ جناب.....! وہ موجود نہیں ہیں۔ لیکن مسٹر ایکس کے لئے وہ ایک پیغام دے گئے ہیں۔ کیا آپ.....؟''

''ہاں ٹھیک ہے.....! پیغام کیا ہے؟''

''آپ ٹھیک آٹھ بجے اُنہیں رِنگ کریں گے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے فون بند کر دیا۔ آلہ نکالا اور پھر واپس اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر گزری تھی۔ ذہن پر تکان چھائی ہوئی تھی۔ لیکن ایک آسودگی، ایک سکون بھی تھا۔

تبھی مارک، بھونچال کی طرح کمرے میں گھس آیا۔ اُس کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''مسٹر ڈینس..... مسٹر ڈینس.....!'' اُس نے بمشکل کہا اور میں نے پرسکون نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''کیا بات ہے.....؟''

''دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم! دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔'' اُس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

''کہاں سے آ رہے ہو مارک.....؟''

''بندرگاہ سے.....!'' مارک جلدی سے بولا۔

''کتنی لاشیں ہو گئیں.....؟''

''چوبیس..... اتنے ہی آدمی تھے۔ سب مارے گئے۔''

''چلو! ابتداء میں اتنے ہی کافی ہیں۔'' میں نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''لیکن..... لیکن..... اوہ! پورے شہر میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔ یہ سب تم نے تنہا کیا ہے؟ سنا ہے ایک لڑکی بھی تھی۔ کون تھی.....؟''

''چھوڑو مارک اِن باتوں کو۔ کرائے کی لڑکی تھی۔ میں نے کہا نا کہ ابھی تو ابتداء ہے۔ مجھے تو البرٹ نے مجھے دعوت دی ہے۔ اُس نے مجھے حکم دیا تھا، میں نے تعمیل کی۔ اس میں برا کیا قصور؟'' میں نے معصومیت سے کہا۔

''خدا کی پناہ..... خدا کی پناہ!'' مارک نے سر پکڑ لیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''مارک.....!'' میں نے اُسے آواز دی۔

''لانچ بھی تباہ ہو گئی۔'' مارک بے اختیار بول پڑا۔

''ابھی تو جزیرہ بھی تباہ ہو گا۔ لیکن مارک..... تم نروس ہو.....؟''

''کیا..... کیا مطلب؟''

''پریشان تو نہیں ہو.....؟''

''کمال ہے۔ حیرانی اور پریشانی میں فرق ہوتا ہے۔ میں تو اس جرات، اس دلیری اور کارکردگی پر حیران ہوں۔ ڈیوک سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ..... وہ، لیکن اگر تم مجھے خوفزدہ مجبور ہے تو یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔''

''تب کھیل دیکھتے رہو مارک! بس..... رازداری شرط ہے۔ عام لوگوں کو تفصیل نہیں معلوم ہونی چاہئے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مگر ڈینس! بس، دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں گود میں اُٹھا کر چوم لوں۔ کیا خوف ناک جواب دیا ہے۔ اوہ..... ڈیوک کی کیا کیفیت ہو گی؟'' مارک نہ جانے کیا کیا کہتا رہا۔ بہرحال! پھر میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رات کو آٹھ بجے میں نے آلڈرے کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً فون ریسیو کیا گیا تھا اور فون پر آلڈرے ہی تھا۔ ''آلڈرے سپیکنگ!'' اُس کی آواز سنائی دی۔

''اوہ..... ڈیئر آلڈرے! ادھر تمہارے دوست کے علاوہ کون ہوسکتا ہے؟'' میں نے کہا۔

''میں تمہارے فون کا ہی انتظار کر رہا تھا۔''

''کیا حال ہے ڈارلنگ.....!''

''تم نے..... تم نے ڈیوک کی لانچ تباہ کر دی؟'' آلڈرے سرسراتی آواز میں بولا۔

''اس میں میرا کیا قصور ہے آلڈرے؟ ڈیوک البرٹ کو پہلی ملاقات کا کوئی نہ کوئی تحفہ دینا ہی تھا۔'' میں نے معصوم لہجے میں کہا۔

''آہ..... تمہارا نہ جانے کیا حشر ہوگا؟'' آلڈرے نے آہستہ سے کہا۔

''تم میری ماں نہیں ہو آلڈرے! جو میرے لئے فکر مند ہو۔ ویسے ڈیوک کو میرے بارے میں تم نے ہی بتایا ہوگا۔''

''ہاں..... لیکن میں نے تفصیل نہیں بتائی تھی۔ ویرا کا ذکر بھی نہیں کیا تھا تمہارے نام کے ساتھ۔ اور میرا خیال ہے، میں نے عقل مندی ہی کی تھی۔''

''وہ کس لحاظ سے.....؟''

''میں نے ڈیوک سے درخواست کی تھی کہ ویرا کو یہاں بھیج دے۔ مجھے اُس سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اس کے بعد میں اُسے واپس کر دُوں گا۔ اور ڈیوک اس پر آمادہ ہوگیا۔ تم نہیں جانتے، وہ معمولی معمولی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ میرا پروگرام یہ تھا کہ ویرا یہاں آ جائے۔ میں اُسے تمہارے حوالے کر کے این کو حاصل کروں۔ پھر ڈیوک سے کہہ دُوں کہ ویرا فرار ہوگئی۔ میں اُس سے اُس کی تلاش کا وعدہ لے لوں گا۔ اس طرح میری بھی تو مجھے مل جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ ڈیوک مجھ پر ناراض ہوگا۔''

''اوہ..... آلڈرے ڈارلنگ! مجھے تمہارے اِن الفاظ سے فریب کی بو آ رہی ہے۔''

''کیا..... کیا مطلب؟''

''تمہارا یہ پروگرام فریب پر مبنی ہے۔''

''کیوں.....؟'' آلڈرے کی آواز میں حیرت تھی۔

''تم ٹیلی فون پر اس آزادی سے ڈیوک کے ساتھ کئے جانے والے فریب کے بارے میں بات کر رہے ہو۔ جبکہ دوسری طرف تم بالمقابل بیٹھ کر بھی اُس کے خلاف گفتگو سے خوف زدہ ہو۔''

''معاملہ میری بیٹی کا ہے مسٹر ایکس! اور پھر میں خود بھی گدھا نہیں ہوں۔ میں جس ٹیلی فون پر گفتگو کر رہا ہوں، وہ میرا ذاتی ہے۔ اور اس کے نمبر ڈائریکٹری میں نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ تم جس فون پر گفتگو کرتے ہو، اس کے بارے میں بھی کسی ایکسچینج میں کوئی رپورٹ نہیں ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ بات مجھے معلوم نہ ہوگی؟''

''اوہ..... تب ٹھیک ہے آلڈرے! میرا شبہ دُور ہوگیا۔'' میں نے جواب دیا۔

''شکریہ..... پھر اَب پروگرام بتاؤ۔''

''پروگرام تو تم ہی بناؤ گے۔''

''ویرا کل صبح پہنچ جائے گی۔''

''کس وقت.....؟''

''گیارہ، ساڑھے گیارہ بجے تک۔''

''پروگرام حسب معمول ہے۔ تم ویرا کو میرے حوالے کر دو گے۔ اُس سے معلومات حاصل کی جائیں گی۔ اور پھر اُنہی معلومات کے تحت این کو تمہارے حوالے کیا جائے گا۔'' میں نے جواب دیا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر آلڈرے کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''مسٹر ایکس.....!''

''یس آلڈرے ڈیئر.....؟''

''کیا تم شادی شدہ انسان ہو؟ کیا تمہاری کوئی اولاد ہے.....؟''

''نہیں دوست..... کیوں؟''

''افسوس! کاش تم ایک باپ ہوتے اور یہ جان سکتے کہ آدمی کتنا ہی برا ہو، اپنی اولاد کے لئے کس قدر جذباتی ہوتا ہے۔ میرا ایک ایک لمحہ این کی یاد میں تڑپتے گزر رہا ہے۔ میں محبت کے نام پر تم سے ایک درخواست کرتا ہوں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا......؟" میں نے پوچھا۔

"اوّل تو مجھے یقین ہے کہ ویرا کے ساتھ کوئی غیر انسانی سلوک نہیں ہوا ہوگا۔ کیونکہ ڈیوک کے پاس بے شمار لڑکیاں ہیں۔ ویرا اُنہیں پسند ضرور آئی تھی۔ لیکن اتنی جلدی وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ایسی بات ہو بھی گئی ہے تو انسانیت کے نام پر اُسے معاف کر دینا۔ این کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے مسٹر ایکس! میری درخواست ہے، اُسے کوئی نقصان نہ پہنچانا......!" آلڈرے گلوگیر لہجے میں بولا۔

میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ویرا بھی تو کسی کی عزت تھی۔ وہ بھی تو انسانیت کے رشتوں سے منسلک کی جا سکتی تھی۔ تم نے اِس بات کو کیوں فراموش کر دیا مسٹر آلڈرے؟"

"جو کچھ ہو چکا ہے، اسے نظر انداز کر دو۔ میں اس کے عوض تمہیں سب کچھ دینے کو تیار ہوں۔ جو بھی تم چاہو۔ یوں بھی ہم یہ بات دعوے سے نہیں کہہ سکتے کہ ویرا کے ساتھ کوئی برا سلوک ہوا ہے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ تم اُسے معاف کر دینا۔ اس کے ساتھ میں دس ہزار پونڈ کی رقم بھی بھجوا رہا ہوں۔"

"میں عزت و انسانیت کے سودے نہیں کرتا مسٹر آلڈرے! بہرصورت! ویرا کے ملنے پر ہی باقی گفتگو ہوگی۔"

"میری ایک اور درخواست ہے مسٹر ایکس!" آلڈرے نے کہا۔

"کیا......؟"

"کیوں نہ تم این کو ویرا کے ساتھ ہی واپس کر دو......؟"

"کیا مطلب......؟"

"جونہی ویرا تمہیں ملے، تم این کو ہمارے سپرد کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی قسم کی کوئی بدمعاملگی نہیں ہوگی۔"

"میں بھی وعدہ کرتا ہوں مسٹر آلڈرے! ویرا کے پہنچتے ہی میں پہلے اُس سے معلومات حاصل کروں گا اور تمہیں اس سے آگاہ کر سکوں گا۔"

میں چند ساعت سوچتا رہا۔ این کے لئے جو کچھ میں نے سوچا تھا، وہ تو یہی تھا کہ میں اُسے کوئی نقصان نہ پہنچاؤں۔ ویرا، نہ بھی ملتی تب بھی این کو اُس کے حوالے کر دیتا۔ یہ الگ بات تھی کہ میں اس کے عوض ایک اچھی خاصی رقم حاصل کرتا۔

ڈرے نے جو پروگرام بتایا تھا، اس کے تحت بہرصورت! ویرا کو تو ہمارے پاس پہنچ
پھر کس کی مجال تھی کہ اُسے دوبارہ حاصل کر سکتا؟ البتہ اگر ڈیوک کو یہ پتہ چل گیا کہ
را کو حاصل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں تو آلڈرے کی شامت ہی آ جائے
لیکن آلڈرے خود ہی بھگتے گا۔ مجھے اس سے کیا؟ این کو میں خود بھی زیادہ دیر نہیں رکھ سکتا
نانچہ میں نے ایک گہری سانس لی اور کہنے لگا۔ "ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے! لیکن ویرا کو
ر اور بغیر کسی دقت کے پہنچ جانا چاہئے۔ اگر وہ نہ پہنچی تو این کو تمہاری نگاہوں کے
ہی گولی مار دی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

اور اس سلسلے میں کسی قسم کا فریب یا سازش نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ہوئی تو......"

یں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی قسم کی کوئی بد معاملگی نہیں کروں گا۔ ظاہر ہے، میری بچی
ے قبضے میں ہے۔" آلڈرے نے جواب دیا۔ وہ بالکل بے بس ہو گیا تھا جس کا
ا اُس کی آواز سے ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر ٹیلی فون بند کر دیا۔

ر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ اس وقت کوئی اور پروگرام تو تھا نہیں جس کے بارے میں
وچ کرتا۔ البتہ ویرا کی واپسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے یہ بھی طے کیا تھا
رے سے کل اس سلسلے میں بات کروں گا کہ ویرا کے لئے جو کھیل کھیلا جا رہا ہے، اس
ڈرے کا ہاتھ کس حد تک ہے؟ اور یہ معاملات کہاں تک پہنچے ہیں؟ اور اگر اس سلسلے
نہ ہو سکا تو مجھے خوشی ہی ہوگی...... میں نے سوچا تھا۔

انے کب تک میں خیالات میں ڈوبا رہا۔ اور پھر نیند آ گئی۔

رے دن میرا دوست مارک مجھے ملا۔ اُس نے اخبارات کے ڈھیر، میرے سامنے لگا
تھے۔ ہر اخبار میں ڈیوک البرٹ کی لانچ تباہ کئے جانے کا تذکرہ تھا۔ اُس کی تصاویر بھی
وئی تھیں۔ ڈیوک البرٹ کے اہم ترین لوگ مارے گئے تھے۔ ڈیوک البرٹ نے حکام
ی دی تھی کہ اگر دس گھنٹے کے اندر اندر قاتل کو یا اُس شخص کو جس نے ڈیوک البرٹ
ف سازش کی ہے، گرفتار کر کے ڈیوک کے حوالے نہ کر دیا گیا تو شہر کو جہنم کا نمونہ بنا دیا
۔ ہر جانب تباہی پھیل جائے گی اور پورے طور پر شہر کو تباہ کر دیا جائے گا۔

ت کی بات یہ تھی کہ یہ بیان اخبارات میں چھپا تھا۔ گویا حکومت اُس شخص کے سامنے
س تھی۔ اُس کی اس حرکت کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا تھا۔ وہ سرِ عام اُن لوگوں کو چیلنج

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر سکتا تھا۔

دفعتہً مارک بولا۔ ''تم نے ڈیوک پر جو ضرب لگائی ہے، میرا خیال ہے ڈیوک البرٹ ساری زندگی اُس کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ یہ اُس کے منہ پر طمانچہ ہے اور ڈیوک تو مکھیوں کو بھی اپنے علاقے میں اُڑنے نہیں دیتا۔ اتنا ہی خطرناک ہے وہ۔'' مارک مسکراتے ہوئے کہا۔

''مارک! میں تم سے زیادہ بڑی بڑی باتیں نہیں کروں گا۔ لیکن تم دیکھو گے کہ ڈیوک کو خارش زدہ کتے کی مانند سڑکوں پر نہ نکال لاؤں تو مجھے ڈینس مت کہنا۔'' میں نے کہا۔ مارک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

کافی دیر تک وہ مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ اُس کے چہرے پر عقیدت آثار تھے۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یقیناً...... تمہیں دیکھ کر یہ بات ممکن ہے مسٹر ڈینس!'' اُس نے جواب دیا۔

''آلڈرے بھی جھک گیا ہے۔''

''اوہ...... کیا مطلب؟'' مارک نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میری دوست ویرا، واپس آ رہی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ...... بہت خوب۔ بڑی بات ہے۔ میرا خیال ہے، لانچ کی تباہی کے بعد آلڈرے کے حواس جواب دے گئے ہوں گے۔''

''اس کے ساتھ دس ہزار پونڈ بھی۔''

''خوب...... کیا مسٹر آلڈرے کو لانچ کی تباہی کے بارے میں علم ہے کہ اس میں آپ کا ہاتھ ہے؟''

''ہاں...... مکمل طور پر۔''

''مزہ آ رہا ہے کام کرنے میں۔ میرے لئے کیا حکم ہے چیف؟'' مارک نے پوچھا۔

''ابھی کچھ نہیں مارک! آج آلڈرے سے فائنل بات ہو جائے گی۔ میں اُسے ویرا کے حصول کے لئے تجاویز پیش کر دوں گا۔''

''آپ نے کیا سوچا ہے مسٹر ڈینس؟''

''بتا دوں گا۔ ابھی مت پوچھو۔''

''او کے...... او کے۔'' مارک نے جواب دیا۔ ٹھیک بارہ بجے میں نے آلڈرے کو فون...

دوسری طرف آلڈرے میرے انتظار میں تھا۔

''مسٹر ایکس...... مسٹر ایکس! میں کافی دیر سے فون پر بیٹھا تمہاری کال کا انتظار کر رہا ہوں۔'' اُس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

''کہیے مسٹر آلڈرے!''

''وہ واپس آ گئی ہے۔''

''گڈ...... کیا حالت ہے اُس کی......؟''

''بالکل ٹھیک ہے۔ اُس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ لیکن اُسے میری بات کا یقین بھی نہیں آیا ہے۔ جب میں نے اُسے بتایا کہ میں تمہیں آزاد کر رہا ہوں تو وہ ایک طنزیہ ہنسی ہنس کر رہ گئی تھی۔ بہرحال! یہ بات یقینی ہے کہ ڈیوک اُسے لے جا کر بھول گئے تھے۔ اُنہوں نے ایک بار بھی اُس سے ملاقات نہیں کی۔'' آلڈرے نے بتایا۔

''او کے مسٹر آلڈرے! تم اُسے کب میرے حوالے کر رہے ہو؟''

''اب جب تم کہو۔''

''بس...... تو دیر کس بات کی ہے؟ آج شام کو چھ بجے۔''

''پروگرام کیا رہے گا؟''

''ویرا، ڈرائیونگ جانتی ہے۔ اور یقیناً تمہاری بیٹی این بھی۔ این کو کار دے دی جائے گی۔ تم بھی ویرا کے سپرد ایک کار کر دو۔ ویرا اُس کار کو سنسان اور بدلے بدلے راستوں پر چلائے گی۔ ہم کسی بھی جگہ اُسے پک کر لیں گے۔''

''اور این......؟''

''این اپنی کار میں تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔'' میں نے جواب دیا اور آلڈرے چند ساعت کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''مجھے منظور ہے۔ لیکن کیا تم اپنے وعدے کی پابندی کرو گے......؟''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''میں وعدے کے مطابق ویرا کو دس ہزار پاؤنڈ کے نوٹ بھی دُوں گا۔''

''اس کے لئے خصوصی شکریہ۔'' میں نے کہا۔ اور پھر سارے معاملات طے کرنے کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ اُس کے بعد میں نے مارک کو اس پوری تفصیل سے آگاہ کیا۔ مارک نے گردن ہلائی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میرے سپرد کیا ڈیوٹی کی گئی ہے باس؟ اوہ.....سوری مسٹر مارک!''

''آلڈرے کی جانب سے ہر کارروائی کا اندازہ لگانا ہے۔ ظاہر ہے، وہ ڈیوک کا آدمی ہے۔''

''مارک دل و جان سے حاضر ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ ''ویرا کو پہلی بار کہاں چیک کیا جائے گا؟''

''ایفل ٹاور کے نزدیک۔''

''او کے.....!'' مارک بولا۔ اور پھر ہم دونوں اس سلسلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگے۔

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے مارک نے کنسولین ڈیری کا ایک منی ٹرک میرے حوالے کر دیا۔ اُس میں دودھ کے ڈبے لدے ہوئے تھے۔ میرے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور سر پر پرانا ہیٹ تھا جو مجھے لازمی طور پر کسی ڈیری فارم کا ملازم ظاہر کرتا تھا۔ اور میں ٹرک لے کر چل پڑا۔ مارک اور اُس کے ساتھیوں نے دوسری گاڑیاں سنبھال لی تھیں۔ پھر ہم ایفل ٹاور کی جانب چل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ رُک کر مارک نے این کو جانے کی اجازت دے دی۔ این کے سپرد ایک چوری کی کار کر دی گئی تھی۔ چڑیا کو پنجرے سے آزاد کر دیا تھا۔

مارک نے اس طرح اُسے چھوڑنے کی مخالفت کی تھی۔ لیکن میں اَب کھیل بدلنا چاہتا تھا۔ آلڈرے اگر این کو حاصل کر لیتا ہے اور کوئی فراڈ کرتا ہے تو اس کا یہی مقصد تھا کہ وہ ویرا کو حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ ویرا کے سلسلہ میں این کو روکنا بیکار تھا۔ اور پھر اُس معصوم لڑکی کو میں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اُسے چھوڑ دینا بہتر سمجھا۔ آلڈرے سے نمٹنے کے لئے دوسرا بندوبست بھی کیا جا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایفل ٹاور کے نزدیک پہنچ گیا۔ مارک اور اُس کے ساتھی دُور تک پھیل گئے تھے۔ میں نے ٹرک وہاں روک کر دودھ کی بوتلوں کا ایک پیکٹ اُٹھایا اور ایک طرف بڑھ گیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جو وقت دیا گیا تھا، اس کے پورا ہونے میں صرف ایک منٹ باقی تھا۔

ٹھیک ایک منٹ کے بعد میں نے سرخ رنگ کی ایک کار دیکھی۔ جو ایفل ٹاور کے بالکل نزدیک رُکی تھی اور اُس میں ڈرائیونگ سیٹ پر ویرا بیٹھی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور ٹرک میں آ بیٹھا۔

ویرا نے چند ساعت یہاں رُک کر اُلجھی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی۔ میں نے ٹرک سٹارٹ کر کے دُور کھڑے مارک کو دیکھا اور مارک اپنی کار میں جا بیٹھا اور پھر ہم ویرا کے پیچھے چل پڑے۔ لیکن یہ تعاقب نہایت شاندار تھا۔ مجال ہے کسی کو شبہ ہو جائے۔ ٹرک کافی فاصلے سے چل رہا تھا۔ ویرا تقریباً پون گھنٹے چکراتی رہی اور پھر وہ تنگ آ کر ایک جگہ کار روک دی۔ تب میرے اشارے پر مارک اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس دوران ہم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا۔

مارک نے ویرا سے نہ جانے کیا گفتگو کی۔ بہرحال! ویرا اُتر کر مارک کی گاڑی میں جا بیٹھی اور مارک نے کار آگے بڑھا دی۔ میرا ٹرک اور دوسری گاڑیاں بدستور پیچھے لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اُوپر بھی دیکھ لیا تھا۔ تعاقب ہیلی کاپٹر سے بھی کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایسی بھی کوئی چوبیشن نہیں تھی۔ بہرحال! اس سے زیادہ چیکنگ نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم اصل جگہ پہنچ گئے۔ اور پھر ٹرک مارک کی کار کے نزدیک ہی رُک گیا۔ باقی دونوں گاڑیاں اَب بھی مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔

میں نیچے اُتر گیا۔ ویرا تھکی تھکی نظر آ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے اور چہرہ زرد نظر آ رہا تھا۔ ہم لوگ اُسے لئے ہوئے قید خانے میں پہنچ گئے۔ مارک باہر ہی رُک گیا تھا۔ میں نے دوسرے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر ویرا کے سامنے پہنچ گیا۔

ویرا نے مجھے دیکھا۔ لیکن اس انداز میں جیسے پہچانتی ہی نہ ہو۔ ''ویرا.....!'' میں نے اُسے آواز دی۔

''اوہ، آپ.....آپ مسٹر ایکس ہیں؟'' ویرا نے کہا۔

''ویرا.....؟'' میں چونک پڑا۔ یہ ویرا کی آواز تو نہیں تھی۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لئے سناٹا چھا گیا۔ گویا آلڈرے چوٹ کر گیا۔ لیکن پھر دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔ میں نے غور سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم ویرا نہیں ہو.....؟''

''مسٹر ایکس آپ ہی ہیں.....؟''

''نہیں..... یہاں سے تمہیں اُن کے پاس لے جایا جائے گا۔ لیکن تم.....؟''

''میرا نام مونیکا ہارپن ہے۔ میرے چہرے پر ویرا کا میک اَپ کیا گیا ہے۔ مجھے ہدایت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی گئی ہے کہ خود کو ویرا کہوں۔ اور اس قابل ہو سکوں کہ آپ کو دھوکہ دُوں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ممکن ہے، اس دھوکہ دہی پر مجھے آپ لوگوں کے عتاب کا شکار ہونا پڑے۔ میں اس کے لئے تیار ہوں۔''

لڑکی کا لہجہ اور اُس کا انداز انوکھا تھا۔ میں اُسے تعجب سے دیکھتا رہ گیا۔ پھر میں نے مارک کو اِشارہ کیا اور مارک میرے قریب پہنچ گیا۔

''گڑبڑ ہو گئی مارک.....!''

''کیا چیف.....؟''

''لڑکی اصلی نہیں ہے۔ میک اَپ کر کے دوسری بھیج دی گئی ہے۔''

''ارے.....!'' مارک اُچھل پڑا۔ ''کیسے پتہ چلا چیف.....؟''

''اس نے خود بتایا ہے۔''

''باپ رے باپ..... پھر اَب چیف؟''

''لڑکی کو یہاں تک لانا غلط رہا۔ بہرحال! میں اسے عقبی عمارت کی طرف لے جاتا ہوں۔ بعد میں سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔''

''ٹھیک ہے چیف!'' مارک نے کہا۔ اور پھر وہ خود وہیں رُک گیا۔ میں لڑکی کو لے کر عمارت کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ اور پھر ایک گیلری سے گزر کر ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ لڑکی بدستور میرے ساتھ تھی۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر میں نے لڑکی کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

''پستول ہے تمہارے پاس.....؟''

''نہیں.....!''

''کوئی اور ہتھیار.....؟''

''ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''لباس اُتار دو.....!'' میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اُس نے صرف ایک لمحہ میری طرف دیکھا۔ اور دوسرے لمحے لباس کے بند کھولنے لگی۔ چند ساعت کے بعد اُس کا لباس ایک طرف پڑا تھا اور اُس کے چہرے پر پتھروں کا سا سکوت تھا۔ میرے دل میں نفرت کا لاوا کھول رہا تھا۔ اس لئے میں نے اُس کی حالت پر توجہ نہیں دی۔ بہرحال! اس کے ذریعے آلڈرے نے مجھے بے وقوف بنایا تھا۔

پھر میں نے آگے بڑھ کر اُس کے لباس کو ٹٹولا۔ دس ہزار پونڈ کے نوٹوں کی گڈیوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ جبکہ لباس میں نے اسی لئے اُتروایا تھا کہ ممکن ہے اس میں کوئی اور کوئی چیز ہو جو میرے خلاف آلڈرے کی مدد کر سکے۔

''یہ نوٹ آلڈرے نے مسٹر ایکس کے لئے دیئے ہیں۔'' لڑکی بولی۔

''بیٹھو.....!'' میں نے ایک صوفے کی طرف اِشارہ کیا اور وہ تھکے تھکے انداز میں صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ اپنی عریانی کا خیال کئے بغیر وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

''کیا آلڈرے نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے پاس پہنچنے کے بعد خود کو ظاہر کر دو؟''

''نہیں.....! اُس نے یہ نہیں کہا تھا۔ ہاں! یہ بتا دیا تھا کہ بہت جلد یہ پتہ چل جائے گا کہ میں ویرا نہیں ہوں۔ ممکن ہے اس کے بعد مجھ پر تشدد کیا جائے۔ لیکن..... لیکن یہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا کہ میں انتظار کروں۔ اس لئے میں نے خود ہی بتا دیا۔''

''تم ویرا کو جانتی ہو.....؟''

''نہیں..... قطعی نہیں۔''

''پھر تمہیں اُس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا.....؟''

''مختصراً بتایا گیا تھا۔''

''ہوں.....!'' میں نے غراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''اَب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟''

''جو دل چاہے۔'' وہ مُردہ سے لہجے میں بولی۔ اور میں نے اس کی آنکھیں بھیگتے دیکھیں۔ لیکن اُن آنسوؤں نے مجھے متاثر نہیں کیا تھا۔ یہ بھی آلڈرے کی کوئی چال ہو سکتی تھی۔ لڑکی اداکاری بھی کر سکتی تھی۔ وہ خود کو مظلوم بنا کر پیش کر رہی تھی۔ کامیابی کے ساتھ نکل جانے کے لئے۔ لیکن میں اَب دوسرے جال میں مشکل ہی سے پھنس سکتا تھا۔

''تم آلڈرے کی دھوکہ دہی میں برابر کی شریک ہو۔''

''ہاں.....!'' اُس کے منہ سے گہری سانس نکلی۔

''کیا تمہیں اندازہ نہیں تھا کہ اس دھوکہ دہی کے بدلے تمہاری گردن بھی آلڈرے کو دان کی جا سکتی ہے.....؟''

''تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو کر دو۔ مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔'' لڑکی نے جواب دیا۔ میری آنکھیں اُس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ لڑکی کا چہرہ، اُس کا بدن ایسا نہیں تھا جس سے اندازہ لگایا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جا سکے کہ وہ ایک اچھی زندگی گزار رہی ہے۔ تھکی تھکی سی..... بیمار بیمار سی۔

تب اچانک میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ اپنا اصلی چہرہ تو دکھاؤ۔'' میں اُس کے قریب پہنچ گیا اور ایک کرسی گھسیٹ کر اُس کے عین سامنے بیٹھ گیا۔ میرے خیال میں یہ بات بھی اُس کے لئے کافی تکلیف دہ ہونی چاہئے تھی کہ اُس کے بدن پر لباس نہیں ہے۔ اور کوئی اُس کے اس قدر قریب بیٹھا ہے۔

لیکن لڑکی کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نمودار نہ ہوئی۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے سے ویرا کے خدوخال کی ماسک اُتار دی۔ اندر سے جو چہرہ برآمد ہوا، وہ بے شک حسین تھا۔ لیکن سوکھے ہوئے گلاب کی مانند۔ اور یہ چہرہ تاثر چھوڑتا تھا۔ ہونٹوں کی تراش عمدہ تھی۔ لیکن وہ مُرجھائی پتّیوں کی مانند تھے۔ گال بچکے ہوئے تھے اور آنکھوں میں ویرانی چھائی ہوئی تھی۔

''مونیکا ہارپن! تم آلڈرے کے گروہ میں کب سے ہو.....؟''

''تقریباً چار سال سے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''کیا کرتی ہو.....؟''

''فقط کام..... جو بھی وہ میرے سپرد کرے۔''

''مسٹر ایکس کے بارے میں کیا جانتی ہو.....؟''

''نام کے علاوہ کچھ نہیں۔''

''ڈیوک البرٹ سے واقف ہو.....؟''

''اچھی طرح۔''

''خوب..... اُس کے جزیرے کو دیکھا ہے؟''

''دو سال وہاں گزارے ہیں۔''

''کیا واقعی.....؟'' میں اپنی دلچسپی کو نہ روک سکا۔ اور میرے ذہن میں فوراً ایک خیال آیا۔ اگر لڑکی سچ بول رہی ہے تو کام کی ثابت ہو سکتی ہے۔

''ہاں.....! میں وعدہ کرتی ہوں، ایک لفظ جھوٹ نہ کہوں گی۔ تم تصدیق کی حدود میں آنے کی کوشش کرو۔''

''چلو..... پھر تم سے باقاعدہ گفتگو ہو جائے۔ تم اُس گروہ میں کس طرح شامل ہوئیں؟ لیکن ٹھہرو! لباس پہن لو۔'' میرا ذہن شگفتہ ہو گیا تھا۔ آلڈرے کی حرکت کو چند ساعت کے

لئے میں نے نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ اُٹھی اور پھر اُس نے مجھ سے بدن چرائے بغیر، میرے سامنے ہی لباس پہن لیا۔ جیسے بدن پر لباس ہونے نہ ہونے کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ لباس سے فارغ ہو کر وہ میرے سامنے آ گئی۔

''بیٹھو.....!'' میں نے کہا اور اُس نے تعمیل کی۔ ''ہاں! تو تم اس گروہ میں کیسے شامل ہوئیں؟''

''عام سی کہانی ہے۔ گھریلو حالات سے مجبور ہو کر ملازمت کے لئے نکلی۔ والد کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس میں اُن کی دونوں ٹانگیں کٹ گئیں۔ باقی کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ آلڈرے سنز میں ملازمت کی۔ اُس وقت جوان اور خوبصورت تھی۔ جگہیں بدلتی رہیں۔ مسٹر آلڈرے جہاں ڈیوک کے بے شمار کام کرتے تھے، وہیں اس کے لئے خوبصورت لڑکیوں کا بندوبست کرنا بھی اُن کی ذمہ داری ہے۔ پھر ایک دن ڈیوک یہاں آئے اور مسٹر آلڈرے نے مجھے اُن کے سامنے پیش کر دیا۔ ڈیوک مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور کوئی روکنے والا تھا نہیں۔ ہاں! میں نے حتی المقدور احتجاج کیا تو میرے معذور باپ کو سڑک پر پھینکوا دیا گیا۔ میرے چھوٹے سے بھائی کو سمندر میں غرق کرنے کی دھمکی دی گئی اور میرا دماغ درست ہو گیا۔ ڈیوک ہر نئی لڑکی کو صرف ایک بار عزت بخشتے ہیں، پھر بھول جاتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکی میں جب تک وہ دل کشی رہے، اُن کے استعمال میں رہتی ہے۔ اور جب وہ دل کشی کھو بیٹھتی ہے تو پھر جس طرح زندگی گزارے۔ اگر اُس کی کارکردگی بہتر ہے تو اُسے کوئی ملازمت دلائی جا سکتی ہے۔ ورنہ..... ورنہ.....''

لڑکی بڑے صبر اور سکون سے یہ کہانی سنا رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ مگر کچھ خاصا متاثر ہوا۔

''ایک تکلیف اور دوں گا تمہیں۔''

''جی.....!''

''تم دو سال البرٹو جزیرے میں رہی ہو؟''

''ہاں.....!''

''مجھے اُس کا نقشہ سمجھاؤ۔ کیا یہ تمہارے لئے ممکن ہے؟''

''کیوں نہیں؟ لاؤ! ایک کاغذ لاؤ۔ میں تمہیں پورا نقشہ بنا کر دے سکتی ہوں۔ تھوڑی سی جغرافیہ سے واقف ہوں۔ یہ میرے اُس وقت کا شوق ہے جب میں زندہ تھی۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بہت شکریہ.....!'' میں نے کہا۔ اور چند ساعت کے بعد میں نے اُسے ایک بڑی شیٹ اور قلم وغیرہ فراہم کر دیئے۔ سکیل اور قلم کی مدد سے لڑکی نے پورے جزیرے کا نقشہ بنا دیا۔ ایک ایک چیز واضح کر دی تھی۔

آلڈرے سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُس کی اس حرکت سے میں نے کتنا بڑا فائدہ اُٹھایا تھا۔ بلاشبہ میرے ذہن سے تمام کدورت دُھل گئی تھی۔ اُس نے نقشہ مکمل کر لیا تو میں اُس سے تفصیلات پوچھنے لگا۔ اور اُن تفصیلات کو میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا اور پھر لڑکی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔

''کیا تم مجھ سے ملاقات کے اِس حصے کو حذف کر سکتی ہو؟''

''میں نہیں سمجھی.....!''

''یہاں سے جا کر آلڈرے کو رپورٹ ضرور دو گی؟''

''جا کر.....؟ تو کیا تم مجھے جانے کی اجازت دے دو گے؟''

''تم سے کیا کہا گیا تھا؟''

''یہی کہ اس کام کے سلسلہ میں میری زندگی کا چانس بہت کم ہے۔ جس شخص کے پاس مجھے بھیجا جا رہا ہے، وہ فطرتاً درندہ ہے۔ اصلیت معلوم ہونے پر ممکن ہے وہ فوراً میری گردن دبا دے۔ میں اُن سے وعدہ لے کر آئی ہوں کہ میری موت کے بعد دل سال تک میرے گھر والوں کو میری تنخواہ ملتی رہے گی۔''

''ہوں.....تو پھر کیا خیال ہے؟''

''کیا تم واقعی مجھے جانے کی اجازت دے دو گے.....؟''

''تم ابھی جا سکتی ہو۔'' میں نے کہا اور وہ متحیر کن نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ ''تو کیا مجھے مسٹر ایکس کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا؟''

''چھوٹے موٹے معاملات میں وہ بذاتِ خود حصہ نہیں لیتا۔'' میں نے کہا اور لڑکی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر اچانک اُس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ وہ اس طرح بلک بلک کر روئی کہ میں دہل گیا۔ لیکن میں نے اُسے خاموش کرانے کی کوشش نہیں کی اور اُسے رونے دیا۔ کافی دیر تک وہ روتی رہی۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ خود ہی خاموش ہو گئی۔

''تمہارا کیا نام ہے.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''پارکر.....!'' میں نے فوراً جواب دیا۔

''کیا تم نے میرے اُوپر احسان نہیں کیا ہے پارکر؟ کیا تم نے غیر معمولی ہمدردی کا ثبوت نہیں دیا ہے؟''

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے مِس ہارپن.....!''

''کیا ایک کمزور انسان، ایک طاقت ور انسان سے کچھ مانگنے کا حق نہیں رکھتا.....؟''

''بلاشبہ رکھتا ہے۔''

''پارکر.....! میں بے سہارا ہوں۔ میں بالکل بے سہارا ہوں۔ ساری دنیا کی طرف نگاہیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہوں۔ ایک بھی دوست نظر نہیں آتا۔ ہر چہرہ دشمن ہے۔ کسی کے دل میں رحم بھی آتا ہے تو وہ ڈیوک کا نام سن کر کان پکڑ لیتا ہے۔ لیکن تم اُس سے خوف زدہ نہیں معلوم ہوتے۔''

''ہاں.....! میں اُس سے خوف زدہ نہیں ہوں۔''

''میری کچھ مدد کر سکتے ہو.....؟''

''کہو.....!''

''مجھے اُن کے جال سے نکال دو۔ مجھے اس اذیت کی زندگی سے نجات دلا دو۔''

''مجھے بتاؤ.....! میں کیا کروں؟''

''دو کام..... یا تو مجھے قتل کر دو۔ یا پھر مجھے مُردہ مشہور کر دو۔ میں گمنامی کے کسی گوشے میں زندگی گزار دُوں گی۔ میرے گھر والوں کو میری اس قربانی کا معاوضہ ملتا رہے گا۔ میں دُور سے اُن پر نگاہ رکھوں گی۔ میں..... میں..... کیا میں انسان نہیں ہوں؟ بولو.....! میں انسان نہیں ہوں؟'' اُس نے روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

میں کچھ سوچنے لگا۔ لڑکی کی کہانی واقعی دلگداز تھی۔ اُس کی مدد کرنی چاہئے۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لی اور پھر گردن موڑتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے مونیکا! تم محفوظ ہو۔''

''کس طرح.....؟'' اُس نے سوال کیا۔

''تم خود کو آزاد سمجھو۔ جیسا کہ میں کہہ چکا، میں تمہارے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرا دُوں گا۔ تاکہ تمہارے خدوخال بدل جائیں اور وہ لوگ تمہیں کبھی نہ پہچان سکیں۔ اس طرح تم آزادی سے زندگی گزار سکتی ہو۔ اس وقت تک چاہو تو یہاں رہو۔ میں تمہیں نئی زندگی گزارنے کا موقع فراہم کروں گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مونیکا ہارپن مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اُٹھی اور میرے پیروں میں جھک گئی۔ ''میرے نجات دہندہ......! تیرا یہ احسان ایک ایسی زندگی پر ہوگا جو اپنی مرضی سے سانس تک لینے کی نہیں ہے۔'' وہ اپنی آنکھیں میرے پیروں پر رگڑنے لگی۔ لیکن میں نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

''چونکہ! اب تم میری پناہ میں ہو۔ اس لئے ایک ٹھوس انسان کی حیثیت سے زندہ رہو۔ کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ آرام کرو۔'' میں نے کہا اور پھر میں اُسے اس کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ ذہن کسی قدر اُلجھن کا شکار تھا۔

باہر مارک سے ملاقات ہوئی۔ وہ بے چین نظر آتا تھا۔ ''ہیلو چیف......!'' اُس نے ... اور میں نے اُسے ایک کمرے میں لے جا کر تفصیل بتائی۔

''بڑا سور نکلا یہ آلڈرے۔ کیا تم اُس سے بات نہیں کرو گے......؟''

''کروں گا...... بہت جلد۔'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر مسکرا کر اُس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''تمہیں آج ایک فہرست پھر نوٹ کرنی ہے۔ رات سونے سے پہلے ہمیں یہ چیزیں مہیا ہو جانی چاہئیں۔''

''حاضر ہوں......!'' مارک نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں اُسے تفصیلات نوٹ کرانے لگا۔

چھ نشانے تھے۔ جن کے لئے مارک نے بھی اپنی خدمات پیش کی تھیں اور مارک کے بارے میں، میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اَب اُسے ہر قیمت پر اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔ ایسا عمدہ شخص اور کہاں مل سکتا ہے' لیکن ابھی نہیں۔ ابھی تو میرے ذہن میں کچھ اور پرچھائیاں تھیں۔ کچھ اور خیالات تھے جنہیں پورا کرنے کے بعد ہی میں عملی زندگی میں آ سکتا تھا۔ اس لئے پہلے سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ نہ جانے حالات میرے لئے کون سا راستہ منتخب کرتے ہیں؟

پہلا نشانہ آلڈرے سنز کے دفتر کی عمارت تھی۔ شام کو چار بجے مارک، محکمہ ٹیلی فون کی گاڑی میں اپنے آدمیوں کے ساتھ گیا تھا اور اُس نے عمارت کی ٹیلی فون وائرنگ چیک کی تھی۔ اس دوران میں اُس نے اپنا کام پورا کر لیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے مسٹر آلڈرے کے مکان کے ٹیلی فون بھی درست کئے تھے۔ اور چھوٹے ڈائنامک بکس بہ آسانی آلڈرے کے مکان کے ٹیلی فون انسٹرومنٹ میں نصب کر دیئے گئے تھے۔ یہ ڈائنامائیٹ، ریڈیو کنٹرول تھے۔ مارک نے نہایت ترتیب سے اُن کے نمبر سیٹ کئے تھے۔ اس کے بعد چند لوگوں کو دتی

... کے ساتھ روانہ کر دیا گیا تھا۔ اُنہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ جہاں آلڈرے سنز کی ... دیکھیں، وہاں بم مار دیں۔ خواہ گاڑیوں میں کوئی بھی ہو، کتنے ہی آدمی ہوں۔ پرواہ ... جائے۔ اور ہم آپریشن کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر وقت مقررہ پر ہم بھی باہر نکل آئے۔ آلڈرے سنز سے تقریباً ایک فرلانگ دُور کنٹرول ... ایک کار میں نصب تھا اور میں یہاں موجود تھا۔ مارک بھی مجھ سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ اور پھر ہم نے پہلا بلاسٹ کیا...... آلڈرے سنز کی عمارت میں پہلا خوفناک دھماکہ ہوا اور شیشے ٹوٹنے کی آوازیں دُور دُور تک پھیل گئیں۔ پھر دو منٹ کے وقفے کے بعد میں نے دوسرا دھماکہ کیا اور لوگ اس عمارت سے دُور بھاگنے لگے۔

آناً فاناً وہاں ہجوم ہو گیا...... لوگ خوفزدہ نگاہوں اُس عمارت کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ... کے بعد دیگر میں نے کئی دھماکے کئے اور طوفان آ گیا۔ عمارت میں آگ لگ گئی تھی۔ ویسے ... ایسی جگہ تھی جہاں عمارتیں دُور دُور تھیں۔ اس لئے دوسری عمارتیں متاثر نہیں ہوئی تھیں۔ ... اس عمارت کے دروازے، کھڑکیاں اُچھل اُچھل کر دُور دُور تک جا رہی تھیں۔

سارے ڈائنامائیٹ بلاسٹ کرنے کے بعد میں نے کار سٹارٹ کی اور آلڈرے کی کوٹھی کی طرف چل دیا۔ نہ جانے آلڈرے کو عمارت کا حشر معلوم ہوا تھا یا نہیں؟ لیکن تھوڑی دیر کے بعد آلڈرے کی رہائش گاہ میں بھی قیامت آ گئی...... یہاں ہونے والے دھماکے گو زیادہ ... تو نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی کافی تباہی پھیلی تھی۔

عمارت کے مکین بری طرح بدحواس ہو کر باہر بھاگے تھے۔ اُن میں آلڈرے بھی شامل ... اور میں نے این کو بھی دیکھا۔ آلڈرے ننگے پاؤں تھا۔ میرے ذہن میں فوری طور پر ... ایک سکیم آئی تھی۔

''مارک......!'' میں نے آہستہ سے کہا اور مارک نہ جانے کیوں خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

''یس چیف......!'' وہ آہستہ سے بولا۔

''این کو پہچان لئے؟''

''ہاں چیف......!'' مارک نے جواب دیا۔

''بہترین موقع ہے۔ کار کا نمبر تو بدلا ہوا ہے ہی۔ میرا خیال ہے اسے دوبارہ اغواء کرا ... بسے۔ نہایت شاندار جواب رہے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ونڈرفل.....! چلیں۔'' مارک نے کہا اور میں نے کار آگے بڑھادی۔ عمارت میں اب بھی دھماکے ہو رہے تھے اور آلڈرے اس قدر بدحواس تھا کہ چاروں طرف سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے کار، این کے قریب روکی۔ مارک نیچے اُترا۔ اُس نے ایک ہاتھ این کے منہ پر جمایا۔ دوسرے سے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اُٹھالیا اور پھر برق رفتاری سے اندر ٹھونس دیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے کار آگے بڑھادی۔

حالانکہ جس جگہ سے این کو اغواء کیا گیا تھا، وہاں وہ تنہا نہیں تھی۔ لیکن کوٹھی کے دھماکوں سے لوگ اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ فوری طور پر کوئی کچھ بول بھی نہ سکا۔ اور پھر جب وہ چیخے تو کار بہت دُور نکل چکی تھی۔

☆

این، بچوں کی طرح منہ بسور رہی تھی۔ جس وقت سے آئی تھی مسلسل روئے جا رہی تھی۔ اَب تک میں نے اُس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور اپنے لوگوں کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ پھر جب ہمارا آخری آدمی بھی واپس آ گیا تو میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ وہ سب اپنا کام انجام دینے کے بعد بخیریت واپس آئے تھے۔

بلاشبہ آلڈرے کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا اور مارک اور اُس کے ساتھیوں نے میری بھرپور مدد کی تھی۔ آلڈرے سے جو دس ہزار پونڈ وصول ہوئے تھے، وہ میں نے اُسی وقت مارک اور اُس کے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے۔ وہ اس قدر معاوضے پر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ خود مارک کے حصے میں دو ہزار پونڈ آئے تھے اور وہ بہت خوش تھا۔

''یقین کرو مسٹر ڈینیل! میں تمہیں خوش کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ کام کرنے میں جو مزہ آ رہا ہے، وہ اس سے پہلے نہیں آیا۔ تم جس پھرتی سے بدلہ لیتے ہو، اس کا کوئی جواب نہیں۔ افوہ..... یہ تو مسلسل روئے جا رہی ہے۔'' وہ بور ہو کر درمیان میں بولا اور جھنجلائی ہوئی نگاہوں سے این کو دیکھنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم جاؤ مارک..... اَب میں اس سے گفتگو کروں گا۔'' میں نے کہا اور مارک مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''اَب تو اخلاق ختم ہوتا جا رہا ہے چیف! اس کے باپ نے بدعہدی کی ہے۔'' مارک نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ میں این کے قریب پہنچا۔

''ہیلو این.....!''

''بس، بس..... مجھ سے بکواس مت کرو۔ تم نے..... تم نے ہماری کوٹھی کو تباہ کر دیا ہے۔ اَب بھی تم یہی کہو گے کہ یہ سب مسٹر آلڈرے کے ایماء پر کیا گیا ہے؟'' این روتی ہوئی بولی اور اس معصوم لڑکی نے ایک بار پھر مجھے کشمکش میں مبتلا کر دیا۔

''نہیں این! اَب میں یہ بات نہیں کہوں گا۔''

''مجھے بتاؤ.....! تم مجھے دوبارہ کیوں لے آئے ہو؟ کیا میرے ڈیڈی سے تمہاری دشمنی نہیں ہے؟''

''ہے این.....!''

''کیوں..... آخر کیوں؟ اُنہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟''

''اگر تم خاموش ہو کر سنو تو بتاؤں۔''

''بتاؤ..... ہاں! بتاؤ۔'' وہ غرا کر بولی اور روتے روتے اس طرح پھر جانے پر مجھے ہنسی آ گئی۔ بہرحال! میں سنجیدہ ہو کر بولا۔

''سنو این! تمہارے ڈیڈی نے میری ایک عزیز ترین لڑکی کو اغواء کرایا ہے۔ میں نے اُن کی کافی منت سماجت کی کہ مجھے وہ لڑکی واپس کر دی جائے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ مجبوراً میں نے تمہیں پہلی بار اغواء کیا۔ اور پھر اُس سے کہا کہ وہ ویرا کو واپس کر دے۔ تب اُس نے وعدہ کیا اور کہا کہ میں این کو واپس کر دُوں۔ لیکن اُس نے مجھے پھر دھوکہ دیا۔ ایک دوسری لڑکی پر ویرا کا میک اَپ کر کے میرے پاس بھیج دیا گیا۔ اور میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اَب بتاؤ میں اُسے اس بدعہدی کی سزا کیوں نہ دیتا؟''

این میری گفتگو غور سے سن رہی تھی۔ ''کیا تم درست کہہ رہے ہو؟''

''ایک ایک لفظ.....!'' میں نے پرزور لہجے میں کہا۔

''لیکن ڈیڈی نے ایسا کیوں کیا؟ اُنہوں نے..... اُنہوں نے..... کیا وہ تمہاری محبوبہ تھی؟'' این نے اُلجھے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''ہاں..... یہی سمجھ لو۔''

''تب تو تمہارا غصہ بجا ہے۔ مگر وہ کیا کہتے ہیں؟''

''کہتے ہیں کہ ویرا کو ڈیوک البرٹ لے گیا۔''

''اوہ..... مسٹر البرٹ اُس کا کیا کریں گے؟''

''یہ ساری باتیں تم اپنے ڈیڈی سے پوچھنا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اس کا مطلب ہے کہ ڈیڈی زیادہ اچھے انسان نہیں ہیں۔ دنیا میں کس پر بھروسہ کر سکتا ہے؟'' این افسردہ لہجے میں بولی۔ پھر کہنے لگی۔ ''اَب تو ٹھیک ہے۔ اَب میں نہ روؤں گی۔ تم بھی تو کتنے پریشان ہوئے ہو گے۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے لے آئے۔ ا ڈیڈی کو بھی پریشان ہونے دو۔ ذرا خود اُنہیں بھی تو مزہ آئے۔ او کے مسٹر ایکس! اَب مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔''

میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ بھلا اس لڑکی کے ساتھ میں کوئی برا سلوک کس طرح سکتا ہوں؟ پھر میں نے اُس سے کہا۔ ''میں مسٹر آلڈرے سے گفتگو کروں گا۔ لیکن تم اطمی رکھو! تمہارے ساتھ پہلے بھی برا سلوک نہیں ہوا اور اَب بھی نہیں ہو گا۔ میں بہت جلد تم واپس کر دُوں گا۔'' این گردن ہلانے لگی۔

رات کو ہم کافی دیر سے سوئے تھے۔ مارک نے خود بھی شہر کا گشت کیا تھا اور اُس آدمی بھی خبریں وصول کرتے پھر رہے تھے۔ شہر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ اُس ایک رات ساٹھ آدمی ہلاک ہوئے تھے اور پورا شہر جہنم بنا ہوا تھا۔ پولیس نے سینکڑوں جگہ چھاپے ما بے شمار لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ بہر حال! آخری خبریں وصول کرنے کے بعد میں سو گیا۔

دوسری صبح این بے حد مطمئن تھی۔ ناشتے پر اُس نے مجھ سے میری محبوبہ ویرا کے بار میں بہت سی باتیں کیں اور مجھ سے اظہار ہمدردی کیا۔ دن کو دس بجے میں نے ٹیلی فون مارک کا آلہ فٹ کیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ آلڈرے کے ٹیلی فون خراب پڑے ہوں گے۔ لی رابطہ قائم ہو گیا۔ یقینی طور پر آلڈرے نے فوراً فون درست کرایا ہو گا۔

''ہیلو......!'' آلڈرے کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ہے آلڈرے......! کیسے ہو؟'' میں نے چہکتے ہوئے کہا۔

''کون ہے......کون؟ مسٹر ایکس؟''

''تمہارا خادم......!'' میں نے نرمی سے کہا۔

''معاف کر دو! خدا کے لئے ایک بار اور معاف کر دو۔ صرف ایک بار ایکس......! صر ایک بار۔'' آلڈرے رو پڑا۔

''ارے، ارے مسٹر آلڈرے...... یہ تو بزدلی ہے۔ میدان میں آئے ہو تو جنگ کر میں نے کہا۔

''نہیں، نہیں...... میں ہار مان چکا ہوں۔ میں شکست تسلیم کر چکا ہوں۔ میں

نا چھوڑ دوں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ مجھے معاف کر دو۔''

''کیا چاہتے ہو......؟''

''میں تو ختم ہو چکا۔ بری طرح تباہ ہو گیا۔ اَب تو کچھ بھی نہیں رہا۔''

''ہوں...... میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟''

''این مجھے واپس دے دو۔ میری بیٹی مجھے دے دو۔'' آلڈرے بری طرح گھگھیانے

''ویرا کا کیا ہو گا آلڈرے؟'' میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''آہ...... وہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ یقین کرو! وہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ میرے بس کی بات ہوتی تو میں تمہیں دھوکہ دینا پسند نہیں کرتا۔'' آلڈرے نے بھرائی آواز میں کہا۔

''لیکن اس کے بغیر میں تمہارے ساتھ تعاون کیسے کر سکتا ہوں آلڈرے؟''

''سنو مسٹر ایکس...... سنو! تم یقین کرو کہ ویرا میری دسترس میں نہیں ہے۔ وہ ڈیوک کے یں ہے۔ اگر وہ میری دسترس میں ہوتی تو کچھ بھی ہو جاتا، میں اُسے واپس کر دیتا۔ لیکن وہ میرے بس سے باہر ہے۔ تم یقین کرو! میں بالکل بے بس ہوں۔ میں کسی طور اُسے البرٹ سے حاصل نہیں کر سکتا۔''

''لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی آلڈرے! کہ میں تمہاری بیٹی واپس کر دُوں اور ویرا، مجھے لے۔ ویرا، جو میری محبوبہ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''آہ......! میں کیا کروں؟ آہ...... میں کیا کروں؟ میں نے زندگی میں سب سے بڑی اقت کی ہے۔ افسوس...... اب...... اب کیا ہو گا؟ مجھے بتاؤ! تمہی بتاؤ کوئی ایسا حل جس تمہارا مقصد پورا ہو سکے اور میری این مجھے واپس مل سکے؟''

''حل تو بہت سے ہیں مسٹر آلڈرے! لیکن......!''

''لیکن کیا......؟ لیکن کیا......؟ ویرا کے علاوہ تم جو کچھ بھی کہو، میں حاضر ہوں۔'' ے نے جواب دیا۔

''آلڈرے! ویرا اور صرف ویرا۔ لیکن اس سلسلے میں تم نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے۔ البرٹ سے میں نے اپنا تعارف کرا دیا ہے۔ میرا خیال ہے اب میں ویرا کے سلسلے میں سے ملاقات کروں گا۔ لیکن این کے حصول کے لئے تمہیں کچھ اور کام کرنا ہوں گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ہاں..... ہاں، کہو..... کہو!''

''تم بالکل ہی قلاش تو نہ ہو گئے ہو گے۔ بینکوں میں تمہارے پاس بہت کچھ ہو گا۔

''ہاں ہے..... بولو! تم کیا چاہتے ہو؟''

''دو لاکھ پونڈ۔'' میں نے جواب دیا۔

''دو لاکھ.....؟'' آلڈرے کے لہجے میں تشویش تھی۔

''ہاں..... اس سے ایک پیسہ کم نہیں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہی ہونا چاہئے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مسٹر ایکس! میں تمہیں یہ ادائیگی کرنے کو تیار ہوں۔ بولو! ادائیگی کیسے کروں اور کس جگہ؟ جہاں تم کہو۔''

''لیکن این تمہیں اس بار اتنی آسانی سے نہیں مل جائے گی۔''

''میں ہر قیمت پر تمہاری شرط پوری کرنے کے بعد ہی این کو تم سے حاصل کرنے کا مطالبہ کروں گا۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ رقم مجھے کب مل رہی ہے؟''

''کل کسی بھی وقت۔ جب تم کہو۔''

''ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے.....! کل دوپہر کو بارہ مجھے یہ رقم مل جانی چاہئے۔ ساڑھے گیارہ بجے میں تمہیں جگہ کے بارے میں بتا دوں گا۔ لیکن اور باتیں بھی تم سے کرنا ہیں۔''

''کہو، کہو مسٹر ایکس! کہو۔'' آلڈرے نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''ویرا کا کیا معاملہ ہے.....؟''

''مم..... میں نہیں سمجھا؟''

''تم نے اُسے اغواء کیوں کرایا تھا؟''

''اوہ..... ڈیوک کی طرف سے ہدایت ملی تھی۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''ڈیوک کو اُس کی ذات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ڈیوک کے معاملات بے حد پراسرار ہوتے ہیں۔ ہینڈی فلپ اُس کی اپنی نمائندہ اور ڈیوک چاہتا ہے کہ مسٹر روبن شارپ گلینڈی کی دولت ہینڈی فلپ کو مل جائے۔ البرٹ اُس کے ساتھ یہ احسان کرنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ، خوب.....! گویا یہ احسان دوسروں کی حق تلفی کرنے پر کیا جا رہا ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں..... جو کچھ بھی ہے، تم یقین کرو، مجھے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ میں تو ڈیوک کے ایک ادنیٰ سے ملازم کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اس سے زیادہ میری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''گرائن کہاں ہے.....؟''

''گرائن.....؟''

''ہاں..... ویرا کا بھائی۔''

''یقین کرو، وہ ہاتھ نہیں آیا۔ آج تک اُس کی تلاش جاری ہے۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''وہاں کیا پوزیشن ہے..... ویرا کا گھرانہ کیسا چل رہا ہے؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ جنہیں مارا جانا تھا، وہ مارے جا چکے ہیں۔ صرف یہ بہن بچی ہیں۔ انہی کو آخری ٹارگٹ بنایا جائے گا۔ ڈیوک اس چکر میں ہے کہ ان دونوں کو ختم کر دے۔ اور اس کے بعد اپنا کام کرے۔ ویرا اور گرائن اس وقت ڈیوک البرٹ کے نرغے پر ہیں۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''کیا ویرا کو ختم کر دیا گیا.....؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں..... ہرگز نہیں۔ میں تمہیں ایک بات بتا دوں مسٹر ایکس۔''

''کہو.....!''

''ڈیوک بے حد لاپراہ ہے۔ وہ اپنی قوت پر بہت ناز کرتا ہے۔ ویرا اُسے پسند ہے۔ اور اُسے مال خانے میں جمع ہو گی۔ اور جس وقت بھی ڈیوک کو اُس کی طلب ہو گی، وہ اُسے لے گا۔ اور اس کے بعد اُس کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔''

''ہوں..... تو گرائن ابھی ہاتھ نہیں آیا؟''

''نہیں.....!''

''کیا تمہیں ڈیوک کی طرف سے ہدایت ہے کہ گرائن کو تلاش کرو؟''

''ہاں..... ڈیوک کا کہنا ہے کہ گرائن بہرصورت! ایک آخری مہرہ ہے۔ اُسے حالات کا پتہ چکا ہے۔ اس لئے وہ ابھی تک نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ ورنہ وہ سامنے ضرور آ جاتا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ویرا، زندہ ہے.....؟''

''ہاں.....اس کی میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں۔''

''بس، ٹھیک ہے آلڈرے! تم کل بارہ بجے اپنا کام ختم کرو۔ اس کے بعد ہمارا تمہارا کھیل ختم۔ کیونکہ تم نے شکست تسلیم کر لی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں تمہیں آخری وارننگ اور دیتا ہوں۔''

''کیا.....؟''

''ڈیوک کے اور میرے معاملے میں آنے کی کوشش مت کرنا۔ تم شکست تسلیم کر چکے ہو۔ اور میں ہارے ہوئے لوگوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ اور اگر اس کے بعد تم میرے اور ڈیوک کے درمیان آئے تو میں نہ صرف این کو بلکہ تمہارے پورے خاندان کو تباہ و برباد کر دُوں گا۔ جو کچھ ہو چکا ہے، اس کے بارے میں تم اندازہ لگا چکے ہو کہ میرے ہاتھ بھی مختصر نہیں ہیں۔''

''ایسا ہی ہوگا مسٹر ایکس! ایسا ہی ہوگا۔'' آلڈرے پوری طرح ہتھیار ڈال چکا تھا۔ تب میں نے فون بند کر دیا۔

کھیل تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اور اَب نئے کھیل کی تیاریاں تھیں۔ میرے ذہن میں بھی یہی تھا کہ پہلے مسٹر آلڈرے سے دو دو ہاتھ کروں۔ اس کے بعد ہی ڈیوک کی جانب توجہ دُوں۔ بہرصورت آلڈرے ہتھیار ڈال چکا تھا اور کل اُس کی آخری کوشش بھی دیکھ لینا تھی۔ اس طرح میرے ہاتھ میں ایک اچھی خاصی رقم بھی آ جاتی جو میں مارک اور اُس کے ساتھیوں پر خرچ کرنا بہرصورت پسند بھی کرتا تھا۔ ابھی میرا اصل کام تو شروع بھی نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے تو میں اور بھی کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد اپنی کوئی حیثیت بنانے کے بارے میں سوچتا۔ چنانچہ دو لاکھ پونڈ کی رقم کافی تھی۔ اور اس سے بہت سے کام نکل سکتے تھے۔ ابتداء میں یہی مناسب تھا، اس کے بعد آئندہ جو کچھ بھی ہو۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

این میرے پاس مطمئن تھی۔ اچھی لڑکی تھی۔ اُسے احساس ہو گیا تھا کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اس لئے وہ عجیب انداز میں پیش آئی تھی۔ اس وقت بھی کھانے کی میز پر وہ میرے ساتھ تھی۔ میں ڈیوک البرٹ کے سلسلہ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ کھانا کھاتے رُک گئی۔ میں نے توجہ نہیں دی تھی۔ اچانک اُس نے کہا۔ ''مسٹر ایکس.....!'' میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہے این.....؟''

''تم اپنی محبوبہ کے لئے اُداس ہو؟''

''ہاں، ہاں..... ہوں تو سہی۔''

''ڈیڈی نے بہت زیادتی کی ہے تمہارے ساتھ۔ مجھے بتاؤ! میں تمہارے لئے کیا ...؟ اگر میں یہ کہوں کہ تم مجھے چھوڑ دو، میں ڈیڈی کو مجبور کروں گی کہ وہ ویرا کو کسی طرح ... لے آئیں۔ اگر وہ ویرا کو واپس نہ لائے تو میں وہ گھر چھوڑ دُوں گی۔ اور میں ایسا ہی ... گی۔ میں بہت ضدی ہوں۔ لیکن خطرہ ہے کہ کہیں تم اس بات کو غلط نہ سمجھ لو۔ تم سوچو! ... میں یہاں سے اس بہانے نکلنا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے بتاؤ! میں کیا کروں؟''

''اوہ..... اچھی این! تمہارا شکریہ۔ مجھے حیرت ہے کہ آلڈرے جیسے برے انسان کی بیٹی ... اچھی ہے۔''

''نہیں..... اگر میں تمہارے لئے کچھ نہ کر سکی تو میں بالکل اچھی نہیں ہوں۔''

''مگر تم کیا کرو گی؟''

''میں کیا بتاؤں؟ میری سمجھ میں کچھ بھی تو نہیں آ رہا۔''

''تم پریشان نہ ہو این! جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ ویرا کو لانا تو اَب مسٹر آلڈرے کے بس ... بھی نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں.....؟''

''مسٹر آلڈرے، ڈیوک البرٹ کے سامنے بے بس ہیں۔''

''اُس وقت بے بس نہیں تھے جب اُنہوں نے اُسے وہاں پہنچایا تھا؟'' این جھلا کر ...

''وہ ڈیوک کے غلام ہیں۔''

''وہ بزدل ہیں، اور کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن میں بزدل نہیں ہوں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''میں خود بھی ڈیوک البرٹ سے مل سکتی ہوں۔ میں ڈیوک سے مل کر ویرا کی رہائی کی ... کروں گی۔''

''اس سے قبل کبھی ڈیوک سے ملی ہو؟''

''نہیں.....!''

''کیوں.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ ڈیڈی نے مجھے کبھی ڈیوک کے سامنے نہیں جانے دیا۔ اُن کا کہنا ہے کہ ڈیوک زیادہ اچھے انسان نہیں ہیں۔''

''تب این! میں بھی نہیں چاہتا کہ تم ڈیوک کے سامنے جاؤ۔''

''کیوں......؟''

''میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ تم جیسی نیک لڑکی کسی برے آدمی کے چکر میں پھنس جائے۔''

''لیکن میں جاؤں گی۔''

''ضد نہ کرو این! میں خود ڈیوک سے نمٹ لوں گا۔''

''نہیں ...... مجھے ڈیڈی پر سخت طیش آ رہا ہے۔ اپنی بیٹی کو وہ ڈیوک سے دُور رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن دوسری لڑکی پر اُنہیں رحم نہیں آیا۔''

''اُس شخص کی کسی برائی کی سزا تمہیں نہیں ملنی چاہیے۔ تم وہاں نہیں جاؤ گی۔'' میں نے کہا اور این کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ وہ بے حد جذباتی ہو گئی تھی۔ پھر وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

''تب کچھ میرے کہنے پر عمل کرو گے؟''

''کیا......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''میں تمہارے پاس رہوں گی۔ اور ...... اور اس عرصے کے لئے تم مجھے اپنی محبوبہ کی حیثیت سے رکھو گے۔ تم اپنی وہ ساری خواہشات پوری کر لینا جو تمہارے دل میں ہیں۔ میں تم سے تعاون کروں گی۔ میں اس بات کا ذرا بھی برا نہیں مناؤں گی۔''

''این...... این! اس قدر جذباتی نہ بنو۔ تم نے میرے دل میں ایک مخصوص جگہ حاصل کر لی ہے۔ میں تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کر سکتا۔ پلیز! اَب اس موضوع پر مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔'' میں نے آخری الفاظ کسی قدر سخت لہجے میں کہے اور این نے سر جھکا لیا۔

اخبارات میں سخت ہنگامہ خیز سرخیاں جمائی گئی تھیں۔ پولیس کے محکمے پر لعن طعن کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ پولیس اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر پا رہی۔ اور یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔ بہت سے لوگوں کے بیانات شائع ہوئے تھے جنہوں نے پولیس پر زور دیا تھا کہ وہ جلد از جلد کچھ کارروائی کرے۔

بہرصورت! یہ ساری باتیں نہایت دلچسپ تھیں۔ آلڈرے کے نقصان کا تخمینہ میرے

چکا تھا۔ اور بلاشبہ آلڈرے پوری طرح تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اَب اُس کے پاس کچھ رہا تھا سوائے اُس بینک بیلنس کے جو اُس کے بینکوں میں تھا۔

نے ابتدائی طور پر جو کچھ کیا تھا، اس کے بارے میں، میں قطعی طور پر مطمئن تھا۔ اور آلڈرے کا کام مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا مجھے ڈیوک کے خلاف کام شروع کر دینا

ڈیوک البرٹ...... میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ اب آلڈرے کو چھوڑ کر صرف کے بارے میں کارروائی کرنا تھی۔

دوسرے دن ٹھیک بارہ بجے آلڈرے، کیش لے کر میری مطلوبہ جگہ پہنچ گیا۔ اُس کا سر ہوا تھا۔ مارک اور اُس کے دیگر ساتھیوں نے پوری طرح قرب و جوار پر کنٹرول کر لیا اور ہمیں یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ بہرصورت! آلڈرے کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ آلڈرے بذاتِ خود یہ رقم لے کر آیا تھا۔

دوسری طرف یہ رقم لینے میں خود ہی پہنچا تھا اور اس شکل میں تھا، جس میں پہلی بار آلڈرے سے ملا تھا۔

"ہیلو مسٹر آلڈرے......!'' میں نے اُسے مخاطب کیا اور آلڈرے نے عجیب سے انداز سے مجھے دیکھا۔ پھر گردن جھکا لی۔ ''کیسے ہیں مسٹر آلڈرے آپ؟''

"ٹھیک ہوں۔'' اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"رقم لائے ہیں......؟''

"ہاں...... چیک کر لو۔'' مسٹر آلڈرے نے بریف کیس کھول دیا۔

"ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے! میں تو بہرصورت! اعتماد کرنے کا عادی ہوں۔ خواہ میرے ساتھ کسی حد تک دھوکہ دیا جاتا رہے۔''

"مجھے افسوس ہے۔'' آلڈرے نے کہا۔

"لیکن تمہارا یہ افسوس ویرا کو واپس نہیں لا سکتا۔''

"ہاں...... میں ویرا کو واپس نہیں لا سکتا۔'' آلڈرے نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے باوجود تمہاری لڑکی این اتنی اچھی ہے کہ میں اُس کے ساتھ برا سلوک نہیں کر سکا۔ این اب سے ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس پہنچ جائے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''بہتر ہے......'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''تمہیں یقین ہے نا؟''

''ہاں...... مجھے یقین ہے۔ کیونکہ تم میری طرح برے انسان نہیں ہو۔'' آلڈرے انداز سے شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے رقم کا بیگ اپنے قبضے میں کیا اور پھر وہ سے واپس پلٹ پڑا۔

مارک اور دوسرے لوگ میرا انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ میں اُن کے ساتھ واپس پڑا۔ آلڈرے اپنی کار میں روانہ ہو گیا تھا۔

واپس آنے کے بعد میں نے این کو اپنے قریب طلب کیا اور وہ مسکراتی ہوئی میر نزدیک آ گئی۔ ''یس مسٹر ایکس!'' اُس نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔

''ڈیئر این......! اَب تم گھر واپس جاؤ۔''

''کیا مطلب......؟'' این چونک کر بولی۔

''ہاں......! مسٹر آلڈرے کو میں نے اب قطعی طور پر معاف کر دیا ہے۔''

''اوہ......! لیکن اب میں گھر واپس نہیں جانا چاہتی۔''

''نہیں این! ضد نہ کرو، پلیز......تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں تمہیں کبھی فراموش نہ کروں گا۔ تم نے جس وفاداری کا ثبوت دیا ہے، اس لحاظ سے تم میری دوست کا درجہ اختیار کر گئی ہو۔'' میں نے کہا۔

''لیکن میں نہیں جاؤں گی۔'' اُس نے ضد کی۔

''این! تم یہاں نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ میں اب دوسرا کھیل کھیلنے جا رہا ہوں۔''

''کون سا کھیل؟'' این نے پوچھا۔

''ڈیوک البرٹ......!'' میں نے جواب دیا۔

''ڈیوک البرٹ......؟'' اُس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''ہاں......لیکن ابھی تم اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گی۔''

''نہیں کروں گی۔ لیکن میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔'' اُس نے آنسو بھری آنکھوں سے دیکھ کر کہا۔

میں نے مارک کو اِشارہ کیا اور مارک اُسے لے کر چل پڑا۔ وہ این کو چھوڑنے جا رہا تھا۔ این چلی گئی۔ اور اب میں کمرے میں دراز ہو کر ڈیوک البرٹ کے بارے میں سوچنے

مجھے ڈیوک البرٹ سے نمٹنا تھا۔ اور بالآخر میں نے سوچ لیا کہ اب میں خود ہی البرٹ کے جزیرے پر جاؤں گا۔

لاکھ پونڈ کی رقم میرے پاس تھی۔ اس لئے اخراجات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ میں نے مارک کے حوالے کر دی۔ مارک، این کو چھوڑ کر واپس آ گیا تھا۔

''یہ تو کافی رقم ہے۔'' مارک نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔

''ہاں...... دو لاکھ پونڈ۔ یہ میں نے آلڈرے سے وصول کئے ہیں۔''

''گڈ لارڈ......!'' مارک نے سیٹی بجائی۔

''نہیں مارک! یہ کچھ نہیں ہے۔ ابھی تو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ تم یہ رقم اپنے پاس رکھو اور اس سے سارے اخراجات پورے کرو۔''

''تم...... میں رکھوں......؟''

''ہاں...... کیوں، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟''

''اوہ...... لیکن چیف! کیوں نہ میں اسے کسی بینک میں جمع کرا دوں؟ بہت بڑی رقم ہے۔ اگر مجھ سے غلط اخراجات ہو گئے تو تم جانو! دولت حاصل کرنے کے بعد انسان بہت خراب ہو جاتا ہے۔''

''تم خراب ہو جاؤ مارک! اور یہ رقم خرچ کر دو۔ مجھے پرواہ نہ ہو گی۔ کیونکہ تم میری نگاہ میں اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہو۔ میں اسے بنک میں رکھوانا مناسب نہیں سمجھتا۔ تمہیں آزادی ہے۔ جتنا چاہو، خرچ کرو۔ کسی اور ذریعے سے اب تم ایک پیسہ بھی کمانے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اور اب اس موضوع کو ختم کر دو۔ آلڈرے چت ہو گیا ہے۔ اب میں ڈیوک البرٹ کو چت کرنا چاہتا ہوں۔''

''مارک تمہارا غلام ہے۔ اور کسی بھی چیز کا خوف اُس وقت ہوتا ہے جب تک زندگی کو عزیز سمجھا جائے۔ اور جب زندگی سے بھی زیادہ عزیز کوئی شے مل جائے تو خوف کے سارے احساسات ذہن سے نکل جاتے ہیں۔''

''تمہارا شکریہ مارک......! اَب ہمیں اس سلسلہ میں کام کرنا ہے۔''

''مجھے حکم دو چیف!''

''پولیس جو سرگرمی دکھا رہی ہے، اس میں ابھی تک تمہارا کوئی آدمی تو ہاتھ نہیں لگا؟''

''لگے گا بھی نہیں......تم بےفکر رہو۔'' مارک نے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کیوں..... اس کا امکان تو ہے۔''

''دراصل باس! اول تو مارک نے کبھی کوئی خطرناک کھیل نہیں کھیلا۔ رقم کمانے کے میرے ذرائع ناجائز ضرور رہے ہیں۔ لیکن براہِ راست کسی جرم میں ملوث نہیں رہا۔ اس پولیس کے پاس میرا ریکارڈ نہیں ہے۔ اسی طرح میرے آدمی بھی پہلی بار یہ کارنامے انجام دے رہے ہیں۔ اور میں نے محدود لوگوں کو اپنے ساتھ رکھا ہے، جن پر مجھے اعتماد ہے۔ رہی اُس اسلحے کی بات جو ہم نے ضرورت کے تحت خریدا ہے، اگر پولیس یہاں پہنچ جائے بھی وہ لوگ نشاندہی نہیں کر سکتے کہ اسلحہ کس کے ہاتھ فروخت کیا گیا ہے۔''

''کیوں.....؟''

''چیف.....! اگر وہ لوگ پولیس کو یہ بتائیں گے کہ اُنہیں یہ آرڈر کسی بوڑھی عورت نے دیا تھا اور مال بھی اُسی نے وصول کیا تھا، ایسی بوڑھی عورت جس کی عمر ستر سال سے کم نہ ہوگی تو کیا پولیس اُنہیں مار مار کر ادھ موا نہ کر دے گی.....؟''

''وہ بوڑھی عورت کون تھی؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''ایک غریب علاقے میں رہنے والی بے سہارا عورت۔ جس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اور چند نوٹوں نے اُسے اس کام پر آمادہ کر لیا تھا۔''

''اور اس سے یہ کام لینے والا کون تھا؟''

''جیکن۔ جو ایک لاپرواہ سا آدمی ہے اور اکثر اُس کی مدد کرتا رہتا ہے اور اس محلے کے ایک گندے سے مکان میں رہتا ہے۔ اُس نے بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی ہیں اور اُس کی ایک آنکھ خراب ہے۔''

''اور یہ جیکن کون ہے.....؟''

''تمہارا خادم۔'' مارک مسکراتا ہوا بولا۔

''گڈ.....! چلو یہ بھی ٹھیک ہے۔ اَب مارک! تمہیں دو یا تین دن کے اندر یہ پتہ چلانا ہے کہ ڈیوک البرٹ کے جزیرے پر آنے جانے والی لانچیں کہاں ٹھہرتی ہیں؟''

''دو تین دن کیوں چیف؟ آج اسی وقت۔'' مارک چٹکی بجا کر بولا۔

''اوہ..... واقعی؟''

''ہاں..... مارک، ہزار آنکھیں رکھتا ہے۔ یہ لانچیں ایری ڈیک پر رُکتی ہیں اور ایری ڈیک کے لئے ایک مخصوص سڑک تعمیر کی گئی ہے جہاں مقامی حکام تک کو جانے کی اجازت

نہیں۔''

''ہوں..... سڑک تک؟'' میں نے سوال کیا۔

''سڑک کے کنارے لکڑی کے گودام ہیں۔ اور اُن گوداموں میں مقامی لوگ کام کرتے ہیں۔ یہاں سے سڑک کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔''

''پروگرام سن لو مارک! تمہیں ایری ڈیک سے گزرنے والے ڈیوک کے آدمیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے جس کا قد و قامت اور خدوخال مجھ سے مطابقت رکھتے ہوں۔ تاکہ میں اُس کا میک اَپ بہ آسانی کر سکوں۔ ایسے کسی آدمی کا انتخاب کرنے کے بعد تم اُس کا پیچھا کرو گے۔ اُس جگہ کا پتہ لگاؤ گے جہاں وہ جاتا ہے۔ میں اُسے اغواء کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

مارک کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''واہ.....! گویا تم اُس کا میک اَپ کر کے ڈیوک کے جزیرے تک..... واہ! خدا کی قسم مسٹر ڈینس! تم کیا ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''

''بس..... جتنا سمجھ لیا، اتنا ہی کافی ہے مارک! زیادہ سمجھنے کی کوشش بے کار ہوگی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بالکل ٹھیک چیف! مارک یہ کام بہت جلد انجام دے لے گا۔'' مارک نے جواب دیا۔

اور پھر وہ میرے پاس سے رُخصت ہو گیا۔ میں نے ایک آسودہ سی سانس لی اور آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

جو فیصلہ میں نے کیا تھا، وہ یہی تھا کہ مجھے ڈیوک کے کسی آدمی کے میک اَپ میں ڈیوک کے جزیرے تک پہنچنا تھا۔ اور اس کے بعد وہاں پہنچ کر اپنا کام کرنا تھا۔ بہرحال! یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ اور مجھے اپنی صلاحیتیں بھی آزمانی تھیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ میں کہاں تک کامیاب ہو سکتا ہوں۔ چنانچہ مارک اس سلسلے کا اہم ترین کام کرنے روانہ ہو گیا تھا اور مجھے اُس کا انتظار تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کام میں وقت لگے گا۔ اس لئے میں خود کو پرسکون رکھنا چاہتا تھا۔ بہرحال! جزیرے پر مجھے تنہا ہی جانا تھا اور وہاں مارک وغیرہ کا سہارا مشکل تھا۔ وہ بے چارہ وہاں میرے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

مارک نے اُسی شام مجھے اطلاع دی کہ وہ کاٹھ گوداموں کے ایک مزدور سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور کل سے اُس کے ساتھ کام کرے گا۔ دراصل اس بندرگاہ کے آس پاس کی جگہ پر گہری نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اس لئے غیر متعلق لوگ وہاں مشکوک ہو سکتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔

''ٹھیک ہے مارک.....! اس کے ساتھ ہی تمہیں کچھ اور انتظامات بھی کرنے ہ گے۔''

''حکم چیف!''

''کچھ ایسی چیزیں، جو عام نہیں ہوتیں۔''

''مارک کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔'' مارک نے جواب دیا۔

''افریقہ کے کچھ قبائل ایسی زہریلی سوئیاں رکھتے ہیں جنہیں ایک پائپ سے پھونکا ج ہے اور وہ بطور ہتھیار استعمال ہوتی ہیں۔ البرٹو پر مجھے چند ایسی چیزیں درکار ہوں گی۔ ا سلسلے میں جو کچھ بھی مل سکے۔''

''ہوں.....اور اس کے لئے میرا دوست پروفیسر ڈوڈی انتہائی کارآمد ہوگا۔''

''یہ کون ہے؟''

''ایک خبطی دُکاندار۔ جس نے آدھی زندگی افریقہ کے جنگلات میں گزاری ہے اور وہا کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ سانپ پکڑتا ہے اور اُن کے زہروں سے تریاق بنا ہے۔ ہر وہ چیز بناتا ہے جو افریقہ میں استعمال ہوتی ہے۔ اُس نے ایک دُکان بھی کھول رکھ ہے جہاں کچھ نہیں بکتا، اور وہ بے چارہ عموماً قلاش رہتا ہے۔''

''خوب.....تم مجھے اُس سے ملا دو۔ لیکن کب ملاؤ گے؟''

''آج ہی۔ کل سے تو میں مصروف ہو جاؤں گا۔'' مارک نے جواب دیا۔

''تب تو میں فوراً تیار ہو کر آتا ہوں۔'' میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک کار میں جا رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

پیرس کی سڑکیں روشنیوں میں نہائی ہوئی تھیں۔ لیکن خوف کی ایک فضا صاف محسوس کی جا تی تھی۔ پولیس کی گاڑیاں جگہ جگہ نظر آ رہی تھیں۔ کسی بھی مشکوک شخص کو پولیس روک لیتی تھی اس کے کاغذات کی پڑتال ہونے لگتی تھی۔

مارک نے کئی جگہ مجھے متوجہ کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہماری تلاش میں ہی کی پولیس حرکت میں آ گئی تھی۔ بہرحال! ہمیں کسی نے نہ روکا۔ پروفیسر ڈوڈی کی ان دراصل ایک گندے علاقے میں تھی۔

یہ حسین پیرس کا دوسرا رُوپ تھا۔ تنگ و تاریک گلیوں پر مشتمل یہ علاقہ ایشیاء کے کسی ماندہ ترین ملک کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ اُن سڑکوں پر صفائی کا مناسب بندوبست بھی ں تھا۔ چہرے بھی پژمردہ سے تھے اور یہاں کے رہنے والے کھل کر نہیں مسکراتے تھے۔

مسٹر ڈوڈی کی دُکان پر پہنچ گئے۔ دُکان کیا تھی، ایک لمبی سی گلی تھی جو اندر دُور تک چلی گئی ا۔ دُکان کے اگلے حصے میں ایک بڑا شوکیس تھا۔ کبھی شوکیس رہا ہوگا لیکن اَب اُس پر کوئی ں نہیں تھا۔ ہاں! اُس کے اندر رنگ برنگے جانور اور پرندے سجے ہوئے تھے۔ ایسے کے پرندے، جو میں نے آج تک اس سے قبل نہیں دیکھے تھے۔ مثلاً کسی بڑی نسل کے ے کا بدن اور آگے سے مور کی مانند کلغی اور چونچ۔ یا چار ہاتھ پاؤں والی مرغی۔

پوری دُکان ایسی ہی بے تکی چیزوں سے بھری ہوئی تھی۔ مسٹر ڈوڈی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

ب بے دھڑک دُکان میں داخل ہو گیا۔ یہ دُکان میرے لئے کافی دلچسپ تھی۔

''مسٹر ڈوڈی.....!'' مارک نے زور سے آواز دی۔

''کون ہے.....؟'' کہیں سے ایک آواز سنائی دی اور ہم دونوں چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ ہم دُکان کے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے تھے جہاں سے پوری دُکان نظر آ سکتی تھی۔ لیکن ہم اندازہ نہیں لگا سکے کہ جواب کہاں سے ملا ہے؟''

''مسٹر ڈوڈی.....! آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کوئی ضروری کام ہے کیا.....؟'' آواز پھر آئی۔ اور اس بار میں نے لکڑی کا ایک چوکو
بکس ہلتے ہوئے دیکھا۔ پھر بکس کے نیچے سے ایک دُبلا پتلا بوڑھا باہر نکل آیا۔ اُس نے
ایک ڈھیلی ڈھالی پتلون اور قمیض پہنی ہوئی تھی۔ لیکن پتلون میں گیٹس لگی ہوئی تھیں جن
سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے کئی بار اُس نے درست کیا اور پھر مارک کو اور مجھے دیکھنے لگا

''اوہ..... مسٹر ڈوڈی! آپ وہاں کیا کر رہے تھے؟'' مارک نے پوچھا۔

''تم سے مطلب..... پولیس والے ہو کیا؟'' اُس نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

''شاید آپ مجھے پہچانتے نہیں مسٹر ڈوڈی! میں آپ کا پرانا دوست مارک ہوں۔''

''ہو گے..... مجھے پہچاننے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔''

''میں آپ کے لئے گاہک لایا ہوں مسٹر ڈوڈی!'' مارک نے کہا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔

''لائے ہو گے۔ میں کیا کروں؟ ایں..... کیا کہا؟ کیا لائے ہو؟'' دفعتہً وہ چونک پڑا۔

''گاہک.....!''

''اور کمیشن مال فروخت ہونے سے پہلے مانگو گے۔ کیوں؟ ابے میں ایسے ہتھکنڈوں سے خوف واقف ہوں۔ بعد میں گاہک کہے گا کہ کوئی چیز اُسے پسند نہیں آئی اور بس..... میں اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ لیکن افسوس میرے دوست! اس وقت میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔''

''آپ کو حیرت ہو گی مسٹر ڈوڈی! کہ میں آپ سے کوئی کمیشن نہیں وصول کروں گا اور آپ کا گاہک کسی مال کو پسند کرنے سے پہلے آپ کو کچھ رقم ایڈوانس دے سکتا ہے، اس شرط پر کہ اگر اُسے کوئی چیز پسند نہیں آئی تو ایڈوانس ضبط۔'' مارک نے کہا اور ڈوڈی ہونقوں کی طرح اُس کی شکل دیکھنے لگا۔ ''بولئے! آپ کو منظور ہے مسٹر ڈوڈی؟''

''لاؤ..... ایڈوانس دو۔'' بوڑھے نے ہاتھ پھیلا دیا اور میں نے جلدی سے دو نوٹ نکال کر اُس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ بوڑھے کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اُس نے نوٹوں کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔ دوسری چھلانگ میں وہ دُکان سے باہر تھا۔ اور پھر وہ ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔

''یہ کیا ہوا.....؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''کچھ نہیں..... ہمیں تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ مسٹر ڈوڈی ایماندار آدمی ہیں۔ یقین

اُن کی کوئی اہم ضرورت رُکی ہو گی۔ وہ اُسے پورا کرنے کے بعد واپس آئیں گے۔ آپ یقین کریں مسٹر ڈینس! وہ حیرت انگیز انسان ہے۔ اُس کے سینے میں علوم کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ لیکن وہ کئی کئی دن کے فاقے سے رہتا ہے۔ ظاہر ہے، اس دُکان سے کوئی کیا خریدے گا؟''

''لیکن وہ اس لکڑی کے بکس کے نیچے کیا کر رہا تھا؟'' میں نے کہا اور لکڑی کا بکس اُلٹ دیا۔ نیچے مجھے دو جانور نظر آئے جن میں ایک بلی تھی اور دوسرا نیل کنٹھ۔ لیکن دونوں کے چار حصے کئے ہوئے تھے اور چھوٹی چھوٹی مٹی کی پیالیوں میں عجیب عجیب سے مصالحے رکھے ہوئے تھے۔

''اوہ..... مسٹر ڈوڈی تخلیق میں مصروف تھے۔'' مارک گہری سانس لے کر بولا۔

''کیسی تخلیق.....؟''

''آپ نے شوکیس میں عجیب وغریب جانور نہیں دیکھے؟ ایسا ہی ایک جانور اور تیار ہو رہا تھا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ مسٹر ڈوڈی، نیل کنٹھ کے بدن میں بلی کی دُم فٹ کر رہے تھے یا بلی کے گلے میں نیل کنٹھ لٹکا رہے تھے۔'' مارک ہنستا ہوا بولا۔

''اوہ.....! میں خود اِن پرندوں اور جانوروں کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ لیکن بڑی صفائی سے انہیں جوڑا گیا ہے۔'' میں نے کہا اور مارک ہنستا رہا۔ پھر بیٹھنے کی جو بھی جگہ ملی، ہم وہاں بیٹھ کر ڈوڈی کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر ڈوڈی آستین سے منہ صاف کرتے ہوئے اندر آ گئے۔ یقیناً وہ کچھ کھا کر آئے تھے۔

''دونوں شریف آدمیوں کے لئے میں نے چائے منگوائی ہے۔ اور ہاں میرے دوست مارک! آپ مجھے یاد آ گئے۔ لیکن افسوس! میں آج تک آپ کی رقم کا بندوبست نہیں کر سکا۔ اُمید ہے آپ مجھے تھوڑے دن کی مہلت اور دیں گے۔''

''آپ مجھے اُس حقیر سی رقم کا حوالہ دے کر بار بار شرمندہ کرتے رہیں گے مسٹر ڈوڈی! حالانکہ میں اس کے عوض آپ سے کئی کام لے چکا ہوں۔''

''اوہ..... مگر کون سے کام؟ مجھے یاد نہیں۔''

''وہ بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال میرے دوست ڈینس سے ملاقات کیجئے۔'' مارک نے کہا اور بوڑھے نے لپک کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' وہ مسکراتا ہوا بولا۔ اُس کا ہاتھ جیب کی طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رینگ رہا تھا۔ اور اُس نے نہایت صفائی سے ایک چھوٹا سا بسکٹ نکال کر منہ میں ڈال لیا۔

"فرمایئے......! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" منہ میں پڑے ہوئے بسکٹ کی وجہ سے اُس کی آواز بدل گئی تھی۔ ہم نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔

"مسٹر ڈینس! آپ سے ایک لمبی خریداری کرنے آئے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ آپ کو بہتر طور سے بتا سکیں گے۔" مارک نے کہا۔ اور پھر اُٹھتا ہوا بولا۔ "اس لئے آپ کا تعارف مسٹر ڈوڈی سے کرایا ہے مسٹر ڈینس! میرا خیال ہے اَب میں چلوں۔ مجھے دوسرے کام کے لئے جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"میں ٹیکسی سے چلا جاؤں گا۔ کار آپ رکھ لیں۔" مارک نے کہا اور پھر ہم دونوں سے معذرت کر کے باہر نکل گیا۔ مسٹر ڈوڈی اَب بھی موقع پا کر ایک آدھ بسکٹ نکال لیتے تھے۔ اُن کی جیب کافی پھولی ہوئی تھی۔ تب میں اُن کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"مارک نے آپ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ نے زندگی کا طویل عرصہ افریقہ میں گزارا ہے۔"

"اُس نے جھوٹ نہیں بولا۔"

"مجھے قدیم افریقی ہتھیاروں سے بہت دلچسپی ہے۔ اور میں آپ سے ایسے ہتھیار حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرے پاس اُن ہتھیاروں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ آیئے! آپ کو دکھاؤں۔" ڈوڈی نے کہا اور پھر وہ مجھے اپنی لمبی دُکان میں گھمانے لگا۔ درحقیقت اس دکان میں بڑی بڑی نایاب چیزیں موجود تھیں۔ میں نے جو کچھ دیکھا، اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ ہڈیوں اور پتھروں سے بنے ہوئے قدیم ترین ہتھیار جو اِس دور میں بالکل ناکارہ معلوم ہوتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے، افریقہ کے اُن پسماندہ علاقوں میں جہاں جدید ترین ہتھیار نہیں پہنچے تھے، یہی ہتھیار کافی مہلک ہوتے ہوں گے۔ تب میں نے مسٹر ڈوڈی کو سمجھایا کہ مجھے ان ہتھیاروں سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں! افریقہ کے وہ ہتھیار جو زہریلی سوئیوں اور جڑی بوٹیوں سے تیار ہوئے تھے، میرے لئے دلچسپی کا باعث ہیں۔"

"اوہ......" مسٹر ڈوڈی نے گردن ہلائی۔ "ایسے کچھ ہتھیار بھی میرے پاس موجود ہیں۔"

"مثلاً......؟"

"مثلاً افریقہ کے وہ قبائل جو زہریلی سوئیوں کو کھوکھلے بانسوں میں رکھ کر پھونکا کرتے ہیں، میں نے اُنہیں جدید شکل دے دی ہے۔ میں نے اُن کا سائز بھی چھوٹا کر دیا ہے اور اُن کی کارکردگی بھی بڑھا دی ہے۔ چھوٹا سائز ہونے کی وجہ سے اُنہیں دور تک پھینکا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جڑی بوٹیوں سے میں نے ایسی عجیب و غریب چیزیں تیار کی ہیں جو بے حد مہلک ہیں۔ لیکن دیکھنے میں کچھ نہیں لگتیں۔" مسٹر ڈوڈی نے بتایا۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "یقیناً مسٹر ڈوڈی! مجھے ایسی ہی چیزوں کی ضرورت ہے۔"

"تو پھر آؤ! میں تمہاری ضرورت پوری کر دوں۔" مسٹر ڈوڈی نے کہا۔ اُنہوں نے ایک ننھا سی شیشی نکالی اور اُس میں سے غالباً کسی جانور کی لچک دار ہڈی سے یا پھر مچھلی کے سخت کانٹوں سے تیار کی ہوئی سوئیاں میرے سامنے رکھ دیں جن کے رنگ سفید تھے۔ لیکن اُن کے باریک حصوں پر ہلکی ہلکی سی نیلاہٹ نظر آ رہی تھی۔

"یہ نیلاہٹ......" مسٹر ڈوڈی نے مجھے وہ کانٹے نما سوئیاں دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ نیلاہٹ اتنی خوفناک ہے کہ اگر کسی ہاتھی کے بدن میں بھی یہ خوفناک سوئی گھس جائے تو وہ تھوڑی دیر کے بعد سسک سسک کر دم توڑ دے گا۔ کیا میں تمہیں ان کا تجربہ کر کے دکھاؤں؟"

"ابھی نہیں مسٹر ڈوڈی! ویسے یہ تجربہ میں ضرور کروں گا۔ ان کے علاوہ اور کچھ چیزیں، جن کے بارے میں آپ نے کہا تھا۔" میں نے کہا اور ڈوڈی گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"بے شمار...... بے شمار۔ تم اُنہیں دیکھ دیکھ کر عاجز آ جاؤ گے۔ ارے! ڈوڈی نے اور کیا، کیا ہے اس کے علاوہ؟ مختلف قسم کے زہریلے کیڑے مکوڑوں کے جسموں سے زہر حاصل کیا ہے اور اُن کے زہر سے مختلف قسم کی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ مثلاً ادھر آؤ...... میرے پاس آؤ۔" اُنہوں نے کہا۔ اور ایک چھوٹی سی شیشی نکال لی۔ "اَب اگر تم یقین نہیں کرو گے تو لطف نہیں آئے گا۔" مسٹر ڈوڈی نے کہا اور لکڑی کی ایک سلائی نکال کر اس چھوٹی شیشی میں بھرے ہوئے سیال میں ڈبوئی اور دوسرے لمحے اُسے ایک لکڑی کے ٹکڑے پر لگا دیا۔

میں نے دیکھا، جہاں جہاں سلائی پھرتی چلی گئی، لکڑی کا ٹکڑا گلتا چلا گیا۔ اور جس سلائی سے وہ سیال پیدا کیا گیا تھا وہ بالکل بے جان ہو کر رہ گئی تھی۔

"یہ ہے اس کی خاصیت۔" مسٹر ڈوڈی نے کہا۔ "اور اگر تم اسے کسی چیز پر لگا دو گے تو وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گل سڑ کر ختم ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد تم اس لکڑی ہی کو دیکھنا۔ حالانکہ زہر لکڑی کے بے جان ریشوں کے لئے بے ضرر ہوتا ہے۔ لیکن یہ زہر...... جانتے ہو یہ زہروں کی کاک ٹیل ہے۔'' بوڑھے ڈوڈی نے بتایا اور میں دلچسپی سے اُسے دیکھنے لگا۔

بلاشبہ میرے کام کی چیزیں تھیں۔ لیکن اس انداز میں، میں اُن چیزوں کو نہیں رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے مسٹر ڈوڈی سے کہا۔ ''مسٹر ڈوڈی! اگر میں اِن چیزوں کو ایک اور شکل دینے کی کوشش کروں تو اس سلسلے میں کیا آپ مجھ سے تعاون کر سکتے ہیں؟''

''مثلاً......؟'' مسٹر ڈوڈی نے کہا۔

''مثلاً یہ سوئیاں ایک ایسے فاؤنٹین پین سے پھینکی جائیں جو بال پوائنٹ سسٹم پر ہو۔ اس میں ایک طاقت ور سپرنگ کو اس انداز میں فٹ کیا جائے کہ وہ سپرنگ، پین کے نچلے حصے میں ایک چیمبر بنا کر فٹ کیا جائے۔ اور پھر سپرنگ کو اس انداز میں فٹ کیا جائے کہ وہ سپرنگ اُس بال پوائنٹ کا کوئی مخصوص بٹن دبانے سے ایک سوئی باہر پھینک دے...... کیا ایسا ممکن ہے؟''

''ہوں......'' مسٹر ڈوڈی، ٹھوڑی کھجانے لگے۔ پھر بولے۔ ''بالکل ممکن ہے۔ اور بلاشبہ یہ طریقہ جدید ترین ہو گا۔ تم نے مجھے بڑا اچھا آئیڈیا دیا ہے۔ میرا خیال ہے میں ایسا بال پوائنٹ تیار کر سکتا ہوں۔ یہ کون سی بڑی بات ہے؟''

''تب پھر میرا آرڈر نوٹ کر لیجئے مسٹر ڈوڈی! میں آپ سے ایک ایسا بال پوائنٹ تیار کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ سوئیوں کا ایک وسیع ذخیرہ بھی مجھے درکار ہو گا۔''

''میرے پاس بہت سی ایسی سوئیاں ہیں۔ اور اگر تمہیں اُن سے بھی زیادہ درکار ہیں تو میں اُنہیں تیار کر سکتا ہوں۔''

''باقی رہا اس شیشی کے سیال کا مسئلہ تو میرا خیال ہے اسے بھی کسی ایسے بال پوائنٹ فاؤنٹین پین میں بھر دیا جائے جسے کسی پریشر کے ذریعے باہر پھینکا جا سکے۔''

''ہوں...... ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے، میں تمہارا مقصد سمجھ چکا ہوں۔ لیکن تم مجھے کتنی مہلت دو گے......؟''

''یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے مسٹر ڈوڈی! آپ مجھ سے ایک ہفتہ لے سکتے ہیں۔''

''ایک ہفتہ کافی ہو گا۔ میں تمہیں چار دن کے اندر تمہاری مطلوبہ اشیاء فراہم کر دوں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں پسند آئیں گی۔ ذرا ٹھہرو! میرے لئے سب سے مشکل کام یہ ہے

میں کسی شخص کا مافی الضمیر سمجھوں۔ جب میں سمجھ لیتا ہوں تو پھر وہ کام کرنے میں مجھے کوئی پیش نہیں آتی۔

''لیکن مسٹر ڈوڈی! میرے ذہن میں ایک اور پروگرام ہے۔ اگر آپ کو ناگوار نہ ہو تو پیش کر دوں؟''

''ضرور، ضرور...... اس میں ناگواری کی کیا بات ہے؟ اور پھر تم نے مجھے کافی پیسے پہلے ہی دیئے ہیں۔ افوہ......!'' ڈوڈی کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ اور پھر اُس نے جلدی سے ایک بسکٹ جیب سے نکال لیا۔ لیکن اس بار میری نگاہیں اُس بسکٹ پر پڑ گئی تھیں۔ چنانچہ اُس نے جھینپے ہوئے انداز میں بسکٹ دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔

''مسٹر ڈوڈی...... پلیز! آپ بسکٹ کھا سکتے ہیں۔'' میں نے کہا اور اُس نے جلدی سے بسکٹ جیب سے نکال کر منہ میں رکھ لیا۔

''آئی ایم ویری سوری۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ ارے ہاں، ہاں...... وہ کمبخت ابھی تک چائے لے کر نہیں آیا...... ارے ہاں! لے آیا، لے آیا۔ افوہ...... میرا دوست مارک چلا گیا۔ اس نے چائے بھی نہیں پی۔ افوہ! میں بھی کتنا کم عقل ہو گیا ہوں۔ یادداشت تو بالکل ہی بے کار ہو کر رہ گئی ہے۔ لیکن میرا بھی کیا قصور ہے؟ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔'' مسٹر ڈوڈی نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

''لیکن کیوں......؟''

''کیوں کا کیا سوال ہے؟ یہ پیرس ہے پیرس...... یہاں شیشے کے شوکیسوں میں جگمگاتی گڑیاں اور ایسی ہی دوسری چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔ اَب قدیم افریقہ کے نوادرات سے کسے دلچسپی ہے؟ لوگ قدامت سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ بہرصورت! مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ہاں! میں نے جس پیشے کو اپنایا ہے، اس سے میں کسی قیمت پر نہیں ہٹوں گا۔ چاہے بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں......''

میں نے مسٹر ڈوڈی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یوں گفتگو کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ ویسے میں سمجھ چکا تھا کہ مسٹر ڈوڈی ایک مفلوک الحال شخص ہے۔ چنانچہ میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک بڑی گڈی نکالی اور اُسے ڈوڈی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''مسٹر ڈوڈی! یہ ایک معمولی سی رقم ان سوئیوں کی تیاری اور آپ کے مصارف میں کام آئے گی۔ آپ میری مطلوبہ اشیاء تیار کر دیں۔ اور ہاں! جو بات میں آپ سے کہنے والا تھا، وہ یہ تھی کہ کیا یہ ممکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ آپ کوئی ایسا فاؤنٹین تیار کر دیں جو میری پسند کے عین مطابق ہو، یا پھر اس سلسلہ میں کسی اور کی مدد لی جائے؟ یعنی سوئیاں تو آپ سے خریدی جائیں اور اس قسم کی مشینر دوسروں سے تیار کرائی جائے۔"

"مناسب سوال ہے۔ لیکن اس سلسلے میں آپ مجھے ایک مہلت تو ضرور دیں گے مر ڈینس!" ڈوڈی نے کہا۔

"جی ضرور...... وہ کیا، فرمایئے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں چار دن کے اندر آپ کو یہ اشیاء تیار کر کے دے دُوں گا۔ چنانچہ اَب میں اس وقفے میں تخفیف کر لیتا ہوں۔"

"یعنی......؟"

"یعنی یہ کہ آپ آج کا دن چھوڑ دیں۔ کل اور پرسوں کا دن مجھے دے دیں۔ اس کے بعد تیسرے دن آپ تشریف لے آئیں۔ میں یہ اشیاء آپ کو تیار کر کے دے دُوں گا۔ اور اگر وہ آپ کو پسند نہ آئیں تو پھر آپ اپنی مرضی کے مطابق کسی سے بھی بنوا لیجئے گا۔ اس کے لئے آپ کو مزید دو دن مل جائیں گے۔ جس کے دوران میں نے آپ سے کام کرنے کا وعدہ تھا۔"

"اوہو...... مجھے اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ یہ چیزیں بہتر ط پر تیار کر سکیں گے تو پھر آپ ہی انہیں تیار کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ میں دوسروں سے بھی کا لوں۔ آپ مجھے ذہین آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"اتنی بڑی رقم دیکھ کر شاید میری ذہانت بڑھ جائے گی۔ لیکن آپ یہ مت سمجھئے گا کہ یہ مجھے پاگل کر دے گی۔ میں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ لیکن ہاں! اس دور میں تو یہ چند رو بھی بڑی حیثیت رکھتے ہیں جو تم نے مجھے ایڈوانس کے طور پر دیئے تھے اور جن سے میں تین دن کے بعد فاقہ توڑا تھا۔ چنانچہ مطمئن رہو! میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق تمہارا مطلوبہ اشیاء فراہم کروں گا۔ اور اگر اس میں ناکام رہا تو بہرصورت! تمہارا مقصد پورا کر میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔" ڈوڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈوڈی! تو میں آج سے تیسرے دن آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"میں تمہارا منتظر رہوں گا۔ اور اطمینان رکھو! ڈوڈی ایک ایماندار شخص ہے اور

داری اُسے اس حال میں لے آئی ہے۔ ورنہ دوسری شکل میں شاید شہر کے خوب صورت ے میں اس کا کوئی شورُوم ہوتا۔ اور لوگ، نوادرات کے شوقین بڑے بڑے لوگ اس کی ن کے اردگرد منڈلایا کرتے۔ لیکن میرے کام کرنے کا اپنا انداز ہے۔ اور مجھے یہی انداز ہے۔ اچھا...... تو خدا حافظ! تم جاؤ۔ میں اسی وقت سے تمہارے کام میں مصروف ہو وں گا۔" ڈوڈی نے کہا اور مجھ سے ہاتھ ملایا۔ پھر میں باہر نکل آیا۔ اتنی سی دیر کے لئے اگر ڈی سے ملاقات ہوئی تھی تو پھر مارک کی موجودگی کیا بری تھی؟ لیکن مارک کو درحقیقت! ہ کام ہے جو اس نے اس وقت کرنا تھا۔ اور یہ برا نہ تھا۔

میں نے باہر آ کر اپنی کار سٹارٹ کی اور اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ راستوں کی وہی یت تھی۔ شہر کی رونقیں برقرار تھیں۔ لیکن ان رونقوں میں ایک ہلکی سی خوف و ہراس کی بھی شامل تھی۔ اس فضا کو دوبالا کرنے کے لئے پولیس کے دستے جگہ جگہ تعینات تھے اور ے طور پر کارروائی کر رہے تھے۔ وہ کسی قیمت پر ڈیوک کے الٹی میٹم کو رَد کرنا چاہتے تھے۔ ر اُس شخص کو گرفتار کر کے ڈیوک کے حوالے کرنا چاہتے تھے جس نے یہ تمام حرکت کی تھی۔ لیکن ظاہر ہے، یہ کام اُن کے لئے آسان نہیں تھا۔

میں اطمینان سے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اور پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ جو کچھ کر کے آیا تھا اس سے پوری طرح مطمئن تھا۔ اور اَب تک جو کچھ کرتا رہا تھا، وہ بھی میرے لئے تسلی بخش تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں سوچتا ہوا میں سو گیا۔ اَب دو تین دن تک کوئی کام نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ مارک اپنا کام انجام دے لے۔ مارک جیسا بہترین دوست اور ذہین ترین ساتھی مشکل ہی سے مل سکتا تھا۔

دوسرے دن کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ لیکن صبح ہی صبح مارک کے آدمیوں نے مجھے بڑی دلخراش خبریں سنائیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ آدھی رات کے بعد پیرس میں ایک بار پھر بھونچال آ گیا تھا۔ ڈیوک البرٹ نے اپنے آدمیوں کے ذریعے شہر کے مختلف حصوں میں تباہی پھیلائی ہے۔ اُنہوں نے تقریباً تیس یا چالیس افراد کو قتل کرا دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اُن کی نگاہ میں مشتبہ تھے یا پھر عام طور سے اس قسم کے افراد تھے جنہیں ڈیوک سے پرخاش تھی۔ اُن میں کئی پولیس آفیسر بھی تھے۔ اور ایسے کئی لوگ بھی جو بہرصورت! پیرس میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔

پولیس، ڈیوک البرٹ سے مذاکرات کر رہی ہے۔ اعلیٰ عہدیداران اُس سے درخواستیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر رہے ہیں۔ اور ان تمام خبروں کو اخبارات سے چھپایا گیا ہے اور اُن میں سے کوئی خ
اخبارات میں شائع نہیں ہوئی۔ ڈیوک البرٹ نے اپنا کام آدھی رات کے بعد شروع کیا تھا
اور یہ کام صبح سات بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد اُنہوں نے اپنے آدمی سمیٹ لئے تھے
اور اَب چونکہ پولیس افسران اُن سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اس لئے یہ کام رُک گیا ہے
دیکھنا یہ ہے کہ اس کے بعد یہ سلسلہ کب تک جاری رہتا ہے۔ ڈیوک، پولیس افسران کی بات
مان لیتا ہے یا پھر اس کے بعد وہی قتل عام شروع ہو جائے گا؟

یہ خبریں سن کر مجھے خاصی حیرانی ہوئی تھی۔ کیونکہ بہرصورت! فرانس کی حکومت اپنی ایک
الگ حیثیت رکھتی تھی۔ اور کسی بھی شہر میں یا کسی بھی ملک میں کسی ایسے آدمی کی گنجائش نہیں تھی
جو حکومت سے اس طرح انتقام لینے پر تل جائے۔ آخر یہ ڈیوک ہے کیا بلا؟ میری سمجھ میں کچھ
نہیں آتا تھا کہ مقامی حکام تک اُس سے اس طرح خوفزدہ کیوں تھے؟

میرے دل میں ڈیوک سے ملنے کی خواہش تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ نجانے مارک کو کتنا
وقت لگے گا؟ بہرصورت! کسی بھی کام کے لئے ضروری اقدامات تو کرنا ہی ہوتے ہیں۔ اور
ان اقدامات میں وقت بھی لگتا ہے۔ چنانچہ مجھے صبر کرنا تھا۔

لیکن سارے کام برق رفتاری سے ہو رہے تھے۔ تیسرے دن مارک نے مجھے خبر سنائی۔

''مسٹر ڈینس! بالآخر کام بن گیا.....''

''کیا مارک.....؟''

''ڈیوک البرٹ کی ایک لانچ، ایری ڈیک سے آ لگی ہے۔''

''اوہ، گڈ.....! اس کے علاوہ؟''

''مطلب کا آدمی بھی مل گیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مسٹر البرٹ نے خاص طور سے آپ
کی جماعت کے آدمی کا انتخاب کیا ہے۔''

''بہت خوب مارک! لیکن کیا تم نے کام ادھورا چھوڑ دیا؟ تمہیں اس کے بارے میں
پوری معلومات مہیا کرنا تھیں۔''

''میرے کام ادھورے نہیں ہوتے مسٹر ڈینس! میں نے جب اپنے مطلب کا انسان
تلاش کر لیا تو وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور اس کے تعاقب میں چل پڑا۔ اس کے علاوہ میں نے تم
سے ملنے کی جلد بازی بھی نہیں کی اور پہلے اپنا کام پورے طور پر کر لیا۔ اس کے بعد تمہارے
پاس پہنچا۔''

''اوہ.....! تو تم اُس کے بارے میں تفصیل معلوم کر کے آئے ہو؟''

''بہت زیادہ تو نہیں۔ لیکن اتنی ضرور کہ کام چل جائے۔ اس سے پہلے بھی ایری ڈیک پر
ی کی لانچیں آتی رہتی ہیں۔ یہ لانچیں مختلف کاموں سے آتی ہیں۔ بعض لانچیں جزیرے
پر چیز سیکشن کی ہوتی ہیں اور یہاں سے خریداری کر کے لے جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ
رے کاموں سے بھی لانچیں آتی رہتی ہیں۔ لانچوں سے آنے والے یہاں کئی کئی روز تک
کرتے ہیں۔ اور اس دوران وہ پیرس کی تفریحات میں بھی دلچسپی لیتے ہیں اور مختلف
لوں میں قیام کرتے ہیں۔ جس شخص کا میں نے انتخاب کیا ہے، اُس کا نام ہینڈلک ہے۔
خیال ہے جزیرے کا پرچیز آفیسر ہے۔ اُس کے ساتھ اُس کا دوست رینک ہے۔ دونوں
ہوٹل پانیر میں قیام کیا ہے۔ پانیر رُوم نمبر گیارہ.....''

''کافی ہے مارک.....!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اَب کیا پروگرام ہے مسٹر ڈینس؟''

''پہلے میں اس پر ایک نگاہ ڈال لوں۔ آج مسٹر ڈوڈی میرا کام مکمل کر رہے ہیں۔''

''اوہ..... اُس سے دوبارہ ملاقات ہوئی تھی؟''

''ہاں..... واقعی شاندار آدمی ہے۔ اگر وہ اس گندے علاقے کو چھوڑ کر جدید دنیا میں آ
ئے اور جدید حلقوں سے روشناس ہو جائے تو نہ جانے کیا بن سکتا ہے۔ خوبی یہ ہے کہ میں
نے اُسے ایک چھوٹی سی مشینری بنانے کے لئے کہا تھا۔ اُس نے وہ اتنی شاندار بنائی ہے کہ
یقین نہیں آتا۔ اور اس میں سو فیصدی اُس کی کاوشیں ہیں۔''

''میں نے کہا تھا نا کہ وہ انوکھا آدمی ہے۔ تو آپ اُس سے مطمئن ہیں؟''

''مکمل طور سے۔ آج میں اُس سے ڈلیوری لے لوں گا۔''

''بہت عمدہ۔ پھر اَب.....؟''

''میرا خیال ہے، ایک نگاہ اپنے دوست کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے بعد میں ڈوڈی کے
جاؤں گا اور اُس سے ڈلیوری لے لوں گا۔ پھر ہم اپنے دوسرے پروگرام پر عمل کریں
گے۔''

''ایک بات پوچھنے کو دل چاہ رہا ہے مسٹر ڈینس.....!''

''ہاں..... پوچھو!''

''میں نہیں سمجھتا، آپ نے اپنے پروگرام کو اَب تک مجھ سے کیوں پوشیدہ رکھا ہے؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرحال! میرے دل میں بڑی خواہش ہے کہ آپ کا پروگرام معلوم کروں۔''

''اوہ، مارک! تم سے پوشیدہ رکھنے کی بات نہیں ہے۔ دراصل! یہ پروگرام ٹکڑوں کی شکل میں رہا ہے۔ اور میں نے اسے حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے اس کے لئے ایک تانا بانا ضرور بُنا تھا۔ لیکن پورے طور سے یہ بھروسہ نہیں تھا کہ حالات میری مرضی کے مطابق ڈھلتے جائیں گے۔ بہرحال! ویرا کو آلڈرے نے اغواء کیا تھا۔ حالانکہ اُس لڑکی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن بہرحال! اُس کا اغواء میرے لئے چیلنج بن گیا ہے۔ آلڈرے بے بس ہو گیا اور میں نے اُس سے معاوضہ وصول کر لیا۔ اور وہ اَب کسی قابل نہیں رہ گیا ہے۔ اس لئے میرا اُس سے جھگڑا ختم ہو گیا۔ لیکن ڈیوک! میں اُسے نہیں چھوڑوں گا۔''

''لیکن اُس کے لئے آپ کیا کریں گے؟''

''کچھ نہیں..... فی الحال تو میں البرٹو جاؤں گا اور ڈیوک کے کسی آدمی کے میک اَپ میں جاؤں گا۔''

''تنہا.....؟''

''ہاں مارک..... اول تو وہاں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہوتی تب بھی میں کسی کو وہاں لے جانا پسند نہیں کرتا۔ ایسے معاملات، جن کا تعلق میری اپنی ذات سے ہو اور جن میں زندگی کے خطرات ہوں، ان سے میں خود ہی نمٹنا پسند کرتا ہوں۔''

''میری گنجائش نہیں نکل سکتی مسٹر ڈینس.....؟''

''نہیں ڈیئر مارک! میں تمہارے اُوپر پورا اعتماد کرتا ہوں۔ لیکن اس معاملے میں، میں تمہیں اس حد تک ملوث نہیں کر سکتا۔''

''کسی قیمت پر نہیں؟''

''نہیں ڈیئر مارک! یہ میرے اصول کے خلاف بات ہو گی۔''

''اگر دوسرے آدمی کے میک اَپ میں، میں چلتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی۔''

''مارک.....! میرا ایک اصول یہ بھی تھا کہ جو کچھ بھی کروں، تنہا ہی کروں۔ لیکن تم اتنے نیس انسان ہو مارک! کہ میں نے اپنا یہ اصول توڑ لیا ہے۔ آئندہ بھی تم میرے ساتھ ہی رہو گے مارک! ممکن ہے، تھوڑے بہت عرصے کے لئے مجھے تم سے جدا ہونا پڑے۔ لیکن اس کے بعد.....''

''بہرحال! میں آپ سے زیادہ اصرار نہیں کروں گا مسٹر ڈینس! لیکن اگر میرے لئے کوئی

ش ہو تو ضرور نکالیں۔''

''پلیز مارک! اس سلسلے میں مجھے یکسوئی سے رہنے دو۔''

''او کے سر.....!'' مارک نے کہا۔ اور پھر بولا۔ ''اَب میرے لئے کیا حکم ہے؟''

''کیوں نہ ہم چل کر اُسے دیکھ لیں؟''

''ٹھیک ہے.....!'' مارک نے جواب دیا اور ہم دونوں تیار ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ہوٹل پائینیر جا رہے تھے۔ میں نے میک اَپ بدل لیا تھا۔ س دور میں میک اَپ ایک شاندار سہارا تھا۔ اور پھر مجھے خصوصی طور پر اس کی تربیت دی گئی ی۔ میں، میک اَپ میں جدید ترین مہارت رکھتا تھا اور ایسے ایسے میک اَپ کر سکتا تھا جو ے مثال ہوں۔ اس سلسلہ میں، میں نے بہت سی ایسی ماسک تیار کی تھیں جنہیں ایک لمحے ں چہرے پر فٹ کیا جا سکتا تھا اور اُن سے خدوخال میں ایسی ہلکی سی تبدیلی آ جاتی تھی کہ کوئی گہری نگاہ سے دیکھنے کے بعد یہی اندازہ کر سکتا تھا کہ اُسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ وہ شخص نہیں ہے، جو وہ سمجھا تھا۔

بہرحال! ایسی کئی چیزیں اَب میں نے ہمیشہ ساتھ رکھنا شروع کر دی تھیں۔ اور اُنہیں ں نے خود ہی تیار کیا تھا۔ ہوٹل پائینیر پہنچ کر مارک نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ اُس کے قریب پہنچ گئے۔

''کیا پوزیشن ہے.....؟''

''دونوں کمرے میں موجود ہیں۔ دو لڑکیاں آئی ہیں۔ وہ بھی کمرے میں ہی ہیں۔'' اُن میں سے ایک نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے.....!'' مارک نے کہا اور وہ دونوں واپس چلے گئے۔ میں اور مارک آگے بڑھ گئے تھے۔ ''اَب اُن لوگوں کو باہر کیسے نکالا جائے؟'' مارک نے کہا۔

''کون سا مشکل کام ہے؟ نیچے جا کر اس کمرے میں فون کرو۔ کوئی بھی بات کہہ سکتے ہو۔ میں راہداری میں موجود رہوں گا۔ بس! ایک نگاہ دیکھنے کی تو بات ہے۔''

''اوہ..... واقعی! یہ تو زیادہ مشکل نہیں ہے۔'' مارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر میں خود وہیں رُک گیا اور مارک نیچے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص باہر نکل آیا۔ وہ نیچے جانے کے لئے لفٹ کی طرف بڑھا اور پھر لفٹ اُسے لے کر نیچے چلی گئی۔ میرے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ مارک کو میں پہلے ہی اعلیٰ کارکردگی کا مالک تسلیم کر چکا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ بلاشبہ! اُس نے جس شخص کا انتخاب کیا تھا، وہ ہو بہو میری جسامت کا تھا۔ اور اُس کے چہرے کی بناوٹ بھی ایسی تھی کہ میں بہ آسانی اُس کی شکل کا میک اَپ کر سکتا تھا۔ میرا کام پورا ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نیچے چل پڑا۔ میں سیڑھیوں سے اُترا تھا۔ مارک بھی سیڑھیوں پر ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

''دیکھ لیا.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں.....!''

''ویسے وہ نیچے گیا ہے۔ اگر اور دیکھنا چاہیں تو نیچے چلتے ہیں۔'' مارک نے کہا اور میں نے ہاتھ اُٹھا دیا۔

''نہیں مارک! میں اُسے دیکھ چکا ہوں۔ بس! ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں واپس سیڑھیوں سے اُترنے لگے۔ ''تم نے فون پر کیا کہا تھا؟'' مارک کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے کہا۔

''اوہ..... میں نے اُس سے کاؤنٹر مینجر کی طرف سے کہا تھا کہ ایک خاتون آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔ میں جانتا تھا کہ نیپڈرک کے کمرے میں پہلے سے دو لڑکیاں موجود ہیں۔ اس لئے وہ کسی تیسری خاتون کو یہاں نہیں بلائے گا اور خود آ جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔''

''عمدہ.....!'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم دونوں کار کے قریب پہنچ گئے۔ ''اَب تمہارا کیا پروگرام ہے مارک؟''

''بس مسٹر ڈینس.....! میں تو یہاں رُکوں گا۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی میں اسے کسی قیمت پر مِس نہیں کرنا چاہتا۔'' مارک نے جواب دیا اور میں کار میں بیٹھ گیا۔ کار سٹارٹ کر کے میں کچھ آگے بڑھا۔ اَب مجھے مسٹر ڈوڈی کی رہائش گاہ پر جانا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے میری کار پیرس کے اُس گندے علاقے میں پہنچ گئی جہاں مسٹر ڈوڈی کی دُکان تھی۔ ظاہر ہے، میں اُن کا واحد گاہک تھا۔ اور آج کل وہ صرف میرے لئے کام کر رہے تھے، اس لئے وہ مجھے منتظر ملے۔ مجھے دیکھ کر کھل اُٹھے تھے۔

''سب کچھ تمہاری پسند اور مرضی کے مطابق ہے۔ میں نے تجربے کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔ گرائن تین کتے پکڑ کر لایا ہے جن میں ایک کتا مسٹر ہولڈن کا تھا۔ کمبخت نے ایک بار میری پتلون پھاڑ دی تھی۔ اُس وقت سے میری اُس سے دشمنی چل رہی ہے۔''

''بہت خوب..... تو آپ اس پر تجربہ کریں گے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''یقیناً.....! اس سے بہتر موقع کون سا ہو گا؟ آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔'' مسٹر ڈوڈی ہنس پڑے۔

پھر میں نے پوچھا۔ ''گرائن کون ہے؟''

''میرا ملازم..... آؤ! چلتے ہیں۔ میرا گھر دُکان کے عقب میں ہے۔ لیکن ہمیں یہ پوری سٹریٹ گھوم کر عقب میں پہنچنا ہو گا۔'' مسٹر ڈوڈی نے کہا اور میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ دُکان مسٹر ڈوڈی نے یونہی چھوڑ دی تھی۔ ظاہر ہے، اگر کوئی اس دُکان میں چوری کی کوشش بھی کرتا تو کیا لے جاتا؟ تھوڑی دیر کے بعد وہ مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ''آ جاؤ..... اندر آ جاؤ!'' اُس نے کہا اور میں اُس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ مسٹر ڈوڈی کا مکان بھی عجائب گھر تھا۔

''آپ کے دوسرے اہل خانہ مسٹر ڈوڈی.....؟'' میں نے پوچھا۔

''صرف خانہ ہے۔ جس میں اہل خانہ صرف دو ہیں۔ یعنی میں اور گرائن۔ گرائن کو بھی میرے پاس آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ اور پھر وہ بھی انوکھا ملازم ہے۔ صرف روٹی اور کپڑے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ میں تین دن فاقے کرتا ہوں تو وہ چار دن کے لئے تیار رہتا ہے اور مجھے اُس جیسا ملازم دوسرا نہیں مل سکتا۔ ویسے ایک بات میں ضرور کہوں گا۔ اُس کی شخصیت بے حد پراسرار ہے۔ تم یہاں بیٹھو! میں اپنی تیار کردہ چیزیں لاتا ہوں۔ اور اس کے بعد پھر تجربات کریں گے۔''

''کیا نام ہے آپ کے ملازم کا مسٹر ڈوڈی.....؟''

''براہِ کرم! اُسے ایک منٹ کے لئے بھیج دیں۔''

''بہتر..... ویسے وہ کسی سے نہیں ملتا۔ یہ اُس کی ملازمت کی شرط ہے کہ وہ گھریلو عورتوں کی مانند رہے گا۔ کبھی دُکان پر نہیں آئے گا۔ اور باہر کے کام نہیں کرے گا۔ البتہ وہ کھانا بہتر پکاتا ہے اور.....''

''براہِ کرم مسٹر ڈوڈی! جلدی کریں۔'' میں نے کہا اور میرے دماغ میں عجیب سی سنسناہٹ پیدا ہوئی۔ میرا ذہن صرف ایک گردان کر رہا تھا۔ گرائن..... گرائن..... گرائن۔

بوڑھا ڈوڈی اندر چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان میرے پاس پہنچ گیا۔ ''آپ نے مجھے طلب کیا تھا جناب.....؟'' اُس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا۔ لیکن میرے کان اُس کی آواز کہاں سن رہے تھے؟ میں تو اُس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ اُس کے خدوخال سو فیصدی ویرا سے ملتے جلتے تھے۔ بلاشبہ! وہ ویرا کا بھائی تھا..... ہاں! اُس کا بھائی گرائن..... جس کی تلاش نہ جانے کسے کسے تھی۔''

''آپ نے بتایا نہیں جناب!''

''کوئی خاص بات نہیں تھی گرائن! مسٹر ڈوڈی نے آپ کا تعارف اس انداز میں کرایا تھا کہ مجھے آپ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔'' میں نے جواب دیا۔ لیکن میں نے گرائن کی آنکھوں میں شبہے کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔

اسی وقت ڈوڈی آ گیا۔ اُس کے ہاتھوں میں میری مطلوبہ اشیاء تھیں جن کا وہ مجھے تجربہ کرانا چاہتا تھا۔

''گرائن! تم کتوں کو پکڑ لاؤ۔ ایک ایک کر کے لانا۔'' ڈوڈی نے گرائن کو حکم دیا اور گرائن نے گردن جھکا دی۔ پھر وہ اندر چلا گیا اور ڈوڈی مجھے اُن چیزوں کے بارے میں بتانے لگا۔ میں نے اپنا ذہن اُس طرف منتقل کر لیا۔ کیونکہ بہرحال! یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا۔ لیکن میرے ذہن میں رہ رہ کر گرائن کا خیال آ رہا تھا۔ گرائن یہاں پوشیدہ ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد گرائن ایک کتے کو لے آیا۔ ڈوڈی نے اپنے تیار کردہ فاؤنٹین پین سے ایک زہریلی سوئی پھینکی جو کتے کے بازو میں پیوست ہو گئی اور کتا ایک دم کافی اُونچا اُچھلا۔ پھر زمین پر گر کر اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے۔ اور پھر ساکت ہو گیا۔ گرائن اس دوران خاموش کھڑا رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد دوسرا کتا لینے چلا گیا اور ڈوڈی مجھے اپنی تیار کردہ اشیاء کے بارے میں بتانے لگا۔ گرائن اس بار کافی دیر میں آیا تھا۔ اُس نے ایک قد آور کتے کی زنجیر پکڑی ہوئی تھی۔ میں نے پھر اُسے دیکھا اور اُسی وقت گرائن نے کتے کی زنجیر گلے سے نکال دی۔ لیکن نہ جانے کیوں..... گرائن کے اندر داخل ہوتے ہی میرے ذہن میں ایک چبھن سی ہوئی تھی۔ ایک انوکھا احساس..... جیسے میرے اندر چھپا ہوا انسان مجھ سے کچھ کہہ رہا ہو۔ اور یہ انسان جو کچھ کہہ رہا تھا، وہ سامنے آ گیا۔ جونہی گرائن نے کتے کے گلے سے زنجیر کھولی، کتے نے ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ میرے اُوپر چھلانگ لگا دی۔ اُس کی کیفیت سے بے پناہ وحشت اور درندگی کا احساس ہوا تھا۔

گو، یہ اچانک تھا۔ ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال نہیں تھا کہ ایسی کوئی صورت حال ہو جائے گی۔ لیکن سیکرٹ پیلس کی تربیت نے اعضاء کو ذہن کی قید سے آزاد کر دیا تھا اور کسی

ذہنی عمل کے لئے ذہنی احکامات کی ضرورت نہیں باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ کتے کے رُخ کا اندازہ کرتے ہی میں نے بدن کو جنبش دی اور میری ایک ٹانگ پھرتی سے گھوم گئی۔ ٹانگ بھرپور طور سے کتے کے بدن پر پڑی اور کتے نے جس قوت سے جست لگائی تھی، اُس سے دگنا زیادہ قوت سے اُچھل کر واپس ایک دیوار سے ٹکرایا اور اُس کا بھیجہ نکل پڑا۔ بدن کی دھجیاں چور چور ہو گئیں۔ اُس کے منہ سے آخری آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔

یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ مسٹر ڈوڈی دوبارہ گردن گھمانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکے تھے۔ گرائن، پتھر کے بت کی مانند ساکت ہو گیا تھا۔ کافی دیر خاموشی رہی۔ پھر مسٹر ڈوڈی بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ ''اسے کیا ہو گیا تھا.....؟''

''کچھ نہیں مسٹر ڈوڈی! بہرحال! میں ان چیزوں سے مطمئن ہوں۔ کیا آپ انہیں میرے حوالے کرنا پسند کریں گے؟''

''ضرور..... لیکن تجربہ؟''

''بس..... کافی ہے۔ بہرحال! فی الوقت آپ سے اجازت۔ یہ آپ کا معاوضہ۔ میں آئندہ بھی آپ کو تکلیف دُوں گا۔'' میں نے اپنی مطلوبہ اشیاء تحویل میں لے لیں اور نوٹوں کی گڈیاں مسٹر ڈوڈی کے حوالے کر دیں۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے گرائن سے کہا۔ ''مسٹر گرائن..... پلیز! کیا آپ مجھے صرف دو منٹ دے سکتے ہیں؟''

گرائن نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر گردن ہلا دی۔ مسٹر ڈوڈی وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ گرائن کے شانے پر دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھے ہوئے میں اپنی کار تک پہنچ گیا۔ گرائن کے انداز میں سخت اُلجھن تھی۔ وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔ میری طرف سے ہوشیار بھی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میرے انداز میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے اُسے کوئی خطرہ محسوس ہوتا۔

کار کے قریب پہنچ کر میں نے کار کا عقبی دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولنے کے بعد اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیزیں کار کی پچھلی سیٹ پر رکھیں اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ گرائن میرے نزدیک ہی تھے۔ دوسرے لمحے میں نے غیر محسوس انداز میں اپنا ہاتھ بلند کیا اور میرا ہاتھ گرائن کی پشت پر پڑا۔ گرائن نے ایک دم سے دونوں ہاتھ پھیلا کر کار کا سہارا لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن دوسری ضرب اگر مارنی پڑتی تو پھر فن ہی کیا تھا؟ کار کا سہارا لے کر رُکنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ نیچے پھسلنے لگا۔ میں نے اُس کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اُسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنبھال لیا۔ دوسرے لمحے میں نے اُسے کار کی پچھلی نشست پر ٹھونس دیا تھا۔ اور پھر میں نے دروازہ بند کر دیا۔ کار کے دونوں دروازے لاک کرنے کے بعد میں نے کار آگے بڑھا دی۔

میں نہیں جانتا تھا کہ مسٹر ڈوڈی نے میری یہ حرکت دیکھی یا نہیں؟ بہرصورت! میں اُنہیں اندر ہی چھوڑ آیا تھا۔ اس لئے اس کی توقع کم ہی تھی۔ کار برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ یہاں مارک کے آدمی میرے غلاموں کی حیثیت سے کام کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ آج کل میں ہی اُن کا باس ہوں اور مارک میری مٹھی میں ہے۔ میں نے اُنہیں ہدایت کی کہ کار کی پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کو احتیاط سے اندر لے آئیں۔ اور اُنہوں نے اُس پر پورا پورا عمل کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد گرائن ایک کمرے میں میرے سامنے بے ہوش پڑا تھا۔ مجھے یقین تو کہ وہ زیادہ دیر تک بے ہوش نہیں رہے گا۔ کیونکہ وہ تندرست وتوانا آدمی تھا۔ اور پھر وہ ہاتھ اتنا ہی وزن رکھتا تھا کہ پندرہ بیس منٹ یا پھر زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک بے ہوش رہ کر اُسے ہوش میں آنا ہی تھا۔

بہرصورت! میں نے اپنی لائی ہوئی چیزیں محفوظ کر دیں اور پھر گرائن سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر اخبار دیکھنے لگا۔ مجھے گرائن کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ اور میرے اندازے کے مطابق اُسے ہوش میں آنے میں زیادہ دیر نہ لگی اور گرائن نے آہستہ سے کراہ کر کروٹ بدلی اور کراہتے ہوئے اُس نے آنکھیں بھی کھول دیں اور دونوں ہاتھوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ اُچھل کر بیڈ سے نیچے آ گیا۔ اُس نے وحشیانہ انداز میں مجھے دیکھا اور پھر اُس کے ہونٹ بھنچ گئے۔

''یہ کون سی جگہ ہے......؟'' اُس نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''بیٹھو گرائن......! آرام سے بیٹھو۔'' میں نے نہایت پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''میں کہتا ہوں، یہ کون سی جگہ ہے......؟''

''میرا گھر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور میں یہاں کیسے پہنچ گیا......؟'' گرائن نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''میں لایا ہوں......''

''مم......مگر......میں تو......اوہ......اوہ! تم نے میرے اُوپر حملہ کیا تھا۔''

''ہاں......!'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ تم آسانی سے مجھ پر قابو پا سکتے ہو؟'' اُس نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''میں تم پر قابو پا چکا ہوں گرائن! اور ظاہر ہے، تم اپنے قدموں سے چل کر یہاں تک نہیں پہنچے۔ میں تمہیں لایا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میں مر جانا پسند کروں گا۔''

''کیوں......آخر کیوں؟'' میں نے سوال کیا۔

''تم میرے اُوپر قابو نہیں پا سکتے۔ میں آج تک تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ رہا ہوں۔ لیکن میں نے یہ بات سوچ لی تھی کہ اگر تم کبھی مجھ تک پہنچ گئے تو میں خودکشی کر لوں گا، دو، چار کو مار دوں گا۔ لیکن اپنے آپ کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔''

''ٹھیک ہے گرائن! لیکن تمہاری سوچ غلط بھی تو ہو سکتی ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' گرائن نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

''بیٹھ جاؤ!'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ لیکن وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ ''گرائن! بیٹھ جاؤ۔ میں وہ نہیں ہوں، جن کے بارے میں تم سوچ رہے ہو۔''

''پھر کون ہو......؟'' گرائن نے سوال کیا۔

''اگر تم بیٹھ کر دوستانہ انداز میں گفتگو کرو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو بلا کر اُن سے کہوں کہ تمہیں کہیں بند کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد جتنا عرصہ تم میرے پاس ہو، اُلجھن میں گزارتے رہو۔'' میں نے جواب دیا اور گرائن کے چہرے پر کچھ ڈھیلا پن نظر آنے لگا۔ پھر اُس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''لیکن اگر تم اُن میں سے نہیں ہو تو پھر مجھے بتاؤ! کہ تم کون ہو؟ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''لیکن کیا اسی طرح کھڑے کھڑے؟'' میں نے سوال کیا۔

گرائن چند ساعت سوچتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر دوبارہ مسہری پر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں سے شدید اُلجھن جھانک رہی تھی۔

''تو مسٹر گرائن شارپ گلینڈی! میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو آپ کو تلاش کر رہے ہیں اور غالباً قتل کر دینا چاہتے ہیں۔''

''تم یہ نہیں کہہ سکتے۔'' وہ بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''کیا مطلب......؟''

''تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ اور فرانس میں جو کوئی مجھے جانتا ہے، وہ میری نشاندہی کر کے لکھ پتی بن سکتا ہے۔ کیا تم اتنے ہی فرشتہ صفت ہو کہ ڈیوک کی مقرر کردہ رقم حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرو گے؟''

''ہاں...... یہی سمجھ لو!'' میں نے جواب دیا۔

''ناممکن ہے۔ کسی بڑے مقصد کے لئے انسان سارے اقدار بھول جاتا ہے۔ اور اس دور میں دولت حاصل کرنا ہی انسان کا اولین مقصد ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو مجھے بتاؤ! تم مجھے کس لئے اغواء کر کے لائے ہو؟''

''مسٹر ڈوڈی کے ہاں تم کب سے تھے گرائن......؟''

''اور وہاں کیسے پہنچ گئے؟''

''تلاش کیا تھا اُسے۔ دنیا کی نگاہوں سے چھپنے کے لئے میں اَب تک نہ جانے کیا کر چکا ہوں۔ کسی بھی جگہ زیادہ عرصہ نہیں رُکتا۔ تا کہ لوگ میرے بارے میں کچھ نہ جان سکیں۔''

''ہوں...... اچھا انداز ہے۔ بہرحال! ایک سوال اور ہے۔ کیا اخبار وغیرہ نہیں پڑھتے؟''

''پڑھتا ہوں......!''

''باقاعدگی سے......؟''

''ہاں......!''

''تب تم نے آلڈرے کے بارے میں تفصیلات نہیں پڑھیں؟ کیا تم نے ڈیوک البرٹ کے بارے میں نہیں پڑھا؟ کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ آلڈرے، ڈیوک البرٹ کا خاص کارکن ہے۔''

''میں جانتا ہوں......!''

''تم نے ڈیوک کی لانچ کی تباہی کے بارے میں بھی نہیں پڑھا؟''

''پڑھا ہے۔ لیکن......''

''کس نتیجے پر پہنچے تھے؟''

''اُن دونوں کے کسی مشترکہ دشمن پر غور کر لیا تھا۔ ظاہر ہے، وہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔ کوئی نہ کوئی تو اُنہیں کیفر کردار تک پہنچائے گا۔''

''میں نے آلڈرے کو تباہ و برباد کیا ہے...... میں نے ڈیوک کی لانچ ڈبوئی ہے۔ اور میں

ہر تو جیسے خطرناک چوہے کو موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔'' میں نے کہا اور گرائن کی تعجب سے پھیل گئیں۔ وہ کئی منٹ تک سکتے کے عالم میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر خشک ہاں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

''لیکن کیوں......؟''

''بس...... میرا عہد ہے۔''

''کیا اُس نے تمہارے ساتھ بھی بہت برا سلوک کیا ہے؟ مجھے بتاؤ! آخر اُس سے تمہاری دشمنی ہے؟ ویسے اگر تم میرا نام جانتے ہو تو میری کہانی بھی جانتے ہو گے۔''

''ہاں...... میں تمہاری کہانی جانتا ہوں۔''

''کس نے بتایا تمہیں......؟ بولو! میرے بارے میں کیسے جانتے ہو؟'' گرائن کے انداز اَب کافی تبدیلی آ گئی تھی۔

''ایک لڑکی نے، ایک معقول معاوضہ ادا کر کے مجھے ڈیوک البرٹ اور آلڈرے کے کھڑا کیا ہے۔ اور اَب یہ میرا فرض ہے کہ میں ڈیوک کو ٹھکانے لگاؤں۔''

''لڑکی......؟ کون لڑکی......؟ کیا نام بتایا تھا اُس نے اپنا......؟''

''ویرا ابن گلینڈی......!'' میں نے جواب دیا اور گرائن کی حالت غیر ہو گئی۔ اُس کے ے پر ایک لمحے کے لئے حسرت پیدا ہو گئی۔ پھر اُس کی رنگت جذبات سے سرخ ہو گئی اور کی آنکھوں سے نمی جھلکنے لگی۔

''یہ لڑکی...... یہ لڑکی تمہیں کہاں ملی؟ اور تم اُس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ وہ کہاں......؟ اوہ! تم تو یہ سب کچھ جانتے ہو گے۔ اور جب تم یہ سب جانتے ہو تو تمہیں یہ بھی ہو گا کہ ویرا کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ میرے دوست! میری بہن کہاں ہے......؟ میں تم سے کرتا ہوں کہ تم مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ!''

''وہ خیریت سے ہے گرائن! کیونکہ اُس نے میری خدمات حاصل کر لی ہیں۔ اس لئے کی حفاظت کی ذمہ داری میں نے قبول کی ہے۔ اور اُسے ایک ایسی جگہ پناہ دی ہے، دشمنوں کے ہاتھ اُس تک نہ پہنچ سکیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''آہ...... میرے محسن! اگر یہ بات ہے...... اگر یہ بات ہے تو میں تم سے سخت شرمندہ ہوں میں نے...... میں نے تمہارے لئے جو کچھ کیا تھا، کاش...... کاش! میں وہ کچھ نہ کرتا۔'' اُس نے تاسف سے ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مثلاً.....؟''

''تم جانتے ہو.....تم جانتے ہو۔تم بے حد چالاک ہو۔تم بے حد طاقتور اور پھر تیلے بھی ہو۔ میں نے کتے کو زہریلا انجکشن صرف اس لئے لگایا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ تمہیں چیر پھاڑ کر ختم کر دے۔ اور میری ترکیب کامیاب رہی.....لیکن تم نے اُسے ناکام بنا دیا۔ کاش! میں ایسا نہ کرتا.....اگر وہ کتا کامیاب ہو جاتا تو میں زندگی بھر اِس سلسلے میں افسوس کرتا رہتا۔ کاش.....میرے دوست! مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے تمہارے لئے ایسا سوچا اور کیا.....''

''خیر.....چھوڑو اِن باتوں کو۔ ویرا کے بارے میں، میں نے تمہیں بتا دیا کہ وہ بالکل محفوظ ہے اور میری تحویل میں ہے۔ میں اُسے مناسب وقت پر تمہارے حوالے کر دُوں گا۔ اس سے پہلے میں تمہارے دشمنوں ہی کو ٹھکانے لگانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ رووِن شارپ گلینڈی کی دولت اُس کے خاندان ہی میں رہے۔ اور ہینڈی فلپ جیسی کمینی عورت اُسے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ میں نے اس بات کی ذمہ داری قبول کی ہے گرائن! اور اسے پورا کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ویرا نے طویل عرصے تک تمہیں تلاش کیا۔ لیکن تم اپنی بہن کو تنہا چھوڑ کر دشمنوں سے اپنی جان بچاتے پھر رہے تھے۔ حالانکہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر تم اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے تو اس میں تم اپنے ساتھ بہن کو بھی شامل کر لیتے۔ بہرصورت! جو کچھ ہو چکا۔ اب میں ویرا سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اُس کے دشمنوں کے خاتمے کے بعد اُس سے ملاقات کروں گا۔ ویرا نے مجھے ایک مناسب معاوضے کی پیشکش کی ہے۔ اور میں نے اُس کی یہ پیشکش قبول کر لی ہے۔ چنانچہ مسٹر گرائن! میں خود بھی تمہاری تلاش میں تھا۔''

''اوہ.....لیکن مسٹر ڈوڈی کے پاس کس طرح پہنچ گئے؟''

''بس.....وہ ایک اتفاق تھا۔''

''میں نہیں مانتا۔''

''میری ہر بات مانو!'' میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور گرائن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے گردن ہلا دی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں.....! مجھے تمہاری ہر بات ماننی چاہئے۔''

''میں تمہارے مفاد میں ہوں گرائن! اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے تعاون

''ٹھیک ہے.....! میں آپ سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔'' گرائن نے جواب

''دراصل گرائن! ابھی تک تمہارا کوئی ایسا کارنامہ میں نے نہیں دیکھا جس سے محسوس کرتا کہ تم اعلیٰ ذہن اور اعلیٰ کارکردگی کے مالک ہو۔ میں تمہیں اِس مہم میں ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ تمہاری بہن محفوظ ہے اور میں اُسے اُس وقت تمہارے حوالے کر دُوں گا جب میں تمہارے دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔''

''میں تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔ تم کہو تو میں آنکھیں بند کر کے کسی گہرے کنویں میں چھلانگ لگا دُوں؟ ظاہر ہے، تم میرے محسن ہو۔ ویرا نے اگر تمہیں کسی مناسب معاوضے کی پیشکش کی ہے تو میں اس معاوضے کو اپنی طرف سے دُگنا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ تمہارے اِس احسان کو ہم دونوں بہن بھائی زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے سارے خاندان کو ختم کر دیا گیا ہے۔ وہ صرف ہماری دولت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ بہرصورت! ہمیں دولت سے زیادہ زندگی عزیز ہے۔ لیکن اگر تم جیسا دلیر انسان ہماری مدد پر آمادہ ہو گیا ہے تو ہم، تم سے بہت سی توقعات وابستہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میری گزارش ہے کہ جو کچھ تم، ہم سے چاہتے ہو، صاف صاف کہو۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔''

گرائن نے بھاری لہجے میں کہا اور میں اُسے دیکھنے لگا۔

''گرائن! میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس جگہ میں تمہیں لایا ہوں، یہاں رہو۔ آرام سے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ میرے لئے کچھ مشکلات پیدا ہو جائیں۔''

''کس قسم کی مشکلات.....؟'' گرائن نے پوچھا۔

''میں ڈیوک البرٹ سے نبرد آزما ہوں۔ اور اُسے تباہ و برباد کرنے کا عزم کر چکا ہوں۔ اِس کام کو تمہاری ضرورت ہے، اور مجھے بھی۔ کیونکہ ڈیوک البرٹ کو فنا کرنے کے بعد ہینڈی فلپ اور اُس کے بیٹے شارٹی کی باری ہے۔ اور اس کے بعد ہی میرا کام پورا ہو گا۔''

''آہ.....تم مجھے کیسے سنہرے خواب دکھا رہے ہو۔ کاش! یہ خواب حقیقت بن سکیں۔ لیکن میرے دوست! تمہاری اَب تک کی کارکردگی، بذات خود بہت کچھ تھا۔ لیکن ڈیوک کا عشر عشیر بھی نہیں۔ وہ بے پناہ شیطانی قوتوں کا حامل ہے۔ فرانس کی پوری حکومت اُس کی مٹھی میں ہے۔ تم بھی دیکھ چکے ہو گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''گرائن.....! اِن تمام معاملات میں نہ اُلجھو۔ تم مجھ سے تعاون کا صرف ایک وعدہ کرو۔ اور وہ یہ کہ جس طرح تم ڈوڈی کے ہاں زندگی گزار رہے تھے، اُسی طرح یہاں گزارو۔ تاکہ کسی طور اُن لوگوں کے ہاتھ نہ لگ سکو۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں ڈیئر! تمہاری ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کروں گا۔''

''بس.....شکریہ! اس کے بعد باقی معاملات میں خود دیکھ لوں گا۔'' میں نے کہا۔

''لیکن ایک بات اور بتاؤ دوست! میں تمہیں کس نام سے پکاروں؟''

''ڈینس.....!'' میں نے جواب دیا۔

''میرے دوست ڈینس.....! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میری بہن ویرا بھی میرے ساتھ ہی رہے؟ تم نے جس جگہ اُسے رکھا ہے، وہاں سے یہاں منتقل کر دو۔''

''ابھی یہ مناسب نہ ہوگا گرائن.....!''

''میں اُس کی حفاظت کروں گا۔''

''نہیں کر سکو گے گرائن! تم نے اب تک صرف اپنے آپ کو بچانے کی جدوجہد کی ہے۔ ایک بار بھی تم نے ویرا کے بارے میں نہیں سوچا۔ اس لئے اس وقت اُس سے اس الفت کا اظہار مت کرو۔'' میں نے کہا اور گرائن نے سر جھکا لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اُس کے پاس سے اُٹھ آیا۔ لیکن میں بہت خوش تھا۔ گرائن خوب ہاتھ لگا تھا۔ بہرحال! اگر ویرا کے سلسلے میں کامیاب ہو گیا تو پھر گرائن کی تلاش بھی ضروری تھی۔ ورنہ کام ادھورا رہ جاتا۔ میں نے مارک کے آدمیوں کو گرائن کی نگرانی کی ہدایت کر دی۔ میں نے اُن سے کہا کہ گرائن کی بھرپور حفاظت اور نگرانی کی جائے۔ اُسے یہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ البتہ وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو اُسے بے ہوش کر کے رکھا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد مجھے مارک کی تلاش ہوئی۔ مارک بدستور اپنے کام میں مصروف تھا۔ دوسرے دن صبح اُس نے مجھ سے ملاقات کی اور گہری سانس لے کر بولا۔ ''میں نہیں کہہ سکتا مسٹر ڈینس.....! کہ وہ کب تک قیام کریں گے؟ لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ اس بار وہ کسی اہم کام سے نہیں آئے۔ اس لئے کسی بھی وقت واپس جا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، کام جلد از جلد کیا جائے۔''

''ہوں.....کام آج ہو جائے گا مارک!'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ.....گڈ! پروگرام کیا ہے؟''

''تمہارے خیال میں کیا بہتر ہے؟''

''ظاہر ہے، ہم اُسے اغواء کریں گے۔''

''ہاں.....لیکن ابھی نہیں۔''

''اوہ.....پھر؟'' مارک نے تعجب سے پوچھا۔ اور میں کچھ سوچتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''تمہیں ایک وزنی گاڑی کا انتظام کرنا ہے مارک! ایک ایسی گاڑی کا جو بہت مضبوط ہو۔''

''ہو جائے گا.....لیکن تمہارا پروگرام کیا ہے؟''

''آج شام کو تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور مارک گردن ہلانے لگا۔

☆

اُس وقت رات کے پونے آٹھ بجے تھے۔ مارک کے آدمی بدستور بینڈرک کی نگرانی کر رہے تھے۔ مارک کو فوراً اُن کے بارے میں اطلاع مل گئی۔ دونوں موجود تھے۔ میں نے گاڑی روک دی اور گردن نکال کر مارک کو دیکھنے لگا جو اپنے آدمیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

پھر وہ واپس ہوا۔ میں اُس کے آدمیوں کی گفتگو سن چکا تھا۔ ''او کے مارک.....! اَب تم اندر جاؤ۔ اور اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ اُن کا کہیں جانے کا موڈ ہے یا نہیں؟''

''اوہ، بہتر.....!'' مارک مجھے گھورتا ہوا بولا۔ ابھی تک وہ میرا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔ ویسے اُس نے سارے کام میری مرضی کے مطابق کئے تھے۔ اُس وقت ہم بھی گاڑی میں تھے۔ وہ ایک بڑی اور چالیس ہارس پاور کی جیپ تھی جو کرینوں وغیرہ کو کھینچ لے جانے کے کام آتی تھی، بھلا اُس کی مضبوطی کا کیا ٹھکانہ؟ لیکن ابھی تک مارک کی سمجھ میں میرا پروگرام نہیں آیا تھا۔

بہرحال! میں انتظار کرتا رہا۔ مارک تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد آیا۔ اُس نے آتے ہی گردن ہلائی تھی۔ ''نہیں مسٹر ڈینس! میرا خیال ہے وہ کہیں جانے کے موڈ میں نہیں ہیں۔''

''ہوں.....!'' میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ پھر میں اسٹیئرنگ سے اُترتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ پھر میں اُنہیں نکال کر لاتا ہوں۔'' مارک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تھوڑے سے فاصلے پر بنے ہوئے ایک پبلک کال بوتھ پر پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے اُس ہوٹل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا نمبر ڈائل کیا جو سامنے تھا۔

''یس پلیز......؟'' آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''رُوم نمبر گیارہ میں مسٹر ہینڈرک...... براہِ کرم! جلدی۔'' میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ آپریٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

''یس...... ہینڈرک سپیکنگ۔''

''مسٹر ہینڈرک......!'' میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ ''مسٹر ہینڈرک......'' میں رُک گیا اور پھر میں نے ٹیلی فون بوتھ میں کافی زور زور سے ہاتھ مارے۔ ریسیور کئی بار زور زور سے فون بوتھ کی دیوار سے مارا۔ دوسری طرف سے برابر ہیلو ہیلو کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر میں نے اُسے دوبارہ منہ کے قریب کر لیا۔ ''مسٹر ہینڈرک...... براہِ کرم! مسٹر ہینڈرک! فوراً لانچ پر پہنچیے...... فوراً! آہ......'' میں دلخراش انداز میں چیخا۔ اور پھر میں نے ریسیور، کریڈل سے نیچے چھوڑ دیا۔ ہیلو ہیلو کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ پھر جب میں نے فون رکھنے کی آواز صاف سن لی تو خود بھی اطمینان سے ریسیور، کریڈل پر رکھ کر مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔

کوشش تو کی تھی۔ اب نتیجہ دیکھنا تھا۔ میں، مارک کے پاس گاڑی میں آ بیٹھا۔ میں نے دوبارہ سٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔

''کیا رہا......؟'' مارک نے پوچھا۔

''آنے والے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور مارک تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے اُن دونوں کو دیکھا اور منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ سیاہ رنگ کی خوبصورت کار باہر نکل رہی تھی اور وہ دونوں اُس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے جیپ سٹارٹ کر دی اور پھر میں بھی اُن کے پیچھے چل پڑا۔ کار کی رفتار کافی تیز تھی۔ اور اُسی کی نسبت سے جیپ کی رفتار بھی۔ ''کہاں جا رہے ہیں یہ دونوں......؟'' مارک نے سوال کیا۔

''ایری ڈیک۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''اوہ...... تمہیں اس حد تک معلوم ہے؟''

''ہاں...... کیوں نہیں؟'' میں نے کہا اور مارک ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

...اہ پیکارڈ برق رفتاری سے موڑ کاٹ رہی تھی۔ پھر جب وہ ایری ڈیک جانے والی ...سڑک پر نکل آئی تو اچانک میں نے جیپ کی رفتار طوفانی کر دی۔ رفتار بتانے والی ...آخری حدوں کو چھونے لگی اور سیاہ رنگ کی کار نزدیک آتی گئی۔ اس کے بعد میں نے ...کے برابر سے نکلتے ہوئے ایک زوردار سائیڈ مارا اور سیاہ رنگ کی کار نے کئی قلابازیاں ...اور سڑک کے دوسرے کنارے پر جا پڑی۔ مارک لرز کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دُور جا کر ...نے جیپ سڑک کے کنارے کر دی اور پھر اُسے ریورس کر کے کار کے برابر لے آیا۔ ...افراد خون میں نہائے پڑے تھے۔

...میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور جیپ کو پھر آگے بڑھا دیا۔ کافی دُور لے جا کر ...نے اُسے سڑک سے اُتار دیا اور ایک بڑے ہورڈنگ کی آڑ میں کھڑا کر دیا۔ یہاں سے ...پڑی کار پر بھی نگاہ رکھ سکتے تھے۔ زیادہ دیر نہیں گزری، ایک وین ایری ڈیک کی سمت ...آ رہی تھی۔ پھر وہ اُلٹی ہوئی کار کے نزدیک رُک گئی اور ہم نے اُس سے بہت سے ...اُترتے دیکھے۔ اُن سب کی چیخ و پکار صاف سنائی دے رہی تھی۔ غالباً وہ زخمیوں کو کار ...نکالنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ دس پندرہ منٹ تک وہ کوشش کرتے رہے اور ...یاب ہو گئے۔ پھر اُنہوں نے زخمیوں یا لاشوں کو کار سے نکال کر وین میں ڈالا اور وین ...پڑی۔ دوسرے لمحے میں نے جیپ سٹارٹ کر کے وین کے پیچھے ڈال دی۔

''تم لے لیں مسٹر ڈینس! جو میں کچھ بھی سمجھا ہوں۔'' مارک کی رندھی آواز سنائی دی اور ...نے ایک قہقہہ لگایا۔

''سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا ڈیئر مارک! گھبراؤ نہیں۔'' میں وین کی عقبی روشنیوں پر نگاہ ...تے ہوئے بولا اور مارک ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

...ین ہسپتال کی عمارت میں مُڑی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ پھر میں نے ...کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اَب ظاہر ہے، یہ اسی ہسپتال میں رہیں گے۔''

''لیکن کیا ضروری ہے مسٹر ڈینس! کہ وہ زندہ ہی ہوں؟''

''اُنہیں زندہ ہونا چاہئے مارک! اگر وہ مر جاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ مجھ سے ...ے کی غلطی ہوئی ہے۔ کار نے صرف قلابازیاں کھائی ہیں۔ اس کا کوئی حصہ زبردست ...ے متاثر نہیں ہوا ہے۔ اگر کوئی شیشہ وغیرہ ہی ٹوٹ کر کسی کے جسم کے نازک حصے ...ں گیا ہو تو دوسری بات ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اوہ......تو کار ٹکراتے ہوئے اس بات کا خیال بھی رکھا گیا تھا کہ اس میں بیٹھے ہوئے لوگ کتنے زخمی ہوں گے؟''

''اندازہ تو رکھنا ہی چاہئے مارک!'' میں نے کہا۔ اور پھر نیچے اُتر آیا۔ میں بولا اور مارک بھی میرے ساتھ ہی ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ پھر ہم نے دونوں زخمیوں کو دیکھا۔ اُنہیں فوری طبّی امداد دینے کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔

ہم ہسپتال میں داخل ہوئے۔ کوئی متوجہ نہ ہوا۔ بہت سے لوگ تھے۔ ہم دونوں کافی دیر تک یہاں رہے اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ دونوں زندہ ہیں۔ لیکن سخت زخمی ہو گئے ہیں۔ مارک خاموشی سے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ ابھی تک اُن دونوں کے پاس کوئی نہیں آیا تھا۔ پھر جب کافی دیر گزر گئی تو میں نے مارک سے کہا۔

''کیا خیال ہے مارک......اَب واپس چلیں؟''

''جیسی مرضی مسٹر ڈینس!'' مارک گہری سانس لے کر بولا۔

''ایک کام کرو مارک! تمہارے جو آدمی ہوٹل میں اُن کی نگرانی کر رہے ہیں، اَب اُنہیں یہاں منتقل کر دو۔''

''بہتر...... ٹیلی فون کر دیں اُنہیں؟''

''ہاں...... بہتر ہے کہ اُنہیں اُن کی ڈیوٹی سمجھا دو۔'' میں نے کہا اور مارک ٹیلی فون کرنے چلا گیا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ واپس آیا اور اُس نے اطلاع دی کہ وہ لوگ دس منٹ میں پہنچ جائیں گے۔ بہرحال! دس منٹ کے بعد مارک کے آدمی پہنچ گئے اور مارک نے اُنہیں اُن کی نئی ڈیوٹی سمجھا دی۔ ہم اُسی جیپ سے واپس چلے آئے تھے۔ راستے میں بھی مارک خاموش رہا۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ وہ خاموش رہ کر مجھے سوچنے دے۔ تاکہ میں اپنے پروگرام میں کوئی جھول نہ چھوڑوں۔

☆......☆......☆

ہونے کے بعد ڈیوک کے جزیرے پر لے جائیں گے۔ سوچو! اس سے مجھے کتنے فائدے ہوں گے۔ میں ذہنی طور پر مفلوج ہوں گا۔ اس لئے اگر کسی کو نہ پہچان پاؤں تو کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر جزیرہ البرٹو کے آداب سے ناواقف ہوں تب بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اور اگر میری آواز بدل جائے تو بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اس طرح مجھے بے شمار آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ چنانچہ میرے دوست! آج رات میں اس ہسپتال میں منتقل ہو جاؤں گا۔ اور اس کے بعد تم اُس وقت تک کے لئے مجھے بھول جاؤ گے، جب تک میں ڈیوک کے جزیرے سے واپس نہ آ جاؤں۔'' مارک نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ ''کیوں...... کیا ہوا ہی؟''

''براہِ کرم! اسٹیئرنگ اَب آپ ہی سنبھال لیں مسٹر ڈینس!'' مارک نے مضمحل سی آواز میں کہا۔

''ارے...... کیا ہوا؟''

''میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ خدا کی پناہ! آپ کا ذہن...... کیا میں اسے انسانی ذہن سمجھوں؟ افوہ! کتنا خوبصورت اور گہرا پلان ہے۔ اَب وہ لوگ خود آپ کو جزیرے پر لے جائیں گے۔ افوہ! خدا کی پناہ...... خدا کی پناہ......'' مارک گردن جھٹکنے لگا۔

میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس پہنچ گئے۔ مارک اَب تک پریشان تھا۔ بہرحال! میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک میں نے اپنے چہرے اور جسم پر محنت کی تھی۔ ٹانگ، بازو، چہرے اور سر پر زخم بنانے میں نہایت مہارت سے کام لیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کو بھی بے وقوف بنانا تھا جو سب سے مشکل کام تھا۔ پھر میری اسی انداز میں بینڈیج کی گئی جس طرح ہسپتال میں بینڈرک کی، کی گئی تھی۔ اس طرح میں مکمل طور سے تیار ہو گیا۔ اس کے بعد نہایت احتیاط سے اُن پٹیوں کے درمیان وہ چیزیں پوشیدہ کر دی گئیں جو میں نے مسٹر ڈوڈی سے حاصل کی تھیں۔ اِن تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مارک سے کہا۔

''بس...... میرے دوست! اَب میں تو ایک طرح سے مفلوج ہو گیا ہوں۔ باقی کام تمہیں اور نہایت ہوشیاری سے کرنا ہے۔ بینڈرک کے لئے میرا خیال ہے، اُسے قتل کر دو۔ اگر وہ نکل گیا تو وہاں میں خطرے میں پڑ جاؤں گا۔''

''بے فکر رہیں مسٹر ڈینس! مارک ہر قیمت پر آپ کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اوہ..... تو کار ٹکراتے ہوئے اس بات کا خیال بھی رکھا گیا تھا کہ اس میں بیٹھے ہوئے لوگ کتنے زخمی ہوں گے؟''

''اندازہ تو رکھنا ہی چاہئے مارک!'' میں نے کہا۔ اور پھر نیچے اُتر آیا۔ میں بولا دوست! تم بھی میرے ساتھ ہی ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ پھر ہم نے دونوں زخمیوں کو دیکھا۔ اُنہیں طبّی امداد دینے کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔

ہم ہسپتال میں داخل ہوئے۔ کوئی متوجہ نہ ہوا۔ بہت سے لوگ تھے۔ ہم دونوں تک یہاں رہے اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ دونوں زندہ ہیں۔ لیکن سخت زخمی ہو گئے خاموشی سے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ ابھی تک اُن دونوں کے پاس کوئی نہیں آیا تھا کافی دیر گزر گئی تو میں نے مارک سے کہا۔

''کیا خیال ہے مارک..... اَب واپس چلیں؟''

''جیسی مرضی مسٹر ڈینس!'' مارک گہری سانس لے کر بولا۔

''ایک کام کرو مارک! تمہارے جو آدمی ہوٹل میں اُن کی نگرانی کر رہے ہیں یہاں منتقل کر دو۔''

''بہتر..... ٹیلی فون کر دیں اُنہیں؟''

''ہاں..... بہتر ہے کہ اُنہیں اُن کی ڈیوٹی سمجھا دو۔'' میں نے کہا اور کرنے چلا گیا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ واپس آیا اور اُس نے اطلاع دی منٹ میں پہنچ جائیں گے۔ بہرحال! دس منٹ کے بعد مارک کے آدمی پہنچ گئے اُنہیں اُن کی نئی ڈیوٹی سمجھا دی۔ ہم اُسی جیپ سے واپس چلے آئے تھے مارک خاموش رہا۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ وہ خاموش رہ کر مجھے سوچنے اپنے پروگرام میں کوئی جھول نہ چھوڑوں۔

☆.....☆.....☆

ہونے کے بعد ڈیوک کے جزیرے پر لے جائیں گے۔ سوچو! اس سے مجھے کتنے فائدے ہوں گے۔ میں ذہنی طور پر مفلوج ہوں گا۔ اس لئے اگر کسی کو نہ پہچان پاؤں تو کوئی حرج نہ ہوگا۔ اگر جزیرہ البرٹو کے آداب سے ناواقف ہوں تب بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اور اگر میری آواز بدل جائے تو بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اس طرح مجھے بے شمار آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ چنانچہ میرے دوست! آج رات میں اس ہسپتال میں منتقل ہو جاؤں گا۔ اور اس کے بعد تم اُس وقت تک کے لئے مجھے بھول جاؤ گے، جب تک میں ڈیوک کے جزیرے سے واپس نہ آ جاؤں۔'' مارک نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ ''کیوں..... کیا ہوا؟''

''براہِ کرم! اسٹیئرنگ اَب آپ ہی سنبھال لیں مسٹر ڈینس!'' مارک نے مضمحل سی آواز میں کہا۔

''ارے..... کیا ہوا؟''

''میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ خدا کی پناہ! آپ کا ذہن..... کیا میں اسے صرف انسانی ذہن سمجھوں؟ افوہ! کتنا خوبصورت اور گہرا پلان ہے۔ اَب وہ لوگ خود آپ کو جزیرے پر لے جائیں گے۔ افوہ! خدا کی پناہ..... خدا کی پناہ.....'' مارک گردن جھٹکنے لگا۔

میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس پہنچ گئے۔ مارک اَب تک حیران و پریشان تھا۔ بہرحال! میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک میں نے اپنے چہرے اور جسم پر محنت کی تھی۔ ٹانگ، بازو، چہرے اور سر پر زخم بنانے میں نہایت مہارت سے کام لیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کو بھی بے وقوف بنانا تھا جو سب سے مشکل کام تھا۔ پھر اُن زخموں پر اسی انداز میں بینڈیج کی گئی جس طرح ہسپتال میں بینڈرک کی، کی گئی تھی۔ اس طرح میں مکمل طور سے تیار ہو گیا۔ اس کے بعد نہایت احتیاط سے اُن پٹیوں کے درمیان وہ چیزیں بھی پوشیدہ کر دی گئی جو میں نے مسٹر ڈوڈی سے حاصل کی تھیں۔ اِن تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مارک سے کہا۔

''مارک..... میرے دوست! اَب میں تو ایک طرح سے مفلوج ہو گیا ہوں۔ باقی کام تمہیں کرنا ہے اور نہایت ہوشیاری سے کرنا ہے۔ بینڈرک کے لئے میرا خیال ہے، اُسے قتل ہی کر دینا۔ اگر وہ نکل گیا تو وہاں میں خطرے میں پڑ جاؤں گا۔''

''آپ بے فکر رہیں مسٹر ڈینس! مارک ہر قیمت پر آپ کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مارک نے جذباتی انداز میں کہا۔

''تمہیں اندازہ ہے کہ تمہیں کہاں سے اور کس طرح بینڈرک کو اغواء کرنا ہے؟''

''نہیں..... لیکن میں اندازہ لگا لوں گا۔''

''میں لگا چکا ہوں میرے دوست..... یہ دیکھو! یہ نقشہ میں نے بنایا ہے۔'' میں نے کہا اور ہسپتال کے کمرے کا پورا نقشہ مارک کے سامنے رکھ دیا۔

'اَب تو میں نے حیران ہونا بھی چھوڑ دیا ہے۔'' مارک نے آہستہ سے کہا۔ ''ظاہر ہے تمہارے ذہن میں پروگرام تھا۔ تم نے سب کچھ اُس کے مطابق کیا ہوگا۔''

''ہاں..... یہ حقیقت ہے۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے مسٹر ڈینس! اَب میں صرف آپ کے لئے دُعا ہی کر سکتا ہوں۔'' مارک آہستہ سے بولا۔ ''میں آپ کے ساتھ تو نہ رہوں گا۔''

''میرا انتظار کرنا مارک! واپس تمہارے پاس ہی آؤں گا۔'' مارک نے کوئی جواب دیا۔ پھر مقررہ وقت پر ہم دونوں چل پڑے۔ دوسرے لوگ دوسری گاڑی میں آ رہے تھے پھر ہم ہسپتال پہنچ گئے۔ میں زخمی مریض کی حیثیت سے مارک کے ساتھ ہی اندر چلا گیا تھا اور پھر نہایت چابکدستی سے مجھے بینڈرک کے بستر پر پہنچا دیا گیا۔ بینڈرک کا دوسرا ساتھی بدستور میز پر موجود تھا۔ کھڑکی کے راستے سے مارک، بینڈرک کو اُٹھا لے گیا۔ اُس نے نمناک آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے خدا حافظ کہا اور باہر نکل گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مارک میرے لئے فکرمند ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے ذرّہ بھر پرواہ نہیں تھی۔ میں تو بس! اپنے کردار کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اَب مجھے نہایت خوبی سے اپنا کام انجام دینا تھا اور ڈیوک کو بے وقوف بنانا تھا۔ نہ جانے کب تک مجھے یہاں رکھا جائے۔ اس دوران مجھے ایک زخمی شخص کی اداکاری بھی کرنی تھی۔

بہرحال! اس کے بعد کوئی کام نہیں تھا، اُس وقت تک جب تک مجھے یہاں رکھا جائے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹروں کو بھی دیکھنا تھا۔ نہ جانے کب تک میں لیٹا سوچتا رہا۔ کچھ اور نئے پوائنٹ ذہن میں آتے رہے اور میں نے اُن پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں اُلجھا رہا۔ پھر گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح حسب عادت جاگا۔ میں نے ہاتھ پیر ہلائے۔ لیکن میں بھول گیا تھا کہ میں شدید زخمی ہوں۔ اور اتنے عرصے سے ہوش میں نہیں آیا ہوں۔ چنانچہ نرس کی مسرت بھری چیخ

نے مجھے حواس کی دنیا میں لوٹا دیا۔

''ڈاکٹر..... ڈاکٹر.....! زخمی کو ہوش آ گیا ہے۔ ڈاکٹر.....! زخمی کو ہوش آ گیا ہے۔'' وہ چیختی ہوئی بھاگی تھی اور میں سنبھل گیا تھا۔ ذرا سی لغزش پورے پروگرام کو درہم برہم کر سکتی تھی۔ لیکن اَب دوبارہ بے ہوش ہونا حماقت تھی۔ چنانچہ میں ہوش میں رہا۔ اور پھر کئی ڈاکٹر، دوسرے کچھ لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ میں سپاٹ نگاہوں سے اُنہیں دیکھ رہا تھا۔

''کیسی طبیعت ہے.....؟'' ڈاکٹر نے آلے سے میرا معائنہ کیا۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ڈاکٹر نے اعلان کیا کہ حالت تسلی بخش ہے اور میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں..... لیکن میرے دوسرے ساتھی کی حالت ابھی تک خطرے میں تھی۔

''مسٹر بینڈرک..... مسٹر بینڈرک! کیسی طبیعت ہے؟'' ایک شخص نے محبت سے میرا دوسرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ لیکن میں سپاٹ نگاہوں سے اُسے تکتا رہا۔ الغرض میں نے کسی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس! خاموش نگاہوں سے اُنہیں دیکھتا رہا۔ پھر ڈاکٹر نے اُنہیں منع کر دیا اور کہا کہ ابھی ذہن پر زور دینا بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

وہ دن زندگی کا ایک تجرباتی دن تھا۔ میں پورے دن بولا تھا نہ بدن کو جنبش دی تھی۔ سخت آزمائش تھی۔ لیکن مجھے قوت برداشت کی بھی خاص تربیت دی گئی تھی اور بہرحال! ابھی تو تھوڑا سا وقت ہی گزرا تھا۔ میں اپنی کیفیت میں تھوڑی بہت تبدیلی بھی کر سکتا تھا۔

اسی دوران میرا دوسرا ساتھی چل بسا۔ اُس بے چارے کو ہوش ہی نہیں آیا تھا۔ چند لوگ اُس کی لاش لے گئے۔ ڈیوک کے آدمی تھے۔ پھر شاید ڈیوک ہی کا حکم ملا اور مجھے بھی لے جانے کی تیاریاں کی جانے لگیں۔ درحقیقت! مجھے خوشی ہوئی تھی۔

حالانکہ ڈاکٹروں نے منع کیا تھا کہ اِس وقت مجھے لے جانا، میری زندگی کے لئے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھے لینے کے لئے آنے والوں نے کہا کہ ڈیوک کا حکم یہی ہے۔ اور ڈاکٹر خاموش ہو گئے۔ ایک سٹریچر پر ڈال کر مجھے ہسپتال کے باہر ایمبولینس میں پہنچایا گیا اور ایمبولینس مجھے لے کر ایری ڈیک کی طرف چل پڑی۔

یوں ڈیوک البرٹ کے جزیرے البرٹو کی جانب میرا کامیاب سفر شروع ہو گیا۔ لانچ پر بھی مجھے بے حد احتیاط سے پہنچایا گیا تھا اور جس کیبن میں مجھے پہنچایا گیا تھا، وہ بھی بے حد آرام دہ تھا۔ میں بستر پر پہنچ گیا اور ایک خوبصورت سی لڑکی کو میری تیمارداری پر مامور کر دیا گیا۔ لانچ نے اُسی وقت ساحل چھوڑ دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوبصورت لڑکی متفکرانہ انداز میں میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کی نگاہیں بار بار میرے چہرے پر جم جاتیں۔ اَب میری زبان میں کھجلی ہونے لگی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے زبان سوکھ گئی ہو۔ لیکن یہاں لڑکی کے سوا کوئی نہ تھا اور میں بات کرنے کو ترس گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سرگوشی کے انداز میں اُسے مخاطب کیا۔ ''سنو.....!''

لڑکی اُچھل پڑی۔ ''اوہ، مسٹر ہینڈرک..... مسٹر ہینڈرک!'' اُس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''تم کون ہو.....؟''

''لوسی گن۔ آپ مجھے نہیں پہچانتے؟''

''میں کون ہوں.....؟'' میں نے سرگوشی میں پوچھا اور لڑکی اُداس ہو گئی۔ اُس غمناک نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

''اوہ، ہینڈرک! تو تمہارا ذہنی توازن.....''

''میں کہاں ہوں.....؟ میں کون ہوں.....؟ مجھے بتاؤ!'' میں نے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور وہ جلدی سے میرے قریب پہنچ گئی۔

''نہیں ہینڈرک..... پلیز! لیٹ جاؤ! تمہاری حالت بہتر نہیں ہے۔'' لڑکی محبت بھرے لہجے میں بولی۔

''مگر یہ زمین کیوں ہل رہی ہے؟ کیا زلزلہ آ رہا ہے؟ میں کہاں ہوں؟ آخر میں کو ہوں؟ تم مجھے بتاتی کیوں نہیں.....؟''

''ہینڈرک..... تم ہینڈرک ہو۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''ہینڈرک.....'' میں بڑبڑایا۔

''ہاں، ہینڈرک۔''

''نہیں..... نہیں! میں ہینڈرک نہیں ہوں۔''

''ہینڈرک..... پلیز! تم لیٹ جاؤ۔ ورنہ زخموں کے منہ کھل جائیں گے۔''

''مم..... مگر میں زخمی نہیں ہوں۔ میں کیسے زخمی..... اوہ.....'' میں نے بات درمیان ہی ادھوری چھوڑ دی اور اپنے جسم پر بندھی ہوئی پٹیوں کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ''یہ مجھے کیا ہو گیا.....؟''

''تم سوچنا چھوڑ دو۔ ٹھہرو! میں ابھی آئی۔'' لڑکی نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے جاتے دیکھا تھا۔ اور پھر میں لیٹ گیا۔ اداکاری کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اچھا اداکار بننے کے لئے بڑی تکلیفوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بہرصورت! چند ہی ساعتوں کے بعد دو تین آدمی میرے کیبن میں گھس آئے اور میرے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہینڈرک! کیسی طبیعت ہے تمہاری؟''

''میں کچھ نہیں جانتا..... مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ زمین کیوں گھوم رہی ہے؟ خدا کے لئے، مجھے بتاؤ! زمین کیوں ہل رہی ہے.....؟ میں کیا ہوں.....؟ میں کون ہوں.....؟ تم مجھے بتاتے کیوں نہیں؟'' میں نے اُس شخص کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا جس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔

''زمین نہیں ہل رہی ہینڈرک! تم اپنی لانچ میں ہو۔'' اُس شخص نے مجھے بتایا۔

''لانچ..... اوہ، لانچ..... لیکن مجھے کچھ یاد نہیں آتا..... مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔'' میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

''کچھ یاد کرنے کی کوشش نہ کرو ہینڈرک! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''نہ جانے کیا ہو گیا ہے..... اور کیا ٹھیک ہو جائے گا؟'' میں نے غمگین لہجے میں کہا۔

پھر وہ لوگ مجھے تسلیاں دیتے رہے اور میں خاموشی سے اُن کی شکلیں دیکھتا رہا۔ ان ساری شکلوں کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ جس لڑکی نے اپنا نام لوسی گن بتایا تھا، وہ بھی میرے پاس موجود تھی۔ اُس کی نگاہوں میں میرے لئے ہمدردی کے تاثرات تھے۔ میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کیا وہ میری محبوبہ ہے یا مجھ سے عشق کرتی ہے؟ لیکن ایسی کسی بات کا وجود محسوس نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر اس سلسلے میں کچھ سوچنا حماقت تھی۔ البتہ میں ایک اور انداز میں سوچ رہا تھا۔

لوسی گن بڑی معصوم لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ چہرے سے بھی زیادہ شاطر محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ممکن ہے، میرے کسی کام آ سکے۔ تو کیوں نہ تنہائی میں اُس سے دوستی کی جائے؟ چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور گردن ایک طرف ڈال دی۔ وہ لوگ شاید سمجھ رہے تھے کہ میں سو رہا تھا۔ اور میری بھی یہی خواہش تھی کہ وہ لوگ مجھے سوتا ہوا محسوس کریں۔ چنانچہ تھوڑی دیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک وہ میرے پاس بیٹھے رہے۔ پھر ایک ایک کر کے سب اُٹھ گئے۔ صرف لوسی گن بیٹھی رہ گئی تھی۔ تب ایک شخص نے کہا۔ ''مسٹر بینڈرک دوبارہ سو گئے ہیں لوسی گن! اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی یادداشت گم ہو گئی ہو۔''

''بہت افسوس ہوا..... بے چارہ بڑا ذہین انسان تھا۔ بڑی اعلیٰ کارکردگی کا مالک..... مسٹر ڈیوک کو بھی یقیناً اس کے بارے میں افسوس ہو گا۔''

''شاید.....'' اُن میں سے کسی نے کہا۔ اور پھر وہ لوسی گن کو میرے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔

میں اطمینان سے ایک طرف گردن ڈالے لیٹا رہا۔ لوسی گن مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب اطمینان سے میں نے آنکھیں کھول دیں اور وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''بینڈرک.....!'' اُس نے پیار بھرے انداز میں مجھے پکارا اور میرے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

''مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ آخر میں بینڈرک کیوں ہوں؟ اس سے پہلے میں کیا تھا.....؟ میں کون تھا.....؟''

''دیکھو بینڈرک.....! تمہاری کار کو حادثہ پیش آیا تھا۔ تمہارے ساتھ فریڈرک بھی تھا۔ بہرصورت! تھوڑی سی چوٹیں آ گئی ہیں تمہیں۔ لیکن خطرناک نہیں ہیں۔ تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری دوست لوسی گن ہوں۔ ہم جزیرہ البرٹو کی جانب جا رہے ہیں۔''

''جزیرہ البرٹو.....'' میں نے آہستہ سے دُہرایا اور پھر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''بہرصورت! کچھ بھی ہو، مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ میں یاد کرنا بھی نہیں چاہتا۔ ہاں، اچھی لڑکی! کیا نام بتایا تھا تم نے غالباً لوسی گن..... ہاں تو لوسی گن! تم مجھے کچھ کھلانا پسند کرو گی؟ میں بھوک محسوس کر رہا ہوں۔''

''اوہو..... کیوں نہیں؟ میں ابھی دودھ لاتی ہوں۔''

''صرف دودھ.....؟'' میں نے اُس سے کہا۔

''نہیں..... دیکھو تو سہی! میں تمہارے لئے کیا لاتی ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ گلاس میں دودھ اور مالٹوں کا جوس مکس کیا ہوا لے کر آئی اور اُس نے بڑے پیار سے سہارا دے کر وہ جوس مجھے پلایا۔

''لوسی گن! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ نجانے کیوں میرا دل تمہاری جانب کھنچ رہا ہے۔ میں..... میں تمہارے بارے میں اپنے دل میں کچھ عجیب سے احساسات پا رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور لوسی گن مسحور نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''بینڈرک..... کاش! تم اپنی اصل حیثیت میں بھی یہ الفاظ کہہ سکتے۔''

''اصل حیثیت سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''کچھ نہیں۔ اس وقت جب تم بالکل ٹھیک تھے، میں تو تمہیں کب سے چاہتی ہوں۔ لیکن..... لیکن میں تمہارے منہ سے یہ الفاظ کبھی نہ سن سکی۔'' اُس نے گردن جھٹک کر کہا۔

''مجھے چاہتی ہو.....؟ میں نے پوچھا۔

''ہاں..... بے پناہ!''

''افسوس..... نہ جانے میرے ذہن پر یہ کیسی تاریکی چھائی ہوئی ہے لوسی مجھے تو تمہارا چہرہ بھی یاد نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں کون تھا؟ کیا کرتا تھا؟ آخر میری یادداشت کے خانے تاریک کیوں پڑ گئے ہیں؟''

''وقتی بات ہے بینڈرک! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہارے اندر سوچ کا مادہ موجود ہے۔ اس کا مطلب ہے، تمہارا ذہن وقتی طور پر متاثر ہوا ہے۔ اور تم بہت جلد اپنی اصل حالت میں واپس آ جاؤ گے۔'' لوسی گن نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے..... لیکن تمہاری باتوں سے مجھے بہت سکون ملتا ہے۔''

''بینڈرک! ٹھیک ہونے کے بعد تم یہ ساری باتیں ذہن سے نکال دو گے۔ تمہیں لوسی سے کوئی دلچسپی نہیں رہے گی۔''

''شاید ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ..... کیونکہ..... لوسی پلیز! تم مجھے خود سے جدا مت کرنا۔ میں تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔''

''اگر تم اس خواہش کا اظہار انکل سائمن کے سامنے کر دو تو وہ تمہیں میرے پاس رہنے کی اجازت دے دیں گے۔'' لوسی نے کہا۔

''انکل سائمن کون ہیں.....؟'' میں نے اطمینان سے پوچھا۔

''اوہ..... تم وقتی طور پر سب کچھ بھول چکے ہو۔ لیکن تمہیں بہت جلد سب یاد آ جائے گا۔ انکل سائمن، لانچ پر موجود ہیں۔'' لوسی نے بتایا اور میں خاموش ہو گیا۔ خوبصورت اور معصوم لڑکی، بینڈرک سے محبت کرتی تھی۔ لیکن شاید بینڈرک اُسے پسند نہیں کرتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہر حال! میں اُس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک میں نے خاموشی اختیار کی۔ تب اُس نے مجھ سے کہا۔ ''بینڈرک! نیند آرہی ہے کیا؟''

''نہیں لوسی! میں سوچ رہا ہوں۔''

''کیا......؟'' لوسی نے پوچھا۔

''یہی کہ میں سب کچھ کیوں بھول گیا ہوں؟ ایک بات بھی تو یاد نہیں آرہی۔ سارے نام میرے لئے اجنبی کیوں ہیں؟ یقین کرو! یوں لگتا ہے جیسے میں نے اُس جزیرے کا نام بھی نہ سنا ہو، جس کے بارے میں ابھی تم نے بتایا تھا۔''

''بے فکر رہو! سب یاد آجائے گا۔''

''لیکن میں اُلجھن میں ہوں۔ تم مجھے بتاؤ! ورنہ میرے دماغ میں درد ہونے لگے گا۔ کیا میں اُس جزیرے پر رہتا ہوں؟''

''ہاں...... وہاں ہماری رہائش گاہ ہے۔ ہم سب ڈیوک البرٹ کے کارکن ہیں۔''

''وہاں میرا اور کون ہے......؟''

''سب تمہارے دوست ہیں۔ سب اپنے ہیں۔''

''لوسی! کیا تم بھی تنہا رہتی ہو؟''

''ہاں......! میں بدنصیب بھی تنہا ہوں۔ کوئی نہیں ہے یہاں پر میرا۔ لیکن پیرس کے ایک چھوٹے سے قصبے میں میری ماں اور باپ رہتے ہیں۔ جو صرف اپنی کمائی پر زندہ ہیں۔''

''جزیرے پر تم تنہا ہو؟''

''ہاں......!''

''بہر حال! میں صرف تمہارے ساتھ رہوں گا۔'' میں نے کہا۔

''میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوگی؟'' لوسی نے کہا۔ ''لیکن اس کے لئے انکل سے بات کرنا ہوگی۔''

''کیا نام بتایا تھا تم نے...... انکل سائمن؟''

''ہاں......!'' لوسی نے کہا۔

''تم خود اُن سے بات کر لینا لوسی! میں کسی سے اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں بات کر لوں گی۔ اگر انکل سائمن تم سے پوچھیں تو تم بھی یہی بتانا کہ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔''

''ٹھیک ہے......!'' میں نے جواب دیا اور لوسی خاموش ہوگئی۔

بہر صورت! مجھے پتہ چل گیا تھا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے۔ اور مجھے جزیرے پر لے جایا جا رہا ہے۔ اس لئے تعجب کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

جزیرے کا سفر بہت زیادہ طویل نہیں تھا۔ لوسی میرے ساتھ تھی اور سٹیمر پر موجود لوگ مطمئن ہوگئے تھے کہ اب میری حالت بہتر ہوگئی ہے۔

ہسپتال کے ڈاکٹروں نے مجھے جو دوائیں دی تھیں، وہ مجھے باقاعدگی سے استعمال کرنا پڑ رہی تھیں اور لوسی بڑی احتیاط سے مجھے کھلایا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ہم جزیرے پر پہنچ گئے......

پہلے میرا خیال تھا کہ ڈیوک نے خصوصی طور پر مجھے بلایا ہے اور یقینی طور پر وہ مجھ سے میری مزاج پرسی کریں گے۔ لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ڈیوک البرٹ سے تو جزیرے پر بھی ملاقات مشکل ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنے معمولات محدود رکھتا ہے اور جزیرے پر موجود عام لوگوں سے ملاقات نہیں کرتا۔ البتہ جس وقت مجھے سٹریچر کے ذریعے سٹیمر سے اُتارا گیا تو میں نے انکل سائمن کو دیکھا۔ پرتگالیوں جیسا چہرہ تھا۔ اُنہی کی مانند بڑے بڑے گل مچھے اور لمبے بال۔ شکل وصورت سے انتہائی خونخوار اور دیو نما نظر آتا تھا۔ آنکھیں سرخ سرخ سی تھیں۔ بصورت دیگر یہ انتہائی وحشی اور طاقتور شخص نظر آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اُس کے احکامات کی پابندی سب کرتے ہوں۔ لیکن مجھ سے وہ بڑے نرم انداز میں پیش آیا تھا۔

''ڈیئر بینڈرک! اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہسپتال بھیج سکتا ہوں۔ یا پھر اگر تم اپنے گھر میں سکون محسوس کرو تو تمہاری تیمارداری کے لئے......''

''اوہ، انکل سائمن......!'' لوسی نے اُس کی بات درمیان میں کاٹ دی اور سائمن چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ''مسٹر بینڈرک کو اگر میں اپنے ساتھ رکھ لوں تو میرا خیال ہے، میں اِن کی بہتر تیمارداری کر سکتی ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ میں نے نرسنگ کورس بھی کیا ہے۔ میں اِن کی ضرورت کی تمام چیزیں دیتی رہوں گی۔''

''ہاں، ہاں...... اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر بینڈرک تیار ہو تو۔''

''ٹھیک ہے انکل!'' میں نے نقاہت بھری آواز میں جواب دیا۔ ''مجھے یقین ہے کہ لوسی میری بہتر دیکھ بھال کر سکے گی۔'' میں نے جواب دیا اور انکل سائمن نے صرف گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر بعد مجھے احتیاط کے ساتھ لوسی کے فلیٹ میں پہنچا دیا گیا جو پہلی منزل پر تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرصورت! لوسی کے جس فلیٹ پر مجھے منتقل کیا گیا تھا اور جہاں میرا فلیٹ تھا، وہاں ایک بڑی کھڑکی تھی جس کا پردہ ہٹانے کے بعد جزیرے کے بہت سے مناظر نمایاں ہو جاتے تھے۔

اُس وقت بھی شام ہو چکی تھی اور لوسی بہت خوش تھی۔ اُس نے میری تیمارداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ نہایت نفاست سے سجے ہوئے کمرے میں اُس نے مجھے لٹایا تھا۔ اس کے بعد وہ بولی۔ ''میں تمہیں بالکل ٹھیک کر کے یہاں سے جانے دُوں گی بینڈرک!''

''مجھے یقین ہے لوسی! اگر تمہاری محبت کا یہی عالم رہا تو میں بالکل تندرست ہو جاؤں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

فلیٹ میں میرے اور لوسی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے بعد آئندہ میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟ ہاں! ایک بات تو صاف تھی۔ وہ یہ کہ بینڈرک کی حیثیت سے اُنہیں مجھ پر کوئی شبہ نہیں تھا۔

شام کو جب دھوپ چلی گئی تو لوسی نے کھڑکی سے پردہ ہٹا دیا اور میں نے جزیرے پر ایک نگاہ ڈالی۔ حیرت کی بات تھی۔ یہاں تو ایک چھوٹا سا شہر آباد تھا۔ ایک جدید ترین شہر۔ عمارتیں زیادہ اُونچی نہیں تھیں لیکن جدید طرزِ تعمیر کا نمونہ تھیں اور بے حد حسین نظر آ رہی تھیں۔ اُن کے درمیان کشادہ سڑکیں اور بازار تھے۔ سڑکوں کے کنارے تا حدِ نگاہ سرسبز درخت پھیلے ہوئے تھے۔

لوسی مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''کن خیالات میں کھو گئے مسٹر بینڈرک.....؟''

''کچھ نہیں لوسی..... بس! عجیب سی کیفیت ہے۔ اِن تمام چیزوں کو دیکھ کر ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ ایک عجیب سا احساس.....''

''آپ مکمل طور سے آرام کریں۔ یہ رقتی کیفیت ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' لوسی نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا اور میں نے طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

تین دن گزر گئے۔ اس دوران ڈاکٹر آتا تھا۔ ایک آدھ انجکشن لگاتا، کچھ معلومات دیتا اور چلا جاتا۔ بہرحال! یہ تین دن میں نے کسی سرگرمی کے بغیر گزارے تھے۔ لوسی گن ایک محبت کرنے والی لڑکی تھی۔ میں اُسے بھی پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ کافی حد تک میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ لیکن ابھی تک میں نے اُسے چھیڑا نہیں تھا۔ یہ بے حد خطرناک کام تھا۔ لوسی اگر میرے پاس اس انداز میں نہ آئی ہوتی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میں یہاں کس طور پر

اپنے کام کا آغاز کرتا؟ لیکن اَب میں نے اپنے پروگرام میں معمولی سی تبدیلی کی تھی۔ میں لوسی کو ٹٹولنا چاہتا تھا۔ اور اگر وہ مشتبہ ہو گئی تو مجبوراً اُس معصوم سی لڑکی کو موت کے گھاٹ اُتارنا ہو گا۔

اُس رات کھانے کے بعد میں نے اُس سے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ''لوسی ڈارلنگ! کیا تم رات میرے کمرے میں گزارنا پسند کرو گی؟''

میرے اس سوال پر لوسی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اُس کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔ چند ساعت وہ خاموش رہی۔ پھر دبی زبان سے بولی۔ ''تم ابھی زخمی ہو بینڈرک! اور میرا فرض ہے کہ جذبات کے ہاتھوں بھٹکنے کی بجائے تمہیں جلدی سے صحت یاب کر دُوں۔''

''اوہ ڈارلنگ.....! تم اتنی اچھی لڑکی ہو کہ تم سے ہر وقت باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آج بھی یہی دل چاہ رہا تھا کہ تم سے بہت سی باتیں کروں۔ لیکن اگر تم.....''

''نہیں، نہیں..... اس میں کیا حرج ہے؟ میں پوری رات تمہارے ساتھ جاگ سکتی ہوں۔'' وہ جلدی سے بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تب میں تمہارا انتظار کروں گا۔'' میں نے کہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ضروری کاموں سے فارغ ہو کر وہ میرے پاس پہنچ گئی۔

''کافی پیو گے بینڈرک.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''ابھی نہیں..... تھوڑی دیر کے بعد۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر بولا۔ ''دروازہ اندر سے بند کر دو لوسی!'' اُس نے ایک لمحے کے لئے میری جانب دیکھا اور پھر خاموشی سے اُٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ ''لوسی! میں تم سے بہت سی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''پوچھو.....!''

''اگر تم نہ ہوتیں لوسی! تو میں پاگل ہو جاتا۔ ہمیشہ کے لئے اپنی یادداشت کھو بیٹھتا۔ لیکن تم..... تم نے مجھے نئی زندگی دے دی ہے۔ تمہیں دیکھ کر، تمہاری باتیں سن کر مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں وہی ہوں، جو تم مجھے کہتی ہو۔ لیکن لوسی! بے شمار باتیں ایسی ہیں جو ذہن پر شدید دباؤ ڈالنے کے باوجود یاد نہیں آتیں۔ نہ جانے کیوں.....؟ لیکن میں اِن باتوں کو جاننا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے اپنا ذہن صاف نہیں کیا تو وہ پھٹ جائے گا۔'' میں نے کہا۔

لوسی اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے نزدیک آ گئی اور میرے بالوں میں اُنگلیاں پھیرنے لگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''مجھ سے پوچھو بینڈرک! میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔''

''لوسی! تم وعدہ کرتی ہو کہ کوئی بات مجھ سے نہیں چھپاؤ گی؟''

''میں وعدہ کرتی ہوں بینڈرک!'' لوسی نے جواب دیا۔

''لوسی! تم مجھے کب سے چاہتی ہو؟ کیا ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب رہ چکے ہیں؟''

''نہیں بینڈرک! میری محبت ہمیشہ سے ہے۔ میں اس وقت سے تمہاری پرستار ہوں جب تم نے میرے لئے اُس سیاہ فام ٹوبو سے جنگ کی تھی جو وحشی صفت تھا اور ڈیوک نے نشے کے عالم میں مجھے اُسے بخش دیا تھا۔ اگر تم نہ ہوتے بینڈرک! تو میں بن موت مر جاتی۔ تم نے پرواہ بھی نہیں کی تھی۔ لیکن میں اُسی دن سے تم سے متاثر تھی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اس طرح تمہاری خدمت کرنے کا موقع ملے گا۔'' لوسی گن نے جواب دیا۔

''لوسی گن.....! کیا تم ڈیوک سے خوش ہو؟'' میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

''میں اِس سوال کا مقصد نہیں سمجھی بینڈرک!''

''کیا تمہیں ڈیوک البرٹ کی غلامی پسند ہے؟''

''اوہ..... خاموش ہو جاؤ بینڈرک..... خاموش ہو جاؤ! ایسی باتیں مت کرو۔ ہم سب انسان کہاں ہیں؟ ہماری پسند یا ناپسند کیا معنی رکھتی ہے؟ ڈیوک کے معاملے میں تو ہم سب بے بس ہیں۔''

''اگر ڈیوک تم سے کہے لوسی! کہ مجھے قتل کر دو۔ تو بتاؤ! تم کیا کرو گی؟'' میں نے سوال کیا اور لوسی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر چند ساعت کے بعد اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تو میں خودکشی کر لوں گی۔ ہاں..... میں خودکشی کر لوں گی بینڈرک! میں تمہیں کبھی قتل نہیں کروں گی۔ میں خود مر جاؤں گی لیکن ڈیوک کے ہاتھوں نہیں، خود اپنے آپ کو گولی مار لوں گی۔ میں عہد کرتی ہوں بینڈرک! اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئی تو میں ایسا ہی کروں گی۔'' وہ جذباتی ہو گئی۔

میں اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''لیکن کیوں لوسی؟ آخر کیوں.....؟ کیا ہم انسان نہیں ہیں؟ کیا ہم صرف اُس کی غلامی کے لئے پیدا

ئے ہیں؟''

''بینڈرک..... پلیز!'' لوسی خوف سے لرز کر بولی۔

''اس خوف کو ذہن سے نکال دو لوسی! اگر مجھے چاہتی ہو تو اس خوف کو ذہن سے نکال ی اسی خوف نے ہمیں انسان سے کتا بنا دیا ہے۔ ہم اپنے آپ کو بھول گئے ہیں اور ہم اُس ے اشاروں پر ناچنا پسند کرتے ہیں۔ یوں سمجھ لو! ڈیوک نے تم سے میرے قتل کے لئے کہا ہے۔ تم خودکشی کر رہی ہو۔ بولو لوسی! کیا تم میرے لئے اس انتہا سے گزر سکتی ہو؟''

''لیکن بینڈرک.....!''

''صرف میری بات کا جواب دو لوسی!'' میں نے کہا اور لوسی نے گردن جھکا لی۔ تھوڑی یر کے بعد اُس نے گردن اُٹھائی تو وہ پرسکون تھی۔

''میں تمہارے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں بینڈرک!''

''لوسی! میں ڈیوک سے باغی ہو گیا ہوں۔ میں اُس کی بربریت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔ ا! کیا تم میرا ساتھ دو گی؟''

''اوہ، بینڈرک! یہاں کون ہے جو اُس کی درندگی کا شکار نہیں ہے؟ یہاں کون ہے جو ں سے باغی نہیں ہے؟ جو مرنا چاہتے ہیں، وہ اس کا اظہار کرتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ جو ینے کے خواہش مند ہیں، وہ صرف اُس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خواہ اُن کے ذہنوں میں کچھ بھی ہو۔''

''لیکن میں اُسے شکست دینا چاہتا ہوں۔ میں دوسرے لوگوں کی طرح بے وقوف نہیں ں۔ لوسی..... قسم کھاؤ! کیسے ہی حالات ہوں، تم میرا ساتھ دو گی۔ میرے راز کو اپنا راز سمجھو گی۔''

''اپنی محبت کی قسم بینڈرک! میں ایسا ہی کروں گی۔''

''تب پھر سنو لوسی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ چوٹ صرف میرے سر میں لگی تھی۔ لیکن معمولی سی۔ اس سے میری یادداشت پر تھوڑا سا اثر ضرور پڑا ہے۔ لیکن میرے اعضاء سلامت ہیں۔ میں نے ڈیوک سے نمٹنے کے لئے یہ پروگرام بنایا ہے۔'' میں نے کہا اور لوسی کی آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بول سکی تھی۔ پھر بمشکل اُس نے حواس پر قابو پایا اور بولی۔

''لیکن بینڈرک! کیا اُس کے خلاف اس انداز میں کھڑے ہونے والوں میں تم تنہا ہو یا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہارے ساتھ اور دوسرے بھی ہیں؟''

''تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے لوسی!'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''لیکن کرنا کیا چاہتے ہو؟ تمہارا پروگرام کیا ہے؟ کیا تم تنہا اُس کے مقابلے میں کامیاب ہو سکتے ہو.....؟''

''ہاں.....! میں اس غلامی کے خلاف ہوں۔ اور ڈیوک البرٹ کے بہت سے معاملات سے مجھے اختلاف ہے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، ضرور کروں گا۔ میں اتنا ضرور کرلوں گا لوسی! کہ اس دنیا سے ڈیوک کا وجود ختم کر دُوں۔ اور اس کے بعد ہم سب آزاد ہوں گے۔ غلامی کی یہ زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ انسان، آزادی کے لئے ایک کوشش ضرور کرے۔''

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کے پورے بدن سے پسینہ پھوٹ رہا تھا اور وہ بے جان سی ہو رہی تھی۔ ''اگر تم خوف زدہ ہو لوسی! تو میں وعدہ کرتا ہوں، تمہیں پریشان نہیں کروں گا اور تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا۔ تاکہ تم اپنی زندگی محفوظ تصور کرو۔''

''نہیں بینڈرک! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں اَب خوف زدہ نہیں ہوں گی۔ وعدہ کرتی ہوں، میں تمہارا بھرپور ساتھ دُوں گی۔'' اُس نے جھرجھری لے کر کہا اور اس بار وہ مکمل طور سے سنبھل گئی تھی۔ ''اَب مجھے بتاؤ! تم کرنا کیا چاہتے ہو؟''

''ابتداء میں، میں پہلے اس جزیرے کا بھرپور جائزہ لوں گا۔ اُن لوگوں کو قتل کروں گا جو ڈیوک کے دست راست ہیں اور اُس کے لئے ظلم و ستم کرتے ہیں۔ اس طرح میں ڈیوک کی قوت کم کروں گا۔ اور پھر ڈیوک پر کئی کاری ضربیں لگاؤں گا۔ میں اُسے ذہنی طور پر مفلوج کر کے رکھ دُوں گا۔ اس کے لئے مجھے کافی چالاکی سے کام لینا ہوگا لوسی!''

''مثلاً.....؟'' لوسی نے پوچھا۔

''میں ایک طویل عرصے تک بیمار رہوں گا۔ تم میری تیمارداری کرو گی۔ ظاہر ہے، میں ڈیوک کے لئے اتنا اہم آدمی نہیں ہوں کہ اُسے میری شدید ضرورت محسوس ہو۔ رات کو میں اپنے بدن سے یہ بینڈیج ہٹا دُوں گا اور کارروائی کروں گا۔ صبح کو تم پھر میرے بدن پر بینڈیج کر دیا کرنا۔''

''اوہ..... اچھا خیال ہے۔ اس طرح کسی کا ذہن تمہاری طرف نہیں جائے گا۔''

''یقیناً.....! اور یہ کام میں آج ہی سے شروع کر دینا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور لوسی

گردن ہلانے لگی۔ معاملات اس خوش اسلوبی سے طے ہو گئے تھے تو پھر انتظار کیوں کرتا؟ چنانچہ لوسی نے بینڈیج کھول دیں۔ اُس نے مجھے ضروری چیزیں فراہم کر دی تھیں جن میں ایک نفیس قسم کا پستول بھی تھا جس پر سائلنسر فٹ تھا۔ بہرحال! ساری تیاریوں کے بعد جزیرے پر میرے عمل کی پہلی رات شروع ہوگئی۔

لیکن اُس رات مجھے کوئی خاص کام نہیں کرنا تھا۔ میں صرف اُس پورے جزیرے کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔ اور پھر میں اُس پراسرار جزیرے پر دُور تک نکل گیا۔ لوسی کے مکان تک واپسی کے لئے میں نے بہت سے نشانات لگائے تھے۔ اور بہرحال! اَب میں اتنا احمق نہیں تھا کہ اُن نشانات کی مدد سے واپس نہ آ سکتا۔

درحقیقت حیرت انگیز طور پر ترقی یافتہ جزیرہ تھا۔ ڈیوک نے ایک طرح سے فرانس کے اس جزیرے پر اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ نہ جانے حکومت فرانس نے اُسے یہ مراعات کیوں دے رکھی تھیں؟ یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔

بہرحال! اُس رات میں جہاں جہاں پہنچ سکا، پہنچ گیا۔ ڈیوک کی رہائش گاہ بھی دیکھی۔ پہرے کا انتظام بھی دیکھا۔ بہت سے ٹھکانے بھی تلاش کئے۔ میرا ذہن اپنے کام کے لئے جگہیں تلاش کر رہا تھا۔ اور بہرحال! یہی سوچ منفرد تھی۔

میں اُس رات کو ایک بے مقصد رات نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں نے بہت سے پروگرام ترتیب دیئے تھے۔ بہت سی کام کی چیزیں تلاش کی تھیں۔ اور اس وقت روشنی نمودار ہونے والی تھی جب میں واپس اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔

لوسی میرے کمرے میں، میرے بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر میں خود ہی اپنی بینڈیج کرنے لگا۔ اس کام میں مجھے کوئی دُشواری نہ ہوئی اور میں نے لوسی کی یہ مشکل بھی حل کر دی۔ میں نے اُسے جگانے کی کوشش نہیں کی اور ایک طرف لیٹ گیا۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا تھا کہ لوسی نے مجھے جگا دیا۔

''مسٹر بینڈرک..... مسٹر بینڈرک! براہِ کرم! آرام سے لیٹ جائیں۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔ نہ جانے کیوں مجھے نیند آ گئی تھی۔''

''اور اَب تم مجھے شرمندہ کر رہی ہو لوسی!''

''کیوں.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''میری وجہ سے تمہیں کتنی پریشانی ہو رہی ہے۔ کیا مجھے اس کا احساس نہیں ہے؟''

''نہیں بینڈرک..... یقین کرو! تمہاری خدمت کر کے مجھے رُوحانی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ خیر! چھوڑو اِن باتوں کو۔ آرام کرو گے یا ناشتے کا بندوبست کروں؟''

''میرا خیال ہے، خالی پیٹ پر تو نیند بھی نہیں آئے گی۔''

''میں ابھی ناشتے کا بندوبست کرتی ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھرتی سے باہر نکل گئی۔

ناشتے کرنے کے بعد میں سو گیا۔ اور پھر دوپہر کو ہی جاگا۔ باقی دن آرام سے گزارا۔ ڈاکٹر میری خبر گیری کو آیا تھا۔ اُس نے مجھ سے سوالات کئے اور میں نے اُسے کھوئے کھوئے انداز میں بتایا کہ اَب تکلیف بہت کم ہے۔ ڈاکٹر مطمئن واپس چلا گیا تھا۔

مجھے بے چینی سے رات کا انتظار تھا۔ اور اُس رات میں کچھ کرنے کے اِرادے سے باہر نکلا تھا۔ چنانچہ پچھلی رات کو ترتیب دیئے ہوئے پروگرام کے تحت میں ایک طرف بڑھ گیا۔ میرا رُخ ڈیوک کی رہائش گاہ کی طرف تھا۔

راستے میں اِکا دُکا لوگ نظر آئے۔ لیکن سب اپنی دُھن میں مست تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہاں رہنے والے کسی ایسے خطرے کا تصور بھی نہیں کر سکتے جن کے لئے اُنہیں چوکنا رہنا پڑے۔ چنانچہ کسی نے میری طرف دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی۔

بالآخر میں رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر رُک گیا۔ میں نے ایک شخص کو روکا اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دُور دُور تک کوئی نہیں تھا۔ تب میں نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

''مسٹر..... مسٹر.....'' اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ ''براہِ کرم! میرے ساتھ چلیں..... وہاں ایک لاش موجود ہے۔'' میں نے لکڑی کے ایک بڑے گیراج کی طرف اِشارہ کیا۔ یہ گیراج زیادہ دُور نہیں تھا، لیکن سنسان سی جگہ پر تھا۔ اور اُس کی ایک بغیر دروازوں والی کھڑکی سے میں نے دیکھا تھا کہ اندر کاروں کے پرزے پڑے ہوئے ہیں۔

''لاش.....؟'' وہ چونک کر بولا۔

''ہاں.....! وہ، اُس طرف!'' میں نے کہا۔

''کس کی لاش ہے.....؟''

''میں نہیں جانتا۔ افوہ..... اُس کی شکل بگاڑ دی گئی ہے۔ بڑا بھیانک چہرہ ہے۔'' میں نے تیزی سے گیراج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ بھی تیزی سے میرے پیچھے لپکا تھا۔ اور پھر میں اُسے لئے ہوئے گیراج کے عقب میں پہنچ گیا۔

''کہاں ہے.....؟'' اُس نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔

''وہ.....!'' میں نے ایک طرف اِشارہ کیا۔ اور جونہی اُس نے کھڑکی میں جھانکا۔ میں نے پیچھے سے اُسے اُٹھا کر اندر ڈال دیا۔ وہ لوہے کے ٹکڑوں پر گرا تھا اور اُس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔

دوسرے لمحے میں نے اُسے زمین پر گرا دیا تھا۔ پھر اُس کے اُٹھنے سے پہلے میں نے اُس کا گریبان پکڑا اور زمین پر دے مارا۔ اور پھر میں نے اُس کے سینے پر اپنا گھٹنا رکھ دیا۔

''ہاں.....! اس وقت لاش یہاں موجود نہیں ہے۔ لیکن اگر تم نے میرے سوالات کا جواب نہ دیا تو پھر یقینی طور پر لوگ یہاں پر لاش دیکھیں گے۔ اور وہ لاش تمہاری ہوگی۔'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اوہ، اُف! میری کمر..... میری پسلی ٹوٹ گئی ہے۔ اوہ..... مجھے اُٹھنے تو دو! مجھے بتاؤ تو سہی! تم کیا چاہتے ہو؟ تم کون ہو؟ تمہارا مقصد کیا ہے؟'' اُس نے بے بس سی آواز میں کہا۔ لیکن میں اُس سے قطعی متاثر نہیں ہوا تھا۔

''ہرگز نہیں۔ اگر تم نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مجھے جواب نہ دیا تو میں.....'' میں نے اُس کی گردن پر زور سے دباؤ ڈالا اور اُس کی آنکھیں اُبلنے لگیں۔ اُس کے ہاتھ پاؤں مدافعت کے انداز میں اُٹھے۔ لیکن اُن میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ میری زد میں جنبش بھی کر سکتا۔ تب میں نے کہا۔ ''ہاں..... تیار ہو؟''

''پوچھو..... پوچھو! کیا پوچھنا ہے؟ آہ..... مجھے اُٹھنے تو دو۔ سخت تکلیف ہو رہی ہے۔''

''صرف جواب! اس کے علاوہ کچھ نہیں۔'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔

''ڈیوک اس وقت کہاں ہے؟''

''اپنی رہائش گاہ میں..... کیوں؟''

''خاموش..... تمہیں کیوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ صرف میری بات کا جواب دو۔''

''اچھا!'' اُس نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اُس کی وہ لڑکیاں کہاں ہیں جو ویٹنگ لسٹ پر آئی ہیں؟ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ وہ لڑکیاں جنہیں ڈیوک مختلف جگہوں سے لے آتے ہیں اور اُس جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ وہ جگہ کون سی ہے؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''تت.....تم کون ہو.....؟'' اُس نے سوال کیا اور دوسرے لمحے میرا اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا اور نہ جانے اُس کا منہ کیسا ہو گیا؟ تاریکی میں صحیح طور پر نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ تب میں نے دوبارہ کہا۔

''جواب.....!'' میں غرایا۔

''وہ.....وہ ڈیوک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے میں ہیں۔ لیکن مجھے صرف اتنا بتا دو! کہ کیا تمہارا اِس جزیرے سے تعلق نہیں ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو کیا تم کہیں باہر سے آئے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں.....میں باہر سے آیا ہوں۔''

''اوہ.....!'' وہ آہستہ سے بولا۔

''ڈیوک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے میں داخلے کا آسان طریقہ کیا ہے؟'' میں نے اُس کی گردن پر زور ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''عقبی حصے سے تم بہ آسانی اندر جا سکتے ہو۔ اُس طرف کوئی نہیں ہوتا.....کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہاں کوئی بیرونی شخص آ سکتا ہے۔ نہ جانے تم کس طرح آئے ہو؟'' اُس نے جواب دیا۔ عجیب آدمی تھا۔ حالانکہ میں اُسے سخت تکلیف دے رہا تھا لیکن وہ تجسّس سے باز نہیں آ رہا تھا۔

''ہوں.....!'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''تمہاری اپنی پوزیشن کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مم.....میں.....میں ڈیوک کی رہائش گاہ، ڈیوک کے محل کا الیکٹریشن ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''ٹھیک.....بہرصورت، دوست! تمہارا شکریہ فی الحال مجھے تم سے صرف یہی معلوم کرنا تھا۔'' میں نے کہا اور اس بار میں نے اُس کی گردن پر زور دار دباؤ ڈالا۔ ظاہر ہے، اُسے چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ مجھے اپنی موت کو آواز تو دینا نہیں تھی۔ اور پھر ڈیوک کے اِن ہرکاروں کے ساتھ رحم کا سلوک کیسے کیا جا سکتا تھا؟ اِن میں سے جتنوں کو بھی ختم کر دیا جاتا، بہتر ہی تھا۔ کیونکہ یہی لوگ میرے دشمن ثابت ہو سکتے تھے۔

وہ شخص میری گرفت میں تڑپتا رہا۔ لیکن میں نے اُسے زندہ نہ چھوڑا۔ وہ سرد ہو گیا۔ تب میں نے ایک بہت بڑا پتھر اُٹھا کر پوری قوت سے اُس کے سر پر دے مارا اور سر پھٹ گیا۔ دُور دُور تک اُس کے خون کے چھینٹے بکھر گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ کہیں میرا لباس بھی خون

آلود نہ ہو گیا ہو۔ بہرصورت! اس کے بعد تو اُس کی زندگی کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ میں کھڑکی سے باہر نکل آیا۔

تاروں کی ٹھنڈی روشنی میں، میں نے اپنے لباس کو دیکھا۔ بظاہر خون کے دھبے نہیں تھے۔ میں ایک طرف چل پڑا۔

اَب میں ڈیوک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے کی جانب جا رہا تھا۔ نہ جانے اُس شخص نے صحیح بتایا تھا یا غلط؟ بہرصورت! تجربہ تو کرنا ہی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اُس عالی شان محل کے عقبی حصے کی جانب پہنچ گیا جو ڈیوک کی رہائش گاہ تھی۔

محل کو میں نے سامنے سے بھی دیکھا تھا۔ بہت ہی خوبصورت طرزِ تعمیر تھی۔ پرانے طرز پر بنایا گیا تھا۔ لیکن اُس پرانے طرزِ تعمیر میں جدت بھی تھی۔ گویا وہ قدیم و جدید کا نمونہ تھا۔ محل کے عقبی حصے میں ایک خوبصورت باغ تھا جس میں داخل ہونے کا پھاٹک بہت چھوٹا تھا، اور وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔ بے پناہ خوبصورت باغ تھا جس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔

اُس شخص کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق میں آگے بڑھتا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں عمارت کے ایک ایسے حصے میں کھڑا تھا جہاں ایک لمبا سا ہال تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ کیا ہے؟ لیکن بہرصورت! رِسک تو لینا ہی تھا۔

اندر داخل ہونے کے لئے تین سیڑھیاں طے کرنا پڑیں۔ خوبصورت ٹائلز کے فرش سے گزر کر میں اندر داخل ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے اندازے کے مطابق کمروں میں جھانکنا شروع کر دیا۔ وہ ہال جو دُور سے ہال نظر آتا تھا، دراصل کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ اور اُن چھوٹے چھوٹے کمروں کی کیفیت بالکل ہسپتال کے کمروں کی مانند تھی۔

نہایت صاف ستھرے کمرے تھے۔ ٹھنڈی روشنیاں جل رہی تھیں اور اُن روشنیوں میں بستر نظر آ رہے تھے۔ دو، دو، تین، تین لڑکیاں اُن بستروں پر پڑی تھیں۔ عجیب و غریب ماحول تھا۔ میں اُنہیں دیکھتا رہا۔ بہرصورت! اس وقت یہ سوچنا تو مشکل ہی تھا کہ میں اُن میں سے کس کمرے میں داخل ہوں اور اُن لڑکیوں سے ویرا کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بہرصورت! میں نے یہ جگہ دیکھ لی تھی اور فی الوقت یہی کافی تھا۔ یقیناً ویرا بھی یہیں کہیں موجود ہو گی۔ اس سلسلے میں بہتر یہی تھا کہ لوسی گن سے کام لیا جائے۔

لوسی گن جس طرح میرے ساتھ تعاون کر رہی تھی، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر اُس کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس انداز میں ڈیل (DEAL) کیا جاتا رہے تو وہ بڑے کام کی لڑکی ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آج کا کام میں نے اپنے طور پر ختم کر دیا۔ اَب دیکھنا یہ تھا کہ اُس لاش کے بارے میں جزیرے پر کیا ردِعمل ہوتا ہے؟ اُس کی اطلاع بھی مجھے لوسی گن ہی دے سکتی تھی۔ بہرصورت! پھر میں وہاں سے اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ لوسی گن حسب معمول سوئی ہوئی تھی۔ معصوم لڑکی تھی۔ گو، وہ ایک ایسے شخص کے تصور کے ساتھ مجھ سے محبت کر رہی تھی، جسے میں نے موت کے حوالے کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں اُس کے لئے دل میں ہمدردی کے جذبات محسوس کر رہا تھا۔

میں نے اپنا کام کیا اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ لوسی گن، دوسری صبح ہی جاگی تھی اور حسب معمول شرمندہ تھی۔ ناشتہ کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ ''میں سوچتی ہوں کہ جاگتی رہوں۔ لیکن کمبخت نیند آ جاتی ہے اور تمہیں پریشانی ہوتی ہے۔''

''مجھے ذرّہ برابر پریشانی نہیں ہے لوسی! لیکن آج میں تم سے کچھ کام لینا چاہتا ہوں۔''

''ہاں..... کہو!''

''یہاں تمہارے سپرد کچھ ذمہ داریاں ضرور ہوں گی۔''

''کیسی ذمہ داریاں.....؟''

''میرا مطلب ہے، کوئی کام تو کرتی ہو گی۔''

''میں ڈیوک کے احکامات کے مطابق کام کرتی ہوں۔ ویسے ہسپتال میں نرسنگ کرتی ہوں۔ ایک ہفتہ ڈیوٹی، ایک ہفتہ چھٹی۔''

''خیر.....! کیا تم ڈیوک کے محل میں بہ آسانی جا سکتی ہو؟''

''جاتی رہتی ہوں۔ آج بھی جاؤں گی۔''

''آج کیوں.....؟''

''دن مقرر ہیں۔ آج کے دن اُن لڑکیوں کو دیکھوں گی جو ڈیوک کے محل میں رہتی ہیں۔ میرے ساتھ دو ڈاکٹر ہوں گے۔ ہر ہفتہ اُن کا چیک اَپ ہوتا ہے۔''

''اوہ.....! میرے ہونٹ تعجب سے سکڑ گئے۔ عجیب بات تھی۔ میں اس سے یہی کام تو لینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ کام خود بخود ہو گیا تھا۔

''بولو! کیا کام لینا چاہتے تھے تم مجھ سے؟'' اُس نے پوچھا۔

''اتفاق ہے، میں بھی یہی چاہتا تھا کہ تم ڈیوک کے محل میں جاؤ اور میرا ایک کام کر دو۔''

''کیا کام ہے.....؟''

''ویرا نام کی ایک لڑکی ہے۔ اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہیں۔ کیا وہ اُن میں موجود ہے.....؟''

'ویرا رابن شارپ.....؟'' لوسی نے پوچھا۔

''ہاں..... تم اُسے جانتی ہو؟''

''اچھی طرح۔ لیکن تمہیں اُس سے کیا کام ہے بینڈرک؟'' لوسی نے پوچھا۔

''تمہیں یہ بات نہیں معلوم ہو گی لوسی! وہ ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ اور اُس کا بھائی گرائن، میرے بچپن کا ساتھی ہے۔ اُس وقت کا دوست جب ہم ایک چھوٹے سے خوبصورت قصبے کے ایک سکول میں ساتھ پڑھتے تھے۔ ایسے دوست کی بہن، ڈیوک کے قبضے میں ہے۔ تم خود سوچو لوسی!''

''واقعی..... یہ تو سچ ہے۔ لیکن.....''

''لوسی ڈارلنگ! کیا اُس سے تمہاری شناسائی ہے؟''

''وہ خاموش اور غمزدہ لڑکی مجھے بہت پسند ہے۔''

''صرف یہ معلوم کرنا ہے لوسی! کہ وہ ڈیوک کی ہوس کی بھینٹ چڑھی یا اَب تک بچی ہوئی ہے؟''

''میں معلوم کر لوں گی۔''

''بہت شکریہ لوسی! تم یہ کام کر دو۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔''

''آج ہی شام کو بتا دُوں گی۔ تم بے فکر رہو بینڈرک!'' لوسی نے کہا اور میں ممنون نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ لوسی کی نگاہوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن میں ابھی اُس کے جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا۔

لوسی اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی۔ شام کو وہ واپس آئی تو میں بے چینی سے اُس کا منتظر تھا۔ ''میں نے اُس سے بات کی تھی۔'' لوسی نے بتایا۔

''اوہ..... کیا اطلاع ملی لوسی؟''

''سب ٹھیک ہے۔ ویرا نے بتایا ہے کہ ابھی تک ایک بار بھی ڈیوک نے اُس کے بارے لڑکی سے نہیں پوچھا ہے۔ وہ سکون سے ہے۔ لیکن اپنے مستقبل سے مایوس ہے۔''

''تمہارا شکریہ لوسی..... کاش! میں اُس لڑکی کو اُس کے بھائی تک پہنچا سکوں۔'' میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا اور لوسی ہمدردی سے مجھے دیکھنے لگی۔

رات کو میں اپنی مہم پر نکل گیا۔ اپنے پروگرام کے تحت آج میں ڈیوک کو چونکانا چاہتا تھا۔ اگر میں چاہتا تو لوسی کی مدد سے ویرا کو لے کر یہاں سے نکل سکتا تھا۔ ظاہر ہے، جو کام مجھے کرنا تھا، وہ اگر خاموشی سے ہو جاتا تو میرے حق میں ہی بہتر تھا۔ لیکن مقصد تو صرف ویرا کو اُس جزیرے سے آزاد کر کے لے جانے کا نہیں تھا۔

آلڈرے کو شکست دینے کے بعد میرے ذہن میں بہت سے خیالات آنے لگے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ آخر ڈیوک بھی تو ایک تنہا انسان ہے جس نے اتنا لمبا چکر پھیلا رکھا ہے۔ لوگ اُس کے نام سے خوفزدہ ہیں۔ پھر میں اُس سے کس طرح کم ہوں؟ کیا ہوا، اگر میں اُس کے مقابلے میں ابھی تک کوئی گروہ نہیں بنا سکا؟ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے..... میری ذہنی صلاحیتیں کسی طرح ڈیوک سے کم نہ تھیں۔ میں خود بھی اُس سے نمٹ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے پروگرام کے تحت رات کو اُس وقت جب گہری تاریکی چھا گئی تو باہر نکل آیا۔ آج جو کام کرنا تھا، اُس میں کوئی خاص کاریگری نہیں تھی۔ بلکہ صرف خوف و دہشت پھیلانا مقصود تھا۔ چنانچہ اس کے لئے کوئی تخصیص بے مقصد تھی۔

سب سے پہلے مجھے دو آدمی نظر آئے اور میں نے اُنہیں جیب میں رکھے ہوئے فاؤنٹین پین کی زہریلی سوئیوں کا نشانہ بنا دیا۔ اس کے بعد میں جزیرے کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا۔ جتنے افراد مجھے نظر آئے، میں نے اُنہیں مختلف طریقوں سے مار بھگایا۔ کسی کو پستول کی گولی سے ہلاک کیا، کسی کو زہریلی سوئیوں سے۔ بہرصورت! اُس رات میں نے جزیرے پر ہنگامہ مچا دیا تھا۔ تب میں نے ایک تحریر لکھ کر ایک مُردہ شخص کی پیشانی پر چسپاں کر دی۔

اُس میں ڈیوک کے لئے لکھا گیا تھا کہ چونکہ اُس نے مجھے چیلنج کیا ہے اور وہ آلڈرے کا حشر دیکھ چکا ہے اس لئے میں اُس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے جزیرے پر پہنچ گیا ہوں۔ اور یہ تحریر، میری آمد کا اعلان ہے۔ اس کے بعد میں جزیرے کے مختلف حصوں میں گشت کرتا رہا اور ڈیوک کے بارے میں سوچتا رہا۔

یہ انداز ڈرامائی تھا اور بظاہر اس سے کوئی خاص مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن میری فطرت کو اس ہنگامہ خیزی سے تسکین مل رہی تھی۔ اور میں ہر قیمت پر اپنی فطرت کی تسکین چاہتا تھا۔ چنانچہ میرے اندازے کے مطابق اُس رات ستائیس افراد موت کا شکار ہوئے تھے۔ میں نے اُن کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کون ہیں؟ بس! مقصد

ڈیوک کو اپنے بارے میں بتانا تھا۔

اور پھر دوسرے دن کی ہنگامہ خیزی قابل دید تھی۔ پورے جزیرے کی زندگی معطل ہو گئی تھی۔ ہر کام بند ہو گیا تھا۔ جگہ جگہ لوگوں کی ٹولیاں نظر آ رہی تھیں جو چہ میگوئیاں کر رہی تھیں۔

میں نے لوسی سے حیرانی کا اظہار کیا۔

''نہ جانے کیا بات ہے؟ میں معلوم کر کے آتی ہوں۔'' لوسی نے کہا اور باہر نکل گئی۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آئی تھی۔ ''بڑی عجیب خبریں ہی بینڈرک!'' اُس نے کہا۔

''کیا لوسی.....؟''

''مسٹر آلڈرے کے بارے میں تو تم نے سنا ہی ہو گا۔ اُس کی کسی شخص سے چل گئی تھی اور اُس شخص یا گروہ نے مسٹر آلڈرے کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ میں اُسی شخص کی بات کر رہی ہوں جس نے ڈیوک کی لانچ تباہ کی تھی۔ پچھلی رات وہ کسی طرح جزیرے پر آ گیا ہے اور اس ایک رات میں اُس نے بے پناہ تباہی پھیلائی ہے۔ اُس نے بے شمار افراد کو قتل کر دیا ہے۔''

''اوہ..... اُن سے اُس کی کیا دشمنی تھی؟''

''کچھ نہیں..... صرف اُس نے اپنی آمد کا اعلان کیا ہے؟''

''لیکن وہ جزیرے پر کس طرح آیا.....؟''

''تحقیقات ہو رہی ہیں۔ رات کے کسی حصے میں وہ کسی پراسرار ذریعے سے جزیرے پر آیا ہے۔ لیکن جزیرے پر پوشیدہ رہنا سخت مشکل ہے۔ بہت جلد اُسے تلاش کر لیا جائے گا۔'' لوسی نے بتایا اور میں ایک گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوسی گن دیر تک مجھے تشویشناک نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ڈیوک البرٹ ایک خوفناک عفریت ہے۔ جسے تباہ کرنے کے لئے بھی لاکھوں انسانوں کی زندگیاں قربان کرنا پڑیں گی۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو بینڈرک! اور میں بھی..... تم نے اُس سے بغاوت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اور میں نے بھی تم سے اعانت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اجازت دو تو میں تمہیں اپنی ذہنی کیفیت بتاؤں.....؟''

''ضرور لوسی.....!'' میں نے جواب دیا۔

''میں اسے ایک طفلانہ حرکت سمجھتی ہوں۔ ایک ایسی حرکت جس کا کوئی مقصد نہیں نکلتا۔ لیکن ڈیئر بینڈرک! میں تمہیں مایوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں خود بھی اس زندگی سے خوش نہیں ہوں۔ کیا ہم زندوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں؟ کیا ہمارا رُواں رُواں اُس کا غلام نہیں ہے؟ کیا زندگی اسی کو کہتے ہیں.....؟ میں جانتی ہوں بینڈرک! کہ تمہارا ضمیر بھی جاگ اُٹھا ہے۔ اور اس دور میں ان دونوں میں سے صرف ایک چیز زندہ رہ سکتی ہے۔ ضمیر یا انسان خود..... اگر وہ ضمیر کی زندگی کے ساتھ اپنی بھی زندگی کا خواہاں ہو تو اسے حماقت ہی کہا جا سکتا ہے۔ میں اَب اپنے ضمیر کو زندگی دینا چاہتی ہوں۔ اس لئے تمہارے ساتھ شریک ہو کر میں نے اپنی موت کو پکار لیا ہے۔ مجھے بزدل مت سمجھنا بینڈرک! تم دیکھو گے، میں کسی موڑ پر تمہیں پشت نہیں دکھاؤں گی۔ لیکن جو انجام ہے، میں نے اُس کی نشاندہی کر دی ہے۔''

''ہو سکتا ہے، تمہارا خیال درست ہو لوسی!'' میں نے کہا۔

''لیکن اِن دنوں ڈیوک کے ستارے واقعی گردش میں آ گئے ہیں۔ اُس کے غرور کو ناقابل فراموش زک پہنچی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا.....''

''میں اُسی شخص کی بات کر رہی ہوں بینڈرک! جس نے آلڈرے کو فنا کر دیا۔ جس نے ڈیوک کی لانچ تباہ کر دی اور ڈیوک، جس کو غرور تھا کہ اُس کے اشارے کے بغیر پرندے بھی

ں کے جزیرے کی فضا میں پرواز نہیں کر سکتے، اَب وہ اپنے کانوں سے سن رہا ہے کہ اُس کا ن اُس کے جزیرے پر پہنچ گیا ہے۔ بینڈرک! کیا تم اُس عظیم جیالے کو خراجِ تحسین نہ پیش رو گے جو بلا شبہ بہت بڑے دل کا مالک ہے۔ اگر وہ چاہتا تو خاموشی سے اپنا کام کر سکتا لیکن اُس نے ڈیوک کو اپنی آمد کی اطلاع بھی دے دی۔''

''ہاں لوسی! بے شک، وہ دلیر ہے۔ لیکن کیا یہ انداز ڈرامائی نہیں ہے؟'' میں نے اُسے ورے دیکھتا ہوئے کہا۔

''بے شک ہے۔ لیکن تم اُس کی کارکردگی تو دیکھو! اُس نے ڈرامائی انداز ضرور اختیار کیا ے۔ لیکن کارکردگی بھی دکھائی ہے۔ اُس تنہا آدمی نے ڈیوک کے پورے جزیرے پر سنسنی یلا دی ہے۔''

''کیا تمہارے خیال میں وہ ڈیوک کے شکاری کتوں سے بچ سکتا ہے؟''

''میں نہیں کہہ سکتی۔ لیکن بہر حال! وہ نڈر ہے۔ مارا جائے گا تو دُکھ ہوگا۔''

''میں دیکھ رہا ہوں لوسی! تم بھی اُس سے خاصی برگشتہ ہو گئی ہو۔''

''برگشتہ بہت معمولی لفظ ہے بینڈرک! میں اُس سے بے پناہ نفرت کرتی تھی۔ لیکن اس ے اظہار کے لئے زبان مجھے تم نے دی ہے۔ ورنہ شاید میں یہ الفاظ کبھی ادا نہ کر سکتی۔''

''اوہ، لوسی ڈیئر! اس کے باوجود خود کو کنٹرول میں رکھو۔ اگر یہ زبان کسی اور کے سامنے بے لگام ہو گئی تو دونوں مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔''

''اب اتنی احمق بھی نہیں ہوں۔'' لوسی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔

تلاش پورا دن جاری رہی۔ اور پھر ساری رات جزیرے کی رونق قابل دید تھی۔ رات کو پورے جزیرے پر روشنیاں گل نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن اگر یہ رات خاموشی سے گزر جاتی تو زہ ہی کیا تھا؟ چنانچہ رات کے ابتدائی حصے میں، میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔

''اوہ..... بینڈرک! کیا آج رات بھی باہر جاؤ گے؟''

''ہاں..... کیوں لوسی.....؟''

''آج نہ جاؤ۔ پورے جزیرے پر اُس کی تلاش جاری ہے۔ کہیں تم اس حیثیت سے اُن گاہوں میں نہ آ جاؤ۔''

''نہیں آؤں گا لوسی! بے فکر رہو۔ میں تھوڑی سی آوارہ گردی کے بعد واپس آ جاؤں گا۔ باہر نہ نکلا تو اُکتاہٹ کا شکار ہو جاؤں گا۔'' لوسی خاموش ہو گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن اس تھوڑی دیر کی آوارہ گردی میں ہی میں نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ حالات کچھ بھی ہوں، کوئی رات خالی نہیں جانی چاہئے۔ ویرا کے بارے میں مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ خیریت سے ہے۔ چنانچہ اَب مجھے اُس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

اُس رات میں نے مسٹر ڈوڈی کی ایجاد کی ہوئی سوئیوں سے ہی فائدہ اُٹھایا تھا۔ یہ بے آواز شکاری نہایت مؤثر ثابت ہوئے تھے۔ تقریباً نو افراد اُن سوئیوں کا شکار ہو گئے تھے اور موقع پا کر اُن میں سے ایک کے کوٹ پر میں نے اپنا تحریر شدہ کاغذ پن کر دیا تا کہ اُنہیں میرے بارے میں علم ہو جائے۔ اور پھر ایک گھنٹے کے اندر اندر میں واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

لوسی جاگ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ آج اُس کی آنکھوں میں کچھ انوکھے تاثرات تھے۔ اُس کے چہرے پر ایک عجیب سی شگفتگی چھائی ہوئی تھی۔ میں پہنچا تو وہ نڈھال سے لہجے میں بولی۔

''بہت جلد آ گئے بینڈرک!''

''ہاں! میں تم سے وعدہ کر چکا تھا لوسی! کہ جلد آؤں گا۔''

''کیا حالات ہیں باہر کے؟''

''بس..... اچھے نہیں ہیں۔ چپے چپے پر اُس شخص کی تلاش جاری ہے۔ لیکن واقعی اُس نے تو البرٹو میں تہلکہ مچا دیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں..... اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ ڈیوک البرٹ کے لئے یہ پہلا سنسنی خیز تجربہ ہے۔''

''لیکن مجھے افسوس ہے کہ ایسا دلیر شخص بالآخر ڈیوک کے ہاتھوں مارا جائے گا۔'' میں نے کہا۔

''ہاں..... اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' لوسی نے کہا۔ اور پھر مخمور لہجے میں بولی۔

''آؤ..... چلتے ہیں۔ اَب نیند آ رہی ہے۔''

''اوہو..... لوسی! کیا تم اُس دلیر شخص کے بارے میں گفتگو کرنا پسند نہ کرو گی؟''

''نہیں..... اس وقت کچھ نہیں۔ میں بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' لوسی نے جواب دیا۔

اور میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آج حالات کچھ زیادہ بہتر معلوم نہیں ہوتے۔ چند

ساعت سوچتا رہا۔ پھر وہی احساس، ذہن میں اُبھر آیا کہ یہ لڑکی کسی دوسرے انسان کی حیثیت سے مجھے چاہ رہی ہے۔ اور جب اُسے اِس بات کا احساس ہو گا کہ میں، وہ نہیں ہوں تو نجانے اُس کی ذہنی کیفیت کیا ہو؟ چنانچہ میں اُسے دھوکہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ میں اُس کے ساتھ بیڈ رُوم تک تو آ گیا لیکن اندر پہنچ کر میں نے کہا۔

''بیٹھو لوسی! غالباً تم میرا انتظار کر رہی تھیں۔''

''ہاں.....!''

''میرا خیال تھا، تمہیں سو جانا چاہئے تھا۔ ممکن ہے، دیر ہو جاتی۔''

''بس..... نیند نہیں آ رہی تھی۔ ہاں! تو تم میرا خیال ہے، اس موضوع کو زیادہ پسند کر رہے تھے۔''

''ہاں لوسی! میں اُس شخص سے بہت متاثر ہوں۔ اور سچ جانو! میں اُس کی تلاش میں نکلا تھا۔ اگر وہ مجھے مل جائے تو شاید میں اُس کی مدد کرنے پر بھی آمادہ ہو جاؤں۔''

''اوہو، بینڈرک! تم ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو۔'' لوسی اَب اعتدال پر آنے لگی تھی۔ اُس کے انداز میں خوف پیدا ہو گیا تھا۔

''میں سمجھا نہیں لوسی؟''

''میری مراد یہ ہے کہ البرٹ کے خلاف اگر تم کچھ کرو تو بہرصورت! تمہیں اس کے لئے اس قدر محتاط رہنا پڑے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ یہ کھیل جو تم نے کھیلا ہے، میرا مطلب اس ڈرامے سے ہے، جو تم نے زخمی ہونے کے سلسلہ میں کیا ہے۔ اور اگر اس کی اطلاع بھی ڈیوک کو کسی طرح مل گئی تو شاید وہ بہت سخت اقدامات کرے تمہارے خلاف۔ کیونکہ بہرصورت! اُسے یہ احساس تو ہو جائے گا کہ تم نے اُس سے فریب کیا ہے۔''

''ہاں..... یقیناً! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ان حالات میں تمہیں اس انداز میں نہیں سوچنا چاہئے۔ وہ شخص جو کچھ کر رہا ہے، اُسے تم اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ تم اپنے طور پر، بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ فی الحال تم معطل ہو جاؤ۔ اور یہ دیکھو! کہ وہ ڈیوک کے خلاف کیا کچھ کر لیتا ہے۔''

''ہوں.....!'' میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ اس وقت اس گفتگو سے مقصد یہی تھا کہ لوسی کی توجہ ان خیالات سے ہٹائی جائے جس نے اُس کی آنکھوں میں خمار پیدا کر دیا ہے۔ اور میں اس میں کسی حد تک کامیاب رہا۔ تب میں نے کہا۔ ''لوسی ڈارلنگ! کیا تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے ایک کپ کافی نہیں پلواؤ گی؟''

''کافی.....اس وقت؟''

''ہاں.....اگر تم تکلیف محسوس کرو تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ میں تمہیں بہت تکلیف دے رہا ہوں۔''

''فضول باتیں نہ کرو بینڈرک! ایسی بھی کیا بات ہے؟ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔'' لوسی نے کہا اور باہر چلی گئی۔

تب میں نے گہری سانس لی اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد میں دوبارہ اپنی حیثیت میں آ گیا۔ اور جب لوسی، کافی کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو میں ایک زخمی کی حیثیت سے لیٹا ہوا تھا۔ لوسی کی آنکھوں کے چراغ بجھ گئے۔ اُس نے سوچا تھا کہ میں یہ رات اسی انداز میں گزاروں گا۔ اور وہ میرے کچھ اور نزدیک آ جائے گی۔

لیکن ظاہر ہے، اَب میں جس پوزیشن میں آ گیا تھا، اس میں لوسی کے لئے پیار و محبت کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ چنانچہ اُس نے خود کو بھی سنبھالنے کی کوشش کی اور کافی کی دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے رکھ دی۔ ہم کافی پیتے رہے اور ہماری گفتگو کا موضوع وہی شخص رہا جو ڈیوک کے جزیرے میں گھس آیا تھا۔ دیر تک لوسی میرے پاس بیٹھی رہی۔ میں جانتا تھا کہ جو گفتگو بھی میں اُس سے کر رہا ہوں، وہ اُس کے لئے قطعی غیر دلچسپ ہے۔ اُس کا ذہن کہیں اور ہے۔ پھر جب اُسے احساس ہوا کہ وہ بے مقصد نیند خراب کر رہی ہے تو وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''اَب میں چلوں گی ڈارلنگ! مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''اوکے ڈیئر! صبح ملاقات ہو گی۔'' میں نے جواب دیا اور وہ چلی گئی۔ لیکن اُس کے جانے کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا۔ جزیرے پر جو کام ہو رہا تھا، وہ تو پوری طرح تسلی بخش تھا۔ لیکن لوسی کے ساتھ معاملات بگڑتے جا رہے تھے۔ لوسی جس موڈ میں تھی، میں اُسے اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ لیکن بس! ایک احساس تھا جو مجھے روکے ہوئے تھے۔ لیکن یہ احساس کہیں مجھے ڈبو نہ دے.....عورت بڑی عجیب و غریب شے ہے۔ اگر میں نے اُسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تو پریشان بھی ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ یہاں لوسی میری جیت تھی۔ اُس سے بگاڑ کر میں سخت مصیبت میں گرفتار ہو سکتا تھا۔

دوسری صبح لوسی نے ہی مجھے جگایا تھا۔ وہ بہت پرجوش نظر آ رہی تھی۔ ''اوہ، بینڈرک!

ٹھو بینڈرک.....!'' میں نے آنکھیں کھول کر لوسی کو دیکھا۔ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ نہا کر آئی تھی۔ بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ''اُٹھو بینڈرک!'' اُس نے پُرجوش لہجے میں کہا اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ اُس کے پرجوش انداز سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ لوسی چونک پڑی۔ اُس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر کسی قدر سست لہجے میں بولی۔ ''اُٹھو گے نہیں بینڈرک؟''

''نہیں.....!'' میں نے جواب دیا۔ میرے ہاتھ اسی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ تب وہ آگے بڑھی اور جھجکتی ہوئی میرے بازوؤں میں آ گئی۔ میں نے اُسے بھینچ لیا۔

''شاید تم ابھی تک نیند کی جھونک میں ہو۔'' اُس نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کیوں لوسی.....؟''

''بس! تم جاگتے میں زیادہ محتاط ہوتے ہو۔'' اُس کے انداز میں شکایت پیدا ہو گئی۔

''یہ بات نہیں ہے ڈارلنگ! میں تمہاری شکایت محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن لوسی! تم میرے جذبات کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ لوسی! میں تمہاری شرافت سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا۔ اگر میں بھی ان ہی جذبات کا اظہار کروں، جن کے تحت دوسروں نے تم میں دلچسپی لی ہے تو شاید تم میرے بارے میں بھی اسی انداز میں سوچو جس طرح دوسروں کے بارے میں سوچتی ہو۔''

لوسی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ ''لیکن میں تو تمہیں چاہتی ہوں.....''

''میں اگر تمہیں نہ چاہتا لوسی! تو تم پر منکشف نہ ہوتا۔''

''اوہ ڈیئر.....ڈیئر بینڈرک! تم نے یہاں تک میری اوقات بڑھا دی ہے۔ تم نے مجھے میرے وجود کا احساس دلا دیا ہے۔ اگر تم اس جذبے کے تحت مجھ سے دُور رہتے ہو تو میں تم سے کبھی شکایت نہیں کروں گی۔ میں تمہاری نگاہوں میں اس قدر اہمیت رکھتی ہوں۔'' اُس کے چہرے پر خوشی کے رنگ بکھر گئے اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ بیچاری عورت.....

لوسی نے میری آنکھوں کو چوما اور بولی۔ ''جانتے ہو، تمہاری رات کی بے اعتنائی سے میں نے کیا سوچا تھا.....؟''

''کیا سوچا تھا لوسی.....؟''

''میں سوچ رہی تھی کہ تم صرف اس لئے مجھ سے منسلک ہو کہ میں تمہارے کام آ رہی ہوں۔ ذہنی طور پر تم مجھ سے متفق نہیں ہو۔ دراصل میں سوچتی ہوں کہ تمہارے ذہن میں یہ بات ہے کہ میرا کردار کوئی ٹھوس حیثیت نہیں رکھتا کہ تم مجھے اپنی محبت بناؤ۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اوہ..... نہیں لوسی! نہیں۔ مجبوریاں بعض اوقات انسان کو نجانے کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں۔ میں بھی تو مجبور ہوں۔ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا؟ خود میرا کردار کون سا اچھا رہا ہے؟ کیا میں ڈیوک کے احکامات کی تعمیل میں ہر قسم کے جائز اور ناجائز کام نہیں کرتا رہا؟ اگر میں اس کے احکامات کی پابندی بھی اسی انداز میں کرتا رہا ہوں تو پھر مجھ میں اور تم میں کیا فرق ہے؟''

''یہ تمہاری عظمت ہے بینڈرک! ورنہ..... بہرصورت! چھوڑو اِن باتوں کو۔'' لوسی نے میرے سینے پر منہ رگڑتے ہوئے کہا۔ ''ارے ہاں..... وہ چونک کر بولی۔ میں، تمہیں جو بات سنانے آئی تھی، وہ تو بھول ہی گئی۔''

''کیا لوسی ڈیئر.....؟'' میں نے پوچھا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ پورے جزیرے پر کل رت جگا رہا ہے؟''

''کیوں.....؟''

''بس! تمام لوگ اپنے طور پر جزیرے کے چپے چپے پر اُسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ لیکن جانتے ہو، اُس نے کیا، کیا؟''

''کیا.....؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ رات کو پھر اپنا کام کر کے نکل گیا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''پورے نو آدمی ہلاک کئے ہیں اُس نے..... اور یقین کرو! بینڈرک! کہ سب متجب ہیں۔''

''مگر اُس نے کیا، کیا.....؟''

''کچھ نہیں معلوم۔ بس! نو آدمی مُردہ پائے گئے ہیں۔ اُن کے جسم گل سڑ گئے تھے۔''

''گل سڑ گئے تھے.....؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں.....!'' اُس نے جواب دیا۔

''طریقہ ہلاکت کیا تھا؟''

''طریقہ ہلاکت ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ کوئی بہت ہی پراسرار سلسلہ ہے۔''

''لیکن یہ کیسے پتہ چلا کہ اُن کی ہلاکت میں اُسی شخص کا ہاتھ ہے؟ ظاہر ہے، اُس نے اُنہیں گولی نہیں ماری، کسی خنجر وغیرہ سے قتل نہیں کیا۔ اور اگر وہ پراسرار طور پر ہلاک ہو گئے

ہیں تو اس کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔''

''نہیں ڈیئر.....! یہی تو دلچسپ بات ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اُس نے ایک شخص کے کوٹ پر ایک پرزہ پن کیا ہوا تھا۔ جس میں اُس نے اعلان کیا تھا کہ یہ سب کچھ اُسی نے کیا ہے۔''

''خدا کی پناہ!'' میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت ہی خوفناک شخصیت کا مالک ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اُس نے ڈیوک کو چوہا بنا کر رکھ دیا ہے۔''

''ہاں بینڈرک! ہم یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن درحقیقت اس وقت ڈیوک کی ساری شخصیت خاک میں مل کر رہ گئی ہے۔''

''بہرصورت! یہ واقعی عجیب وغریب خبر ہے۔'' میں نے کہا اور لوسی گردن ہلانے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا۔ ''اچھا! میں تمہارے لئے ناشتہ وغیرہ تیار کر کے لاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وُہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

لوسی گن، بالکل ٹھیک جا رہی تھی۔ اُس کی جانب سے کوئی اُلجھن میرے ذہن میں نہیں تھی۔ لیکن اَب میں سوچ رہا تھا کہ یہ تباہی میں کب تک پھیلاؤں گا؟ ڈیوک کے پورے جزیرے پر میں نے سنسنی پھیلا دی تھی۔ اُس پر اس کارروائی کا کیا ردِعمل ہے؟ اس بارے میں تو مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن' بہرحال! جزیرے پر جو کارروائی ہو رہی تھی، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ڈیوک خاصا متفکر ہے۔ اور اُسے متفکر ہونا ہی چاہئے تھا۔ اُس کے آدمی بے تحاشہ قتل کئے جا رہے تھے۔ اور ظاہر ہے، وہ اپنے آدمیوں کی یہ تباہی تو پسند نہیں کر سکتا تھا۔ اور یوں بھی اُس کے لوگوں میں بد دلی پھیل سکتی تھی۔

حالانکہ وہ تمام تر تندہی سے مجھے تلاش کر رہے تھے۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ ابھی اُن کے لئے ایسا ممکن نہیں ہے۔ لیکن بہرصورت! میں ایک یا دو دن تک مزید یہ کارروائی جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میرا کوئی مطالبہ، ڈیوک کی نگاہوں میں جانا ضروری تھا۔ تاکہ وہ ان پر عمل کرنے کے بارے میں سوچے۔ بلاوجہ لوگوں کو قتل کرنے سے کوئی خاص نتیجہ تو حاصل ہو نہیں رہا تھا۔

تیسری رات اور پھر چوتھی رات بھی میں نے نہایت چابک دستی سے قتل عام کیا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈیوک کے جزیرے پر مرنے والوں کی تعداد تقریباً ستر تک پہنچ گئی۔

ستر آدمی میں نے موت کے گھاٹ اُتار دیئے تھے۔ یوں بھی میں اس سے پہلے ڈیوک کے بہت سے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا۔ ڈیوک کے جزیرے پر سارا کام معطل ہو گیا تھا۔ چپے چپے پر ڈیوک کے آدمی چھاپے مار رہے تھے۔

تب اُس شام لوسی گن نے مجھے اطلاع دی کہ ڈیوک کا ایک باقاعدہ ریسرچ سیکشن سر جوڑ کر بیٹھ گیا ہے۔ ڈیوک خود بھی اس میٹنگ میں شریک ہے اور اُمید ہے کہ یہ ریسرچ سیکشن جلد ہی کوئی فیصلہ کر لے گا۔

''یہ ریسرچ سیکشن کیا ہوتا ہے.....؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈیوک کے ہر معاملے میں یہی سیکشن کام کرتا ہے۔ اس سیکشن کے لوگ، ڈیوک کے بعد سب سے اعلیٰ وارفع مانے جاتے ہیں۔ اور ڈیوک کی طرف سے جتنی کارروائیاں ہوتی ہیں، ریسرچ سیکشن ہی عمل میں لاتا ہے۔ ڈیوک کے کاروباری لوگوں پر اثر رکھنے کے لئے جو کچھ بھی کیا جاتا ہے، ان سب کے لئے یہی سیکشن کام کرتا ہے۔''

''اوہو.....تو یہ سیکشن کیوں بیٹھا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''صرف اس لئے کہ اس بات پر غور کرے کہ وہ شخص کس طرح جزیرے پر آیا اور کہاں پوشیدہ ہے؟''

''ہوں.....تو تمہارا کیا خیال ہے لوسی.....؟'' میں نے مسکراتے ہوئے لوسی سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، وہ شخص جلد ہی منظر عام پر آ جائے گا۔''

'کیا ریسرچ سیکشن بے حد ذہین لوگوں پر مشتمل ہے؟''

''ہاں.....! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' لوسی نے پر خیال انداز میں جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔

اُس معصوم سی لڑکی کو ابھی تک یہ شبہ نہیں تھا کہ جس کے بارے میں اتنے ہنگامے ہو رہے ہیں، وہ میں بھی ہو سکتا ہوں۔ وہ تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میں بلاشبہ! ڈیوک سے باغی ہو گیا ہوں اور اس وجہ سے میں نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ اور انتظار کر رہا ہوں کہ حالات ٹھیک ہوں تو میں بھی میدانِ عمل میں آؤں۔

.....اور اُس رات میں نے لکھا کہ میرا مطالبہ جو بھی ہو، منظور کیا جائے..... اُس رات میں نے صرف تین آدمی قتل کئے تھے۔

اُن کے بارے میں، میں نے لکھا تھا کہ آج چونکہ میں اپنے مطالبے کی بات پیش کر رہا ہوں۔ اس لئے زیادہ لوگوں کو قتل نہیں کر رہا۔ لیکن اگر اس مطالبے کا خاطر خواہ اعلان نہ ہوا تو اس کے بعد آنے والی کل کی رات، قیامت کی رات ثابت ہو گی۔

میں نے اپنا یہ مطالبہ لکھ کر ایک مُردہ شخص کے کوٹ پر پن کر دیا۔ اور اس کے بعد صرف جواب کا انتظار تھا۔ میں نے اپنے مطالبے میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایک لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلان کیا جائے کہ میرا مطالبہ منظور کیا جا سکتا ہے۔

تب میں نے اپنے مطالبے کا خاطر خواہ جواب پایا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس جواب کا پس منظر کیا ہے؟ لیکن اُس روز لاؤڈ سپیکر پر جنگلوں میں، پہاڑوں میں اور شہری آبادی میں یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ وہ شخص اپنا مطالبہ دُہرائے جو یہاں مجرمانہ کارروائیاں کر رہا ہے۔ ڈیوک اس پر ہمدردی سے غور کریں گے۔ یہ اعلان بار بار ہوتا رہا۔ درحقیقت! مجھے اس کی بہت خوشی تھی۔

لوسی گن اس اعلان پر بہت متحیر تھی۔ وہ حیرانی سے گردن ہلا رہی تھی۔ تب اُس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ ''میں قیامت تک یقین نہیں کر سکتی بینڈرک.....! قیامت تک یقین نہیں کر سکتی کہ ڈیوک اتنا نرم ہو گیا ہے۔ وہ تو اپنے آدمیوں کو بھی قتل کرا دے گا۔ وہ ایک ایک کی ہلاکت قبول کر لے گا۔ لیکن کسی سے شکست تسلیم کر لینا ڈیوک کی عادت نہیں ہے۔''

''کیا تمہیں یقین ہے لوسی.....؟''

''ہاں بینڈرک! ڈیوک نے، جو کچھ کہا ہے، اس میں فریب بھی ہو سکتا ہے۔'' لوسی نے کہا۔

''ہاں..... اس بات کے امکانات ہیں لوسی! لیکن کیا وہ شخص فریب میں آ جائے گا؟ اور وہ فریب جو کسی قسم کا ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ قتل عام سے باز آ جائے۔ ظاہر ہے، ڈیوک اگر یہ اعلان نہ کراتا تو آج کی رات پھر وہ شخص قتل عام کرتا۔ اس بات کا اندازہ تو ڈیوک کو بھی ہو چکا ہے کہ بہرصورت! وہ اتنا پھرتیلا شخص ہے کہ ڈیوک کے آدمی دن رات جاگنے کے باوجود، اُس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکے۔''

''ہاں..... لیکن امکان اسی بات کا ہے کہ ڈیوک نے یہ اعلان کر کے اُسے مزید قتل کرنے سے روکا ہے۔ تاکہ اُس کے پلاننگ سیکشن کو موقع مل جائے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ممکن ہے......!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

......اور یہ پلاننگ سیکشن واقعی ذہین لوگوں پر مشتمل تھا۔ اعلان ہوئے ابھی صرف چھ گھنٹے گزرے تھے۔ اور میں نے سوچا تھا کہ آج رات ویرا کے بارے میں اعلان کر دُوں۔ میں لکھوں گا کہ ویرا کو پیرس پہنچا دیا جائے۔ اُسے اُس کے وطن جانے کی سہولت مہیا کی جائے۔ اور اُس کے مفادات کو ملحوظ رکھا جائے۔ کینڈی فلپ کو یہاں سے ہٹا لیا جائے۔

لیکن یہ سوچ صرف سوچ تھی۔ ٹھیک چھ گھنٹے کے بعد جبکہ لوسی گن، کچن میں کام کر رہی تھی، میں نے کچھ آوازیں سنیں اور چونک پڑا۔ اُن آوازوں میں لوسی کی آواز بھی تھی۔ میں چونکہ سخت زخمی کی حیثیت سے لیٹا ہوا تھا اس لئے میں نے صورتِ حال جاننے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد دروازہ کھلا اور تقریباً آٹھ آدمی کمرے میں گھس آئے...... سب کے سب تندرست و توانا تھے اور پھرتیلے معلوم ہو رہے تھے۔

"بات یہ ہے مسٹر بینڈرک! کہ ریسرچ سیکشن نے چند لوگوں کے نام پیش کئے ہیں، جن پر شک و شبہ کیا جا سکتا ہے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"کیسا شبہ......؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ، ٹارک......! کیا یہ تفصیل بتانا ضروری ہے؟" دوسرے نے اعتراض کیا۔

"مسٹر بینڈرک ایک نمایاں عہدے پر کام کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے انہیں یہ بتانا ضروری خیال کیا تھا۔"

"کوئی ضرورت نہیں۔ بس، مسٹر بینڈرک! یوں سمجھ لیں کہ ڈیوک نے آپ کو بھی طلب کیا ہے۔ چند دوسرے لوگ بھی ہیں۔ جو اَب سے چند منٹ کے بعد ڈیوک کے سامنے پیش ہوں گے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں......لیکن میری حالت......؟" میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ "میں تو اُٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔"

"میں ایمبولینس لایا ہوں......آپ جانتے ہیں کہ ڈیوک نے طلب کیا ہے۔" اُس شخص نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"یقیناً میں انکار نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ اور اُس شخص نے دوسروں کو اشارہ کیا۔ لوسی سب سے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ بلاشبہ! صورتِ حال خطرناک ہوگئی تھی۔ لیکن میں پُرسکون تھا۔ ان حالات سے نمٹنے کے لئے سکون ضروری تھا۔

برٹ پیلس کی تربیت میں مجھے بتایا گیا تھا کہ اس زندگی میں پچھتر فیصد مار کھانے کے چانس ہوتے ہیں اور پچیس فیصد مارنے کے۔ اس لئے خود کو کبھی دوسرے کی گرفت سے دُور نہ سمجھو۔ ہاں! جب آزاد ہو تو اتنا کر لو کہ کچھ کرنے کی حسرت باقی نہ رہ جائے۔

تھوڑی دیر بعد سٹریچر آ گیا۔ وہ شخص جو غلطی سے میرے سامنے تشریح کرنے کھڑا ہو گیا تھا، بہرحال! کچھ کام کی باتیں بتا گیا تھا۔ مثلاً معاملہ اُسی ریسرچ کمیٹی کا ہے۔ اور اُسے مجھ پر بھی شبہ ہے۔ گویا یقین نہیں ہے۔ اَب بچنے کے لئے پہلی کوشش یہ ہو سکتی تھی کہ میں جو کچھ ہوں، اُسے ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دُوں۔ مسٹر ڈوڈی کے دیئے ہوئے خفیہ ہتھیار اس وقت میرے پاس نہیں تھے۔ لیکن وہ اسی کمرے میں پوشیدہ تھے۔ اگر اُس کی تلاشی لی جاتی تو اُنہیں حاصل کیا جا سکتا تھا۔

بہرحال! اَب تو جو ہونا ہے، ہو گا۔ میں نے سوچا اور مطمئن ہو گیا۔ مجھے نہایت احتیاط سے سٹریچر پر ڈالا گیا اور میں کراہا بھی تھا۔ لیکن میرے ہمدرد، مجھے لے کر چل پڑے۔ اور پھر ایمبولینس نے ایک مختصر سفر کیا اور کسی عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں چونکہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم وہ ڈیوک کی رہائش گاہ کے علاوہ اور کون سی جگہ ہو سکتی تھی؟

پھر سٹریچر اُتارا گیا اور مجھے لا کر ایک بیڈ پر لٹا دیا گیا۔ یہاں کئی افراد موجود تھے۔ میرے چہرے سے تکلیف کا احساس بہت نمایاں تھا۔ چند نگاہوں میں، میں نے ہمدردی کے آثار بھی دیکھے تھے۔ مجھے لانے والے چلے گئے تھے۔ اور پھر دوسرے لوگ بھی اس کمرے سے باہر چلے گئے۔ میں تنہا رہ گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بھی بند نہیں کیا گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں سے فرار ہو جاؤں۔ کہیں میرا راز نہ کھل جائے۔ لیکن نہ جانے کیوں میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو گیا۔ دیکھنا چاہیے، کیا ہوتا ہے؟ جب تک موت سامنے نہ آ جائے، اُس وقت تک اُس کا خوف مناسب نہیں ہوتا۔

چنانچہ میں اُسی جگہ، اُسی انداز میں لیٹا رہا۔ پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی اور میں نے گردن گھمائی۔ یہ میرا وہی ہمدرد تھا جسے میں نے تھوڑی دیر قبل دیکھا تھا۔ "ہیلو بینڈرک......!" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو......!" میں نے نڈھال آواز میں جواب دیا۔

"کیسی طبیعت ہے......؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ٹھیک نہیں ہوں۔'' میں نے کہا۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ یہ بینڈرک کا کوئی شناسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

''تمہیں تو ناحق ہی تکلیف دی گئی ہے۔'' وہ میرے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

''میں نہیں جانتا، یہ چکر کیا ہے؟''

''تم زخمی پڑے ہو، تم کیسے جانو گے؟''

''کیا قصہ ہے.....؟ مجھے بتاؤ!''

''یار! بہت بڑی گڑبڑ ہے۔ وہی شخص یہاں جزیرے پر پہنچ گیا ہے، جس نے لانچ تباہ کی تھی اور آلڈرے کو پھونک دیا تھا۔''

''اوہ.....!'' میں نے بھی خوف زدہ لہجہ اختیار کیا۔

''یہاں آ کر بھی اُس نے تباہی پھیلا دی۔''

''کیا مطلب.....؟''

''ستر آدمیوں کو قتل کر چکا ہے۔ بالکل وحشی درندہ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے انسانوں کی اُس کی نگاہ میں کوئی وقعت ہی نہ ہو۔ تمہیں یاد ہے کہ اُس نے آلڈرے کے کتنے آدمیوں کو قتل کیا تھا؟ لانچ پر بھی بے شمار لوگ، موت کا شکار ہوئے۔ انسانوں کو مکھیوں کی طرح مار دینے والے کو تم کیا کہو گے بینڈرک؟ نہ جانے وہ کس قسم کا آدمی ہے؟''

''لیکن وہ جزیرے پر کیسے آ گیا؟ کیا جزیرے میں داخلہ اتنا ہی آسان ہے.....؟''

''یہی تو چکر کی بات ہے۔ پلاننگ کمیٹی نے صرف ایک ہی فیصلہ کیا ہے۔''

''کیا.....؟''

''اُس کا خیال ہے کہ وہ ہمارے ہی کسی آدمی کے میک اَپ میں یہاں تک پہنچا ہے۔ چنانچہ پلاننگ کمیٹی کی سفارش پر پچھلے پندرہ روز کے اندر اندر پیرس جانے والے تمام لوگوں کو طلب کر لیا گیا ہے۔ اُن کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ ان سے پہلے کے لوگوں پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔''

''لیکن میری جو حالت ہے۔ میں تو حادثے کا شکار ہوا ہوں.....!''

''ہاں.....! لیکن کمیٹی نے کسی شخص کو نہیں چھوڑا۔'' اُس نے جواب دیا۔ اور پھر ایک دم خاموش ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھر اندر آ گئے تھے۔

''چلو اُٹھاؤ.....!'' اُن میں سے ایک نے سخت لہجے میں کہا اور چار افراد میرے سٹریچر کو اُٹھانے لگے۔ ایک بار پھر مجھے دوسری جگہ لے جایا گیا تھا۔ لیکن یہ مشینوں کا کمرہ تھا اور یہاں تقریباً چودہ آدمی کھڑے تھے۔ وہ سب تندرست و توانا تھے۔

میں نے گہری نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ ایک طرح سے ایکسرے رُوم معلوم ہو رہا تھا۔ یہاں ایک ڈاکٹر قسم کا آدمی بھی موجود تھا۔

ایک لمحے کے لئے میرے ذہن نے پھر مجھے آگاہ کیا۔ صورتِ حال بہتر نہیں ہے۔ کیا کھیل شروع کر دُوں.....؟ کھیل شروع کرنا مشکل نہیں تھا۔ اگر میں سٹریچر سے چھلانگ لگا کر اُس شخص کو دبوچ لوں جس کی کمر پر سٹین گن جھول رہی ہے تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن.....لیکن اِس عمارت میں دس بارہ کو مار بھی لیا تو کیا ملے گا؟ جزیرے سے نکلنا بہرحال! آسان کام نہیں ہوگا۔ اور خاصی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ بہرحال! میں کسی اندھے اقدام کو پسند نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ میں خاموش پڑا رہا۔ دروازہ بند کر لیا گیا۔ تمام لوگ چاق و چوبند کھڑے تھے۔ پھر دوسرے لوگوں کو ایک ایک کر کے ایک مشین کے سامنے سے گزارا گیا۔ اُس مشین میں ایک بڑا شیشہ روشن تھا۔ چوتھے نمبر پر یہ سٹریچر بھی مشین کے ساتھ لے جایا گیا۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے.....لیکن کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔

تھوڑی دیر بعد کام ختم ہو گیا اور وہی چاروں آدمی میرے سٹریچر کو باہر لے آئے۔ ''سوری ڈیئر بینڈرک! دوسرے لوگوں کی تو خیر کوئی بات نہیں۔ تمہیں بلاوجہ تکلیف دی گئی۔ لیکن ڈیوک کا مطمئن ہونا بھی ضروری تھا۔''

''لیکن اُن میں سے کون نکلا؟''

''کوئی نہیں۔ وہ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال! اب کسی دوسرے نظریئے پر کام کرنا پڑے گا۔'' اُس شخص نے جواب دیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ لیکن اُس کے جواب سے بھی مطمئن نہیں ہوا۔ البتہ میں نے اُس سے مشینری کے بارے میں پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''بہتر یہی ہے کہ مجھے لوسی گن کے گھر پہنچا دیا جائے۔ وہ میری بہتر تیمارداری کر رہی ہے۔''

''خاصی خوبصورت ہے لوسی گن۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اور اتنے ہی اچھے دل کی مالک بھی ہے۔''

''محبوبہ ہے تمہاری.....؟''

''یہی سمجھ لو!''

''ٹھیک ہے، کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ ظاہر ہے، وہ ڈیوک کی پسند تو نہیں ہے جو تمہیں کسی قسم کے تردّد سے دوچار ہونا پڑے۔''

میں نے خاموشی اختیار کی اور تھوڑی دیر بعد مجھے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

''تم میری خواہش کا اظہار کر دینا۔ میں یہاں سخت اُلجھن محسوس کر رہا ہوں۔ ہاں! اگر ڈیوک کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو تو.....''

''ٹھیک ہے، میں معلوم کر لیتا ہوں۔'' اُس شخص نے کہا جس کا نام ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ چلا گیا۔ لیکن میرا ذہن ابھی تک صاف نہیں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ وہ مشین میرے ذہن میں چبھ رہی تھی۔

میں نے بستر پر کروٹ بدلی اور اچانک کلک کی آواز سنائی دی۔ بستر کے دونوں سائیڈ سے فولادی پٹیاں نکلیں اور میرے بدن کے گرد کس گئیں۔ چوڑی چوڑی پٹیاں کسی میکنزم سے منسلک تھیں اور اس برق رفتاری سے میرے دونوں طرف آ کر کس گئیں کہ میں ہل بھی نہیں سکا۔ نرم بستر میرے لئے پنجرہ بن گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اَب کوئی غلط فہمی حماقت تھی۔ میرا راز کھل گیا ہے۔ میں نے کسی قسم کی جدوجہد نہیں کی۔

حالات اگر اِس نہج پر آ جائیں کہ جدوجہد کی گنجائش نہ رہے تو پھر آرام کرنا چاہئے..... میں نے سوچا اور محض ایک تماشائی بن گیا۔ موت کا کھیل تو اَب زندگی میں قدم قدم پر تھا۔ چنانچہ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔

چند ساعتیں اس انداز میں گزر گئیں۔ اور پھر اچانک میرے بستر میں حرکت ہوئی۔ کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ جو کچھ ہوا تھا، سب مشینی عمل تھا۔ میری مسہری اَب سبک روی سے اپنی جگہ چھوڑ رہی تھی۔ اور پھر وہ ایک دیوار سے گزر گئی۔ دیوار کسی پردے کی طرح سرک گئی تھی۔ اور مسہری کا یہ سفر بھی خوب تھا۔ گو، لمحاتی تھا۔ لیکن بہرحال! بے شمار کیفیات کا حامل..... پھر میں ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ نہایت شفاف ہال تھا۔ دیواروں میں روشنیاں نصب تھیں۔ سامنے دو بڑی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور اُن پر دو شاندار شخصیتیں براجمان تھیں۔ اعلیٰ قسم کے سوٹ میں ملبوس ایک وجیہہ شخص، جس کی عمر چالیس بیالیس سے زیادہ نہیں ہوگی۔

دراز قامت، انتہائی متناسب جسم کا مالک۔ دوسری عورت تھی۔ جس کی عمر کافی تھی لیکن نہایت دلکش خدوخال، بے حد پروقار چہرہ، بہت سادہ لباس تھا۔ جس میں وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔

دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ایک پرسکون مسکراہٹ..... اور یہی سکون اُن کی مہذب صورت آنکھوں میں بھی تھا۔ تبھی اچانک فولادی پٹیاں میرے اُوپر سے ہٹ گئیں اور میں پھر اُسی پوزیشن میں آ گیا۔ لیکن میں نے اُٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اچانک ہی گدوں کے سپرنگ نے مجھے اُچھال دیا۔ کافی زور سے گرا تھا۔ چوٹ بھی لگی تھی۔ بیڈ واپس ایک دیوار سے گزر کر باہر چلا گیا اور دیوار پھر برابر ہو گئی۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ سارا میکنزم اس کرسی میں موجود ہے جس پر وہ شخص یا عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ بہرحال! میں خاموش زمین پر پڑا رہا۔

''کھڑے ہو جاؤ.....!'' نرم۔ لہجے میں کہا گیا۔ آواز مردانہ تھی۔ میں نے اُس حکم پر کوئی توجہ نہیں دی اور اُسی طرح پڑا رہا۔ ''جو کہا جا رہا ہے، وہی کرو۔ ورنہ نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔''

''میں..... میں زخمی ہوں۔'' میں نے بمشکل کہا۔

''ممکن ہے۔ لیکن میرے حکم کی تعمیل ہر حالت میں ہوتی ہے۔'' مرد کی آواز اَب بھی نرم تھی۔ نرم اور پرسکون..... اُس میں ذرا بھی انتشار کا شائبہ نہیں تھا۔

''مم..... میں.....'' میں ہکلایا۔

''نہیں..... یہ تمہاری اصل آواز نہیں ہے۔'' میری بات درمیان سے کاٹ دی گئی۔ ''چلو! اَب چوتھی بار نہیں کہوں گا۔''

میں نے ایک گہری سانس لی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بمشکل تمام متوازن رہا۔ اُن دونوں کے چہرے میں صاف دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اَب اُن کی شکلیں دیکھ کر غصہ آنے لگا تھا۔ دونوں کرسیوں پر پرسکون سے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اُن کے چہروں کو دیکھ رہا تھا اور وہ دونوں بھی براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

''میرا نام البرٹ ہے۔'' مرد نے تعارف کرایا۔ ''ڈیوک البرٹ..... اور یہ میری مادرِ مہربان ہیں۔ مادام سوزٹینا مورگراہم ینگ۔ مورگراہم ینگ میرے نانا کا نام تھا۔ کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''نہیں.....'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ، کیوں.....؟''

''ضروری نہیں سمجھتا۔''

''خوب..... یہاں آنے کے بعد وہ سب کچھ ضروری ہوتا ہے، جو میں کہوں۔'' ڈیوک نے کہا۔

اس کے باوجود میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہوں.....!'' اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''لباس اُتار دو!''

''اوہ..... کیا یہ بھی ضروری ہے.....؟''

''ہاں! سرکش انسان کو میں بے بس دیکھنا پسند کرتا ہوں.....!''

''میں اس سے بھی انکار کر سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور یہ الفاظ ختم ہوئے ہی تھے کہ اچانک دیوار میں لگے ہوئے ایک شیشے سے تیز روشنی پھوٹی اور ایک سفید شعاع میرے بدن سے ٹکرائی۔ میرے بدن میں ایک سنسناہٹ دوڑ گئی۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی لیکن بدن جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔ البتہ ذہن ماؤف نہیں ہوا تھا۔

''تمہارے دائیں جانب جو شیشہ لگا ہوا ہے، اس سے ایک شعاع نکلے گی اور تمہارے لباس میں آگ لگ جائے گی۔ میرے احکامات کی تعمیل اس طرح ہوتی ہے۔'' ڈیوک نے کہا۔ اور پھر شاید اُس کے ہاتھوں نے جنبش کی ہی تھی کہ عورت نے ہاتھ اُٹھایا۔

''نہیں.....!'' اُس کے منہ سے پہلی بار آواز نکلی اور ڈیوک چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اُس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

''جو حکم مادرِ مہرباں.....!'' اُس نے ادب سے کہا۔

''لیکن تعمیل ہونی چاہئے.....!''

''بہتر.....!'' ڈیوک نے کہا۔ پھر اُس نے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن چند ساعتوں کے بعد ایک خود کار دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر آ گئے۔ ''اسے بے لباس کر دو.....!'' ڈیوک نے حکم دیا اور وہ دونوں میری طرف بڑھ آئے۔ پہلے اُنہوں نے میرے بدن سے بینڈیج کھولی اور پھر میرے بدن کا سارا لباس اُتار دیا۔ میرے ہاتھ پاؤں مکمل طور سے ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ ہلا بھی نہیں سکا تھا۔ اور وہ میرا لباس اُتار کر ایک طرف ہٹ گئے۔

''جاؤ.....!'' ڈیوک نے کہا اور وہ میرا لباس لے کر باہر چلے گئے۔ دونوں اُسی طرح یوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ''میں چاہوں تو تمہاری زبان بھی کھلوا سکتا ہوں۔ لیکن خواہش ہے تم خود ہی گفتگو کرو! میں تم سے ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ان معلومات کے لئے میں بے چین بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ تم جیسے لوگ میرے راستے میں اُڑنے والی گرد سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے جو تھوڑی دیر کے لئے لباس خراب ضرور کرتی ہے، لیکن پھر جھاڑ دی جاتی ہے۔ اس کے باوجود میں تمہاری اس شدید محنت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن ڈیوک! میں یہاں بھی تمہیں ناکام دیکھنا چاہتا ہوں۔ سنو! میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اگر تم مجھے کسی قسم کی اذیت دے کر میری زبان کھلوا سکتے ہو تو ضرور کوشش کرو! تاکہ تمہیں ایک اور ناکامی سے دوچار دیکھ کر مجھے مسرت ہو۔''

ڈیوک ہنسنے لگا۔ پھر اُس نے اُسی نرم انداز میں کہا۔ ''میں تمہیں بتا چکا ہوں میرے بچے! مجھے تمہارے بارے میں جاننے سے کوئی بھی دلچسپی نہیں..... تم نے میرے جتنے آدمیوں کو ہلاک کیا، وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہر روز کروڑوں مکھیاں مرتی ہیں۔ خود میرے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے بے شمار آدمی مختلف حادثات کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ میں نے کبھی اُن کے بارے میں نہیں سوچا۔ رہی میری ناکامی کی بات..... تو تم دیکھ چکے ہو کہ میں ناکام نہیں ہوا۔''

''میں نہیں سمجھا ڈیوک! تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟''

''تمہاری طرف.....! ایک دلیر اور چالاک آدمی میرے سامنے برہنہ کھڑا ہے۔ میں نے اسے ننگا کر دیا ہے۔'' ڈیوک نے جواب دیا۔

''صرف تمہارے سامنے نہیں ڈیوک! یہ دلکش خاتون بھی ہیں جو تمہاری والدہ ہیں۔ کیا یہ تمہاری برہنگی سے محظوظ نہیں ہو رہیں؟'' میں نے زہر میں بجھا ہوا تیر چھوڑا۔ لیکن اُس کا ردِ عمل.....؟ ڈیوک ہنسنے لگا۔

''ممی بے حد خوش ذوق ہیں۔ اور تمہارے ورزشی اور سڈول بدن کے لئے میں ان کی آنکھوں میں پسندیدگی کے جذبات پا رہا ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔ اور درحقیقت پہلی بار میرا ذہن چکرا گیا۔ ''بات یہ ہے ڈیوڈ! کہ مجھے اپنی ممی سے بے حد پیار ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ جانتے ہو کیا؟'' اُس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ پھر خود ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بولا۔ ''وجہ یہ ہے کہ بے چاری ممی نے ہمیشہ محرومیاں دیکھی ہیں۔ انہوں نے میری وجہ سے شادی تک نہیں کی۔ اور پھر عمر میں وہ مجھ سے صرف تیرہ سال بڑی ہیں۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ مرد کے بدن میں عورت کے لئے کیا کشش ہوتی ہے؟ کیا میں اتنی معصوم عورت کو دنیا کی ایسی دلچسپیوں سے محروم رکھتا؟ ہرگز نہیں! ممی بے چاری صرف تیرہ سال کی تھیں کانونیٹ میں پڑھتی تھیں کہ کسی نے انہیں مجھ سے روشناس کرا دیا۔ ممی کو تو کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ جب ایک نرس نے مجھے اُن کی گود میں ڈالا تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اور اس کے بعد اُن کی ساری توجہ میرے اُوپر مبذول ہوگئی۔ پھر بڑا ہو کر میں ان کا خیال کیوں نہ کرتا؟ میں نے ممی کے لئے وہ ساری دلچسپیاں فراہم کر دیں جن سے وہ محروم رہی تھیں۔ اور آج اُن کا ذوق بہت اعلیٰ ہے۔''

میں متحیرانہ انداز میں ان ماں بیٹوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے اُسی تحیر سے پوچھا۔ ''اور تمہارا باپ.....؟''

''باپ.....!'' ڈیوک پھر ہنس پڑا۔ ''جب ممی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تو میں کیسے جان سکتا تھا؟ ہاں! اس دوران میں اس دور کے ان تمام نوجوانوں کو جو اَب بوڑھے ہو چکے تھے اور جن پر ممی کی قربت کا شبہ ہوسکتا تھا، میں نے پکڑوا کر قتل کرا دیا۔ ان ہی میں سے کوئی میرا باپ ہوگا۔ بہرحال! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔''

''خوب.....! تو یہ ہے تمہاری اعلیٰ شخصیت کا راز۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جو بھی سمجھو۔ کیا اَب بھی تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟''

''جو بھی سمجھو.....''

''ٹھیک ہے..... بہرحال! میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور تمہارا خاتمہ بھی ضروری تھا۔ اس لئے تمہاری تلاش کی جا رہی تھی۔ اَب تمہاری زندگی ضروری نہیں ہے۔ ابھی میں ایک بٹن پر اُنگلی رکھوں گا اور ایک شیشہ گہرے سبز رنگ کی روشنی اُگل دے گا۔ یہ شعاع اس قدر سرد ہوگی کہ تمہارے بدن کی ساری شریانوں میں خون جم جائے گا اور سردی کے دباؤ سے وہ پھٹ جائیں گی۔ یہ ہے تمہارا اختتام.....'' اُس نے جنبش کی اور اُس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ عورت نے جھک کر اُس سے کچھ کہا تھا۔

''او کے ممی.....!'' اُس نے جواب دیا۔ اور پھر گردن ہلا کر بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں.....'' پھر وہ میری جانب متوجہ ہو کر بولا۔ ''میرا خیال ہے، تمہاری زندگی کے

کچھ اور سانس باقی رہ گئے ہیں۔ ممی تمہیں کچھ وقت اپنا مہمان رکھنا چاہتی ہیں اس لئے ابھی کچھ اور جیو۔ لیکن ممی! کل صبح میں اسے آپ سے واپس لے لوں گا۔'' پھر اُس نے شاید کوئی حرکت ہی کی تھی کہ تیز روشنی میرے چہرے پر پڑی اور میرے حواس معطل ہونے لگے۔ چند ساعتوں کے بعد مجھے کوئی احساس نہیں رہا تھا۔

.....اور جب آنکھ کھلی تو کانوں میں شہد گھل رہا تھا۔ بڑی دلکش موسیقی تھی اور بے حد بھلی لگ رہی تھی۔ چاروں طرف ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جس بستر پر میں لیٹا تھا، وہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔ میں نے اُس جگہ پر نگاہ دوڑائی۔ ایک حسین ہال نما کمرہ تھا، جس کی دیواروں پر انتہائی نادر تصویریں آویزاں تھیں۔ ایسا دلکش ماحول.....خواب کی سی بات معلوم ہوتی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

چند لمحوں کے بعد دو لڑکیاں اندر پہنچ گئیں۔ لیکن اُن کے بدن پر لباس نہ ہونے کے برابر تھا۔ لباس نام کی کوئی شے تھی بھی تو صرف ہیجان میں اضافہ کرنے کے لئے۔ دونوں میرے نزدیک پہنچ گئیں۔

''آپ جاگ گئے.....؟'' اُن میں سے ایک نے پوچھا۔ لیکن میں نے اُن کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اسی وقت مجھے اپنی برہنگی یاد آ گئی۔ دوسرے لمحے میری نگاہ اپنے بدن پر گئی۔ لیکن میں باریک سلک کے ایک خوبصورت گاؤن میں تھا۔ گاؤن کے نیچے البتہ کوئی لباس نہیں تھا۔

لڑکیوں نے میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ ''جاگ تو گئے ہیں۔ اَب پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''تو پھر چلو! اطلاع دے دیں۔'' دوسری نے کہا اور وہ جس طرح آئی تھیں، اُسی طرح واپس چلی گئیں۔ میں خاموش نگاہوں سے اُنہیں جاتے دیکھ رہا تھا۔ یہ پوری عمارت جدید زین اصولوں پر تعمیر کی گئی تھی۔ ظاہر ہے، ڈیوک بے پناہ دولت مند تھا۔ اُس کے لئے یہ سارے کام مشکل نہیں تھے۔ جس شخص کو حکومت بھی نہ چھیڑتی ہو، وہ جو کچھ بھی ہوتا، کم تھا۔ ہال کو جدید ایئر کنڈیشنر سے ٹھنڈا کیا گیا تھا۔ ہوا کے اخراج کے لئے پنکھے لگے ہوئے تھے لیکن اُن کے سوراخ بہت چھوٹے تھے۔ مطلب یہ کہ یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں خاصے مضبوط جال میں آ پھنسا تھا۔

بہرحال! اب تو جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ ڈیوک نے اپنی ماں کے بارے میں جو کچھ کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا، وہ تعجب خیز تھا۔ وہ پروقار عورت، ایسے کردار کی مالک نکلے گی، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اور خود ڈیوک، چہرے اور آواز سے، وہ کس قدر شریف معلوم ہوتا تھا، خطرناک تھا..... لیکن اعلیٰ کارکردگی کا مالک۔ اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں تھا۔

چند ساعتوں کے بعد خود کار دروازہ پھر کھلا۔ اور اس سے مادام سورٹینا ینگ اندر داخل ہوئیں۔ عورت سفید رنگ کے گاؤن میں ملبوس تھی اور بلاشبہ اس عمر میں بھی جسم کا یہ تناسب قابل رشک تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر وہی پرسکون مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ وہ دلکش انداز میں چلتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔

''ہیلو.....!'' اُس نے سریلی آواز میں کہا۔

''ہیلو.....!'' میں نے جواب دیا۔ ذہن اس وقت میرا ساتھ نہیں دے رہا تھا اور کوئی ایسی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، جس کے تحت میں آزاد ہو سکتا۔

''سارٹینا تمہیں اپنی خواب گاہ میں خوش آمدید کہتی ہے۔''

''شکریہ..... لیکن میں یہاں اپنی خوشی سے نہیں آیا۔''

''ہماری خوشی سے آ گئے، برا ہوا؟'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''کیا چاہتی ہو.....؟''

''وجاہت کے شہنشاہ ہو، ہز ہائی نس!'' اُس نے جواب دیا۔

''تمہیں اپنی عمر کا احساس ہے.....؟'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''کیا.....؟'' اُس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

''میری عمر صرف بتیس سال ہے۔'' میں نے کہا۔

''تو پھر.....؟''

''تم مجھ سے دُگنا ہو گی۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو.....؟''

''یہی کہ ایک عورت کی حیثیت سے میں تمہیں پسند تو نہیں کر سکتا۔''

''کیا میں دلکش نہیں ہوں.....؟''

''ہاں..... لیکن کسی ستر سالہ بوڑھے کے لئے۔''

''میری توہین کرنا چاہتے ہو.....؟''

''ایک حقیقت کہہ رہا ہوں.....!''

''یہاں، اس جزیرے پر صرف ایک میں ہوں جو تمہیں وہ سب کچھ دے سکتی ہوں، جو تمہیں دوسروں سے نہیں ملے گا۔''

''مثلاً.....؟'' میں نے پوچھا۔

''زندگی..... آزادی۔'' وہ مسکرائی۔

''اوہ..... اور اس کے عوض کیا طلب کرو گی.....؟''

''عوض.....!'' اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''کیا دے سکو گے.....؟''

''کیا دے سکتا ہوں.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں..... تمہارے پاس ہے بھی کیا؟ اور کیا ان الفاظ کے بعد تم مجھ سے کسی قسم کی مراعات کی توقع رکھتے ہو؟''

''جی بالکل نہیں۔''

''اس کے علاوہ تمہاری پسند ناپسند کیا حیثیت رکھتی ہے؟ تم میرے سامنے ایک حقیر چیونٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ میں چاہوں تو تم، کتے کی طرح میرے پاؤں چاٹو گے۔''

''تم بھی کوشش کر دیکھو۔''

''نہیں.....!'' وہ مسکرائی۔ اَب اُس کے چہرے کے نقوش بدل گئے تھے۔ پوری شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ وہ نرم اور مسکراہٹ بھرا خول اُتر گیا اور ایک خونخوار عورت جھانکنے لگی۔ ''میں ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گی۔ کیونکہ مجھے ضدی اور سرکش گھوڑے پسند ہیں۔''

''لیکن میں بوڑھی گھوڑی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔'' میں نے جواب دیا اور اُس کے چہرے پر آگ سلگتی نظر آنے لگی۔ پھر اُس نے سفاک لہجے میں کہا۔

''اُن لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں جو میرے منظورِ نظر ہوتے ہیں۔ ڈیوک آف لڈمیر کو دیکھو! اُس نے تین ماہ تک اپنی زبان سے میرے پاؤں صاف کئے تھے۔ آج اُس کے بے شمار پاؤں صاف کرنے والے موجود ہیں۔ اسکارتا کے پرنس فورڈی کو دیکھو! وہ پرنس کہلاتا ہے۔ حالانکہ اُس کا باپ لکڑی کا فرنیچر بناتا تھا۔ میرے ہاتھ میں تقدیریں ہوتی ہیں۔ لوگوں کے مستقبل ہوتے ہیں۔ لیکن بدبختوں کا میں کیا کروں؟ جو الفاظ کے گھاؤ لگاتے ہیں؟ اور تقدیریں سیاہ کر لیتے ہیں۔''

''مجھے تقدیر کی سیاہی پسند ہے۔ کیونکہ میں خود روشنیاں کرنے کا قائل ہوں۔''

''جذباتی سے نوجوان ہو۔ معاف بھی کر سکتی ہوں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''لیکن میں معافی نہیں چاہتا۔''

''حالانکہ تمہاری پوزیشن سب سے زیادہ خراب ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''البرٹ تمہیں قتل کر دے گا۔''

''کیا تم مجھے اُس سے بچا سکتی ہو.....؟''

''کیوں نہیں.....؟''

''کس طرح.....؟''

''اُس کی مجال ہے کہ میرے حکم سے سرتابی کرے۔ کیا تم جان بچانے کے خواہش مند ہو.....؟''

''ہاں! لیکن اپنی کوشش سے۔''

''تو پھر یہ کوشش تم صبح کر لینا۔ اس وقت تم صرف میرے غلام ہو۔ تم نے جو گفتگو مجھ سے کی ہے، اس کے عوض تمہیں دس لڑکیوں کے سامنے میرے پاؤں چاٹنے ہوں گے اور پھر ساری زندگی میرے غلام کی حیثیت سے بسر کرنا ہوگی۔ بولو! اس کے لئے تیار ہو؟''

''میں کہہ چکا ہوں مادام! کہ میں آپ کی شکل سے نفرت کرتا ہوں۔''

''ہوں..... محبت کرو گے۔ فکر مت کرو..... فکر مت کرو.....'' اُس نے کہا اور پھر تالی بجائی۔ فوراً ہی ایک لڑکی اندر آ گئی تھی۔ تب عورت نے دو اُنگلیاں اُٹھا دیں اور لڑکی باہر چلی گئی۔ چند ہی لمحوں کے بعد کئی آدمی اندر گھس آئے۔ صورت ہی سے خونخوار معلوم ہوتے تھے۔ اُن میں دو قد آور سیاہ فام بھی تھے۔ ''اسے باندھ کر ڈال دو۔'' سارٹینا نے حکم دیا اور اُن میں سے دو باہر چلے گئے۔ میرا ذہن منتشر تھا۔ اعصاب بھی پرسکون نہیں تھے۔ جس شعاع سے مجھے مفلوج کیا گیا تھا، وہ ابھی تک اثر انداز تھی۔ اور میرا بدن پھرتی سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اگر میں پورے طور سے حاضر ہوتا تو شاید اس عورت کو اس طرح نہ ٹھکراتا اور ان حالات سے نکلنے کے لئے اُس کا سہارا ضرور لیتا۔ لیکن سارا کھیل میں نے اپنے ہاتھوں سے بگاڑ لیا تھا۔

رسّی آئی..... اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے۔ میں اُسی بستر پر پڑا ہوا تھا اور مجھے باندھنے والے واپس جا چکے تھے۔ پروقار بوڑھی اَب شیطان معلوم ہو رہی تھی۔ اُس نے میرے قریب پہنچ کر اپنے گاؤن کی ڈوریاں کھینچ دیں.....

..... اور پھر اُس نے بے حجابانہ انداز میں اپنا پاؤں میرے چہرے کے برابر رکھ دیا۔

''چلو! اِسے چاٹو۔ جلدی کرو! ورنہ.....''

میں نے نفرت انگیز نگاہوں سے اُسے دیکھا اور تھوک دیا۔ تب بوڑھی آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھ گئی۔ اُس نے چمڑے کا ایک چابک نکالا اور دوبارہ میرے پاس آ گئی۔ میں نے نفرت سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ تب بوڑھی نے ہاتھ اُٹھایا اور شائیں کی آواز کے ساتھ چابک میرے بدن پر پڑا۔ اذیت کی لہریں بدن میں دوڑ گئی تھیں۔ بوڑھی کے چہرے پر اَب صرف وحشت ہی وحشت رہ گئی تھی۔ اُس نے اپنا انگوٹھا میرے ہونٹوں سے لگایا اور مجھے شرارت سوجھ گئی۔ میں نے اُس کے انگوٹھے کو دانتوں میں دبا کر بھنبھوڑ دیا اور بوڑھی کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ پھر وہ اپنا پاؤں پکڑ کر دیر تک پورے کمرے میں اُچھلتی رہی۔ لیکن اس کے بعد جو ہوتا ہے، وہی ہوا۔ بوڑھی کے ہاتھوں میں مشین لگ گئی تھی۔ وہ مجھے رُوئی کی طرح دھنک دینا چاہتی تھی اور پوری قوت سے چابک میرے بدن پر برسا رہی تھی۔

''تو..... تو میری انا کا سوال بن گیا ہے۔ اَب تو اُس وقت تک مر بھی نہیں سکتا جب تک تیرا غرور نہ ٹوٹ جائے۔ اگر میں تیرا غرور نہ توڑ سکی تو خود مر جاؤں گی۔'' مارنے کے دوران وہ بولی۔ لیکن اَب میرا ذہن سوتا جا رہا تھا۔ پورا بدن، درد کی ٹیسوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے ہونٹ بھینچ لئے اور پھر حواس نے ساتھ چھوڑ دیا.....

طویل بے ہوشی بھی معاون ثابت ہوئی۔ بدن کی جلن سے نجات مل گئی تھی۔ لیکن یہ بے ہوشی مستقل تو نہیں رہ سکتی تھی۔ ہوش آیا تو ماحول بدل گیا تھا۔ یہ، وہ جگہ نہیں تھی جہاں میں پہلے موجود تھا۔ لیکن اس کی بہ نسبت یہ جگہ بہت تکلیف دہ تھی۔ چاروں طرف مشینوں کے پرزے پڑے ہوئے تھے۔ زنگ خوردہ پرزے اور دوسرا کاٹھ کباڑ۔ باہر کہیں مشین چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہاتھ پاؤں بدستور بندھے ہوئے تھے اور بدن پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ مشینوں کی گڑگڑاہٹ دماغ کی چولیں ہلائے دے رہی تھی۔ سخت تکلیف دہ احساس تھا۔

لیکن پھر دوسرے احساسات جاگنے لگے۔ ساری باتیں ایک ایک کر کے ذہن میں آتی گئیں اور میں نے سوچا کہ یہ سب غیر حقیقی تو نہیں ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے بے شمار لوگوں کو قتل کیا ہے تو کوئی دوسرا اپنے طور پر مجھے بھی قتل کر سکتا ہے۔ لیکن اَب بچاؤ کی کیا صورت ہو؟ فی الحال تو معاملہ کافی ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ نہ جانے کتنا وقت انہی اُلجھنوں میں گزر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ پھر روشنی کا طوفان اندر گھس آیا اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

قدموں کی چاپ تھی۔ روشنی، دروازے سے آئی تھی۔ آنے والے میرے قریب پہنچ گئے اور پھر کسی نے بھاری آواز میں کہا۔ ''اُٹھاؤ.....!''

دو آدمیوں نے مجھے اُٹھا لیا۔ وہ مجھے ہاتھوں میں لٹکائے باہر آ گئے اور تھوڑی دیر بعد مجھے ایک لمبی میز پر لٹا دیا گیا۔ ''کیا یہ ہوش میں ہے.....؟'' کسی نے پوچھا۔

''ہاں.....! آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔''

''اے.....تم ہوش میں ہو؟'' مجھ سے پوچھا گیا۔

''ہاں.....!'' میں نے کہا اور وہ ہنس پڑے۔

''یقین نہیں آتا کہ یہ وہی شخص ہے۔'' کسی نے کہا۔

''کیوں.....؟''

''کوئی بھی تو خاص بات نہیں ہے۔ جیسے ہم ہیں، ویسا ہی یہ ہے۔''

''تمہارے خیال میں کیا خاص بات ہونی چاہئے تھی؟''

''کوئی تو ہوتی۔ بے پناہ طاقت ور ہوتا، صورت سے خوفناک معلوم ہوتا۔ لیکن یہ تو بس! ایک عام نوجوان معلوم ہوتا ہے۔''

''خاص باتیں چہرے سے نمایاں نہیں ہوتیں۔ ڈیوک میں کیا خاص بات ہے؟ اُنہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اتنی بڑی شخصیت ہیں؟''

''پھر بھی.....ڈیوک جو کچھ ہیں، جچتے ہیں۔''

''خیر! اِن فضول باتوں کو چھوڑو۔ اس کے لئے کیا کرنا ہے.....؟''

''پوائنٹ تھری پہنچانا ہے اسے۔''

''کوئی خاص ہدایت ہے.....؟''

''ہاں! پوائنٹ تھری میں اسے ریزروُم میں چھوڑنا ہے۔''

''اوہ.....تب تو پھر اس وقت نہیں ہو سکتا۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''تم نے پوچھا ہی کب تھا؟''

''خیر! اسے کھانے پینے کو تو دو۔ بھوکا ہو گا۔ ریزروُم میں پہنچانے کا مقصد یہی ہے کہ تھوڑی دیر کی زندگی۔ اس کے لئے اسے خوراک دینا ضروری ہے۔''

''جیسی مرضی۔'' دوسرے نے کہا اور چلا گیا۔ تب میں نے بمشکل گردن گھما کر اُنہیں

دیکھا اور پھر آہستہ سے پکارا۔

''سنو.....!''

''ہاں..... سناؤ، ضرور سناؤ! بھوکے ہو؟'' چھوٹے سے قد کے مسخری شکل والے نے جواب دیا۔

''میں ڈیوک سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''بہت خوب۔ پیرس کے وائسرائے ہو نا..... جب خواہش کرو گے، ڈیوک سے مل لو گے۔ تم بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو دوست!

''مجھے اُن سے بہت ضروری گفتگو کرنا ہے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''میری جان! ڈیوک البرٹ سے ملنے والے اُن سے ایک ایک مہینہ پہلے وقت لیتے ہیں۔ تب جا کر کہیں اُن سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں تمہیں یہی بتا رہا تھا کہ تم کسی بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم نے ڈیوک کے خلاف محاذ بنایا تھا اور ہمارے کچھ ساتھیوں کو ہلاک بھی کر دیا تھا۔ لیکن کیا صرف اتنے سے کارنامے پر تم اپنے آپ کو اس قدر اہم سمجھنے لگے ہو کہ جب خواہش کرو گے، ڈیوک سے مل لو گے۔ ڈیوک بہت بلند ہستی ہے۔ ہاں! میں تمہارے لئے کھانا منگوا سکتا ہوں۔''

اُس شخص نے اس انداز میں کہا جیسے کسی بچے کو اچھا بننے کی تلقین کر رہا ہو۔ اور پھر دوسرے آدمی باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میرے سامنے چائے، سینڈوچز اور ایسی ہی دوسری چیزیں آ گئیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اَب خواہ مخواہ اُلجھن میں پھنس کر میں کھانا تو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کوئی تکلف نہ کیا۔

کھانا کھایا اور دفعتہً محسوس ہوا جیسے آنکھوں میں کچھ غنودگی سی آ رہی ہو۔ ایک لمحے میں ذہن کی چرخی چلنے لگی۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ کھانے میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی جسے خواب آور کہا جا سکتا ہے اور جس نے ذہن پر غنودگی پیدا کر دی ہے۔ شاید وہ مجھے بے ہوشی کے عالم میں ریزروُم پہنچانا چاہتے تھے..... دیر تک نہ سوچ سکا اور حواس معطل ہو گئے.....

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر نجانے کتنی دیر بعد ریزرو رُوم میں آنکھ کھلی تھی۔ مکمل طور پر سجا ہوا کمرہ تھا۔ لیکن چاروں طرف سے بند تھا۔ ہوا باہر جانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کمرے میں ایک چھوٹی سی مشین، ہلکی آواز کے ساتھ چل رہی تھی۔ شاید وہ پٹرول سے چلتی تھی۔ یہ مشین، آکسیجن پیدا کر رہی تھی۔

کمرہ زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ یہاں اور بھی بہت ساری چیزیں تھیں لیکن سب کی سب ناقابل فہم۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ کمرہ کسی خاص مقصد کے لئے بنایا گیا ہو۔ لیکن اُس وقت ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا، اور میں تمام چیزوں کے بارے میں غور نہیں کر سکتا تھا۔

سامنے ہی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا جو اندر سے بند نہیں تھا۔ ظاہر ہے، کمرے میں بند کرنے کے بعد وہ لوگ باہر چلے گئے ہوں گے۔ چنانچہ میں سوچتا رہا۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کن حالات سے دوچار ہو گیا ہوں.....

بری طرح ڈیوک کے شکنجے میں پھنس گیا تھا۔ آخر ڈیوک کیا چاہتا تھا؟ اگر یہ وہی ریزرو رُوم تھا جس کے بارے میں کہا گیا تھا تو اس کا مقصد کیا ہے؟ یہاں مجھے کون سی تکلیف دی جائے گی؟ کیا قید تنہائی.....؟

اس کے علاوہ جو کچھ اُنہوں نے ڈیوک کے بارے میں کہا تھا، وہ بھی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ یعنی ڈیوک سے ملاقات کے لئے اتنے لمبے چوڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اگر یہ بات تھی تو بہرصورت! مجھے کیا پڑی تھی کہ میں خصوصی طور پر اُس سے ملاقات کروں۔ لیکن وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا تھا.....؟

اگر اُس نے مجھے قتل کرنا ہوتا تو اُسی وقت قتل کر دیتا۔ لیکن بوڑھی عورت کے سپرد کرتے وقت اُس نے کہا تھا کہ دوسری صبح مجھے ہلاک کر دیا جائے گا۔ ابھی تک تو میں زندہ تھا.....

نجانے کون کون سے اُوٹ پٹانگ خیالات ذہن میں چکراتے رہے۔ اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ اُٹھنا چاہئے۔ کوئی نہ کوئی جدوجہد تو کرنا ہی ہوگی۔ کافی وقت گزر چکا ہے۔

اور اگر ڈیوک کی قید میں ابھی تک موت نہیں آئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ زندگی ابھی کچھ اور چاہتی ہے۔

چنانچہ میں اُٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن دروازہ باہر سے بند تھا۔

میں نے اُس پر کئی ٹکریں ماریں۔ لیکن دروازہ اتنا کمزور نہیں تھا کہ میری ٹکروں سے کھل جاتا۔ تب میں دیوار کی جانب بڑھ گیا جہاں ایک گول سا کٹاؤ نظر آ رہا تھا۔ میں اُس کے قریب پہنچ کر اُس کٹاؤ کو غور سے دیکھنے لگا۔ کٹاؤ کے نیچے ایک سرخ بٹن لگا ہوا تھا۔ میں نے اُس کٹاؤ کا بٹن دبایا اور کٹاؤ آہستہ آہستہ ایک جانب سے چوڑا ہونے لگا۔

دوسرے لمحے پانی کا ایک خوف ناک ریلا اُن جالیوں سے اندر آ گیا جو کٹاؤ میں چوڑائی ہو جانے کی وجہ سے کھل گئی تھیں۔ ریلا اتنا شدید تھا کہ مجھے اپنے منہ پر سینکڑوں طمانچے پڑتے ہوئے محسوس ہوئے۔ دوسرے لمحے میں خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن پانی جس رفتار سے اندر آ رہا تھا، اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کمرہ تو تھوڑی ہی دیر میں چھت تک بھر جائے گا۔ چنانچہ میں نے پوری قوت سے ڈھکنے کو بند کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پھر کچھ خیال آیا اور میں نے کٹاؤ کا بٹن ایک بار پھر دبایا۔

کٹاؤ اپنی جگہ واپس آ گیا تھا۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں اِتنا پانی آ چکا تھا کہ مجھے حیرت محسوس ہوئی۔

تب اچانک ہی میری ذہنی قوتیں جاگ اُٹھیں۔ اور دوسرے لمحے میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔ یہ..... یہ..... یہ جگہ سمندر کے نیچے تو نہیں ہے؟ میں نے سوچا اور میرے پورے اعصاب میں جھنجھناہٹ سی پیدا ہو گئی۔ اگر یہ جگہ سمندر کے نیچے ہے تو کون سی ہے اور کیا ہے؟ اور یہاں اس ریزرو رُوم میں..... ریزرو رُوم میں..... میں نے سوچا۔ اور میرے ذہن پر ہتھوڑے سے پڑنے لگے۔ دوسرے لمحے میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ گویا یہاں سے باہر جانے کا مکمل انتظام تھا۔ مگر یہ سب اُلجھن کیا ہے.....؟ کیا چکر ہے یہ.....؟

میرا ذہن بہت بری طرح چکرایا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ مسئلہ ڈیوک کا ہے، جس کے بارے میں جو کچھ سنا ہے، وہ کافی خطرناک ہے۔ گویا اَب یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں۔ لیکن سمندر کے نیچے یہ کمرہ.....؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تب میں نے اپنی جسمانی و ذہنی قوتوں کو بحال کیا۔ میں اتنا کمزور تو نہیں ہوں کہ اِن سارے معاملات سے اس طرح بھاگ جاؤں یا پریشان ہو کر رہ جاؤں۔ چنانچہ کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ ڈیوک چاہتا ہے کہ میں اِس کمرے سے نکل جاؤں۔ ماسک اور غوطہ خوری کا لباس اِس بات کا گواہی دیتا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے کے بند دروازے کو کھولنا بھی اِتنا مشکل نہیں تھا۔ پانی کا ریلا اندر ضرور آتا۔ لیکن اگر وہ یہ نہ چاہتا تو ماسک اور غوطہ خوری کا لباس یہاں موجود نہ ہوتا۔

چنانچہ میں نے غوطہ خوری کا لباس پہنا، ماسک اور آکسیجن سلنڈر، کمر پر فٹ کیا۔ اَب میں ایک مکمل غوطہ خور کی حیثیت سے سمندر کی تہہ میں تیر سکتا تھا۔ میں تیرنا جانتا تھا۔ ظاہر ہے، سیکرٹ پیلس میں ہر قسم کی تربیت دی گئی تھی۔ چنانچہ میں دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ دروازے کے ہینڈل کو میں نے چرخی کی طرح گھمایا اور دروازہ کھول لیا.....

خدا کی پناہ! جس طرح خوفناک ریلے نے مجھے اُٹھا کر کمرے کے اندر پھینکا تھا، اگر میں انتہائی پھرتی اور مہارت سے کام لے کر اپنی ٹانگیں دیوار سے نہ ٹکاتا اور خود کو پانی سے بچانے کی کوشش نہ کرتا تو یقیناً میرا بدن پاش پاش ہو جاتا۔ پانی نہایت تیزی سے کمرے کے اندر بھر گیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ کمرہ مکمل طور پر پانی میں ڈوب گیا۔

میں اس آبی حملے سے سنبھلا اور پھر میں نے دروازے کی جانب تیرنا شروع کر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ بہرحال! تھی وہ پانی کے نیچے۔ ممکن تھا کہ کوئی خفیہ پناہ گاہ بنی ہوئی ہو۔ لیکن کیا ساری پناہ گاہ میں پانی ہی پانی بھرا ہوا تھا؟

میں دروازے سے باہر آ گیا۔ ایک پتلی راہ داری دُور تک چلی گئی تھی۔ اس کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ نہ جانے اُن دروازوں میں کیا ہے؟ میں نے سوچا اور پھر راہ داری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

راہداری آگے جا کر ایک طرف گھوم گئی تھی۔ اور اس کے بعد میں اس عمارت کے دوسرے حصوں میں آگے بڑھتا رہا۔ پوری عمارت خاموشی اور سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ لیکن اس کی بناوٹ میں مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ بہت عجیب سا احساس..... لیکن میں اس احساس کی مکمل تصدیق چاہتا تھا۔ انسان کو زندگی میں بہت سے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ کامران رہے۔ البتہ جدوجہد جاری رہنی چاہئے۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا۔ ایک پراسرار سکوت، ہلکی نیلی دُھند چھائی ہوئی تھی۔ پانی

میں ڈوبی ہوئی اُس عمارت کا کوئی کھلا ہوا حصہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ لیکن اُس کی بناوٹ..... اُس کی بناوٹ سے ایک خیال میرے ذہن میں جاگ اُٹھا تھا۔ یہ کوئی عمارت نہیں ہے۔ بلکہ سمندر میں غرق کوئی بحری جہاز ہے۔ ممکن ہے، اس جہاز کو خود ہی سمندر کے نیچے پہنچایا گیا ہو۔ کیونکہ یہ کہیں سے ٹوٹا پھوٹا یا پرانا نہیں نظر آ رہا تھا۔ میں دیر تک اُس جہاز کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا۔ کئی کیبنوں کو میں نے اندر سے دیکھا تھا۔ اور پھر میں ایک آپریشن رُوم میں پہنچ گیا۔ ہر چیز صحیح و سلامت پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپریشن رُوم کی مشنری بالکل درست تھی۔ لیکن پرسکون پانی یہاں بھی بھرا ہوا تھا۔

تب اچانک میری نگاہ ایک ٹیپ ریکارڈر پر پڑی۔ جدید ساخت کا واٹر پروف ٹیپ ریکارڈر تھا۔ جس کے اُوپری حصے پر لفظ ''واٹر پروف'' نظر آ رہا تھا۔ دو بٹن لگے ہوئے تھے جن میں ایک سرخ تھا، دوسرا سفید۔

جس طرح آکسیجن سلنڈر اور غوطہ خوری کے لباس کی یہاں موجودگی ایک اہمیت رکھتی تھی، اُسی طرح یہ ٹیپ ریکارڈر بھی اہم تھا۔ میں نے اُس سرخ بٹن کو دبایا جس پر ''آن'' لکھا ہوا تھا۔ اور ٹیپ ریکارڈر سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ ٹیپ نہیں، کوئی ٹرانسمیٹر ہے۔ واٹر پروف ٹرانسمیٹر .....!

چند ساعت آوازیں اُبھرتی رہیں۔ اور پھر اچانک اس طرح محسوس ہوا جیسے کوئی لائن پر آ گیا ہو۔ ''ہیلو..... ہیلو! مجھ سے بات کرو..... میں ڈیوک البرٹ ہوں۔'' میں نے خوف زدہ نگاہوں سے ٹیپ ریکارڈر کو دیکھا۔

''ڈیوک! کیا تم میری آواز سن رہے ہو.....؟''

''کیوں نہیں دوست! وہی پرسکون آواز اُبھری۔

''تم نے مجھے کہاں بھیج دیا ہے.....؟''

''میرے لوگ اِس جگہ کو پوائنٹ تھری کہتے ہیں۔ پوائنٹ تھری میرے ساتھیوں میں سے اٹھانوے فیصد کے لئے ایک پراسرار جگہ ہے۔ صرف دو فیصد لوگ اِس کے بارے میں جانتے ہیں۔ بہرحال! تم دیکھ چکے ہو گے کہ یہ ایک غرق شدہ جہاز ہے۔''

''ہاں ڈیوک! میں دیکھ چکا ہوں۔''

''اِس کے بارے میں کچھ معلومات چاہتے ہو.....؟''

''ہاں.....!''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''پوچھو.....!''

''مجھے یہاں کب بھیجا گیا ہے.....؟''

''تقریباً چار گھنٹے گزر چکے ہیں.....!''

''میں نے یہاں بھی تم سے ملاقات کی خواہش کی تھی ڈیوک!''

''اوہ.....کیا جواب دیا میرے آدمیوں نے؟''

''مذاق اُڑانے گلے میرا۔ کہنے لگے، ڈیوک سے ملاقات کے لئے لوگ ایک ماہ قبل وقت لیتے ہیں۔''

''ہاں.....! اِس میں شک نہیں ہے دوست!''

''لیکن اِس وقت تم فارغ کیسے ہو؟ یوں لگتا ہے جیسے تم میری آواز کے منتظر ہی تھے۔''

''ہاں! دراصل یہ میرا آپریشن رُوم ہے۔ جہاں میں اس وقت موجود ہوں۔ یہ میری پسندیدہ جگہ ہے۔ یہاں سے میرا رابطہ دُنیا کے کئی ملکوں سے ہے، جہاں سے میرے لوگ مجھے وہاں کی خبریں پہنچاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ضروری مناظر مجھے ٹیلی ویژن پر دکھا بھی دیتے ہیں۔''

''اوہ.....وہ کس طرح؟''

''فضا میں میرا ایک پوشیدہ سیارہ موجود ہے۔ کئی بار سائنسدان اُس سیارے کو کسی خفیہ جگہ سے آنے والا کوئی سیارہ یا کسی ملک کی جاسوسی کا راکٹ سمجھ کر اغواء بھی کر چکے ہیں۔ لیکن میں دوسرا سیارہ فضا میں پہنچا دیتا ہوں۔ میرا نظام بہت ایڈوانس ہے۔'' ڈیوک نے حسب عادت نرم لہجے میں کہا۔

''واقعی.....مجھے تعجب ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں.....؟'' ڈیوک نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میں تو کچھ اور سوچ رہا ہوں ڈیوک.....!''

''کیا سوچ رہے ہو؟''

''تمہارے مقاصد.....کیا تم یہ سب کچھ بے مقصد کر رہے ہو؟ میرا مطلب ہے یہ سارا نظام قائم کرنے کے لئے تم نے کتنی محنت کی ہوگی؟ کتنا روپیہ صرف کیا ہوگا؟''

''ہاں.....اِس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''اِس سے تمہارا کوئی خاص مقصد ہے.....؟''

''یقیناً.....!''

''میں پوچھ سکتا ہوں.....؟''

''کیا حرج ہے.....؟ دراصل ہر انسان، خواہ وہ زندگی میں کتنا ہی پرسکون نظر آئے، کبھی ایسی محرومی کا شکار ہوتا ہے جو اُسے بے چین رکھتی ہے۔ میرا کوئی سیاسی مقصد نہیں ہے۔ نہ ہی میں کسی کے خلاف کسی سائنسی جنگ کی تیاریاں کر رہا ہوں، نہ اِس جزیرے پر کوئی خوفناک کام ہو رہا ہے۔ یہاں ہتھیار بنا کر دوسرے ملکوں کو فروخت بھی نہیں کئے جا رہے ہیں۔ لیکن میرا اپنا شوق ہے۔ میری اپنی طلب ہے کہ بس! اپنی ایک چھوٹی سی مملکت کا آزاد حکمران رہوں۔ کوئی میری راہ میں آنے کی کوشش نہ کرے۔ میں ہر طرح سے اِتنا مضبوط ہوں کہ کسی کو میرے مقابلے پر آنے کی جرات نہ ہو۔ اور میں اس میں کسی حد تک کامیاب ہو چکا ہوں۔ اِن تمام چیزوں کے لئے دولت کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ سو دولت کمانے کے لئے بھی میں نے پوری دنیا میں جال پھیلا رکھے ہیں۔ اور میں غیر مطمئن نہیں ہوں۔''

''خوب.....یہ تفصیلی تعارف تم نے پہلے نہیں کرایا ڈیوک!''

''ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ دراصل میں کسی کو اپنے سامنے سرکش دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ ممکن ہے، تمہارے ذہن میں یہ خیال ہو کہ تم اعلیٰ کارکردگی اور صلاحیتوں کے مالک ہو۔ اور میں تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کا خواہش مند ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے پاس بے شمار ہیرے ہیں اور مجھے ہیروں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔ میری تفریح تو اَب دوسری ہے۔''

''وہ کیا.....؟''

''سرکشوں کی سرکوبی۔ دیکھو نا! اَب میں اپنی دلچسپی کے لئے تمہارا منتظر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تم یہاں تک ضرور پہنچو گے۔''

''اور تم سے رابطہ قائم کروں گا۔''

''ہاں.....سو تم نے کیا۔'' ڈیوک ہنس پڑا۔ ہاں! اَب چاہو تو اپنے بارے میں بتا دو۔''

''نہیں ڈیوک! میں کم از کم تمہیں ایک چوٹ تو دُوں۔ تم میرے بارے میں سوچتے ہی رہو۔ اور تمہارے ذہن میں میرا معمہ کبھی حل نہ ہو۔'' میں نے کہا اور ڈیوک نے ایک اور قہقہہ لگایا۔

''اچھا آئیڈیا ہے۔ لیکن ایک بات سمجھو! تم مر جاؤ گے۔ جو کچھ ہے، ختم ہو جائے گا۔ تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے گفتگو کرنے کے بعد میں تمہیں بھول جاؤں گا۔ بات ختم.....!''

''کیا میں یہاں سے نکل نہیں سکتا ڈیوک.....؟''

''نہیں.....!''

''کیوں.....؟''

''اس لئے کہ یہ کوئی عام جہاز نہیں ہے۔ اس کا کنٹرول اَب بھی میرے پاس ہے۔ اور میں یہاں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ یہ عمارت میں نے خود تعمیر کرا کے سمندر میں پہنچائی ہے۔ اس میں سے باہر جانے کا دروازہ اندر سے نہیں کھولا جا سکتا۔ اس کے علاوہ تمہارے پاس جو آکسیجن سلنڈر ہے، یہ صرف دو گھنٹے چل سکتا ہے۔ اور میرے اِس کمرے کی گھڑی بتا رہی ہے کہ تم اپنے کمرے سے نکلنے کے بعد پونے دو گھنٹے صرف کر چکے ہو۔ گویا اَب تمہاری زندگی صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئی ہے۔ کوئی اور کام کی بات معلوم کرنا چاہو تو صرف پندرہ منٹ میں معلوم کر لو۔ اس کے بعد کھیل ختم!''

''اوہ.....!'' میں نے ہونٹ سکوڑے۔ صرف پندرہ منٹ..... اور بات کسی حد تک درست ہی معلوم ہوتی تھی۔ ڈیوک نے نہایت چالاکی سے میرا یہ وقت بھی ضائع کرایا تھا۔ ظاہر ہے، آکسیجن سلنڈر طویل عرصے تک تو نہیں چل سکتا تھا۔ لیکن اس کے بارے میں، میں نے غور کیا ہی نہیں تھا۔ اَب صرف پندرہ منٹ باقی تھے..... صرف پندرہ منٹ.....

اس کے بعد میں نے ڈیوک سے کوئی بات نہیں کی۔ اُس مختصر سے وقت میں مجھے زندگی کے لئے آخری شدید جدوجہد کرنا تھی۔ میں یہاں سے نکل آیا۔ اَب مجھے اس عمارت کے کسی ایسے کمزور حصے کی تلاش تھی جسے توڑ کر میں سمندر میں پہنچ سکوں۔ لیکن چالاک شیطان سے اس حماقت کی اُمید تو نہیں تھی۔

اور یہی ہوا بھی۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ میں دیوانوں کی مانند پوری جہاز نما عمارت میں چکر لگاتا پھر رہا تھا۔ لیکن کوئی ایسی جگہ نہیں نظر آئی جسے کمزور پاتا۔ اِس دوران میں نے عمارت کا دروازہ بھی تلاش کر لیا۔ اور آخری جدوجہد میں نے دروازہ کھولنے پر ہی صرف کی۔ ہر ممکن طریقے سے میں اُسے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وقت کا احساس میں نے ذہن سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ اس طرح خوف پیدا ہوتا ہے۔

لیکن اِس احساس کو ذہن سے نکال دینے سے تو کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک ہلکی سی گھٹن محسوس ہونے لگی۔ گویا آکسیجن ختم ہو رہی تھی۔ گلا خشک ہونے لگا.....

کھانسی آ رہی تھی۔ لیکن دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔ اور پھر میں آخری کوشش سے بھی مایوس ہو رہا تھا کہ اچانک دروازہ کھل گیا۔ لمبا چوڑا دروازہ، اندر کی جانب ہی کھلا تھا۔ لیکن اس میں میری کسی کوشش کو دخل نہیں تھا۔

کھلے دروازے کے باہر چار آدمی نظر آئے تھے جو غوطہ خوری کے لباس میں تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئے۔ جیسے اُن کو میری یہاں موجودگی پر سخت تعجب ہوا ہو۔

کیا یہ ڈیوک کے آدمی ہیں.....؟ میری لاش لینے آئے ہیں.....؟ لیکن اتنی جلد؟ یا پھر ممکن ہے، ڈیوک نے اُنہیں بھیجا ہو کہ دیکھیں میری کیا کیفیت ہے۔ مر گیا ہوں یا یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ظاہر ہے، ڈیوک کو تو میری کارکردگی کے بارے میں علم تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں آسانی سے مرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ چنانچہ اُس نے اُن لوگوں کو صرف اس لئے بھیجا کہ اگر کسی طور میں نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو وہ کسی طور میری اس کوشش کو ناکام بنا دیں۔ سو اَب کیا کرنا چاہئے؟ میں نے سوچا۔ میں تو نہتا تھا۔ اور جبکہ میں اُن لوگوں کے پاس پانی میں استعمال کی جانے والی رائفلیں دیکھ چکا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے دونوں ہاتھ ہلائے۔ میں اُنہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ قریب المرگ ہوں اور اُن سے جنگ نہیں کر سکتا۔ سمندر کے نیچے کی عمارت کے دروازے پر نظر آنے والے ایک لمحے کے لئے ٹھٹکے، اور پھر آگے بڑھے۔ اُنہوں نے جلدی سے میری پشت سے آکسیجن سلنڈر کھولا اور اُس میں لگا ہوا ڈائل دیکھنے لگے جو زیرو پوائنٹ پر پہنچ رہا تھا۔

تب اُن میں سے ایک نے میری پشت پر نیا آکسیجن سلنڈر نصب کیا اور پائپ اُس سے منسلک کر دیئے۔

یہ بات میرے لئے تعجب خیز تھی۔ حالانکہ جب وہ آکسیجن سلنڈر کھول رہے تھے، اُسی وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید اُنہیں یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ میں آکسیجن سلنڈر لگا کر شاید نکلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور اُنہوں نے شاید اسی لئے یہ سلنڈر ہٹایا ہے کہ میں کم از کم ہوا سے محروم ہو جاؤں۔ لیکن نیا سلنڈر لگا کر اُنہوں نے میری جسمانی قوتوں کو پھر بحال کر دیا تھا۔ میں نے تعجب سے اُنہیں دیکھا۔ اور ایک شخص نے آگے بڑھ کر مجھے اُٹھنے کا اِشارہ کیا۔ اور وہ مجھے لے کر چل پڑے۔

بہرصورت! دروازہ بھی کھل گیا تھا اور وہ لوگ میرے ساتھ کسی تشدد پر بھی آمادہ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ ویسے فی الوقت میں عقلی طور پر معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ میری جدوجہد جو تقریباً ناکامی کے کنارے پہنچ چکی تھی، ایک بار پھر شروع ہو گئی۔ اُوپر اُٹھتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے، ڈیوک نے اپنا اِرادہ بدل دیا ہو۔ جو کچھ بھی ہے، بہرصورت! اَب تو وہ سطح پر پہنچنے کے بعد ہی سوچا جائے گا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سطح کے اُوپر پہنچ گئے۔

سمندر کے اس حصے میں تھوڑے فاصلے پر ایک خوبصورت عمارت نظر آ رہی تھی۔ اور یہ وہ عمارت نہیں تھی جس سے میں نکلا تھا اور اُسے دیکھ چکا تھا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ یہ عمارت کا عقبی حصہ نہ ہو جسے میں دیکھ نہ پایا ہوں..... بہرصورت! سمندر میں موجود عمارت بے حد خوبصورت اور شاندار تھی۔

سطح پر آنے کے بعد میں نے ماسک اُٹھایا اور کھلی فضا میں گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ میرے ساتھ موجود چاروں آدمی بھی گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔ تب اُن میں سے ایک شخص نے، جو اَب تک مجھے ہمدرد کی حیثیت سے ٹریٹ کرتا رہا تھا، اِشارہ کیا اور ہم لوگ کنارے کی جانب بڑھنے لگے۔ وہ چاروں میرے ساتھ ہی تھے۔

راستے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل پر تھے۔ تب اُس شخص نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔ ''پلیز مسٹر..... براہِ کرم! ان درختوں کی آڑ لے کر آگے بڑھیے۔ تاکہ آپ کو کوئی دیکھ نہ سکے۔''

''اوہ.....شکریہ!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور اپنے ہمدرد کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم درختوں کی آڑ لیتے ہوئے عمارت کی جانب جا رہے تھے۔ بالآخر ہم اُس عمارت کے سامنے کے حصے میں پہنچ گئے۔ مجھے لانے والے، دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر کے اس عمارت میں لے جانا چاہتے تھے۔ اور چند ساعت کے بعد میں عمارت کے ایک کمرے میں تھا۔

تب ایک شخص نے میرے بدن سے غوطہ خوری کا لباس اُتارا اور پھر مجھے لئے ہوئے ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر اُنہوں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور وہ سب بھی غوطہ خوری کا لباس اُتارنے لگے۔

اچھے خاصے تن و توش کے آدمی تھے۔ دو سیاہ فام بھی تھے۔ سیاہ فاموں نے ایک الماری

سے ایک سیال کی بوتل نکالی اور مجھ سے کپڑے اُتارنے کے لئے کہا۔ پھر اُنہوں نے میرے جسم پر مالش شروع کر دی۔ شاید وہ میری اتنی دیر کی جدوجہد کے بعد میرے اعصاب بحال کرنا چاہتے تھے، اس لئے میں نے اُن کے کسی کام میں دخل نہ دیا۔ اس وقت طبیعت بھی کچھ ایسی ہی ہو رہی تھی۔ کسی سلسلے میں بولنے کو جی نہ چاہ رہا تھا۔ بہرصورت! اس مالش سے درحقیقت، مجھے بے حد سکون محسوس ہوا تھا۔ اور پھر جب میں پرسکون ہو گیا تو اُن میں سے ایک نے میرے کپڑے اُٹھا کر مجھے دیئے۔ باقی لوگ کمرے سے باہر نکل گئے۔ صرف ایک شخص جو میرا ہمدرد تھا، کمرے میں رہ گیا تھا۔

''حالات کچھ بھی ہوں، میں تمہارا شکریہ ضرور ادا کروں گا میرے دوست! کیا نام ہے تمہارا.....؟''

''ڈولف.....!'' اُس نے جواب دیا۔

''تو مسٹر ڈولف.....! میری خواہش ہے کہ تم سے معلوم کروں کہ تم نے میری مدد کیوں کی ہے؟ کیا ڈیوک کے ایماء پر.....؟''

''اوہ، نہیں.....ڈیوک کا نام بھی مت لینا۔''

''کیا مطلب.....؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ تمہیں ڈیوک کے ایماء پر سمندر سے نکال کر نہیں لایا گیا ہے۔ ڈیوک کو تو یہ یقین ہو چکا ہو گا کہ تمہاری لاش اَب پوائنٹ تھری کے کسی کمرے میں تیر رہی ہو گی۔'' ڈولف نے جواب دیا۔

''تب پھر.....؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تمہیں خود پتہ چل جائے گا۔'' ڈولف نے کہا۔ ''ویسے اَب تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن خود کو پوشیدہ رکھنا۔''

میں نے گردن ہلا دی۔ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جانے یہ کون لوگ تھے؟ بہرحال! ڈیوک کے خلاف معلوم ہوتے تھے۔ ڈولف بھی چلا گیا اور میں کمرے میں تنہا رہ گیا۔ لیکن خوش نہیں تھا۔ دیکھ جو چکا تھا۔ ہاں! ایک طرح سے میں نے شکست کھائی تھی۔ یعنی میری کسی کوشش نے میری جان نہیں بچائی تھی بلکہ اس وقت میری زندگی دوسروں کی رہین منت تھی۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ گویا، ڈن کین ختم ہو گیا؟

اتنی شاندار تربیت کوئی اعلیٰ کام نہیں دکھا سکی۔ مجھ میں اور ایک عام انسان میں کیا فرق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا؟ دوسروں نے بچا لیا تو بچ گئے..... طبیعت پر ایک بوجھ سا آ گیا تھا۔ بہرحال! کچھ بھی ہے، اس کمزوری پر قابو پا لینا چاہئے۔ زندگی تو حادثات سے عبارت ہے۔ اور بعض اوقات وقت، زندگی کے راستے متعین کرتا ہے۔ جو کچھ ہو، سو ہو۔ لیکن ڈن کین! آئندہ تمہاری زندگی پر دوسروں کا احسان نہ رہے۔ خود کو مطمئن کرنے کے لئے اور کیا، کیا جا سکتا تھا؟ تھوڑی دیر اسی طرح گزری کہ وہ اجنبی چہرے اندر آ گئے۔

''آیئے! ہمارا خیال ہے، آپ بالکل ٹھیک ہوں گے۔''

''کہاں.....؟''

''آپ کو طلب کیا گیا ہے۔'' اُنہوں نے جواب دیا۔ صرف ایک ساعت سوچ کر میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں، میں نے ایک اور بات سوچی۔ ممکن ہے، یہ ڈیوک ہی کا کوئی کھیل ہو۔ مجھے موت کے نزدیک لے جا کر واپس لانے کے بعد وہ اپنی اہمیت کا اظہار کرنا چاہتا ہو۔ تبھی ایک لمحے کے اندر مجھ پر میری کمزوری کا انکشاف ہو گیا۔ صرف ایک لمحے میں مجھے پتہ چل گیا کہ میرے اندر کون سی کمزوری ایسی ہے جس کی وجہ سے میں موت کے قریب پہنچ گیا۔ ہاں! میں نے اس بات کو جان لیا تھا۔ بعض اوقات انسان کو حالات سے سمجھوتہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے، میں روبوٹ نہیں ہوں۔ ہر جگہ نہیں جیت سکتا۔ ایک سے زیادہ انسان مجھے بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے صرف دلیری دکھائی، مصلحت سے کام نہیں لیا۔ اور میری اِس کمزوری نے ڈن کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ڈن کین کی موت نے میرے اندر ایک اور انسان کو جگا دیا تھا۔ یا بہ الفاظ دیگر آئندہ میں نے اِس کمزوری کو ختم کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔

اور یہ سارے فیصلے میں نے چند ساعت میں کر لئے تھے۔ پھر جب میں ایک کمرے میں داخل ہوا تو میرے ذہن کو دوسرا شاک لگا تھا۔ سامنے ایک کرسی پر سارٹینا بیٹھی ہوئی تھی۔

''ہیلو.....!'' وہ مسکرائی۔

''ہیلو مادام.....!'' میں بھی گردن جھکا کر بولا۔

''سوری ڈارلنگ! مجھے اس وقت معلوم ہوا، جب وہ تمہیں پوائنٹ تھری بھیج چکا تھا۔ میں نے اُس سے بات کی تو اُس نے مجبوری ظاہر کی۔ اور مجھ سے کہا کہ چونکہ اسے معلوم نہیں تھا کہ میں بھی تمہیں زیر کرنے میں ناکام رہی ہوں تو اس لئے اُس نے اپنے پروگرام پر عمل کیا۔ لیکن اس کے بعد اُس نے کہا تھا کہ چونکہ وہ اپنے پروگرام پر عمل کر چکا ہے۔ اس لئے

اب اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن مائی ڈیئر! تم اتنے غیر اہم نہیں تھے کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑ دیتی۔ چنانچہ میں نے اپنے آدمیوں کو تمہارے پاس بھیجا۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہیں بچانے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے اس مقصد میں اسی طرح اٹل ہوں۔ جو میں نے سوچا ہے مستقبل تم کس انداز میں گزارنا چاہتے ہو، یہ تمہارے رویئے پر ہے۔ اس سلسلے میں، میں قطعی مداخلت نہیں کروں گی۔''

میں نے چند ساعت سوچا۔ بوڑھی نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ لیکن ڈن کین کے اندر جو نیا انسان جاگا تھا، وہ پوری طرح اُبھر آیا تھا۔ چنانچہ میں نے شرمندگی کے لہجے میں کہا۔ ''آپ نے میری زندگی بچائی ہے مادام سارٹینا! ظاہر ہے، میرے دل میں آپ کے لئے بہت بڑی جگہ پیدا ہو چکی ہے۔''

''اوہ، اوہ..... میں نے یہ زندگی اپنے مقصد کے لئے بچائی ہے۔ اور دراصل میں ناکامیاں برداشت نہیں کر پاتی۔ سوچا تو میں نے یہی تھا کہ تمہیں اپنی قید میں رکھ کر تمہارا دماغ مکمل طور پر درست کر دُوں۔ لیکن حالات کچھ ایسے ہو گئے کہ میرے دل میں تمہارے لئے پھر محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اگر تم نہ بچتے تو یقین کرو! میں ڈیوک البرٹ کو سخت ترین سزا دیتی۔ میرا شوق ہر حال میں پورا ہونا چاہئے۔ میری خواہش ہر حال میں پایہ تکمیل تک پہنچنی چاہئے۔'' سارٹینا کے لہجے میں غراہٹ سی آ گئی۔

میں خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ بہرصورت! اس جزیرے پر یا یوں کہنا چاہئے کہ پورے فرانس میں ایک عورت تو ایسی تھی جو ڈیوک البرٹ کو سزا دینے کے بارے میں علی الاعلان کہہ سکتی تھی۔ اور اُس نے ڈیوک کی دی ہوئی سزا کے باوجود مجھے کھلے سمندر سے نکلوا لیا تھا، صرف اپنی مضبوطی کی وجہ سے۔

اَب ڈیوک کا ردِعمل بھی معلوم ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میرا خیال تھا کہ بوڑھی نے جس انداز میں کام کیا ہے، وہ کچا نہ ہو گا۔ یقیناً اُس نے اپنے رازدار ساتھیوں کو سمندر میں بھیجا ہو گا جو کسی بھی طور ڈیوک پر یہ راز نہ کھول سکیں۔ اور بہرحال! جب مجھے یہ سوال ہضم نہ ہوا تو میں نے بوڑھی سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

''لیکن مادام سارٹینا! اَب اگر ڈیوک کو اس بارے میں معلوم ہو گا تو اس کا ردِعمل کیا ہو گا؟''

''اوہ..... ردِعمل کیا ہو سکتا ہے؟ کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے اُسے اس قابل بنایا ہے کہ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے۔ وہ میرا کیا بگاڑ سکے گا؟'' مارٹینا نے کہا۔ ''اور اس کے علاوہ اگر اُس کے ذہن میں کبھی کوئی خناس اُبھرتا بھی ہے تو میں اُسے سزا دینے کے بہتر ذرائع بھی رکھتی ہوں۔'' سارٹینا غرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ٹھیک فرمایا آپ نے مادام! لل..... لیکن میرا خیال ہے کہ ڈیوک کو اس سلسلے میں کچھ معلوم ہی کیوں ہو.....؟''

''ہاں..... ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ڈیوک کو اس بارے میں کچھ بتائے۔'' سارٹینا نے مطمئن لہجے میں کہا۔

''یقیناً! وہ آپ کے اپنے آدمی ہوں گے۔''

''ہاں..... میرے کتوں کی طرح وفادار۔ میرے ہر حکم پر صرف گردن ہلانے والے۔ اور اس کے لئے ہر کوشش کرنے والے۔'' سارٹینا نے جواب دیا اور میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ سارٹینا مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

''لیکن میں تمہارے اندر کچھ تبدیلیاں پا رہی ہوں۔''

''کیسی تبدیلیاں مادام.....؟''

''تم کچھ نرم نظر آ رہے ہو۔''

''نرم کیوں.....؟''

''بس! میں محسوس کر سکتی ہوں کہ وہ سرکشی تمہارے انداز نہیں ہے جسے میں نے دیکھا تھا۔''

''ہاں مادام.....! اس کی ایک وجہ ہے۔'' میں نے صاف لہجے میں جواب دیا۔ ''یہاں سے ڈن کین کا نیا رُوپ شروع ہو گیا ہے۔ وہ رُوپ جو ابھی تک اُجاگر نہ ہوا تھا۔'' بوڑھی چونکی اور بولی۔

''کیا مطلب.....؟''

''مطلب یہ مادام! کہ کچھ بھی ہو، میں بھی انسان ہوں۔ ڈیوک کے خلاف میں ایک خاص سلسلے میں کھڑا ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میری قوت اس کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن بہرصورت! انسان، جان تو دینا جانتا ہے۔ اور اگر جان دینے کا فیصلہ کر لیا جائے تو اس کے بعد بہت سے مراحل آسان ہو جایا کرتے ہیں۔''

''یقیناً..... لیکن تمہیں ڈیوک سے کیا پرخاش تھی؟''

''بہت عرصہ قبل کی بات ہے مادام! کہ پیرس میں ڈیوک کے آدمیوں نے میری بہن کو اغوا کر لیا تھا۔ اُسے ڈیوک کے پاس پہنچا دیا گیا۔ میں اُسے تلاش کرتا رہا۔ اور کچھ عرصے بعد مجھے میری بہن مل گئی لیکن اس شکل میں کہ اُس نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اس کی حالت تباہ ہو چکی تھی۔ اور اُس نے صرف چند الفاظ کہے۔ اور یہ الفاظ تھے کہ ڈیوک نے اُسے تباہ کر دیا ہے۔ اور اس کے بعد اُس نے خودکشی کر لی۔ اس دن سے میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ڈیوک سے انتقام لوں گا۔''

''اوہ، اوہ.....! تو یہ انتقام کا کھیل تھا۔'' سارٹینا مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہاں مادام سارٹینا.....! یہ انتقام کا کھیل تھا۔ لیکن بہرصورت! میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کھیل میں مجھے شکست ہوئی۔ میں ڈیوک کے مقابلے میں ہار گیا۔ اور جب انسان کو شکست ہو جائے مادام! تو پھر اُسے یہ سوچ لینا چاہئے کہ کوئی چھوٹا سا سہارا لے کر اگر وہ اپنے کردار کو عملی جامہ پہناتا ہے تو یہ تو کوئی دلیری کی بات نہ ہوئی۔ ڈیوک نے مجھے موت دی تھی، آپ کی عنایت نے دوسری زندگی۔ اور اَب میں وہ فوسٹر نہیں ہوں جو اپنی بہن کا انتقام لینے کے لئے نکلا تھا۔''

''اوہ..... تو تمہارا نام فوسٹر ہے؟''

''ہاں مادام.....! میرا نام فوسٹر ہے۔ اور میں نے ڈیوک کو بھی یہ نام نہیں بتایا۔'' میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔'' سارٹینا مسکراتے ہوئے بولی۔ ''تو مسٹر فوسٹر! اَب تم نے کیا سوچا ہے؟''

''کچھ نہیں مادام.....!''

''یعنی تمہارے ذہن میں کوئی لائحہ عمل نہیں ہے؟'' سارٹینا مسکراتے ہوئے بولی۔

''نہیں مادام.....! میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ مجھے حکم دیں۔ لائیے..... اپنے پیر آگے بڑھائیے! میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے انہیں چاٹ لوں گا۔'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور سارٹینا نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''نہیں ڈیئر، نہیں.....! تمہاری سرکشی نے میرا غرور جگا دیا تھا۔ تبھی میں نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ میرے پیر چاٹو۔ لیکن اَب تم دلکش نظر آ رہے ہو۔ میں اَب تم سے محبت کروں گی۔ تمہیں ایک انعام دُوں گی۔ آؤ فوسٹر..... بیٹھ جاؤ! تمہارے الفاظ نے میرا ذہن بھی بدل دیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔''

''شکریہ سارٹینا!'' میں نے کہا۔عورت کی نفسیات سے میں کسی حد تک واقف ہوتا جا رہا تھا۔

''کیا، کیا کہا تم نے.....؟'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

''مم..... میں نے.....؟''

''ہاں.....! ایک بار پھر مجھے اسی انداز میں مخاطب کرو۔ ایک بار پھر.....!'' اُس کی آنکھیں نشیلی ہوگئیں اور میں نے دل ہی دل میں ایک طویل سانس لی۔

''سارٹینا! کیا آپ میری اس جسارت سے ناراض ہوگئیں.....؟'' میں نے خجالت سے پوچھا۔لیکن بوڑھی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ عجیب سے تاثر میں ڈوبی نظر آ رہی تھی۔اور پھر اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

نئے ڈن کین نے پھر ایک قلا بازی کھائی اور مجھے جگا دیا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے بڑے جذباتی انداز میں اُس کا ہاتھ تھام لیا۔''اگر آپ میری اِس جسارت سے ناراض ہوگئی ہیں مادام سارٹینا! تو میں معافی چاہتا ہوں۔ دراصل! آپ نے اس وقت میری مدد کی، جب میں موت کی آغوش میں پہنچ چکا تھا۔میرے دل میں آپ کے لئے بہت بڑا مقام پیدا ہو گیا ہے۔اس لئے میں نے یہ جسارت کی تھی۔لیکن شرمندہ ہوں۔''

''فوسٹر..... ڈارلنگ فورسٹر! یوں نہ کہو۔ جو دے چکے ہو، وہ مجھ سے نہ چھینو۔ پلیز فوسٹر! غلط فہمی کا شکار نہ بنو۔''

''میں سمجھا نہیں.....؟'' میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

''فوسٹر.....! میں بری نہیں ہوں۔ یقین کرو فوسٹر! البرٹ کی طرح میں بری نہیں ہوں۔ بس! حالات نے میری شخصیت مسخ کر دی ہے۔ ورنہ.....''

''میں اَب بھی نہیں سمجھا مادام!''

''وہی کہہ کر مخاطب کرو فوسٹر! جو کہہ چکے ہو۔ مجھے اس نشے سے محروم نہ کرو جو تمہاری بے تکلفی کے انداز نے میرے اندر پیدا کر دیا ہے۔''

''سارٹی.....!'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا اور مادام سارٹینا بے اختیار اُٹھ کر مجھ سے لپٹ گئیں۔ وہ اپنے جذبات کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔

''کیا..... کیا واقعی تمہارے دل میں میرے لئے اس قدر محبت پیدا ہوگئی ہے؟ اوہ! میری

زندگی میں، میں تو اَب سوچ بھی نہیں سکتی تھی، یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ اس عمر میں..... زندگی کے اس حصے میں کوئی مجھے چاہے گا۔''

''تمہارا ایک ایک لمس میرے دل میں جذبات کی روشنی کر رہا ہے سارٹی! اور جب انسان محبت کرتا ہے تو عمر وغیرہ کا کیا سوال.....؟''

''کاش..... کاش! میں تمہیں اِن الفاظ کا صلہ دے سکتی۔''

''محبت کوئی صلہ نہیں چاہتی ڈارلنگ!'' میں نے اُسے بھینچ لیا۔ ویسے سیکرٹ پیلس میں مجھے اِس فن کی کوئی تربیت نہیں دی گئی تھی۔ یہ صرف میری اپنی تحقیق تھی اور بہت خوب تھی۔ وہ بھی لمحہ بہ لمحہ میرے چنگل میں پھنستی جا رہی تھی۔ پھر اُس نے گھمبیر لہجے میں کہا۔''اگر تم میری عمر کو نظر انداز کر دو فوسٹر! تو میں کنواری ہوں۔ یقین کرو! میں محبت کے کسی جذبے سے آشنا نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ دو دِل یکجا ہو کر کس طرح دھڑکتے ہیں؟ میرا دل تو ہمیشہ تنہا دھڑکا ہے۔ ہاں! میں نے اکثر اس تنہائی کی شدت کو محسوس کیا ہے۔ اور اس کے بعد..... اس کے بعد میں صرف ڈیوک البرٹ کی ماں ہوں۔ ایک خونخوار عورت۔''

''لیکن سارٹی ڈارلنگ! تم اس سٹیج تک کس طرح پہنچیں؟ تم بے پناہ خوبصورت ہو۔ اگر تمہیں اپنی عمر کا احساس ہے تو میری خاطر اِس احساس کو ذہن سے نکال دو۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ڈیوک کے محل میں تم سے حسین عورت نہ ہوگی۔ تم آج بھی دِلوں پر حکمرانی کر سکتی ہو۔ ممکن ہے، تم نے اس نگاہِ قاتل کو نہ دیکھا ہو کہ اَب بھی بہت سے دل تمہارے لئے بسمل ہو سکتے ہیں۔''

''مجھے اَب کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے میرا کنوار پن توڑ دیا ہے۔ تم نے ان مرجھائی ہوئی کلیوں کو پھول بنا دیا ہے جو کبھی نہ کھلی تھیں۔''

ڈن کین کو بھی خوب بولنا آتا تھا۔ میرے دل میں قہقہے مچل رہے تھے۔ لیکن ڈن کین میں اَب کافی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔''میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم اِس سٹیج تک کس طرح پہنچ گئیں.....؟''

بوڑھی چند ساعت غمزدہ انداز میں سر جھکائے بیٹھی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔''تھوڑی سی کہانی تو تمہیں البرٹ سنا چکا ہے۔ میں اس سے زیادہ کیا سناؤں گی؟ بس، یوں سمجھو! کہ اس وقت میری زندگی میں زہر بھر دیا گیا جب میں ان تمام چیزوں سے واقفیت بھی نہ رکھتی تھی۔ کانونیٹ کی تعلیم نے مجھے ایک ذہنی اذیت بخشی تھی۔ میں کسی سے کہہ بھی نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکی کہ مجھے کیا تکلیف ہے؟ اور اس وقت جب میں خود بچی تھی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی تھی، میری گود میں ایک بچہ آ گیا تھا۔ وہ میرے لئے دلکش تھا اور میں اُسے پسند کرتی تھی۔ مجھے اُس سے بے پناہ محبت تھی۔ لیکن صحیح طور پر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ بچہ میری آغوش میں کیسے آ گیا..... یا مجھے جن اذیتوں سے گزرنا پڑا ہے، اُن میں میرا کیا دخل تھا؟ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا، مجھے احساس ہوتا گیا کہ میں کچھ ایسی نفرتوں کا شکار ہوگئی ہوں، جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ نفرتوں کا دائرہ میرے گرد تنگ ہوتا گیا اور میں اپنے بچے سے پیار کرتی رہی..... اور کچھ عرصے کے بعد جب میں نے محسوس کیا تو مجھے علم ہوا کہ میری زندگی میں اپنے بچے کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ حالات نے مجھے بتا دیا کہ میں کس کی کا شکار ہوگئی ہوں؟ لوگوں نے اُس بچے کو مارنا چاہا، اُسے ختم کرنا چاہا۔ لیکن میری زندگی میں تو وہ بہت بڑی دلچسپی تھی۔ سو میں نے سب کو چھوڑ دیا اور اُس بچے کی پرورش کرتی رہی۔ بس! اتنی سی کہانی ہے میری..... میں نے زندگی میں اس کے بعد بے پناہ طور پر محبتیں تلاش کیں۔ میں نے چاہا کہ کوئی مجھے سمجھے..... مجھے محسوس کرے۔ یہ جان لے کہ جو کچھ ہوا ہے، اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں تو ناسمجھ تھی۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ لیکن لوگ میرے حسن و دلکشی کو دیکھ کر میرے نزدیک آتے تھے، لیکن مجھ سے منسلک رہنا پسند نہیں کرتے تھے، مجھ سے شناسائی کو برا سمجھتے تھے۔ اور یہ اُس وقت کی بات ہے فوسٹر! جب لوگ اتنے آزاد خیال نہ تھے۔ اور جب وہ آزاد خیال ہوئے اور اس قسم کی باتوں کو گناہ سمجھنا چھوڑ دیا گیا تو میں عمر کی اس منزل پر پہنچ گئی جہاں میرا بیٹا البرٹ ایک نمایاں شخصیت کا حامل شخص تھا۔ اور اُس کا اپنا ایک مقام بن چکا تھا۔ میری ذہنی اذیتوں سے میرا بیٹا بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ خود اُس کی فطرت میں جو کمی یا خامی رہ گئی تھی، اُس نے اُس کی کسر اپنے آپ کو ایک عجیب و غریب رنگ دے کر پوری کی۔ اور اس کے بعد خود اُس نے اپنے بارے میں سوچا تو کھلے دل سے مجھے اِس کی اجازت دے دی کہ جن حسرتوں سے میں اپنی زندگی میں دوچار رہی ہوں، اُنہیں میں بخوشی پورا کر سکتی ہوں۔ سو! وہ میرا معاون بن گیا۔ اور تم نے دیکھا کہ اُس نے کس طرح میری طلب پر تمہیں میرے حوالے کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ میری ذہنی اذیتوں کو نہیں جانتا۔ وہ میرے دل کے بعض رازوں سے ناواقف ہے۔ وہ میرے دل کے گوشوں سے ناواقف ہے۔'' سارٹینا بولی۔

میں متحیرانہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے تعجب خیز لہجے میں سارٹینا سے

پوچھا۔ ''وہ گوشہ کون سا ہے مادام سارٹینا.....؟''

''ایک تصور..... ایک احساس۔''

''کیسا احساس.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''یقیناً البرٹ اُس شخص کی تصویر ہوگا جس نے مجھے برباد کیا تھا۔ اُس کی رگوں میں یقیناً اُس کا خون دوڑ رہا ہوگا۔ اور مجھے اس خون سے نفرت ہے۔ اتنی نفرت کہ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ چنانچہ میں اُس شخص کو تو تلاش نہیں کر سکتی۔ لیکن کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں البرٹ کی گردن دبا دُوں..... میں اُسے فنا کر دُوں..... صرف اس تصور کے ساتھ کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مجھے زندگی کی ہر دلکشی، ہر لذت سے محروم کر دیا تھا۔ اور اس وقت میری نفرت بے پناہ بڑھ جاتی ہے۔''

''تو کیا اُس وقت تمہیں یہ احساس نہیں رہتا کہ یہ وہ نہیں ہے جو تمہیں اس دنیا میں محرومی دے کر گیا تھا، بلکہ تمہارا اپنا خون ہے۔ تمہارا بچہ ہے۔'' میں نے تاویل پیش کی۔

''نہیں..... میرے دل میں صرف نفرت اور انتقام باقی رہ جاتا ہے۔ میں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اُس پر حاوی ہو جاتی ہوں۔ یہ میرا انتقام ہے۔ میں اس ننھے سے پھول سے بچے کو بھول جاتی ہوں جو میری آغوش میں ننھے ننھے ہاتھ پاؤں مارا کرتا تھا۔ وہ ساری دنیا پر حاوی ہے لیکن مجھ سے انکار نہیں کر سکتا۔''

بوڑھی خاموش ہوگئی۔ میں اُس کے جذبات پر غور کر رہا تھا۔ بلاشبہ! ڈیوک البرٹ جو کچھ تھا، بوڑھی کا اس میں کوئی خاص قصور نہیں تھا۔ اُس بدبخت کی فطرت ہی ایسی تھی۔ بلاشبہ اُس نے بوڑھی کے بطن سے جنم لیا تھا۔ لیکن وہ خود بھی اس عورت سے مخلص نہیں تھا۔ اگر وہ اُسے پاکیزہ سمجھتا..... اپنی ماں سمجھتا تو اُس کے لئے ان راستوں کا انتخاب نہ کرتا، جو بہرصورت! اچھے نہیں تھے۔

بوڑھی چند لمحے خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ وہ مضمحل ہوگئی تھی۔ پھر اُس نے آہستہ سے میری جانب نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ دیکھتی رہی۔ اور اُس کی آنکھوں میں محبت اُبھر آئی۔ یوں لگا جیسے کسی دل خوش کن خیال نے اُس کے ذہن سے اُداسیوں کا غبار صاف کر دیا ہو۔ ''لیکن فوسٹر! یہ انسان کی جدوجہد کی ایک منزل ہوتی ہے۔ شاید میری جدوجہد کو بھی منزل مل گئی ہے شاید میرے بھٹکے ہوئے ذہن کو بھی اَب قرار مل جائے۔''

''تمہاری کہانی نے مجھے تم سے قریب کر دیا ہے سارٹی!'' میں نے آگے بڑھ کر اُس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور بوڑھی محبوبہ میرے سینے سے آ لگی۔ اُس کے چہرے پر بے پناہ سکون تھا۔ کافی دیر تک میں نے اُسے اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ اور پھر وہ اعتدال پر آ گئی۔ ''لیکن سارٹی! اگر ڈیوک کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ تم نے مجھے بچالیا ہے.....''

''تو کیا ہوگا.....؟''

''کیا وہ مکمل طور پر تمہارے قبضے میں ہے.....؟''

''ہاں..... اُس کی مجال نہیں کہ میرے معاملات میں دخل دے۔''

''اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ اُسے کانوں کان خبر نہ ہو۔''

''یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ میرے معاملے میں دخل دے۔ میں منع کر دُوں گی کہ کوئی اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔''

''بالکل ٹھیک..... لیکن میں اس کے علاوہ بھی کچھ چاہتا ہوں۔''

''کیا.....؟''

''سارٹی ڈارلنگ! تم شاید اس بات پر حیران ہو۔ شاید تم اسے میری بزدلی سمجھو یا حماقت۔ اس وقت، جب ڈیوک نے مجھے تمہارے حوالے کیا تھا، میرے دل میں تمہارے لئے ذرا سی بھی اُنسیت نہیں تھی۔ تم جانتی ہو، میں نے تمہیں کس طرح ٹھکرا دیا تھا۔''

''ہاں..... اُس وقت میں نے تمہارے خلاف بہت کچھ سوچا تھا۔''

''تم نے میری زندگی بچائی۔ زندگی بچ جانے کی خوشی کسے نہیں ہوتی؟ لیکن میرے دل میں تمہارے لئے پیار پھوٹ پڑا۔ اور پھر میں نے سوچا کہ اس عورت کی مدد ہی سے میں فائدہ اُٹھاؤں گا۔ لیکن تمہاری کہانی سننے کے بعد میں اپنے دل میں تمہارے لئے بے پناہ محبت محسوس کر رہا ہوں۔ میرے سینے میں جذبات کا ایک سمندر موجزن ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں تمہیں زندگی کی ساری مسرتیں ایک ساتھ دے دُوں..... میں..... میں تمہارے بغیر اَب زندگی ایک لمحہ بھی گزارنا پسند نہیں کرتا۔''

''اوہ..... اوہ! مجھے اتنی ساری خوشیاں ایک ساتھ نہ دو فوسٹر! میں پاگل ہو جاؤں گی..... میں مر جاؤں گی۔''

''میں تمہیں مرنے نہیں دُوں گا سارٹینا!'' میں نے کہا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ کسی طرح یہ تجویز بھی سیکرٹ پیلس کو بھجوائی جانی چاہئے کہ عشق کی ٹریننگ کا بھی ایک شعبہ بنائیں۔ تاکہ اِس سلسلے میں پریشانی نہ ہو۔

کافی دیر تک میں بوڑھی کو بلندیوں پر چڑھاتا رہا۔ پھر اُس نے سوال کیا۔ ''ہاں ڈارلنگ.....! تم کیا چاہتے ہو؟''

''میک اَپ کا سامان اگر مل جاتا تو میں اَب میں تمہارے پاس رہتا۔ اس طرح ہم سکون سے محبت کرتے۔ ہمارے درمیان کوئی بھی خطرہ نہ رہتا۔''

''میک اَپ کرنا تمہیں آتا ہے.....؟''

''بہت اچھی طرح۔''

''تو سامان مل جائے گا۔ لیکن ایک بات تو بتاؤ! ڈیوک سے تمہاری کیا پرخاش ہے؟''

''بس! یہ کہ ہم دونوں خود کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں۔ اُنہوں نے مجھے چیلنج کیا اور میں نے قبول کر لیا۔ لیکن بہرحال! اُسے برتری حاصل ہے۔''

''چھوڑو اِن باتوں کو۔ مجھے بس! یہ خوشی ہے کہ تم مجھ تک پہنچ گئے۔'' بوڑھی نے کہا۔ بہرحال! اس عمر کی عورت سے عشق کے تمام مراحل طے کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ لیکن میں یہ کٹھن منزلیں طے کر رہا تھا اور میرا کام بھی بن رہا تھا۔ یعنی میں نے میک اَپ کا سامان حاصل کر لیا تھا اور خود کو یکسر بدل لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میری حیثیت اضافی تھی اور اس کا کوئی حل بھی نکالنا تھا۔ ایک بار پھر میری زندگی بچ گئی اور مجھے ڈیوک سے نبرد آزما ہونے کا موقع مل گیا تھا۔ اس موقعے کو میں زیادہ ہوشیاری کے ساتھ استعمال کرنا چاہتا تھا اور ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اُلجھنوں کا شکار ہونا پڑے۔

بہرصورت! معاملہ، ڈیوک کو قتل کرنے کا تھا۔ میں اگر چاہتا تو اپنی اُن پرانی شناساؤں کے پاس بھی جا سکتا تھا۔ میری مراد لوسی گن سے ہے جو بہرصورت! میری مدد کرتی۔ لیکن اس صورت میں لوسی گن کے پاس جانا بھی حماقت تھی۔ بہتر یہی تھا کہ بوڑھی کی خلوتوں میں رہ کر اپنے مقدر کو کوستے رہو اور ڈیوک کا مقدر تباہ کرتے رہو۔

بوڑھی کے ساتھ راتیں گزارنا بلاشبہ! دنیا کا سب سے کٹھن ترین کام تھا۔ وہ کسی نوجوان لڑکی کی طرح شرماتی لجاتی تھی۔ اور میری محبت میں سرشار ہو جاتی تھی اور مجھے اُس کے تمام تر جذبات کی پذیرائی کرنا پڑتی تھی۔ ویسے عجیب وغریب عورت تھی۔ اُس کے تاثرات سے کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی ڈیوک کے لئے اُس کے دل میں ایک ماں کی محبت بڑی شدت سے اُبھر آتی تھی اور کبھی وہ اُس کی بے پناہ نفرت کا نشانہ بن جایا کرتا تھا۔ اِس وقت اُس کے ذہن میں وہ شیطان ہوتا تھا جو ڈیوک کا باپ تھا اور جسے وہ جانتی نہیں تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کئی دن میں نے خاموشی سے گزارے۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میرے بارے میں ڈیوک کا کیا خیال ہے؟ کیا اُس نے میری لاش کو تلاش کرانے کی کوشش نہیں کی؟ ظاہر ہے، اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اُسے یقین ہو گیا ہو گا کہ میں مر چکا ہوں۔ لیکن بہرصورت! میرے ذہن میں تھا کہ ممکن ہے کبھی، کسی طور وہ مجھے تلاش کرانے پر آمادہ ہو جائے۔ اِن حالات میں مجھے اپنی اضافی حیثیت کو ہموار کرنا تھا۔ اور بالآخر اُس کے لئے میں نے ایک اور ترکیب سوچی۔ ترکیب پر مکمل غور کرنے کے بعد جب میں اپنے فیصلے پر کامل ہو گیا تو میں نے اس پر عمل کرنے کے بارے میں سوچا۔

یہ عمارت، جس میں، میں مقیم تھا، اُسی عمارت کا ایک حصہ تھی جہاں ڈیوک رہتا تھا۔ لیکن یہ اُس عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ اور عمارت کے اُس عقبی حصے میں آنے کے لئے ایک باقاعدہ راستہ اختیار کرنا پڑتا تھا۔ یعنی داخلہ آسان نہیں تھا بلکہ گھوم کر جانا پڑتا تھا۔ میں نے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اَب میرا دوسرا اقدام کیا ہونا چاہئے؟ میں ڈیوک کے سامنے آؤں تو کس طرح آؤں.....؟

بوڑھی سارٹینا کو ابھی اس سلسلے میں ملوث کرنا درست نہیں تھا۔ بلاشبہ وہ خود کو ڈیوک پر حاوی سمجھتی تھی۔ لیکن اِن ماں، بیٹے کا رشتہ عجیب تھا۔ ممکن تھا کہ ڈیوک بھی اُسی کے انداز میں سوچنے کا قائل ہو۔ اور ایسی صورت میں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بوڑھی کی کوئی بات نہ چل پاتی اور میں اُس کے سہارے پر رہ کر مارا جاتا۔

''نہیں..... یہ تو کسی طور مناسب نہیں ہے۔ مجھے اپنے طور پر بھی کچھ کرنا ہو گا۔ لیکن اس کے لئے میں نے کچھ دِنوں کی مہلت اپنے آپ کو دے دی تھی۔ ظاہر ہے، میری زندگی کا کوئی بہت بڑا مقصد تو تھا نہیں۔ وقت بھی میرے پاس کافی تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں پورے طور سے سوچنے کے بعد کچھ کروں۔ اپنی یہ حیثیت جو میں نے میک اَپ کے بعد بنائی تھی، چھپانے کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ لیکن میں نے بہت کچھ سوچا تھا۔ اور پھر میں نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جس کے بارے میں مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ڈیوک کے نزدیک رہنے والوں میں ایک خاص حیثیت کا حامل تھا۔ مجھے اِس بات کا بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ جس مشین کے سامنے مجھے لے جایا گیا تھا، اُس میں میری بغیر میک اَپ کی تصویر آ گئی تھی۔ اور وہ تصویر، ڈیوک کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ ڈیوک نے شاید اُس تصویر کو اچھی طرح شناخت کر لیا تھا۔ اَب اگر اُس مشین سے بچا جائے اور اپنا کام جاری رکھا جائے تو اس میں

زیادہ مشکل نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے اُس شخص کو چن لیا۔ اور پھر میں نے دوسری وہ جگہ تلاش کی، جہاں اُس کی لاش ٹھکانے لگائی جا سکے۔ ایسی جگہ مین ہول اور گٹر لائن سے اچھی کون سی ہو سکتی تھی؟ اور اُن کا براہِ راست تعلق سمندر ہی سے تھا۔ کیونکہ جرنیٹر کے نیچے گہرائیوں میں سمندر تھا۔ بہرصورت! اطمینان کرنے کے بعد اُس شخص کو ایک دن میں نے مخاطب کر لیا۔ اُس کا نام فلیگ تھا۔

''مسٹر فلیگ.....! مجھے آپ سے بے حد ضروری کام ہے۔'' میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

''فرمائیے.....! لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے کبھی ہمارا تعارف نہیں ہوا ہے۔''

''میں فوسٹر ہوں..... مادام سارٹینا کا خادم۔''

''اوہ.....شاید آپ یہاں زیادہ پرانے نہیں ہیں۔''

''آٹھ دن قبل پیرس سے آیا ہوں۔ مادام کی ملازمت پر مامور ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ بھی مسکرا دیا۔ اس دوران میں اُس شخص کی آواز اور انداز نوٹ کرتا رہا۔

''مجھ سے کیا کام ہے آپ کو.....؟''

''دوست بنانا چاہتا ہوں۔''

''میں حاضر ہوں۔'' ظاہر ہے، مادام کے کسی منظورِ نظر کا قرب، خوش بختی کی دلیل تھا۔

''اس کے علاوہ تمہاری دوستی..... خود میرے ذہن میں بہت سے سوالات تھے۔'' فلیگ نے کہا۔

''کیسے سوالات.....؟''

''خطرناک نہیں۔ سوچ سمجھ کر کروں گا۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ ''اس کے علاوہ میں تمہارا مددگار ثابت ہو سکتا ہوں۔''

''کس سلسلے میں.....؟'' میں نے پوچھا۔

''آدمی کے بہت سے مشغلے انسان کی سوچ پر بوجھ ہوتے ہیں۔ لیکن..... ہاں! ان مشغلوں کو اپنی پسند کا رنگ مل جائے تو..... میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہوں گا۔''

''ہاں..... میں سمجھ رہا ہوں۔''

''ذہانت ہے تمہاری۔'' اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''ڈیوک کی طرف سے تمہارے سپرد کیا خدمت ہے.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''ڈیوک کے سٹورز کی نگرانی.....!'' وہ ہنس پڑا۔

''سٹورز.....؟'' میں نے سوالیہ انداز میں اُسے دیکھا۔

''ہاں! لڑکیوں کا ذخیرہ میری نگرانی میں ہے۔'' اُس نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ یہ اضافی بات تھی۔ مجھے اس بارے میں واقعی معلوم نہیں تھا۔ ویرا میری نگاہوں میں آ گئی۔ میں اُس سے کس قدر قریب پہنچ گیا ہوں..... اور اگر..... میں اپنی ترکیب کو عملی جامہ پہنا سکا تو..... تو..... بہت کچھ ہو جائے گا۔ چنانچہ فلیگ سے میں نے گہری دوستی گانٹھ لی۔

اُس نے بتایا کہ وہ دن کے گیارہ بجے سے لے کر ڈیڑھ بجے تک بالکل فارغ ہوتا ہے۔ اس دوران میں وہ مجھ سے ملاقات کر لے گا۔

''اور تم..... مجھے علم ہے کہ تمہیں تو صرف نائٹ شفٹ کرنا ہوتی ہو گی.....؟''

''ہاں.....!'' میں نے ندامت سے جواب دیا۔

پھر میں نے بوڑھی سارٹینا سے کہا۔ ''میں لوگوں کی نگاہوں میں شبہے کی جھلکیاں دیکھ رہا ہوں۔ فلیگ نامی ایک شخص نے تو مجھ سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔''

''فلیگ..... میں اُسے جانتی ہوں۔''

''اُس کے سوالات اِس قدر اُلجھے ہوئے تھے کہ میں پریشان ہو گیا ہوں۔''

''گویا وہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا.....؟''

''ہاں.....!''

''ٹھیک ہے۔ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن صرف تمہاری تسلی کے لئے۔ حالانکہ میں تم سے کہتی ہوں کہ اگر البرٹ کو تمہارے بارے میں پتہ چل بھی جائے تو وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔''

''اس کے باوجود..... میرے ذہن کی خلش کس طرح دُور ہو گی.....؟''

''میں نے کہا نا! اُسے قتل کر دیا جائے گا۔''

''اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''کیوں.....؟''

''آج اُسے شبہ ہے، کل کوئی دوسرا مشکوک ہو سکتا ہے۔ ہم کتنے قتل کریں گے.....؟''

''پھر کوئی حل ہے تمہارے ذہن میں.....؟'' بوڑھی نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہے.....!''

''کیا.....؟ مجھے بتاؤ!''

''ابھی صرف فلیگ کو شک ہوا ہے۔ لیکن کل کسی دوسرے کو بھی ہو گا۔ ہم فلیگ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ پھر یہ کام میں ہی کیوں نہ انجام دُوں.....؟''

''کیا حرج ہے؟ تم اُسے قتل کر دو۔''

''اور خود اُس کی جگہ لے لوں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''ہاں سارٹی ڈارلنگ.....! اس طرح کسی کو میرے اُوپر شبہ نہیں ہو گا۔ میں فلیگ کے میک اَپ میں اپنے فرائض انجام دیتا رہوں گا۔ اس طرح کسی کو پتہ بھی نہیں چل سکے گا۔''

''اوہ..... لیکن فلیگ، البرٹ کے کافی قریب رہتا ہے۔''

''اس میں کیا حرج ہے.....؟''

''وہ شیطان ہے۔''

''میں احتیاط رکھوں گا۔''

''لیکن ڈارلنگ.....! پھر تم میری دسترس سے دُور ہو جاؤ گے۔''

''ہرگز نہیں۔ فلیگ کے مشاغل مجھے معلوم ہیں۔''

''ٹھیک ہے..... اگر تم ٹھیک سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے۔'' بوڑھی نے کہا اور میں نے اطمینان کی سانس لی۔ اس طرح مجھے ایک اور تحفظ حاصل ہو گیا تھا۔

اُس شام میں نے ایک بار پھر فلیگ سے ملاقات کی۔ فلیگ مسکراتا ہوا میرے پاس آیا تھا۔ اُس نے بڑے پیار سے مجھ سے گفتگو کی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر دھیمے لہجے میں بولا۔ ''ہم لوگ اس قدر قریب ہو چکے ہیں کہ اَب ایک دوسرے کو چھپانا اچھا نہیں لگتا۔ کیا تم اپنے آپ کو مجھ سے چھپاؤ گے میرے دوست.....؟''

''نہیں..... اس کی ضرورت بھی کیا ہے؟''

''تب پھر اُس بوڑھی محبوبہ کے بارے میں بتاؤ! کیا تم نے اس سے پہلے بھی کسی پرانی عورت سے عشق کیا ہے.....؟''

''نہیں بھائی! مجھے اِس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ تجربہ تمہارے لئے کیسا رہا.....؟''

''انتہائی احمقانہ، بہت ہی مضحکہ خیز.....!'' میں نے کہا اور آنکھ دبا کر ہنسنے لگا۔ وہ بھی ہنسنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''اُس کی بوڑھی اداؤں سے تمہیں وحشت تو ہوتی ہوگی.....؟''

''کیا بات ہے؟ تم اُس کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتے ہو، خیریت تو ہے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بھئی! ظاہر ہے، اُس کی شخصیت ہی ایسی ہے۔''

''بہرصورت! تمہیں اُس سے دلچسپی نہیں ہونی چاہئے۔''

''ہاں..... مجھے اُس سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں اس پر بڑا ہی شکر گزار ہوں۔'' فلیگ نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی اُس کے ساتھ ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ اَب پھر فلیگ نے کہا۔ ''البتہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے اور بہت کچھ بندوبست کرسکتا ہوں۔''

''مثلاً.....؟''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ڈیوک البرٹ کے ذخیرے میں بڑے بڑے نایاب ہیرے ہیں۔ ایک سے ایک خوبصورت لڑکی۔ اور وہ کمبخت اُنہیں اپنے ہاں لاکر بھول گیا ہے۔''

''اوہو..... یعنی وہ کبھی اُن کو طلب نہیں کرتا؟''

''نہیں..... میں نے کہا نا! کہ وہ اُنہیں بھول چکا ہے اور بیزار لڑکیاں اس بے رنگ ماحول سے بیزار ہیں۔ بلکہ ڈیوک کے نام سے بیزار ہیں اور اس وقت اُن کی کیفیت یہ ہے کہ اگر اُنہیں کسی مرد کا قرب حاصل ہو جائے تو وہ ہر قیمت پر اُس کا قرب حاصل کر لینا چاہتی ہیں۔''

''واہ..... تم تو بذاتِ خود.....'' میں نے مسکراتے ہوئے فلیگ کو آنکھ ماری اور وہ پھر ہنسنے لگا۔

بہرصورت! میں نے اُسے کافی بے تکلف کر لیا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ دوسری ملاقات کے بعد فلیگ کا حساب بالکل بے باق کر دیا جائے گا۔

مادام سارٹینا کے بوڑھے غمزے اسی طرح جاری رہے اور مجھے برداشت بھی کرنا پڑے۔ لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ اَب ان تمام چیزوں کا خاتمہ بے حد قریب ہے۔ چنانچہ اُس شام میں نے فلیگ کو اپنی رہائش گاہ پر مدعو کیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ شام کی چائے میرے ساتھ پیئے۔ ظاہر ہے، مجھے سارٹینا کا تعاون حاصل تھا۔ اس لئے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اگر کچھ ہو جاتا تو اس کی ذمہ داری سارٹینا قبول کرسکتی تھی۔

چنانچہ میں نے اُس کی خاطر مدارت کا بہت ہی عمدہ بندوبست کیا ہوا تھا۔ کھانے پینے کے دوران ہم لڑکیوں کے بارے میں بھی گفتگو کرتے رہے۔ فلیگ کے منہ میں اس طرح پانی بھر آتا تھا جیسے وہ ٹافی چوس رہا ہو۔ بہت ہی ندیدہ قسم کا آدمی تھا۔ لیکن بہرصورت! اُس کی زندگی ہی کتنی تھی؟

چائے کا آخری گھونٹ لینے کے بعد میں نے فلیگ سے چند لمحات کے لئے معذرت طلب کی اور دروازے کی جانب بڑھا جیسے کہیں باہر جانا چاہتا ہوں۔ لیکن دروازے کے پاس پہنچ کر میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ فلیگ نے تعجب سے مجھے دیکھا لیکن میں مسکراتا ہوا واپس آیا۔ وہ یہی سمجھا تھا کہ شاید میں اُس سے بہت ہی راز کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرا انداز ایسا ہی تھا۔

''بات یہ ہے فلیگ! کہ میں بڑا ہی حاسد انسان ہوں۔ حسد میری فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ تمہاری تقدیر پر مجھے رشک ہو رہا ہے۔ میں اُس بوڑھی خرانٹ کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں اور تم..... تم ذخیرۂ حسن کے تنہا مالک ہو۔ اس لئے.....''

''اس لئے کیا.....'' فلیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور فلیگ ہنس پڑا۔

''لیکن میرا قتل اتنا آسان نہیں ہے۔'' اُس نے کہا۔

''کیوں.....؟''

''لڑکیوں کا خیال ہے کہ میرا بدن سٹیل سے تیار کیا گیا ہے۔ وہ طاقت کے لحاظ سے مجھے مشینی انسان کہتی ہیں۔''

''میں اِس مشین کو ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر دینا چاہتا ہوں.....!''

''نہیں دوست! میں نہیں جانتا کہ تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنے دن گزرے ہیں۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ اُس کی قربت نے تمہارے اندر کچھ نہیں چھوڑا ہوگا۔'' فلیگ نے کہا۔

میں نے اُچھل کر اُس کی گردن پکڑ لی۔ تب فلیگ کو اُس عجیب و غریب صورت حال کا احساس ہوا۔

''ارے..... ارے! سچ مچ..... کیا سچ مچ.....؟'' اُس کی آواز گھٹنے لگی۔ تب اُسے مدافعت کی سوجھی۔ اُس نے کراٹے کا ایک داؤ استعمال کیا۔ لیکن میں نے اُسے ناکام بنا دیا۔ اُس کی گردن میری اُنگلیوں کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی اور اُس کی آنکھیں نکلی پڑ رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیں۔ تب اُس نے بچنے کی شدید جدوجہد شروع کر دی۔ لیکن میں اُس فولادی مشین کو ناکارہ کرنے پر تُل گیا تھا۔ فلیگ کی اُنگلیاں تشنجی انداز میں کھلنے اور بند ہونے لگیں۔ اُس کے ہاتھ پھیل گئے، زبان نکل پڑی، آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں۔ اور پھر اُس کا بدن لرزنے لگا۔ اُس کا دم نکل رہا تھا۔ اور پھر میں دیر تک اُس پھڑپھڑاتے پرندے کو دبوچے رہا۔ اور جب اُس کا بدن بے جان ہو گیا تو میں نے اُس کی گردن چھوڑ کر اُس کے گال پر پیار سے ایک چپت لگائی۔

''تم میرے لئے بہت سی اُلجھنوں کا حل بن گئے ہو ڈیئر.....!'' میں نے کہا اور پھر اُس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اُسے اُٹھا لیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اطمینان سے تیز روشنیاں کر کے الماری سے میک اَپ بکس نکالا اور اس کے بعد میں فلیگ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے اُس کے خدوخال اپنانا شروع کر دیئے۔ بار بار میں اُس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اُس کی زبان لٹکی ہوئی تھی اور میں جب بھی اُس کی جانب دیکھتا، مجھے یوں لگتا جیسے وہ میرا منہ چڑا رہا ہو۔ چنانچہ میں اُٹھا اور پوری قوت سے اُس کے دانت کھول کر زبان اندر ٹھونس دی۔ پھر اُس کا منہ بھینچ کر بند کر دیا۔

''کسی کے سامنے بیٹھنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں مسٹر فلیگ.....!'' میں نے کہا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں اُس کام سے فارغ ہو گیا تھا۔ میں نے فلیگ کے گال سے گال ملا کر آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر میک اَپ بکس بند کر دیا۔ پھر میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

اُس وقت میری کیفیت کسی شکاری کتے کی سی ہو رہی تھی۔ دروازہ کھول کر میں نے باہر جھانکا۔ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ ویسے بھی سارٹینا کی رہائش گاہ میں زیادہ ملازم نہیں تھے۔ غالباً وہ بھی پسند نہیں کرتی تھی کہ زیادہ لوگوں کا جمگھٹا یہاں موجود رہے۔ چنانچہ بڑا سکون اور بڑی خاموشی تھی۔ میں جانتا تھا کہ سارٹینا اس وقت اپنے کمرے میں ہو گی۔

بہرحال! راہداری میں دیکھنے کے بعد میں واپس اندر آیا اور فلیگ کی جیب میں جو بھی چیزیں تھیں، نکال لیں۔ اُسے مکمل طور پر خالی کرنے کے بعد میں نے فلیگ کو اُٹھا کر کندھے پر ڈالا اور باہر آ گیا۔

میرا رُخ دائیں طرف بنے ہوئے خوبصورت لان کی طرف تھا، جہاں وہ گٹر تھا جسے میں نے فلیگ کی لاش پھینکنے کے لئے منتخب کیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں گٹر کے قریب پہنچ گیا۔ گٹر کا بڑا ڈھکن اُٹھانے کی میں نے دن ہی میں مشق کر لی تھی۔ کافی وزنی تھا لیکن بہرصورت! اتنا بھی نہیں کہ میں اُسے اُٹھا ہی نہ سکتا۔ چنانچہ میں نے فلیگ کو الوداع کہا اور اُس کی لاش گٹر میں ڈال دی۔ میں چند لمحوں تک گٹر میں جھانکتا رہا کہ لاش سمندر کے پانی کے ساتھ بہہ گئی ہے یا وہیں رُکی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اطمینان سے میں نے ڈھکن بند کیا اور واپس رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔

راہداری سے اندر پہنچا ہی تھا کہ سارٹینا نظر آ گئی۔ غالباً وہ مجھے ہی تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑی۔ ''اوہ.....تم یہاں کیسے آ گئے؟'' اُس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں مسکرانے لگا۔

میں نے اپنا ہیٹ اُتار کر گردن خم کی اور فلیگ کی آواز میں کہا۔ ''آپ کی خدمت میں مادام سارٹینا.....!''

''کیا بکواس ہے؟ میں کہتی ہوں، تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کس کی اجازت لے کر آئے ہو.....؟'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ کی اجازت سے مادام.....!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بوڑھی سارٹینا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ سارٹینا کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

☆.....☆.....☆

بقیہ واقعات کے لئے
آتش کی جلد دوئم کا مطالعہ کریں